جناب لائبریرین آریہ سماج لاہور (انارکلی) سے بھی مل سکتی ہے ۔

(دوم)

ایشور نے میرا تیاگ نہیں کیا میں ایشور کو کبھی نہیں بھولونگا

مکتی کا ستیہ گیان

اس کتاب میں آتمک جیون کے متعلق ہدایات درج ہیں جن

پر عمل کرنے سے آتما ایشور ...

پرایت ...



شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج لاہور

سنہ ۱۹۰۵ء

مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور

قیمت ۵ ۔ بے اجازت کوئی نہ چھاپے ۔ ۲۰۰۰

فہرست مضامین

دیباچہ

پیارے پاٹھک - کئی سال سے میری دلی آرزو تھی کہ آتمک جیون کے متعلق چند ہدایات آپ کی پیش نظر کروں - مگر جب میں اپنی کم لیاقتی کی طرف نظر ڈالتا تھا تو مجھ کو مایوسی ہو جاتی تھی - تاہم میں نے اپنے آپ کو دھارمک لوگوں کے جیون کے پاٹھ میں لگایا اور جو کچھ مجھ کو اُن کے پاک جیون میں چمکتے ہوئے نظارے دکھائی دیئے اُن سب کو مینے اپدیش کے ذریعہ قلمبند کیا - سب سے زیادہ میں اپنے بزرگ دھارمک پتا کے جیون کا پاٹھ کرتا رہا ہوں کیونکہ یہہ جیون تپسوی کا جیون تھا - آپ اگرچہ مورتی پوجک تھے مگر آپ کی آتما دھرم کے گوڑھے رنگ میں رنگی ہوئی تھی - نفس کشی نے آپ کی آتما کو اتنا پوتر بنا دیا تھا کہ آپ نے اپنی پوری تندرستی کی حالت میں اپنی موت کے سمیہ کو ایک سال پہلے ہی بتا دیا تھا - آپ کی صاف دلی بالخصوص ماتما نے آپ کی بانی میں وہ تاثیر پیدا کر رکھی تھی کہ جو کچھ آپ کے منہ سے نکلتا تھا وہ پورا ہو جاتا تھا اسی سبب سے گاؤں کے نر اور ناری آپ کو کالی زبان والا کہا کرتے تھے - جو سادھن مینے آپ میں دیکھے اُن سب کو اپنے کلیان کے لئے قلمبند کرنا میرا

ओ३म्

यदा किञ्चिज्ज्ञोऽहं द्विप इव मदान्धः समभव
मं तदा सर्वज्ञोऽस्मीत्यभवदवलिप्तं मम मनः ।
यदा किञ्चित्किञ्चिद्बुधजनसकाशादवगतम्
तदा मूर्खोऽस्मीति ज्वर इव मदो मे व्यपगतः ॥ ८ ॥



پیارے ناظرین مہاتما بھرتری جی کہتے ہیں کہ جب مجھے تھوڑا گیان ہوا
تب میں مست ہاتھی کی طرح ابھمان سے یہ مانتا تھا کہ میں سروگیہ ہوں جب
مجھے بدھی مانوں کے سنگ سے کچھ کچھ گیان ہوا تب مجھے اپنی الپگیتا کا گیان ہوا
اور بخار کی طرح میرا ابھمان کا نشہ اُتر گیا۔ اسی طرح جب انسان کم ودیا رکھتا ہے تو
چیز کی ماہیت کو نہ سمجھ کر اپنی سنسکار جنیہ اودیا کے کارن شُبھ کو اشُبھ اور اشُبھ
کو شُبھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ یہی حال لالہ جگنّاتھ داس [illegible] ہے جنھوں نے اپنی کم علمی سے
مکتی کی ماہیت کو نہ جان کر سوامی دیانند جی کے خلاف من مانا بکواس کیا
ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لالہ صاحب کو جو پورانک سنسکار مکتی کے نتیجہ
ہونے کے پڑ گئے تھے اُنہیں سنسکاروں سے آپکو جو اودیا اُتپن ہوئی اُسی
اودیا کے بس ہو کر آپ نے یہ انرتھ لکھ مارا۔ مہاتما گنا جی نے لکھا ہے۔

इन्द्रियदोषात्संस्कारदोषाच्चाविद्या

ارتھ - اودّیا - اندری - دوش اور سنسکار دوش سے پیدا ہوتی ہے ؛

اب ہم مُکتی بشے پر لکھتے ہیں جس سے لالہ صاحب کا بھرم دور ہو جائے -

پیارے ناظرین مُکتی شبد کا ارتھ چھوٹنا ہے - چھوٹتا ہے جو بندھا ہوتا ہے سو اس تین قسم کے دُکھ روپ بندھن سے چھوٹنے کا نام مُکتی ہے - اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دُکھ جیو کا سبھاوک گن ہے یا نمیتک - کیونکہ اگر سبھاو سے جیو بندھا ہو تو اُسکی مُکتی کا اُپائے نہیں ہوسکتا - جیسا مہاتما کپل جی لکھتے ہیں -

नस्वभावतो बद्धस्य मोक्षसाधनोपदेशविधिः

سوبھاوک بندھ کے واسطے موکش سادھن کا اُپدیش ہو نہیں سکتا کیونکہ ہمیشہ رہتا ہے بستو کا سوبھاو بستو کے ساتھ ناش ہوتا ہے جیسے مہاتما کپل جی نے لکھا ہے

स्वभावस्यानपायित्वादननुष्ठानलक्षणमप्रामाण्यम् ॥ अध्याय-१ सू ८

سوبھاو کے ابناشی ہونے سے جو انوشٹھان والی بدھی اپرامانیہ ہوگی

اور چیت کی برتیوں کا نرودھ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ ہم پرماتما کے گُن کرم اور سبھاؤ کو اچھی طرح سے جان کر اُن کو اپنی آتما کا لکش بنا کر اُن سے پریم کریں۔ بزرگ آریہ رشیوں نے آریہ جاتی پر یہہ مہان اوپکار کیا ہے کہ اُنہوں نے پرماتما کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے ہمارے لئے اپنشدوں کو رچا ہے۔ ہمارا یہہ عین فرض ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے تجربہ سے لابھ اُٹھائیں اور برہم گیان کی پراپتی کے لئے اُن کی رچی ہوئی امولیہ پُستکوں کا پاٹھ کریں کیونکہ ایشور کا سروپ جیسا اُتم ریتی سے اِن گرنتھوں میں بتایا گیا ہے ویسا اور کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ پراچین گرنتھ برہم وِدّیا کے ساگر ہیں اُن کے پاٹھ سے ہردے میں بھگتی کی لہر پیدا ہوتی ہے اور آتما کو سچی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اسواسطے بھگتی کو سپھل کرنے کے لئے پہلی بات جو ہم کو جاننی ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ہم جانیں کہ آتما کیا ہے اور اُسکا کیا سروپ ہے ؛

آتم درشیوں نے آتما کے سروپ کو اس پرکار ورنن کیا ہے کہ آتما وہ جیونت جاگرت شکتی ہے جس کے شریر میں رہنے سے آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ کان سُن سکتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں اپنا اپنا کام کر سکتے ہیں جس کے شریر سے نکل جانے پر تمام اندریہ شتھل ہو جاتی ہیں اُسوقت نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ جیبھ بول سکتی ہے۔ نہ کان سُن سکتے ہیں۔ شریر اور اندریہ مٹی کے سمان نشچل ہو جاتی ہیں۔ وہ آتما جس کے شریر سے نکلنے کے وقت انسان مُردہ کہلاتا ہے انادی ہے اُس کا نہ آد ہے اور نہ ہی انت ہے وہ ابناشی ہے نہ آگ اُسکو جلا سکتی ہے اور نہ پانی ڈبو سکتا ہے۔ وہ سُوکشم ہے۔ اُسکا نہ رُوپ ہے نہ رنگ ہے اور نہ ہی وزن ہے۔

وہ ایک دیشی ہے اور اِسی وجہ سے اُس کی شکتی بھی محدود ہے - جب
تک آتما کا شریر کے ساتھ یوگ نہیں ہوتا تب تک اُس کی شکتی کا وکاش نہیں
ہوتا - شریر کے ساتھ جب اِس کا یوگ ہوتا ہے تب ہی یہ کرم کر سکتی ہے - کرم کرنے
میں یہ آزاد ہے مگر کرموں کا پھل بھوگنے میں یہ پرماتما کے آدھین ہے -
کرم انوسار آتما کو اوچ یا نیچ یونی کے بندھن میں آنا پڑتا ہے - پرماتما کے ساتھ
اِسکا سمبندھ پتا پُتر - راجہ اور پرجا کا ہے - جب آتما اِندریہ کے آدھین ہو کر
کرم کرتی ہے تب یہ بار بار شریر دھارن کرتی ہے اور جب اندریہ کی طرف نہ
جُھکتی ہوئی پرماتما سے یوگ کرتی ہے تب یہ امر ہو جاتی ہے یعنی جنم مرن رُوپی
سنسار کے بندھنوں سے مُکت ہو جاتی ہے جس کو موکش کے نام سے پکارا جاتا
ہے - جب پُن کرموں کا پھل ختم ہو جاتا ہے تو پھر اِسکو بندھن میں آنا ہوتا
ہے اور یہی دَور انادی کال سے اننت کال تک جاری رہتا ہے - کبھی جیو آتما
موکش کی پدوی کو پاتا ہے کبھی کیٹ پتنگ آدی کے چولے کو دھارن کرتا ہے -
جو لوگ آتما کو پرماتما کی انش مانتے ہیں وہ بھرانتی میں ہیں وہ آتما اور پرماتما
کے بھید کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی اُن لوگوں نے وید آدی ست شاستروں دوارا
پرماتما کے سروپ کو جانا ہے - اُن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آتما نہ کوئی کرم کرتا
ہے اور نہ ہی پاپ پُن کے پھل کا بھاگی ہوتا ہے - اِندریہ اپنے اپنے سبھاؤ سے
اپنے اپنے وِشئوں میں جُھک جاتی ہیں مگر آتما نرلیپ ہے - شریر سے نکلنے
کے بعد وہ پرماتما میں جا ملتی ہے - وہ لوگ یہ سمرن نہیں کرتے کہ اِندریہ تو جڑ
ہیں ان کو بھوگوں میں چلانے والی شکتی کیول آتما ہی ہے - جڑ پدارتھ کو
تو کوئی دُکھ نہیں ہوتا ہاں سُکھ دُکھ ہانی لابھ چیتن شکتی کو ہی ہوتا ہے

مثلاً جب ہمارے شریر سے یہ آتما نکل جاتی ہے تو یہ شریر اور ساری اندریہ برابر موجود
رہتی ہیں پھر کیوں یہ اپنے اپنے وشئوں میں نہیں جھک جاتیں۔ آنکھ موجود ہے
مگر وہ دیکھ نہیں سکتی۔ کان موجود ہیں مگر وہ سُن نہیں سکتے۔ جیبھ موجود ہے
مگر وہ بول نہیں سکتی۔ غرضیکہ ہر ایک اندریہ موجود ہے مگر اُسوقت ان میں یہ سامرتھ
نہیں کہ وہ اپنے اپنے وشے کو گرہن کریں اسواسطے اندریہ کو کرموں میں پریرنا کرنیوالی
صرف آتما ہی ہے۔ یہ اندریہ آتما کے دوآر ہیں۔ آتما ہی سُکھ اور دُکھ کی بھاگی ہے
پھر جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریر کے پات ہو جانے پر آتما پرماتما میں جا ملتی ہے وہ بھی
درست نہیں۔ اُن کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ پرماتما اکھنڈ ہیں اور ایک رس ہیں وہ
کبھی چھن بھن نہیں ہوتے اگر آتما کو پرماتما کی ایک انش مان لیا جاوے تو آتما
میں الپگتا کیوں ہے جبکہ پرماتما سروگیہ ہیں۔ پرماتما اپنے سارے جگت کو رچ
کر اپنا مہت پرکاش رہے ہیں مگر آتما میں یہ سامرتھ تک نہیں کہ وہ ایک
مٹی کے ڈھیلہ کو بنا سکے۔ پھر آتما کو ان کی انش ماننا کتنی بڑی بھاری بھول
ہے۔ پرماتما نے کون سا اپرادھ کیا جس کی سزا بھوگنے کے لئے اُسکو آتما ہو کر
جنم مرن رُوپی سنسار کے بندھنوں میں آنا پڑا۔ کیا پرماتما سے بڑھ کر اور
کوئی ہے جو پرماتما کو بھی سزا یا جزا دے رہا ہے۔ ست تو یہ ہے کہ بھارت ورش
میں وید آدی ست شاستروں کا پٹھن پاٹھن نہ ہونے سے بھارت سنتان
بھرم جال میں پھنس رہی ہے اور آتما کو پرماتما اور پرماتما کو آتما بتا رہی ہے۔
جب سے وید آدی ست شاستروں کا سُننا سُنانا اور پڑھنا پڑھانا آریہ سنتان
نے چھوڑ دیا تب ہی سے دھرم میں کھلبلی پڑ رہی ہے اور پرماتما کی سچی بھگتی کا
بھی ابھاؤ ہو رہا ہے۔ اسلئے آریہ سنتان میں ایشور کی سچی بھگتی پیدا کرنے

کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم آتم گیان کی پراپتی کے لئے وید آدی ست شاستروں کی طرف جھکیں۔ کیونکہ ایشور کا سروپ جیسا اُتم ریتی سے اِن میں بتایا گیا ہے ویسا اور کسی انسانی کتاب میں نہیں ملتا۔

اب ہم پرماتما کے سروپ کو ورنن کرتے ہیں

(اتھرو وید)

(۱) پرماتما بھوت۔ بھوشیت اور ورتمان کال میں ہوتے ہوئے کرموں کا ساکشی ہے اور سمست سنسار کا پتی ہے اُس کا سروپ سُکھ ہی ہے۔ اُس سب سے بڑے پربھو کو ہم نمسکار کرتے ہیں۔

(۲) جس کی سِتّا کا پرمان پرتھوی آدی جگت ہے۔ دھرتی جس کے پیر۔ آکاش پیٹ۔ تارا گن سر کے ستھان پر ہیں جو اُسکے رچے ہوئے ہیں ایسے وراٹ سروپ پرمیشور کو نمسکار ہے۔

(۳) سُورج چندر جس کی آنکھ اور اگنی مُکھ ستھان ہے اُس برہم کو ہمارا نمسکار ہو۔

(۴) برہمانڈ کا وایو جس کا ناسکا گت سانس ہے اور پرکاشت پدارتھوں کی کرنیں جس کی آنکھ کی چمک ہے ان سب پدارتھوں اور ویش دیشاؤں کو اُس نے ویوہار کی سِدھی کے لئے بنایا ہے ایسے دیالو پرمیشور کو ہم لوگ بھگتی بھاؤ سے نمسکار کرتے ہیں۔

(یجروید)

(۱) اُس پرماتما کا سروپ شُدھ ہے یعنی پوِتر ہی اُسکا سروپ ہے وہ نیا ءکاری ہونے سے پاپ یُکت نہیں ہوتا۔ وہ سرو ویاپک ہے۔ سرو شکتیمان۔ شریر رہت

چھدر رہین۔ نس ناڑی کے بندھن سے نیارا۔ سرو گیہ سروساکشی۔ پاپی لوگوں کا ترسکار کرنیوالا۔ آپ ہی اپنے گنوں سے پرگٹ۔ اُسکا اُتپادک کوئی ماتا پتا نہیں۔ سدا رہنے والا۔ پرجا کے لئے سب پدارتھوں کا بناتا اور دھارن کرتا ہے۔

(۲) جو ہمارا پالن کرنے سے پتا اور ہمیں اُتپن کرنے سے جنتا۔ دھارن اور رکھشا کرنے سے ودہاتا ہے وہی سارے وشو کا جنم ستھان ہے۔ جو سورج چندر آدی پرکاشت پدارتھوں و ودوانوں کا نام رکھنے والا ہونے سے دیا کہا جاتا ہے وہ ایک ہی اسہائی پربھو ہے۔ سنسار کا سہایک ہے۔ کسی کو سہائے کی اپیکشا نہیں کرتا۔ اُسکی بھلی بھانتی جان پہچان کرنی چاہیئے۔

(۳) جو پنڈت پرمیشور کے تین کام ارتھات سنسار کا بنانا۔ اُسکی رکھشا اور پالن کرنا یا نیت سمیہ ہونے پر ناش کر دینا ان کو اچھی طرح جانتا ہے اور برہم کو ابناشی مکتی داتا جان کر اپنی بُدھی میں دھارن کر ایشوریہ اوپدیش کرتا ہے وہ پتا کا پتا ارتھات گیانیوں کے بیچ گیانی ہے۔

(رگ وید)

(۱) ایشور سب کو اوپدیش دیتا ہے کہ ہے منشو میں سب کے پہلے تھا۔ میں سب جگت کا پتی ہوں۔ میں سمپورن دھنوں کا وجے کرنیوالا اور داتا ہوں۔ مجھ کو سب جیو پتا کی جگہ بھجیں۔ میں سب کو یتھا یوگ بھوجن دینے والا ہوں۔ میں پرم ایشور رج وآن ہوں۔ میرا پراجے کبھی نہیں ہوتا اور نہ کبھی مرتیو کے ہاتھ پڑتا ہوں۔ میں جگت روپ دھن کا رنماتا ہوں۔ تم لوگ وگیان آدی دھن کو مجھ سے مانگو۔ میری بھگتی سے کبھی رہت نہ ہو۔

(۳) اُدپتی مان جگت کا رچنے تھا پالن کرنیوالا ایک پرمیشور ہے جس کے

گربھ ارتھات پیٹ میں بڑے بڑے شور یہ آدی پدارتھ ہیں وہ پربھو سرشٹی کی
اُتپتی کے پہلے بھی تھا۔ وہ اِس سنسار کو۔ پرکاش رہت اور پرکاش یکت لوگوں
کو دھارن کرتا ہے اِس سوکھ سروپ پرماتما کی آتم آدی سامگری سے سیوا کرنا فرض ہے
(۳) جس پرمیشور کی اننت دیا پتی کی سیما کا سورج پرتھوی۔ چندر آدی لوک
اور سمندر آدی لوک وغیرہ پار نہیں پا سکتے۔ اُس پرمیشور نے اکیلے ہی اپنی بہت
پرکرتی سے جگت کو بنایا ہے۔ اُس پرمیشور کا کون پار پا سکتا ہے۔ اتنے بڑے
ایشور کو کیا کوئی اپنی گود میں کھلا سکتا ہے۔ یا کوٹھے میں بند کر سکتا ہے۔ جس کا
اننت کوٹھے کی دیواروں تک محدود ہے۔ کیا وہ پرمیشور ہونے کے یوگیہ ہے۔ جو
پرمیشور کو سانت مانتے ہیں وہ اسکی نندا اور حکم عدولی کرتے ہیں۔
(۴) پرماتما گیان گُن سمپن ہونے سے اگنی۔ سنسار کا بھلا کرنے سے
پروہت اور پرلے کرنے سے ہوتا کہلاتا ہے۔ بسنت آدی رتوؤں کے رچنے
والے۔ پرتھوی آدی رمنیہ لوکوں کے دھارن کرنیوالے اور یگ آدی کے دیوتا
ہیں وہی ستوتی کے یوگ ہیں۔
(۵) شری جگدیشور۔ پاپی اور پُن آتما سب کے کلیان کاری ہو نیسے
متر کہے جاتے ہیں۔ سب میں سرشیٹ ہونے سے ورُن جگت کے جیوؤں کا
نیا ر کرتے سے اریما۔ راجوں کے مہاراج اور سرو ایشور سمپن ہونے سے اندر۔
اور رچے ہوئے سب پدارتھوں سے بڑے ہونے کے کارن برہسپتی سرو ترویاپک
ہونے سے وشنو۔ اور اتینت پیدا کرمی ہونے سے ارُوکرم کہلاتے ہیں۔
وہ منگل سروپ اور جگت کا منگل کرنیوالے ہیں۔ جگت کی اُتپتی۔ ستھتی اور پرلے
کرتا یہ تینوں اُس پرماتما کے تکھ کرم ہیں ٭

تلوکار اونپشد کے پہلے منتر میں اس پرکار پرشن ہے اُسکے اُتر میں بھگتی بھاؤ

سے بھرا دوسرا منتر پرمیشور کو جتلاتا ہے۔

پرشن۔ کس کی پریرنا سے من ابھشٹ وشے پر جُھکتا ہے۔ پران وائیو

کس کے سہارے اپنے کام میں یُکت ہو کر چیشٹا کرتا ہے۔ کس سے نیت کی

ہوئی اِس بانی کو بولتا ہے۔ کون دیوتا آنکھ کان کو اپنے اپنے وشے میں

لگاتا ہے۔

اوتر۔ جو پرماتما کانوں کا کان۔ آنکھوں کی آنکھ من کا من۔ بانی کی

بانی اور پرانوں کا پران ہے ارتھات آنکھ کان آدی میں دیکھنے سننے

کی شکتی منشوؤں کو دیتا ہے پرنتو آپ جڑہ وت اندریوں کے بندھن

سے رہت ہے ایسے پرتھک بھاؤ سے دھیان شیل لوگ اُسکا چنتن کر

کے سنسار کے موہ جال سے چھوٹ جاتے ہیں۔

(شوتیا شواتر اونپشد)

(۱) وہ ایشوروں کا ایشور ہونے سے مہیشور۔ دیوتاؤں کا دیو ہونے

سے مہادیو۔ اور پتیوں کا پتی ہونے سے سنسار کا سوامی ہے جگت کا پوجنیہ

اور اوپاسنیہ ہے۔

(۲) اُس کے آگے سورج کے پرکاش کی کچھ بھی اُجلتا نہیں نہ چاند

اور تاروں کی۔ تب اُس چولھے میں جلنے والی آگ کا کیا گورو ہے۔

(۳) جو اگنی آدی دیوتاؤں کی اُوتپتی و ناش کرتا ہے وہ سرو ایشور ہے۔

دُشٹوں کو ڈنڈ دینے والا ہے۔ اُس پیج سے پرماتما کا دھیان کرو۔ وہ ہم کو

پوتر بُدھی سے یُکت کرنے والا ہے۔ بسرشٹی کی اُوتپتی کرتا اُسکا کوئی سوارتھ نہیں

بلکہ اُس کا سُبھاؤ ہے۔

(۴) جو پرمیشور اپنے سرل سبھاؤ ہی سے پرکرتی کے بنے تنتوں سے مکڑی کی طرح اپنے کو سب طرف سے گھیرتا ہے ارتھات سرشٹی رچتا ہے وہ ایک ہی دیو ہے۔

(۵) پرماتما پرتیک سنسار رُوپی جال کو بہت پرکار سے بنانا۔ بگاڑنا۔ سنگھار کرتا اور اُسی پرکار پرجاپتیوں (سُورج آدی لوک) کو رچ کر اُن کا راجیہ کرتا ہے ؛

برہد آرنیک اوپنشد میں مہارشی یاگولک و آچکنوُں رشی کی کنیا گارگی کو اِس پرکار اوپدیش دیتے ہیں۔ جو سب بھوتوں ارتھات پرانی اپرانی۔ جڑھ چیتن کے بیچ میں سمحقت ہوُا ہوا بھی سب سے نیارا ہے سب کے بھیتر اور باہر موجود ہے تو بھی پرانی اُسکو آسانی سے نہیں جان سکتے۔ سارا سنسار ہی اُسکا شریر ہے وہی امرت سروُپ سب کا اور تیرا انتریامی ہے۔

اسی اوپنشد میں یاگولک جی نے گارگی کو یہہ اوپدیش دیا ہے۔

پرماتما اکشر ارتھات ابناشی ہے برہم گیانی برہمن برہم کے وشے میں کہتے ہیں کہ وہ ستھوُل۔ اُنو۔ ہرسو۔ دیرگھ۔ لال رچکنا۔ چھایا ادھیکار۔ وایُو آکاش آدی نہیں۔ رنگ رہت ہے۔ گندہ آدی کسی اِندریہ کا وشہ نہیں۔ آنکھ کان۔ من۔ بانی بھی نہیں۔ تیج اور پران آدی نہیں۔ لمبا چوڑا گول آدی ماپ تول والا نہیں۔ کہیں اندر باہر دکھائی نہیں دیتا۔ نہ وہ کسی وستو کو کھاتا۔ نہ اُسے کوئی کھا سکتا ہے اس پرکار سنسار کے گنوں سے پرتھک ہونے کے کارن نرگن ہے اُسے بھوکھ پیاس کچھ نہیں لگتی سردی نہ اُسکو ستاتی ہے

اور نہ گرمی میں وہ زیا کل ہوتا ہے۔ جب پرماتما جیووں کے کرم انوسار بنیائے آدی کرتے ہیں تب سگن کہلاتے ہیں۔

اِس پرکار وید اور اُپ نشدوں میں جگت پِتا کے گُن کرم اور سبھاؤ کا ذکر ہے جو ایشور کا سبھاو ہے وہی گُن ہے اُس میں تبدیلی نہیں ہوتی اور اُسکے انوسار ہی کرم ہوتے ہیں ؎

اِس پرکار مَنش آتما اور پرماتما کے گُن کرم اور سبھاؤ کو جان کر آتما کو پرماتما کی طرف جھکاوے کیونکہ ایشور آتما کے پران ہیں اُن کے ساتھ یوگ کرنے سے آتما پرکاشت ہوتی ہے۔ پرماتما ہی سے اِسکو روشنی ملتی ہے۔ پرماتما کا درشن کرکے ہی آتما امرت پد کو پراپت ہوتا ہے۔

اب ہم اُن نیموں کا ذکر کرتے ہیں جن کے ابھیاس سے جیو آتما کو ایشور کا درشن ہوتا ہے۔

ایشور کا اوپاسک پراتہ کال چار گھڑی رات باقی رہے اپنے بستر سے اُٹھ کر مَل مُوتر تیاگ کرنے کے نِمت کھلے میدان میں جاوے۔ چنانچہ منو بھگوان اپنے سمرتی کے ادھیائے ۴ منتر ۱۵۲ میں فرماتے ہیں کہ دِوج گھر سے دور جاکر مَل اور مُوتر کو تیاگ کرے۔ اور جس طرف وایو بہتی ہو اُس طرف مُکھ کر کے نہ بیٹھے اِسکا مطلب یہ ہے کہ مَل کی دُرگندھی نہ آوے۔ اپنے مَل کی طرف نگاہ کرے۔ پشچات داتن کرے۔ مُنہ میں اُنگلی نہ پاوے کیونکہ ہاتھوں کے ناخن میں گندہ مادہ جمع ہوتا ہے۔ جس کے مُنہ میں جانے سے کئی ایک بیماریاں مَنش کو ہو جاتی ہیں اِسی وجہ سے ناخن کو دانت سے کاٹنا بھی منع ہے۔ داتن اِن درختوں میں سے ایک کی ہو۔ بڑ۔ پیپل۔ بیری۔ کنیر۔ بل پتر کا درخت۔ آنب۔ کدمب۔ آنار۔

تگر- نیم اور کڑوے رس والا درخت وغیرہ وغیرہ-

کھجور- ناریل آدی درختوں کی داتن نہ کرے- شکم سیری - دردسر- آنکھوں کے درد کرتے - امراض سینہ - مونہہ میں ورم پڑ جانے وغیرہ وغیرہ حالتوں میں داتن کرنا منع ہے - داتن کرتے وقت منہ سے نہ بولے - پشچات اشنان کرکے جل سے چار ہاتھ کے فاصلہ پر یا کسی ایکانت ستھان میں کُشا آسن پر بیٹھ کر آسن کو جماوے - یوگیوں نے ۸۴ پرکار کے آسن لگانے بتائے ہیں - مختلف آسنوں سے مختلف پرکار کی بیماریاں دور ہوتی ہیں پرنتو ان سب آسنوں سے سدھ آسن سب سے آسان ہے اسکے ابھیاس سے بواسیر کی بیماری نہیں ہوتی - سدھ آسن کی ریتی یہ ہے - گدا اور اوپستھ اندریہ کے درمیان جو ستھان ہے جس کو یونی ستھان بھی کہتے ہیں بائیں پاؤں کی ایڑی یونی ستھان میں لگائے اور داہنے پاؤں کی ایڑی اوپستھ اندریہ اور نابھی کے درمیان لگا کر ستھر کرے - اگر اس آسن میں کسی وجہ سے تکلیف ہو تو جس طرح آرام معلوم ہو اسی طرح بیٹھنا چاہیئے مگر ہر حالت میں بدن خصوصاً گردن کو تنا ہوا رکھنا زیادہ ضروری ہے - آسن پر بیٹھ کر من کو شانت کرنے کی کوشش کرے -

آسن کا ستھان نہایت آنند دایک ہو - چنانچہ ستھان کی بابت شوتیاشوتر اوپنشد کے ادھیائے ۲ منتر ۱۰ میں یُوں لکھا ہے - یوگی کا ستھان ایسا ہو جو اونچا نیچا نہ ہو - جہاں دُرگندھ نہ ہو - پتھر اور کنکر وہاں نہ ہوں - اگنی کا تاپ وہاں نہ ہو - بالو اور گرد بدن کو نہ لگتا ہو - گرور اور اونچا شبد سنائی نہ پڑے - جل کی سیل نہ ہو - سرپ اور بھیڑیئے آدی کا ستھان بھی پاس نہ ہو - دیکھنے میں آنکھوں کو کوئی بُری لگنے والی چیز سامنے نہ ہو - ایکانت ہو - وائیو پر جل

نہ چلتی ہو۔ ایسے من کے انکول دیش میں یوگ ابھیاس کرنا چاہیئے :: پھر گردن۔ سر اور شریر کو سیدھا اور ستھر کر کے آسن پر بیٹھ من کو روکنے کا یتن کرے گرہست سمبندھی چنتاؤں سے من کو الگ رکھے۔ کیول اس سمیہ اُس کے سامنے اُسکا لکش موجود رہے۔ شروع شروع میں من کی چنچلتا دور نہیں ہوتی اسواسطے نراش نہ ہونا چاہیئے۔ لگاتار ابھیاس سے یہ کامنا اوشیہ سدھ ہو جاویگی اِس پرکار من کو کیول پرماتما کی طرف لگائے ہوئے پرانایام شروع کرے۔ مگر یہہ کریا نہایت احتیاط سے کرنی چاہیئے کیونکہ ذرا سی غفلت سے طرح طرح کے روگ ہو جانے کا ڈر ہے ::

سانس کو اندر اور باہر اُتنی دیر تک روکے جتنا ہو سکے۔ جتنی دیر سانس روکا رہے اُتنی دیر اوم سشبد کا جاپ من میں کرتا رہے اور اُسکے ارتھوں پر وچار کرے۔ پرانایام کے سمیہ منہ بالکل بند رہنا چاہیئے۔ نیچے کا لب اوپر کے لب کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ جیبھ اچل ہو۔ آنکھوں کی درشٹی ناک کے اگلے حصہ پر لگی ہوئی ہو اس پرکار ابھیاس کرتے سے سادھک کا من روک جاوے گا۔ اور پھر پرماتما کی بھگتی میں مگن ہو سکیگا۔

پرانایام کی ودھی یہ ہے کہ بھیتر کی وایو کو بل سے باہر نکال کر یتھا شکتی باہر ہی روک دے پھر آہستہ آہستہ گرہن کر کے کچھ کال بھیتر ہی روک کر باہر نکال دے اور وہاں بھی کچھ دیر تک روکے اس پرکار کم از کم تین دفعہ پرانایام کرے۔

پرانایام کے لابھ:۔ لوکک اور پارلوکک آنند کی پراپتی۔ عمر کا بڑھنا۔ شریر کی پُشٹی اور اروگتا۔ بدھی کا تیکشن ہونا۔ چہرے کی خوبصورتی۔ برہمچریہ استھا

کا جلدی نہ آنا - بالوں کا جلدی سفید نہ ہونا - آنکھوں کی جوتی کا مدھم نہ ہونا -
شریر کا چمڑا نہ سُکڑنا - من کا پاپ کی طرف نہ جُھکنا - تپ دِق کی بیماری کا نہ ہونا
وغیرہ وغیرہ -

اِس کریا کا ابھیاس جوانی کی اوستھا ہی سے کرنا ضروری ہے - اس کریا
کا پھل شروع شروع میں پرتیت نہیں ہوتا ہاں کئی سال کی لگاتار کوشش
کے بعد سادہک کو یہہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کریا کیسی اَمولک رتن ہے -

پرانایام کے ادھکاری :- جو لوگ یم اور نیم کے انگوں کو اپنے کرموں
دوارا پورا کرتے ہیں وہی اِس سے پھل اُٹھا سکتے ہیں ورنہ یہ کریا سُکھدائی ہونے
کی بجائے دُکھدائی ہو جاتی ہے - اور مَنش کو مختلف روگوں میں پھنسا دیتی ہے -

یم پانچ ہیں -

(۱) اہنسا - من بانی اور کرم سے کسی کو پیڑت نہ کرنا - بانی کا کرم :- کٹھور
بانی سے کسی کو دُکھ نہ دینا - بیہودہ بکواس نہ کرنا - نِندا نہ کرنا - اَست بھاشن نہ
کرنا یہ چار پرکار کا بانی کا کرم کہلاتا ہے -

مانسک کرم :- انیائے سے پرائے دھن کو لینے کی اِچھیا نہ کرنا - اَنشٹ کا
چِنتن کرنا اور پرلوک میں وِشواس رکھنا یہ تین پرکار کا مانسک کرم کہلاتا ہے -
شاریرک کرم :- انیائے سے کسی کا دھن نہ لینا شستر سے کسی کو ہنن نہ
کرنا - پر استری سے گمن نہ کرنا - یہ تین پرکار کا شاریرک کرم کہلاتا ہے - جو لوگ
اس دس پرکار کے دھرم کو گرہن کرتے ہیں وہی آہنسک کہلاتے ہیں -

(نوٹ) اپنی رکھشا اور دیش کے کلیان کے لئے کسی کا بدھ کرنا ہنسا
نہیں کہلاتی -

(۲) ستیہ :۔ جیسا اپنی آتما میں ہو ویسا کہنا اور ماننا۔ ستیہ وادی کو واک سدھی ہو جاتی ہے۔

(۳) استیئے۔ کسی پرکار کی چوری نہ کرنا۔ دھوکہ فریب دیکر کسی پدارتھ کا نہ لینا۔ پرائی وستو کو بھی مالک کی اجازت کے بغیر گرہن نہ کرنا۔ ایسا کرنیوالوں کو سب پدارتھ خود بخود مل جاتے ہیں۔

(۴) برہم چریہ :۔ پرائی استری کی طرف کام درشٹی نہ کرنا۔ کیول اپنی ہی استری سے رتو کال میں بھوگ کرنا۔ ۲۵۔ ۳۰۔ ۴۰ یا ۴۸ سال تک اپنے ویریہ کو پات نہ ہونے دینا۔ جو کوئی اس پرکار کا برہم چریہ پالن کرتا ہے وہی قدرتی آیو کو بھوگتا ہے۔ وہی گیانی اور مہاتما کہلاتا ہے۔

(۵) اپری گرہ۔ جب منش اچھی طرح سے اندریہ کو بس میں کر لیتا ہے۔ تو اُسکے من میں وچار ہوتا ہے کہ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا ہوں۔ مجھ کو کیا کرنا ہے۔ میری کس بات میں بھلائی ہے ایسی باتوں کے وچار کا نام اپری گرہ ہے۔

پانچ نیم یہہ ہیں

(۱) شوچ :۔ یہ دو پرکار کا ہے (۱) شاریرک (۲) آتمک
شاریرک شُدھی جل اور شُدھ آہار سے ہوتی ہے۔ اور آتمک شُدھی وید آدی ست شاستروں کے ابھیاس۔ دھرم پر چلنے اور ست سنگ سے ہوتی ہے۔

(۲) سنتوش :۔ سدا دھرم کے انکول کاریوں کو کرتا ہوا نانا پرکار کے کلیش ہونے پر بھی دھیریہ کو نہ تیاگنا۔ اُس کا نام سنتوش تھیں ہے۔

(۳) تپ - جس پرکار سورن اور چاندی اگنی میں تپانے سے سوچھ ہو جاتے ہیں ویسے ہی آتما اور من کو دھرم آچرن روپی شُبھ گنُوں میں تپا کر نرمل کرنیکا نام تپ ہے - تپ کے مکھ تین بھید ہیں - منسا - واچا اور کرمنا یعنی من بانی اور کرم ان تینوں کو دھرم آچرن میں لگانا ہی تپ کہلاتا ہے پنچ اگنی تاپنے کا نام تپ نہیں -

(۴) سوادھیائے - وید آدی ست شاستروں کا ہر روز پاٹھ کرنا - اور اُن کے انکول اپنا آچرن بنانا -

(۵) ایشور پرنی دھانم - سب سامرتھ - سرو گن - پران - آتما اور من کے پریم بھاؤ سے آتم آدی ست پدرتھوں کا ایشور کے لئے سمرپن کرنا -

جو سادھک ان یم اور نیئم کے انگوں کو اپنے کرموں دوارا اپر لٹ کریگا - وہ پرانایام کا سچا ادھکاری کہلائیگا -

[پرانایام کرنے والوں کا آہار]

یہہ پدارتھ کھانے منع ہیں :- زیادہ تیکشن جن میں کھٹائی زیادہ ہو - کڑوی اشیائے - دست آور اشیائے - تیل کی بنی ہوئی پدارتھ - تل - شراب - مانس - کھٹا دہی - لال مرچ - زیادہ نمکین - اتینت گرم - گوڑ - کانجی - لہسن - پیاز - باسی بھوجن - اوڑد - ٹھنڈے بھوجن کو گرم کرکے نہ کھانا - رُوکھا بھوجن بغیر گھی کے نہ کھاوے - اگنی نہ تاپے - چنے نہ چباوے - دُرجن کی سنگت نہ کرے - رتو کال کے سوائے استری سنگ نہ کرے -

[مفصلہ ذیل اشیاء کھاوے]

گندم - چاول - دودھ - گھی - مکھن مصری ملاکر - سونٹھ - زمین کند - مونگ

چولائی کا ساگ ۔ ارہر کی دال ۔ نردوش پھل ۔ وعات ٹینٹ کرنیوالے پدارتھ ۔ شُدھ نرمل جل ۔

اِن سادھنوں کے استعمال سے یہ ویدک کریا پھل دایک ہوکر بدھ دیتی ہے اور مُنش دیرگھ آیو کو پراپت ہوتا ہے ۔

جب سادھک اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنے من کو جیت کر اپنے اِندریوں کو اپنے آدھین کر لیتا ہے اسی کا نام پرتیاہار ہے ۔ من کی چنچلتا دور کر کے جس ستھان میں جس وشے میں چیت کو لگا دیں وہیں ٹھہر جاوے اور اِدھر اُدھر نہیں ہو ۔ اسکو دہارنا کہتے ہیں ۔

دہارنا کے پیچھے اوم شبد کا وچار کرتا ہوا پرماتما کے سروپ میں مگن ہو جاوے جس پرکار سمندر کے بیچ میں ندی پرویش کرتی ہے اسی پرکار ایشور میں پورن پریتی کے ساتھ اپنی آتما کا جوڑے اسی کا نام دھیان ہے ۔ جب سادھک اس درجہ پر پہنچ جاوے تو وہ سمادھی کو پراپت ہو جاتا ہے جیسے جس پرکار اگنی کے بیچ میں لوہا بھی اگن روپ ہو جاتا ہے اسی پرکار پرمیشور کے ساتھ پرکاش مے ہوکر اپنے شریر کو بھول جاتا ہے ۔

دھیان اور سمادھی میں اتنا فرق ہے کہ دھیان میں تو دھیان کرنیوالا اور من اور جس کا دھیان کرتا ہے یہ تینوں موجود رہتے ہیں پرنتو سمادھی میں کیول پرمیشور ہی کے آنند سروپ گیان میں مگن ہو جاتے ہے وہاں تینوں کا بھید بھاؤ نہیں رہتا ۔ جس پرکار مُنش جل میں ڈبکی مار کر تھوڑا سمیہ جل کے بھیتر ہی رُکا رہتا ہے ویسے ہی جیو آتما پرمیشور کے بیچ میں مگن ہو کر پھر باہر آجاتا ہے اور جس دیش میں دہارنا کی جاوے اُسی میں دھیان اور

اُسی ہیں سمادھی ارتھات دھیان کرتے یوگ پرمیشور ہیں مگن ہوجانے کو سمپرگیات کہتے ہیں جو ایک ہی کال ہیں تینوں کا میل ہوتا ہے ارتھات دھارنا سے سنیگت دھیان اور دھیان سے سنیکت سمادھی ہوتی ہے اُسوقت آنند کے بیچ میں تینوں کا پھل ایک ہی ہوجاتا ہے اُس کال کے آنند کی مہما اکتھ ہے -

شاستر کار فرماتے ہیں سمادھی رُوپ ندی ہیں غوطہ لگانے سے جس کا مل دھو دیا گیا ہے ایسا چت جب آتما ہیں لگایا جاتا ہے تب جو سُکھ ہوتا ہے اُسکا بیان کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے ہاں اُپاسک کی آتما ہی اس سُکھ کو انوبھو کر سکتی ہے -

سری کرشن گیتا میں فرماتے ہیں سمادھی اوستھا کا جو اننت سُکھ ہے اُسکا اِندریوں سے گرہن نہیں ہوتا کنتو اُسی اُپاسک کو اِندریہ دوارا پہنچنے والے وِشیوں کی چنچلتا سے رہت سوکشم بُدھی دوارا آتما کو ہی ہوتا ہے -

اسلئے یہ ہم کے اُپاسک کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ یوگ کی منزلوں کو چت کی سب برتیوں کا نرودھ کر کے عبُور کرے اور جب تک چت کی برتیوں کا نرودھ نہیں ہوتا تب تک آتما کو پرماتما کا درشن بھی نہ ہوگا -

آتما کی یہہ اوستھا ہر ایک انسان کا حق نہیں ہاں جو لوگ شروع ہی سے تیاگ کا جیون وتیت کرتے ہیں جنہوں نے من کو اِندریوں کے ناجائز وِشیوں سے ہٹاکر آتما کا بندھو بنایا ہے جنکا جیون نشکام ابھیاس دوارا پوتر ہورہا ہے - وہی دھیان کی پدوی کو پراپت ہوسکتے ہیں - اُن ہی آتماؤں ہیں پرماتما کے سروپ کی جھلک پڑتی ہے اُن ہی کو پرماتما کا ساکشات درشن ہوتا ہے - جس پرکار شانت جل ہیں سورج کا عکس پورے

طور پر دکھائی دیتا ہے اُسی پرکار شانت آتما ہیں پرماتما کی جوتی پورے طور پر پرکاشمان ہوتی ہے۔ اسلئے جب تک شانت چت ہونے کے لئے یتن نہیں کیا جاتا۔ تب تک ایشور کے درشن کی اِچھیا رکھنی فضول ہے۔ کتنا ہی جپ کرو۔ کتنا ہی تپ کرو۔ کتنا ہی وید پاٹھ کرو۔ اگر آپ کی آتما اِندریوں کے بس ہوکر سنسار کے کٹل مارگ میں بھٹک رہی ہے تو آپ کو آپ کے جپ تپ اور وید پاٹھ کا پھل نہیں ملیگا۔ سمادھی کی اوستھا کو پراپت ہونے کے لئے آتما کو آتما کا بندھو بناؤ۔ پھر ایشور آپ کو سُویکار کرینگے جب وہ سُویکار کرینگے تو آپ کو آتم بل پردان کرینگے۔ آتم بل کے ملتے ہی وہ سُکھ ملیگا جس سُکھ کی تلاش میں آتم درشیوں نے گھربار تیاگ کر جنگلوں کی راہ لی۔ بستی کے سُکھوں سے مُنہ موڑ کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ اسلئے پیشتر اسکے کہ آپ کے جیون میں وہ مبارک سمیہ آوے جب کہ آپ گرہست آشرم کے فرائض سے سُبکدوش ہوکر ایکانت میں جاؤ آپ ابھی سے اپنے آپ کو اُس اوستھا کا پاتر بناؤ۔ سمرن رکھو چنچل چت والے لوگ گفاؤں میں جاکر بھی کورے کے کورے رہتے ہیں اُن کو نہ بستیوں میں رہتے ہوئے سوکھ ملتا ہے اور نہ ہی گفاؤں میں باس کرتے ہوئے سُکھ ہوتا ہے اُس اکشئے سوکھ کی پراپتی کی سب سے بڑی تیاری جو ہم اپنے بزرگوں سے سُنتے آئے ہیں وہ جیون کو پوتر بنانا ہے یعنی روحانی جیون کو مکمل بنانا ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں ایسا جیون ویتیت کرو۔ آپ کو ہر وقت پرماتما پرسن ہوکر سویکار کریں۔ جو پوتر جیون بھوگتا ہے وہی نربھے ہوکر پرماتما کے چرنوں میں جا سکتا ہے اور اُسی کو ان کے چرنوں میں بیٹھنے کا ادھیکار ہے۔ پوتر جیون کے سامنے دُنیا کی دُکھ

تِنکے کے سمان ہیں۔ جن کے جیون کا اُدّیش پرماتما کا درشن کرنا ہے جن کا سمست جیون موت کی تیاری میں گذرا وہ کب سنسار کے دُکھوں سے بھئے بھیت ہو سکتے ہیں۔ موت کب اُن کو کمپائیمان کر سکتی ہے۔ اسلئے ایسا جیون بناؤ کہ آپ پرسنّ ہو کر اس فانی چولے کو تیاگ سکو۔ پرماتما کی ہستی پر پُورن وشواس رکھو ناستک پن کو اپنے دل میں کبھی گھُسنے نہ دو۔ وشواس رکھو یہ ہی جیون چھوڑنے کا ایک ہی اُپائے ہے کہ آپ پرماتما کو سروویاپک جانتے ہوئے اُن کے بھئے سے ہر وقت ڈرتے رہو۔ کیونکہ جب وہ پاپیوں کو سزا دیکر رودن کراتے ہیں تو کون شکتی سے اُن کے ڈنڈ کو سویکار کر سکتا ہے۔ جب آپ اِس پرکار پوِتر بنو گے تو اوشیہ جگت پتی آپ کو اپنی گود میں جگہ دینگے۔ جب تک میلے ہو تب تک وہ آپ سے دور ہیں اور جب آپ کی آتما کے سامنے سے سیاہی کا پردہ دور ہوگا تب ہی آپ کو اُن کا درشن نصیب ہوگا۔ اِسلئے اُس پاپ رُوپی پردے کو بُرے آچرن سے ڈھیرے ڈھیرے سوکشم بناتے جاؤ نہ کہ پاپ آچرن سے اُسکو اور بھی زیادہ سیاہ بناؤ۔ جیوں جیوں پاپ کی تہہ آتما پر زیادہ جمتی جاوگی تیوں تیوں پرماتما بھی آپ سے دور ہی دور ہوتے جائینگے اور آپ کو نیچ سے نیچ یونیوں میں جانا پڑیگا۔

ہر دم کیا شان ہو جاتا ہے جبکہ پاپیوں کا جیون ہمارے سامنے آتا ہے ایک خاکروب کے جیون سے سبق سیکھو۔ کیوں اُسکو یہ اوستھا پراپت ہوئی۔ جب آپ ذرا چنتن کرینگے تو میں وشواس کرتا ہوں کہ آپ کرم بھید کو سمجھ جاؤ گے۔ جیوں جیوں گہرا وچار کرتے جاؤ گے تیوں تیوں آپ اپنے جیون میں تبدیلی پاؤ گے۔ اور آپ کے جیون کا پرواہ پُن کی طرف بہنے لگیگا جس سے آپ پُن کے مارگ پر قدم

رکھوگے تو جپ تپ اور وید پاٹھ بھی بردان دینگے۔ اسلئے پوتر جیون کی
پراپتی کا پہلا اوپائے پرماتما کی ہستی اور اُن کے اٹل نیائے پہ وشواس کرنا ہے
وشواسی جیون میں پرماتما ہر وقت براجمان ہیں۔ وشواس آتما کا سوکشم نیتر ہے
جیوں جیوں یہ کھلتا ہے تیوں تیوں اُن گپت پدارتھوں کو دیکھتا ہے جہاں
فانی نیتر پہنچ نہیں سکتے۔ وہ اُن برکات کا ادھیکاری بنتا ہے جو خاص تماان
کو پرماتما کی طرف سے ملتی ہیں اور اُن برکات کے ملنے سے پہلے اُس کی آتما
میں پرماتما کی طرف سے گیان ہوتا ہے جو مشکلات اُسکے سامنے آتی ہیں وہ
خود بخود دور ہو جاتی ہیں اور اُسکو اچھیا سدھی پراپت ہوتی ہے۔ یہہ
بر اُسوقت ملتا ہے جبکہ گیان کرم اور اوپاسنا ایک روپ ہوکر آتما میں
براجمان ہوتی ہیں۔ وہ جان لیتا ہے اُس اگامی جیون کو جس کو اُس نے
پراپت ہونا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے اُسکی آتما کا مطالعہ نہیں کیا وہ اُسکو
جھوٹھا کہہ دیں طرح طرح کے دوش اُسپر لگادیں مگر وہ درحقیقت انوبھو کرتا ہے
اور دیکھتا ہے اُس پدارتھ کو جو اور لوگوں کی نظر سے غائب ہے چونکہ اُس کی
سمست شکتیوں کا جھکاؤ پرماتما کی طرف ہے اسلئے وہ ادھیکاری بنتا ہے
اُس اوچ اوستھا کا جو دیر کے ابھیاس کے بعد ملتی ہے درحقیقت آتما کی یہہ
اوچ اوستھا سادھک کے پرکھنے کا ایک گپت سادھن ہے اس منزل پر
پہنچکر آتما کے ٹھوکر کھانے کا احتمال ہے جو سنبھل جاتے ہیں وہ آگے
بڑھتے ہیں اور جو گر جاتے ہیں وہ چکناچور ہو جاتے ہیں۔ اس منزل پر پہنچکر
آتما خدائی کا دعوے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ کو پرماتما کی طرف سے الہام
ہوتا ہے مگر اسکے ساتھ ہی اُس میں ابھیمان بڑھ جاتا ہے جو آخرش اُس کی

بربادی کا کارن ہو جاتا ہے۔ مگر جو آتمائیں پرماتما کی طرف سے گیان حاصل کرتی
ہوئیں بھی اُسکے شکرگذار ہو کر اپنے آپ کو ناچیز جانتی ہیں وہ آگے بڑھتی
ہیں اور اُن ہی کو پرماتما اپنی گود میں جگہ دیتے ہیں اسلئے پرماتما کی پراپتی کی
اِچھیا والے کو اِس منزل پر پہنچ کر خبردار ہونا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ اُسکا کمایا
ہوا تپ اکارتھ جائے۔ اور وہ اپنے لکش کی پراپتی سے دور پھینکا جاوے۔
اسلئے وشواسی جیون بناؤ اور ہر روز پراتہ کال ایکانت ستھان میں کم از کم
ایک گھنٹہ سرل ہردے سے پرماتما کا پوتر نام اوچارن کرو جتنی زیادہ دیر
تک اُن کے پوتر نام کا اوچارن کروگے اُتنا ہی زیادہ آنند اور شانتی اپنی آتما
میں پاؤگے۔ جیوں جیوں اس پوتر ابھیاس کی مشق کرتے جاؤگے تیوں تیوں
من کی چنچلتا دور ہوگی اور آپ کی آتما پر بھگتی کا گوڑھا رنگ چڑھیگا۔ وہ جیون
نہایت خوفناک ہے جسکے ہردے میں اپنی آتما کو سوچھ بنانے کا خیال تک بھی
پیدا نہیں ہوا۔ ایسے جیون میں وشواس کہاں۔ وہ کب دھرم کی خاطر قربانی
کے اوچیہ بھاؤ کو پرگٹ کرسکتا ہے۔ اور کب وہ پرماتما کی اُتم برکات کا بھاگی
ہو سکتا ہے روتا ہوا وہ آیا اور روتا ہوا وہ اس سنسار سے جائیگا۔ اُسکو نہ
اِس دُنیا میں شانتی نصیب ہوئی۔ اور نہ ہی وہ موت کے بعد شانتی پائیگا۔
دوسرے لوگوں کو وہ اُتم برکات ملتے ہوئے دیکھ کر تڑپتا رہا مگر اُس نے
یہ نہ جانا کہ یہہ برکات ادھیکاریوں کا حق ہے اور اُس ادھیکار کو حاصل کرنے
کے لئے اُس نے کچھ بھی یتن نہ کیا۔ اسلئے سمرن رکھو لوک اور پرلوک سُکھوں
سے اپنا دامن بھرپور کرنے کا سادھن کیول پوتر جیون کا ہی بنانا ہے۔ جنہوں
نے اس صداقت کا تجربہ نہیں کیا وہ اپنا جیون شاستروں کی ہدایت کے بموجب

پوتر بنادیں پھر وہ اس صداقت کے سامنے سیس جھکائینگے ۔ پوتر جیون سے مُراد من بانی، و شریر سے پرماتما کی پرسنتا کا مطلب ہے اُن کو پرسن کرنے کے لئے ہر وقت اُن کی عزت کی ضرورت ہے ۔ گیان کرم اور اوپاسنا کو ایک بنانے کی کوشش کرتا ہے ۔ جب اس پرکار پوتر بنو گے تب وہ برکات آپ کو خود بخود ملینگی ۔

پوتر جیون بنانا پرماتما کے نکٹ بیٹھنے کا سادھن ہے ۔ جس پرکار ایک منش برات میں جانے سے پہلے اوتم اوتم بستر دھارن کرتا ہے ویسی ہی پرکار پرماتما کے نکٹ بیٹھنے والے کو اپنی آتما کو سوچھ سے سوچھ بنانے کی ضرورت ہے جب آپ کسی بڑے آدمی کو بغیر اوتم بستر دھارن کئے ملنا پسند نہیں کرتے تو آپ مہان سے مہان پربھو کے دربار میں جس کے دوار پر بڑے بڑے چکرورتی راجہ بھکشک کی طرح ہاتھ پسارے کھڑے ہیں کیوں ملین حالت میں جانا چاہتے ہو ۔ اسلئے ایسا اوپائے کرو کہ آپ اُن کے دربار میں عزت سے بٹھائے جائیں شاستروں میں پوتر جیون بنانے والے کو ایک ہدایت دیگئی ہے اور اگر اس ہدایت پر انسان ہر روز عمل کریگا تو وہ اوش کامیاب ہوگا ۔ وہ ہدایت ایکانت میں اپنے جیون کا پاٹھ کرنا ہے ۔ اتم گیانی لوگ ہم کو بتاتے ہیں اپنے ہردے میں رتنوں کو تلاش کرو اور آپ پاؤگے ۔ جیوں جیوں گہرا غوطہ لگاؤگے تیوں تیوں زیادہ قیمتی رتن ملینگے ۔ پرماتما کے نکٹ گامی ہونے سے پہلے اپنے جیون کا پاٹھ اسلئے ضروری ہے کہ ہم کو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہوجا دے ۔ یعنے ہم کیا ہیں ۔ ہمارے کرم کس پرکار کے ہیں ہمارے جیون کا پرواہ کس طرف بہہ رہا ہے کیونکہ جب تک انسان اپنے روگ کو نہیں جان لیتا تب تک اسکا ندان کٹھن ہے ۔ شاستر کار ہم کو صرف یہی بتاتے ہیں اپنی اندریہ کے دوشوں کو جانو اور

اُن کے دُور کرنے کا یتن کرو۔ جب اپنے آپ کا مطالعہ کرنے لگو تو نرپکش ہو جاؤ اور
سچائی سے اپنے دوشوں کو معلوم کرو۔ نہیں تو آپ کے دوش دوش پرتیت نہیں
ہونگے اور آپ غلطی سے اپنے آپ کو پُن آتما سمجھنے لگو گے۔ اپنے دوشوں کو دیکھ کر
شاستروں کے فیصلہ کا بھی دھیان کرو کہ ایسے دوشوں کی کیا سزا ملتی ہے
وچار کرو کہ ایسے دوشوں کی موجودگی میں آپ میں اور پرماتما میں کتنا فاصلہ ہے
اور کہ کیونکہ آپ اُن کے چرنوں میں بیٹھ سکتے ہو۔ اس پرکار ہر روز وچار کرنے
سے آپ کو پوتر ہونے کے لیے بڑی بھاری مدد ملیگی۔ اور آپ اپنے مارگ کے
نشیب و فراز سے واقف ہوتے جاؤ گے۔ شاید اکثر لوگ یہ کہینگے کہ ایسا کرنا
سمیہ کو خراب کرنا ہے اور تکلیف دہ ہے۔ مگر میں آپ کو یہی اُتر دیتا ہوں کہ
نہیں تھوڑا سا وقت ایسے پوتر وچار کے لئے صرف کرنا نہ صرف اپنی زندگی کو
سدھارنا ہے بلکہ باقیماندہ وقت کا مناسب استعمال سیکھنا ہے۔ آپ کو اپنے
سے ہر روز بہت سوال کرنیکی ضرورت نہیں ہاں اپنے جیون میں ایک دفعہ سرسری
نظر ڈالکر یہ دیکھو کہ کون سا دوش آپ میں سب سے زیادہ ہے۔ جن دوشوں میں
آپ بہت جھک رہے ہو پہلے اُن کا تیاگ کرو آہستہ آہستہ ایک کے دور ہونے
سے دوسرا بھی دُور ہو جاویگا۔ جس دوش کو دور کرنیکی جگت پتی کے سامنے
پرتگیا کرو اُس دوش پر دوبارہ جب آپ ایکانت میں بیٹھو وچار کرو اور دیکھو
کہ آپنے کہاں تک اُس دوش کو کچلنے کی کوشش کی ہے اور اگر وہ دوش
نربل ہوتا ہوا پرتیت ہوتا ہے تو جگت پتی کا دھنیواد کرو کیونکہ اُس کی کرپا
ہی سے آپ میں یہ بل پیدا ہوا ہے کہ آپ اپنے پاپ کو کچل ڈالو۔ اگر وہ دوش
بدستور سابق بلوان ہے اور آپ ابھی تک اُسکے نیچے دبے ہوئے ہو تو پھر

دوبارہ سچے ہردے سے پرتگیا کرو اس پرکار عمل کرتے ہوئے کوئی سمیہ ضرور آئیگا کہ آپ اُس دوش سے مُکت ہو جاوُ گے۔

(۲) اپنے گُنوں کا کبھی چنتن نہ کرو تاکہ آپ میں ابھیمان نہ بڑھ جاوے اور پھر آپ اپنے دوشوں کو دُور کرنے میں اسمرتھ ہو جاوُ۔

(۳) اپنے دوشوں کو دُور کرنے کے لئے اُن لوگوں کے جیون کا بھی پاٹھ کرو جنھوں نے ایسے دوشوں پر مکمل فتح پائی رشلاً وہ شخص جو کام جیت ہونا چاہتا ہے اُسکو کم از کم بھگت پُورن کے جیون کا وچار کرنا چاہیے جس نے اس پاپ کے آسیب سے بچنے کے لئے ہاتھ پانوں کٹوانے منظور کئے مگر اپنی آتما کو سوچھ رکھا۔

اِس پرکار مختلف بھگتوں کا جیون مختلف پرکار سے آتما میں بل پردان کرتا ہے اور اسلئے اُن آتما ہونے کے لئے پرم سادھن ہے۔

(۴) پاپی لوگوں کو پاپ سے بڑھتے ہوئے مت دیکھو بلکہ اُن کی گراوٹ کو سامنے رکھو۔ یہ آپ کے ہردے میں پرماتما کے نیائے کو پورے زور کے ساتھ پرگٹ کریگا۔ اور آپ کو بتائے گا کہ پاپی کا بیڑہ بھر کر ڈوبتا ہے۔

(۵) پرماتما کی بزرگی کا خیال رکھو اور جانو کہ وہ جگیت پتی سوکشم سے سُوکشم پاپ سے بھی ناراض ہو جاتے ہیں اور کہ اُسکے نیائے میں کسی پاپ کے لئے معافی نہیں۔

اس پرکار کا چنتن انسان کو مُکت کر کے پرماتما کے درشن کا ادھیکاری بناتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ چنتن سچے ہردے سے ہو اور ہر روز ہو۔ چنتن کے ساتھ پرماتما سے پرارتھنا کرنا ضروری ہے تاکہ آپ اُن کو حاضر ناظر سمجھ کر سچی

پرمگیا دھارن کر سکو۔ ایسا کرنے سے آپ اپنے ہردے میں سے چھپے ہوئے
پاپوں کو بھی باہر نکال لاؤگے اور سچے ہردے سے پشچاتاپ کرتے ہوئے آپ
کو پھر اُس پاپ کے کچلنے کا بل ملیگا۔

جب آپ کے پاپ دور ہو جائینگے اور پوتر جیون کے ادھکاری بنوگے تو
پھر آپ کا چنتن بھی اور پرکار کا ہو جائیگا۔ پاپی اور پُن آتما کے چنتن میں
بڑا بھاری فرق ہے پاپی میں ابھی تک اپنے آپ کو سوچھ بنانے کی خواہش ہے
اور اسلئے اُسکی آتما کے سامنے جو پرشن آتے ہیں وہ اُس کے اپنے کلیان
کے لئے ہیں اور اسلئے اُسکا چنتن سکام چنتن کہلاتا ہے۔ مگر ایک پوتر آتما
کے سامنے جو اس مرحلہ کو طے کر چکا ہے اعلےٰ سے اعلےٰ اور پوتر سے پوتر پرشن
آتے ہیں کیونکہ اب وہ دوسروں کا کلیان چاہتا ہے اُس کے پرشنوں میں
نفسانیت کی بو نہیں ہوتی اور اسلئے اُسکا چنتن نشکام چنتن ہے۔ اس پرکار
کے اوتم پرشن شروع میں آتما کے سامنے نہیں آتے اور اُسوقت اُن
کا آنا بھی ضروری نہیں کیونکہ ملین آتما میں نہ ایسے پرشنوں کا اُتر ملتا ہے
اور نہ ہی اُن کے چنتن کا کوئی پھل ہوتا ہے۔ جب آپ اس پرکار عملی زندگی میں
بڑھ ہوگے تو نسندیہہ آپ کو ایشور بھگتی میں سچا آنند ملیگا جیوں جیوں آپ سوچھ ہوتے
جاؤگے تیوں تیوں آپ کے دھیان کی شکتی بڑھتی جائیگی۔ اور آپ اپنے سوامی
کے چرنوں میں بیٹھنے کے ادھیکاری بنینگے۔

ان مذکورہ بالا سادھنوں کے علاوہ اور بھی انیک سادھن ہیں جن میں
سے کئی ایک کا ورنن آپ کو اگلے اپدیشوں میں ملیگا۔

دوسرا اوپدیش

جیون کا پرواہ

منش جیون ایک ندی کے سمان ہے جسکا پرواہ دو طرف بہہ رہا ہے۔ کبھی ایک طرف بڑے زور سے بہتا ہے اور کبھی دوسری طرف۔ دو نو پرواہ بھن بھن پرکار کے ہیں اور بھن بھن ساگروں میں جاکر گرتے ہیں۔ وہ پرواہ کیا ہیں اور کہاں جاکر پہنچتے ہیں۔ یہ سوال ہے جو اُس وقت ہردے میں پیدا ہوتا ہے جب کہ جیو کا کلیان نکٹ ہوتا ہے اگر جیو آتما اس پرشن کا اُتر ڈھونڈھ کر اپنے جیون کے پرواہ کو ایک طرف سے کھینچ کر دوسری طرف لیجاتا ہے تو وہ بھاگوان ہے اور وہ اپنے بھاگ کے اُدے ہوتے ہی پرسنّ ہو جاتا ہے جیوں جیوں اُسکے جیون کا پرواہ زیادہ زور کے ساتھ ایک طرف بہتا ہے تیوں تیوں اُسکی پرسنتا بھی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ کوئی سمیہ آتا ہے کہ اُسکی پرسنتا اُسکا سبھاوک گن ہو جاتی ہے اور پھر وہ کبھی اپرسن نہیں ہوتا کسی اوستھا میں اُسکو دُکھ دو کتنا ہی اُسکو کشٹ پہنچاؤ کتنا ہی ٹھوکر

شبدوں سے اُسکے ہردے کو بھیدن کردو وہ کبھی اپرسن نہیں ہوگا۔ جس پرکار پروانہ رُوپ پرست ہُوا ہُوا رُوپ کو گرہن کرنے کی اِچھیا سے اپنی ہستی کو بھی مٹا دیتا ہے اُسی پرکار وہ منش جس کے جیون کا پرواہ ایک طرف بہہ رہا ہے وہ بھی اپنی ہستی کو اُس پرواہ میں اِتنا جذب کر دیتا ہے کہ اُسکو ہانی اور لابھ کی تمیز نہیں رہتی۔ آنکھیں رکھتا ہُوا وہ رُوپ کو دیکھتا نہیں۔ کان رکھتا ہُوا وہ شبد کو سُنتا نہیں۔ جیبھ رکھتا ہُوا وہ اسکے سواد کو انوبھو نہیں کرتا اور شریر رکھتا ہُوا اسپرش کی پراپتی پر پرسن نہیں ہوتا۔ اُسکی اِندریہ موجود ہیں مگر وہ ایسی سُدھ ہاری گئی ہیں کہ وہ اپنے اپنے بھوگوں میں لین نہیں ہوتیں۔ جس پرکار رتھ کے گھوڑے سرپٹ دوڑتے جاتے ہیں اور اپنی تیز رفتار میں ہر ایک چیز کو جو اُن کے راستہ میں آتی ہے نظر انداز کرتے جاتے ہیں اُسی پرکار سُدھی ہوئی اِندریہ اتنے زور سے اپنے سوامی کو لئے جاتی ہیں کہ اُن کو اپنی تیز رفتار میں اپنے اپنے بھوگوں کی اِچھیا نہیں رہتی مبادا وہ رتھ جس پر اُن کا سوامی سوار ہے اُن کے بھوگوں کی طرف جُھکنے سے ٹھوکر نہ کھا جاوے۔ جیون کے اِس پرواہ کا نام دھرم مارگ ہے جس کو شاستر کاروں نے کلیان مئے شریہ کے نام سے پُکارا ہے اِس مارگ پر چلنے والے کو دھرم پرایَن ہونا پڑتا ہے۔ اعلےٰ درجہ کی نفس کُشی کرنی پڑتی ہے ایشور کے چرنوں میں سیس جُھکاتے کے لئے پُورن شردھالو اور وشواسی ہونا پڑتا ہے اپنی آتما کو اتنا سوچھ بنانا پڑتا ہے کہ اُس میں پرماتما کی جوتی پُورن طور پر دِکھائی دے۔ جس پرکار شیشہ کو صاف کر کے اُسکے دوسری طرف مصالح کا پیوند لگا کر چہرہ دیکھنے کے قابل بنایا جاتا ہے اُسی پرکار آتما پر بھگتی کی عینک لگا کر آتما کو پرماتما کے

درشن کا ادھیکاری بنانا پڑتا ہے۔ جیون کا یہ پرواہ امرت کنڈ میں جا کر پہنچتا
ہے جہاں پہنچ کر جیو آتما اُس سُکھ کو پراپت کرتا ہے جو سُکھ اس شریر کے
ساتھ میل رکھنے سے اُسکو حاصل نہیں ہوا تھا جیو آتما کی اس سُکھ مئے
اوستھا کا ورنن کرنا ہماری سامرتھ سے پرے ہے ہاں آتما ہی اِسکو انوبھو
کر سکتی ہے۔ جن آتماؤں کو اِس سُکھ کے پراپت کرنے کی اِچھیا ہے وہ اِس
مارگ کے یاتری بنیں۔ شردھا سے اس مارگ پر قدم رکھیں پھر اُن کا اِس
صداقت کے سامنے سیس جھکیگا مگر یہ مارگ بہت لمبا اور کٹھن ہے اس مارگ
کو طے کرنے کے لئے صرف ایک ہی جنم کافی نہیں بلکہ کئی ایک جنم کی لگاتار کوششوں
سے یہ مسافت طے ہوتی ہے۔ جیوں جیوں اِس مارگ کا یاتری امرت کنڈ کے
نزدیک پہنچتا ہے تیوں تیوں اُسکے آنند کی مقدار بھی ساتھ ساتھ بڑھتی جاتی
ہے اِسلئے شروع میں ہی اُس انتم آنند کی اِچھیا رکھنی مایوسی کا منہ دیکھنا
ہے۔ ہمارے بزرگ رشی سالہا سال کی لگاتار کوششوں سے بھی یہی کہتے رہے ہو
ابھی ہمارے آنند کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا۔ ابھی ہم کو اپنی منزل مقصود پر پہنچنے
کے لئے ایک عرصہ کے ابھیاس کی ضرورت ہے جو غالباً دوسرے جنم میں بھی
ختم نہیں ہوگا۔ جب بزرگ رشی اپنے پُورب پُن سے رشی پد کو پراپت ہو کر
بھی یہی کہتے سنائی دیتے ہیں تو ہم تُچھ جیوؤں کی جن کے رُوم رُوم پاپ
سے پُورن ہیں سال یا دو سال کے ابھیاس کے بعد اُس آنند کی اِچھیا
رکھنی کتنی بڑی بھاری بھُول ہے اسلئے وِشواسی بنکر اس مارگ پر چلتے جاؤ
کبھی نہ کبھی ہردے کی تپش دُور ہوگی اور اَوش ہوگی یہ نشچت ہے۔ اب
ہم آپ کی توجہ اُس مارگ کی طرف کھینچتے ہیں جن کو ہمارے شاستر کاروں نے

پربہ کے نام سے پکارا ہے۔ سو اچھیا چاری ہوکر اندریوں کے سکھ اور وشیوں
کے آنند میں مست رہنا دھرم اور ایشور کو پری تیاگ کرکے سنسار کے موہ روپی
جال ہی میں پھنسے رہنا پریہ کہلاتا ہے۔ کلیان مے شریہ کا آشرہ لینے سے
ہم امرت کو پراپت ہوتے ہیں اور اندریہ سکھ کی ابھلاشا سے پریہ کا آشرہ
لیکر ہماری گتی سنسار کی طرف ہی ہوتی ہے جو آخرکار ہم کو اندھکار کے
گہرے کنوئیں میں گرا دیتی ہے۔ پریہ کا مارگ ظاہرا طور سے بہت سُندر پرتیت
ہوتا ہے۔ قدم قدم پر سُہاونے بھوگوں کے رنگارنگ گلدستہ نظر آتے ہیں
جو اپنے رُوپ رنگ اور یوبن سے جیو آتما کو موہت کرکے اپنے آدھین کر لیتے
ہیں ان کی خوبصورتی اتنی شوخ ہے کہ جیو آتما اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے
اور اپنے آپ کو ترپت کرتے اور ہر ایک رُوپ اور رنگ کا آنند اُٹھانے کے
لئے ہر وقت ان ہی کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ مگر اُسکو کہیں سے
بھی ترپتی نہیں ہوتی جس پرکار ریگستان میں چلتے ہوئے پیاس سے
دیاکل ہوا ہوا یاتری دُور سے چمکتی ہوئی ریت کو پانی سمجھ کر اپنی ترشنا
شانت کرنے کے لئے وہاں جاتا ہے مگر پانی کو نہ دیکھ کر مایوس ہو جاتا ہے
اُسی پرکار جیو آتما سنسار کے وشیوں کو سکھ سا دھنوں کا اوپائے بنانے جاتا
ہے مگر سکھ مرگ ترشنا کی طرح دھوکہ دیتا ہے۔ انسان امرت سمجھ کر بھوگ
کے پیچھے بھاگتا ہے مگر گرہن کرتے ہی زہر کا سواد پاتا ہے۔ اسی پرکار ایک
بھوگ سے شانت نہ ہوتا ہوا دوسرے بھوگ کے پیچھے بھاگتا ہے مگر اُسکو
ہر جگہ مایوسی ہوتی ہے۔ اسی دوڑ دھوپ میں وہ اپنا جیون سماپت کر لیتا
ہے موت اُسکو زبردستی ون بھوگوں سے جدا کر دیتی ہے۔

وہ بھوگ جو کبھی اُسکے جیون کا آدھار بن رہے تھے جن کے ساتھ اُس کا اتینت درجہ کا پریم تھا اب اُس کا ساتھ دینے سے انکار کرتے ہیں۔ جیو آتما اُن کی جدائی پر رودن کرتا ہُوا ایم لوک کو پراپت ہوجاتا ہے۔

پریہ مارگ پر قدم رکھتے ہی اُسکی آتما کے اندر سے یہہ آواز نکلی تھی کہ یہہ دکھ کا مارگ ہے جس سُوکھ کی تم اچھیا رکھتے ہو وہ سُکھ اس مارگ کا پھل نہیں مگر اُسوقت اُس نے اُس بانی کی طرف دھیان نہ دیا اب اُس کو جب کہ وہ اپنے آپ کو موت کے پنجہ میں دیکھ رہا ہے آتما کی وہی آواز سُنائی دیتی ہے مگر اب سوائے افسوس کے کچھ بن نہیں پڑتا۔ موت اُسکو اب اُس بانی کا آدر کرنے کی مُہلت نہیں دیتی بلکہ اُسکو ایک سُنسان بیابان میں جہاں بھوگوں کی ازحد کمی ہے جہاں حد درجہ کی مفلسی اور بیکسی ہے لیجانا چاہتی ہے۔ جیو آتما اپنے سامنے اِس بھیانک نظارہ کو دیکھ کر ویاکل ہوجاتا ہے اور موت کے پنجہ سے بچنے کے لئے انیک اُپائے کرتا ہے۔ ویدا اور ڈاکٹروں کی جیب روپیوں سے بھرپور کرتے اور اُدتم سے اُدتم بھوگ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے مگر کون موت سے بلوان ہے جو اُسکو اُسکے پنجہ سے نجات کرا سکے آخرش بڑی جدوجہد سے جیو آتما کو مجبوراً اپنی نئی اوستھا میں جانا پڑتا ہے۔

درحقیقت اِس مارگ کا یاتری ایسی اوستھا میں ڈالا جاتا ہے جہاں دُکھ ہی دُکھ ہے۔ پرماتما نیائے کاری ہیں اُنہوں نے یہہ جیون اسلئے پردان نہیں کیا تھا کہ اِسکو وِشے بھوگ کے ہی اَرپن کیا جاوے۔ انسانی جیون صرف کھانے پینے، عیش اُڑانے اور مرجانے کے لئے نہیں بلکہ دھرم کمانے۔ ایشور کو

جانتے اور اُن کا حکم پالن کرنے کے لئے ہے۔ انسان مُنش جیون کی قدر نہ کرتا ہُوا اِس اَمولیہ جیون کو جانوروں کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے اور اُس اُوچ ادھیکار کو تیاگ کر اُس ادھیکار کو گرہن کرتا ہے جو جانوروں کا حق ہے۔ پرماتما کرموں کے ساکشی ہیں وہ بھی اُسکو مُنش یونی کا ادھیکاری نہ جان کر جانوروں۔ برکشوں اور چینڈالوں کی یونی کو پراپت کر دیتے ہیں۔ تاکہ جتنی دیر تک اُس نے بھوگوں کا آنند اُٹھایا ہے اُتنی دیر تک مصیبت اور دُکھ کا بھی مزہ اُٹھائے۔ یہ اِس مارگ کا انتم پھل ہے۔ درحقیقت یہہ مارگ نانا پرکار کے پرلوبھن دکھا کر جیو آتما کو ایسے گرم تیل کے کڑاہے میں پھینک دیتا ہے جو اگنی کی طرح جلتا ہے۔ یہ دونوں مارگ جیو آتما کو علیحدہ علیحدہ جگہوں میں پہنچاتے ہیں اور بھن بھن پھل کے بھاگی بناتے ہیں۔ ایک مارگ ظاہرا طور سے بھیانک دکھائی دیتا ہے مگر آخر کار ایک ایسے سُندر باغ میں پہنچاتا ہے جو کبھی مُرجھاتا نہیں۔ جہاں ہر وقت میٹھے میٹھے پھل موجود رہتے ہیں جنکا رس شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ دوسرا مارگ اگرچہ شروع میں خوشنما اور سُندر پرتیت ہوتا ہے مگر انجام کو اُس ویرانہ میں پہنچاتا ہے جہاں سوائے دُکھ اور تکلیف کے اور کچھ نہیں۔ پہلے مارگ کے یاتری کو تیاگ کے ساتھ جیون ویتیت کرنا پڑتا ہے اور اُسکو اِسکا پھل ایشور پراپتی ہوتی ہے دوسرے مارگ کے یاتری کو سوا اِچھیاچاری ہوکر دھرم اور ایشور کے وپریت کیول شریر کی تُشٹی کے لئے ہی پریتن کرنا ہوتا ہے اور اِسکا پھل اُسکو اندھکار کی پراپتی ہوتی ہے۔ اب پرشن یہ ہے کہ آپ لوگ کس مارگ کے یاتری ہونا چاہتے ہو۔ یدی آپ کی اِچھیا پرماتما کے درشن کی ہے تو ابھی دھرم سے اپنے دامن کو بھرپور کرکے سچے تیاگیوں کا جیون دھارن کرکے شریہ پتھ کے یاتری بنو۔ یہہ مارگ اگرچہ

چھرے کی دھارا کی طرح تیز ہے جس پر کوئی شورویر ہی قدم رکھ سکتا ہے تو بھی آپ اپنے آپ کو اس مارگ کا یاتری بناؤ جس پرکار برف پر چلنے کے لئے اور پرکار کا لباس اور نئی طرح کا جوتہ ڈالنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اس مارگ کا یاتری ہونے کے لئے آپ کو اپنا موجودہ جیون بدلنے کی ضرورت ہے۔ اُس سامان کو مہیا کرنے کی ضرورت ہے جس نئے آشرے اس تیز مارگ پر آپ کا قدم ثابت قدمی سے ٹھہر سکتا ہے۔

آپ کہو گے کہ ہم موجودہ جیون کو بدلنے کے لئے اسمرتھ ہیں۔ مگر آتم درشی اسکا یہ جواب دیتے ہیں نہیں نہیں ایسا مت کہو۔ کایرتا کو تیاگ کر ایشور کے چرنوں میں جھکو وہاں سے آپ کو بل ملیگا اور اُس بل کے سہارے آپ اپنے جیون کو پلٹ سکو گے۔ اگر آپ سچ مچ ایشور کے درشن کے لئے بے چین ہو رہے ہو تو آپ ضرور ہی ساری خودی اور نخوت کو مار کر عجز سے نیچے سر جھکا کر شریہ مارگ کے یاتری بنو۔ یہ مارگ دیوتاؤں کا مارگ ہے جو بھاگوان اس مارگ کے یاتری بنتے ہیں وہ پتت اوستھا سے نکلکر اوچیہ اوستھا کو پراپت ہو جاتے ہیں۔ مَنش سے دیو پد کو پاتے ہیں۔ بڑے بڑے بلوان، بڑے بڑے راجہ مہاراجہ ہاں ساری دُنیا اُن کے چرنوں میں سیس جھکاتی ہے۔ دُنیا میں اُن ہی کا نام زندہ ہے جو پرماتما کے درشن کے لئے بھوگوں سے منہ موڑ کر اس پنتھ کے یاتری بنتے ہیں اسلئے اگر کوئی لیش کی کامنا رکھتا ہے تو بھی اُس کے لئے یہ مارگ لیش کا داتا ہے اور اگر کیول دھرم پرائن ہو کر ایشور کا درشن کرنا چاہتا ہے تو بھی یہی مارگ اُسکو پرماتما کے چرنوں میں بٹھانے والا ہے۔ اسلئے اس پنتھ کے لئے اپنے ہردے میں جگہ دیکر ابھی سے اندریوں کے رُخ کو باہر کیطرف

کھینچ کر انتر مکھ کرو جبکہ آپ کا انگ بلوان ہے ۔ سچا بھگت وہی ہے ۔ جو
اِندریوں کے بلونت ہوتے ہوئے اُن کو اپنے آدھین بنا کر اُن سے یتھا یوگ
کام لیتا ہے نہ کہ وہ جو اِن کے آدھین ہو کر ان ہی کی تسنشٹی کے لیے مارا مارا پھرتا
ہے ۔ بڑھاپے میں جبکہ اِندریہ شکتی شتھل ہو جاتی ہے تو ہر ایک بھگت بن جاتا
ہے ۔ مگر شورویر وہی ہے جو جوانی میں بُری واسناؤں کو تیاگ کر دھرم پنتھ پر
قدم رکھتا ہے ۔ ہم آپ کو یہ نہیں کہتے کہ آپ بھوگ نہ بھوگیں ۔ دُنیاوی بھوگ
بھوگنے کے لئے ہیں ۔ اِندریوں کا یہ سبھاؤ ہے کہ وہ اپنے اپنے وِشوں کیطرف
جُھکیں ۔ اندریوں کو بھوگوں کی طرف جُھکانا پرماتما کے حکم کا آدر کرنا ہے ۔
لیکن اُس ایشوریہ حکم کا اُس وقت اَنادر ہو جاتا ہے جب کہ انسان اپنے جیون کا
اُدیش کیول بھوگ ہی بنا لیتا ہے ۔ پرماتما حکم دیتے ہیں اور اس حکم کو ہمارے
بزرگ رشیوں نے اپنی سمرتیوں میں ہمارے کلیان کے لئے اسطرح نردیپت
کیا ہے کہ سب لوگ پرماتما کے پردان کئے ہوئے بھوگوں کا آدر کریں سییمی ہو کر
مناسب سمیہ پر اُن کا استعمال کریں ۔ جو لوگ بھوگوں کو اپنے جیون کا اصلی اُدیش
بنا لیتے ہیں اُن کے لئے رشی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ بھوگ نہیں بھوگتے بلکہ خود
بھوگوں کی خوراک بن جاتے ہیں ۔ اور اسطرح پاپی ہو کر نرک گامی ہوتے ہیں
کام کرودھ لوبھ موہ اور اہنکار پرماتما کی برکات ہیں یہ اُس منش کے لئے سُکھدائی
ہوتی ہیں جو اِن سب کو اپنے آدھین بنا کر اُن سے مناسب سمیہ پر کام لیتا ہے
مگر یہی برکتیں اُن کے لئے گھاتک ہو جاتی ہیں جو اپنے آپ کو اِن کے آدھین بنا
لیتا ہے اسلئے اِندریوں کو ایک حد میں رکھنے سے انسان شریہ مارگ کا ادھیکاری
ہوتا ہے آپ نہایت دانائی سے جیون یاترا کو سماپت کرو پریہ ادرشریہ

مارگ کے انتم پھل کو وچار کہ شریہ مارگ کے یاتری ہو۔ پریہ مارگ پر چلنے والا اُس کنوئیں میں گرتا ہے جسکا مُنہ سبز گھاس سے ڈھپا ہوا ہے۔ جس پریہ کار ہستی سپرش کی اچھیا سے بناوٹی ہستی کی طرف (جو ایک گڑھے کے اوپر جس کا مُنہ گھاس سے ڈھپا ہوتا ہے کھڑی ہوتی ہے) جُھکتا ہے اور نکٹ آتے ہی گڑھے میں گر پڑتا ہے اُسی پرکار پریہ مارگ کا یاتری اندریوں کے بسی بھوت ہوا ہوا اندھکار کے گہرے کنوئیں میں گرتا ہے۔

مُنش کے سامنے پریہ اور شریہ دونوں مارگ ہر وقت موجود رہتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے پھل بھوگ کو مُنش کے سامنے بڑے زور سے پرگٹ کرتے ہیں جب انسان شریہ مارگ پر قدم رکھتا ہے تو پریہ اپنے بھوگوں کا نقشہ مُنش کے ہردے میں بڑے زور کے ساتھ پرکاش کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ انسان کو اپنے ہی مارگ کا یاتری بنا دے اور جب انسان پریہ مارگ پر قدم رکھتا ہے تو شریہ اپنے انتم پھل کو اُسکے سامنے پرگٹ کرکے پریہ مارگ سے ہٹا کر اپنی طرف پھیرنا چاہتا ہے دونوں شکتیوں کا ہماری آتما کے اندر گھور سنگرام ہو رہا ہے کبھی ایک پربل ہو جاتی ہے اور کبھی دوسری۔ جتنا انسان کا ہردہ پاپ کے نیچے زیادہ دبا رہتا ہے اُتنا ہی زیادہ پریہ شکتی بلوان ہوتی ہے۔ اور جتنا انسان کا من شُبھ سنکلپ والا ہوتا ہے اُتنا ہی شریہ شکتی بلوان ہوتی ہے جیوں جیوں شریہ شکتی بلوان ہوتی جاتی ہے تیوں تیوں پریہ شکتی مضمحل ہو جاتی ہے۔ اور وقت آتا ہے کہ انسانی ہردے میں پورے طور سے شریہ کا سنگھاسن بچھ جاتا ہے اور پھر پریہ میں یہ سامرتھ نہیں ہوتی کہ شریہ کے ادھیکار کو کم کر سکے۔ اس شکتی کو بلوان بنانے کے لئے شاستر کاروں نے تاکید کی ہے کہ انسان ہٹھ سے۔

تپسیہ - ویدابھیاس سے اور ست سنگ سے اپنے من کو پاپ کی طرف جھکنے سے بچا دے۔

پنچ یگ اسی لئے نت کرم بنائے گئے ہیں کہ آریہ لوگ اپنے من اور آتم کی شکتیوں کو پُن کی طرف جھکائے رکھیں جو لوگ ان سادھنوں کو اپنے جیون میں نہیں برتتے وہ پریہ مارگ کے ہی داس بنے رہتے ہیں اُن کا من کبھی بھی سنتھ سنکلپ والا نہیں ہو سکتا - پریہ کا سہادنا اُپدیش ہر وقت اُن کے سامنے موجود رہتا ہے جب پریہ منوہر بانی سے اُن کو کہتا ہے تم شتوشتو برس کی آیو پانے والے لڑکے اور پوتے لو - ہاتھی گھوڑے سونا اور رتھ سب کچھ لو - سُگندھت پدارتھ تمہارے شریر کو شیتل کرینگے تمہارے رہنے کے لئے اونچے اونچے محل ہونگے جہاں دن رات راگ رنگ کی محفل گرم رہیگی - اندریوں کو سُکھی کرنیوالے سارے سامان تمہارے سامنے موجود ہونگے - سب لوگ تمہارے پانوں پر قدم رکھینگے - تم سب کے مالک ہو گے چکرورتی راجیہ بھی تمہارا ہو گا - تمہارا سب جگہ نام ہوگا تم ہمارے پتہ کو گرہن کرو۔

پریہ کے پریلبھن دکھاتے ہی وہ اُسکے بنجاتے ہیں اور اُسکا دامن پکڑ کر یہ کہتے ہیں تم ہمارے ہو ہم تمہارے ہیں - ہم آپ جیسے پرم سہائک کو بھولکر بھی تیاگ نہیں کرینگے - اُہو ہمارے بھاگ اگر آپ نے ہمارے سر پر ہاتھ رکھا - اِس مارگ پر قدم رکھتے ہی اُن کے من کی گتی اُلٹی ہو جاتی ہے جس طرح آنکھوں پر رنگین عینک لگانے سے سب کچھ رنگین ہی دکھائی دیتا ہے اُسیطرح تمام سنسار اُن کو اپنے جیسا پرتیت ہوتا ہے - ساوھو اور آساوھو کو وہ ایک ہی نظر سے دیکھتے ہیں - مگر ابھیاسی لوگوں کی من کی اوستھا ان سے نرالی ہوتی ہے - جب پتہ

یہی اودیش اُن کو سُناتا ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں تم جس پرکار کے پرلوبھن میں
ہم کو ڈالنا چاہتے ہو اُسکو گرہن کر کے تھوڑے ہی سمیئہ میں میری اندریاں جیرن
ہو جائینگی۔ کال میرے پاس ہی چھپا ہوا ہے موقعہ پاتے ہی اُن سب پدارتھوں
کو جنکا نقشہ میرے سامنے کھینچ رہے ہو چھین لیگا۔ اسلیئے اپنے رتھ گھوڑے
ناچ رنگ وغیرہ وغیرہ اپنے ہی لئے رکھو اِن پدارتھوں سے میری ترپتی نہیں
ہو سکتی۔ مینے دیر تک اپنے آپ کو ان بھوگوں کا متوالا بنایا۔ جتنا ان کے ساتھ
مینے پریم بڑھایا اُتنا ہی مجھ کو اشانتی رہی۔ میرے ہردے کی جلن دور نہ ہوئی۔
اتنی مُدت کے بعد آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ موہ کے سمان کوئی غم نہیں۔ اور
تیاگ کے سمان کوئی آنند نہیں۔ میرا تجربہ مجھ کو ساکشی دے رہا ہے کہ اگر سچا سُکھ
چاہتے ہو تو شریہ کا آشرہ لو۔ تمہارے پنتھ پر چلنے سے موت کا بھئے اور شریہ پنتھ
پر چلنے سے امرت کی پراپتی ہوتی ہے۔ اسلیئے تمہاری میٹھی بانی پر موہت ہو کر
اب میں تمہارے جال میں پھنس نہیں سکتا۔ بھگوان نے مجھ پر دیا کی ہے اور
میرے کلیان کے لئے میری آتما میں اپنا پرکاش پہنچایا ہے اُس پرکاش سے اب
میں کیونکر الگ ہو سکتا ہوں۔ ہاں اگر تم میرا ہت چاہتے ہو تو تم کوئی ایسی امولیہ
وستو پردان کرو جس کے ساتھ پریتی کرنے سے میں امرت پد کو پراپت ہو سکوں۔
اور وہ وستو کبھی مجھ سے جُدا نہ ہو۔ ایسے بھگت لوگ جو پریہ پنتھ کو دور ہی سے
نمسکار کر کے شریہ پنتھ کے یاتری بنے ہیں وہ ہمارے کلیان کے لئے پوجن ماتے
ہیں ایشور کے سچے وشواسی بنو آپ کی سب مشکلات آسان ہو جائینگی۔ سنسار
کے پدارتھ جو اسوقت آپ کو بے چین کر رہے ہیں پھر آپ کے لئے سُکھدائی
پرتیت ہونگے جس پدارتھ کی آپ اِچھیا رکھتے ہو وہ پدارتھ بھی آپ کو مل جاویگا

دھن - سنتان - آروگتا - اور پُورن آیو کیول اسی پچھ کے یاتری کو نصیب
ہوتے ہیں اور اُن ہی کے لئے یہ پھل دائیک ہوتے ہیں ؛ اسلئے اگر آپ کی
آتما کیول اِن ہی پدارتھوں کے لئے بھٹک رہی ہے تو بھی آپ کے لئے یہی
مارگ کلیان کا داتا ہے اور اگر آپ کی آتما اتنی اوچ ہو گئی ہے کہ اِن پدارتھوں
کی پراپتی پر آپ ترپت نہیں ہو سکتے بلکہ آپ کی آتما جنم مرن روپی سنسار کے
بندھنوں سے مُکت ہونا چاہتی ہے تو بھی یہی مارگ آپ کو اِس اَتُل سُکھ کا بھاگی
بنائیگا - دھرم کا یہ سبھاؤ ہے کہ جو کوئی اُس سے پریم کرتا ہے وہ بھی اُسکے سر پر
اپنا ہاتھ رکھ کر اسکا پرم سہایک ہو جاتا ہے - دُکھ اور سُکھ دونوں حالتوں
میں سیوک کی رکھشا کرتا ہے - دھرم سُکھ میں بھی بڑھتا ہے اور دُکھ میں بھی
بڑھتا ہے اسلئے مُنش جیون کی رکھشا اور سپھلتا کے لئے دھرم ہی ایک پرم
اوشدھی ہے - وشواس رکھو کوئی انسان ہمیشہ کے لئے زندہ نہیں رہا - کال
چکر ہر وقت سر پر گھوم رہا ہے اور ہر ایک کو اپنا گراس بنا رہا ہے - بھُولے
ہوئے ہیں وہ لوگ جو کبھی موت کا سمرن نہیں کرتے جو موت کو ہر وقت دور ہی
دُور سمجھ رہے ہیں اُن کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ پرتھوی ہی ہماری ستیش گتی نہیں
بلکہ یہ ہماری سکشا اور پریکشا کا ستھان ہے یہاں ہی اگر ہم اپنے آپ کو اُنت کر
سکتے ہیں اور یہاں ہی اگر ہم کو اپنے کرموں کا پھل ملتا ہے - اسلئے اس کرم بھُومی
میں رہ کر پُورن پورشارتھ کے ساتھ دھرم کی سامگری کو اکٹھا کرو - دھرم سانی
سے نہیں ملیگا بلکہ اسکے اکٹھا کرنے کے لئے شہد کی مکھی کی طرح دُکھ بھی سہن
کرنا پڑیگا - موت کے مُنہ میں بھی جانا پڑیگا - جو لوگ کیول اسی خیال سے
دھرم کا آشرے لیتے ہیں کہ دھرم سیون سے ہم کو دُنیاوی سُکھ ملیگا وہ سوارتھی ہیں

ناں دھرم کو اپنا سبھاؤ بنا کر جو اِسکا آشرہ لیتے ہیں وہی موکش پد کو پاتے ہیں
اسلئے ہمارا یہ دھرم ہونا چاہیئے کہ ہم ایشور پرائن ہو کر دھرم کے لئے دُکھ بھی
سہن کرنا سیکھیں۔ ہمارے سامنے رشیوں کا جیون موجود ہے۔ ہریشچندر کا
اتہاس ہم کو یہی ساکشی دے رہا ہے۔ سوامی دیانند سرستی جی کا جیون ہم کو
یہی بتا رہا ہے کہ سوکھ کیول اس پرتھوی کے بھوگوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ وہ
اُتل وستو اِن بھوگوں سے پرے ہے اگر آپ اُس وستو کو چاہتے ہو تو
شاستروں کی ہدایت کے انوسار سچے تیاگیوں کا جیون دھارن کر کے ایشور
کے چرنوں میں شردھا۔ وشواس بھگتی اور پریم کے پُشپ چڑھاؤ اور ہردے
چڑھاؤ وہ آپ کو پرسن کرینگے۔ نہال کرینگے۔ خوشحال کرینگے۔ ستار پھر آپ کے
سامنے نئی مورتی دھارن کریگا۔ جو اِس وقت آپ کو دُکھ پرتیت ہو رہا ہے
وہ پھر آپ کو مہانند دکھائی دیگا۔ ایشور کے درشن کرتے ہی آپ کے ہردے
کی گانٹھیں کھُل جائینگی۔ اندھکار دور ہوگا اور پاپ دور بھاگ جاویگا۔ جب
تک اُن کا درشن نہیں ہوتا تب ہی تک مان اور ایشا کی کامنا ہردے کو کلپت
کر رہی ہے تب ہی تک نیچ بھاؤ من کے ارد گرد جمع رہتے ہیں جس پرکار
سورج کے است ہوتے ہی آکاش میں اندھیرا ہونے کے کارن جگنوں
اپنی شوبھا پرکاش کرتے ہیں اُسی پرکار جب اندھکار ہردے میں رہتا ہے
تب ہی استر بھاؤ اپنی شوبھا پرکاشت کرتے ہیں۔ اسلئے اگر ہردے میں پرماتما کا پرکاش
دیکھنے کی اچھیا ہے تو آپ شریہ مارگ کے ابھی سے یاتری بنو۔ یہی جیون کا مکھیہ اُپدیش
ہے۔ ایشور استر یاد کریں اور ہمارے ہردے میں شریہ بچھ کے لئے جگہ ہو ؎

⁂

تیسرا اوپدیش

سادھن اور پھل

جگت میں ہم دو پرکار کی رچنا دیکھتے ہیں۔ جڑھ اور چیتن۔ جڑھ پدارتھ وہ کہلاتے ہیں جن میں آتما نہیں یا یہ کہو کہ جن میں پرماتما کے سوائے کوئی اور چیتن شکتی کام نہیں کرتی مثلاً پرتھوی۔ سورج۔ چندر وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب پدارتھ بذات خود جڑھ ہیں مگر ان میں جو کچھ شکتی پائی جاتی ہے وہ سب پرماتما کی پروان کی ہوئی ہے۔ پرماتما ہی نے ان سب کو نیم میں باندھ رکھا ہے۔ پرتھوی بذاتِ خود نہیں گھوم رہی اور نہ ہی سورج آدمی پرکاشمان پدارتھ اپنی اچھیا سے نیت سمیہ پر اودے اور است ہوتے ہیں۔ جس پرکار گھڑی کے بنانیوالے کا ہاتھ گھڑی میں کام کر رہا ہے مگر گھڑی کے پُرزہ جڑھ ہیں۔ اُسی پرکار جڑھ جگت رُوپی گھڑی میں پرماتما کا ہاتھ ہر وقت کام کر رہا ہے مگر یہ سب پدارتھ جڑھ ہیں۔ اسلئے جڑھ وہ پدارتھ کہلاتا ہے جو آتم شکتی سے شُن ہو۔ چیتن جگت کے دو بھاگ ہیں

چر اور اچر ۔ کیڑے پتنگ آدمی سے لیکر ہستی پرینت جتنے جیو جنتو پشو پکشی آدمی ہیں یہ سب چر کہلاتے ہیں ۔ برکش اور بنسپتیاں وغیرہ اچر کہلاتی ہیں۔ چر جگت میں اچھیا ۔ راگ ۔ دویش ۔ اپنے جیون کے نرباہ کے سامان کا مہیا کرنا ۔ اپنی حفاظت کرنا ۔ اور دشمنوں سے اپنے آپ کو بچانا اِدھر اُدھر گھومنا یہہ سب گُن پائے جاتے ہیں ۔ مگر اچر جگت میں یہ سب گُن شُشپتی کی حالت میں رہتے ہیں ۔ اِن میں آتما ہے مگر آتما کو قالب ہی کرم انوسار ایسا ملا ہوا ہے کہ آتما کی شکتی اِس قالب میں پرگٹ نہیں ہوتی ۔ اِن میں آتما کی شکتی محدود ہے یعنی برکش صرف بڑھ سکتے ہیں پھل پھُول آدمی لا سکتے ہیں اور بس ؛

چر یونیوں کے جیو کرم انوسار اچر یونیوں کے قالب میں اور اچر یونیوں کے جیو چر یونیوں کے قالبوں میں آتے جاتے رہتے ہیں اس امر کی تصدیق منو سمرتی میں بھی ملتی ہے ۔ منو بھگوان فرماتے ہیں کہ شریر سے پاپ کرم کرنیوالے جیوؤں کو اپنے پھل بھوگ کے لئے اچر جگت کی یونیوں میں جانا پڑتا ہے اور بانی سے پاپ کرم کرنیوالوں کو پشو پکشی آدمی کی یونیوں میں جانا ہوتا ہے ۔ اس جگت میں کوئی چیز فنا نہیں ہوتی ۔ آتما امر ہے ۔ ابناشی ہے ۔ جب آتما اپنے قالب کو چھوڑ کر دوسرے قالب کو دھارن کرتا ہے تو پہلے قالب کے اجزائے اپنے اپنے پرمانوں میں ملجاتے ہیں مگر یہہ بھی نشٹ نہیں ہوتے ۔ عیسائی اور محمدی لوگوں کا یہ خیال کہ چیونٹی سے لیکر ہستی پرینت جتنے جیو جنتو ۔ پشو ۔ پکشی وغیرہ ہیں اُن کی آتما اُن کے شریر کے ساتھ ہی فنا ہوجاتی ہے بالکل غلط ہے ۔ درحقیقت اِن مذاہب کے ہادیوں نے آتما اور پرکرتی کی اصلیت کو نہیں سمجھا جو تحقیقات ہمارے رشیوں

نے اِن کے متعلق کی ہے وہ اُن کے دیرگھہ یوگ کا پھل ہے۔
رشی لوگ فرماتے ہیں۔ آتما اور پرکرتی یہہ دو تو آنادی ہیں۔ پرکرتی کے پرماڻوں
کو پرماتما اکٹھا کر کے ایک مجسم صورت دے رہا ہے۔ اس جگت میں جو بھن بھن
پرکار کے شریر دکھائی دیتے ہیں وہ سب پرماتما نے اپنی سامرتھ سے پرکرتی کے
اجزاء کو اکٹھا کر کے بنائے ہیں ان مختلف شریروں میں آتمائیں کرم انوسار
باس کر رہی ہیں یعنے جس کے جیسے کرم ہیں اُسکو ویسا ہی شریر مل رہا ہے۔
ہر ایک شریر ایک خاص وقت تک قایم رہتا ہے اور پھر اُس میں تبدیلی ہو جاتی
ہے۔ آتما کو شریر کیوں دھارن کرنا پڑتا ہے اِسکا اوتر یہہ ہے کہ پھل بھوگ
کے لیئے۔ یعنے اپنے اعمال کی سزا یا جزا بھوگنے کے لیئے۔ جس پرکار ایک
مجرم بندیخانہ میں اپنے اعمال کی سزا بھوگنے کے لیے بھیجا جاتا ہے اُسی پرکار
نیائے دھیش پرماتما ہر ایک جیو کو اس سنسار روپی بندیخانہ کے بندھنوں میں
ڈالتے ہیں۔ اگر مجرم بندیخانہ میں رہتا ہوا اپنے آچرن کو راجہ کے نیت کئے
ہوئے نیموں کے انوسار نہیں بناتا تو راجہ کی طرف سے اُسکو ادھک ڈنڈ دیا جاتا
ہے مثلاً سزائے تازیانہ یا قید کی میعاد کی زیادتی۔ اُسی پرکار اس سنسار میں
جیو آتما اگر پرماتما کے وید رُوپی گیان کے انکول اپنا جیون بسر نہیں کرتا تو
پرماتما اُسکی سزا کو بڑھا دیتے ہیں اور اُسکو زیادہ کشٹ میں ڈالا جاتا ہے۔ اِس
امر کا ثبوت ہم اپنے جیون میں ہی دیکھتے ہیں اگر ہمارا جیون پوتر ہوتا ہے تو
ہم سُکھوں کے پتی ہوتے ہیں۔ ورنہ ہمارا جیون دُکھ میں وتیت ہوتا ہے
اور سُکھ کے سامان ہم سے الگ کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت بندھن آتما
کے شودھنے کے لیئے ہے جس پرکار سوَرن اگنی دوارا شودھا جاتا ہے

اُسی پرکار آتما شریر کے بندھن سے شودھی جاتی ہے۔ جسوقت آتما نِرمل ہوجاتی ہے پھر اُسکو بندھن سے مُکت کیا جاتا ہے جس پرکار سوُرن کو تیز جلتی ہوئی اگنی سے نکالکر ٹھنڈے پانی میں ڈالا جاتا ہے اُسی پرکار شُدھ ہوئی ہوئی آتما کو موکش روپی شانت اوستھا میں لے جایا جاتا ہے۔

اسلئے ہر ایک انسان کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ بندھن میں پھنسے رہنا یا اُس سے باہر نکلنا یہ اُسکے اپنے آچرن کے آدھین ہے۔ انسان کا اعلیٰ فرض ہے کہ وہ اِس سنسار روپی پنجرے میں سے باہر نکلنے کی کوشش کرے نہ کہ اِس میں پھنسے رہنے کی۔ کیونکہ بندھن میں وہ سُکھ نہیں جو آزادی میں ہے۔ بندھن سے کیونکر انسان نکل سکتا ہے اِسکا اُتر یہہ ہے کہ ترشنا کے شانت ہونے پر۔ اوہک ترشنا والے کو آزادی کہاں۔ ترشنا کیونکر شانت ہوتی ہے اسکا اُتر یہ ہے دھرم کے انوسار جیون بسر کرنے اور پرماتما کی بھگتی دوارا اسلئے ہر ایک انسان کے لئے جو یہہ خواہش رکھتا ہے کہ میں مُکت اوستھا کو پراپت ہوں یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے موجودہ خوفناک جیون کو پلٹ کر دھرم کے آدھین کرکے پرماتما کے سمرپن کردے۔ پھر اُسکی اِچھیا پوُرن ہوگی اور اوشیہ ہوگی یہ نشچت ہے۔

کون اپنا جیون پلٹ سکتا ہے اسکا اُتر یہ ہے جس کے بھاگ اچھے ہیں یا جسپر پرماتما کی کرپا ہے۔ دُنیا کے سُندر اور میٹھے بھوگوں سے اندریوں کو ہٹانا ہر ایک کی سامرتھ میں نہیں ہاں اِندریوں کو وہی اپنے وش کر سکتا ہے جس کے سامنے اُس سُکھ کا ہروقت نقشہ کھلا ہوا ہے جو دُنیاوی بھوگوں کے سُکھ سے کہیں پرے ہے۔ دُنیاوی سُکھ میں اور اُس سکھ میں جس کی جیو آتما خواہش کرتا ہے یہی فرق ہے کہ دُنیاوی سُکھ چھن بھنگ اور انجام کو

دُکھ دائی ہوتا ہے مگر وہ سُکھ دیر پا اور ہر وقت شانتی کی مٹھاس دینے والا ہے۔
اسلئے رِشی لوگ فرماتے ہیں امرت کے پتر و۔موت کے مُنہ سے نکلنے کی اِچھیا کرو
اور امرت کی طرف جُھکو۔اسی کو اپنے جیون کا اودیش بناؤ۔امرت کی پراپتی کا پہلا سادھن
یہی ہے۔کہ ہمارا پرماتما کے چرتوں میں اٹل وشواس ہو۔جو عزت اُن کے لئے مخصوص
ہے وہ عزت ہم کسی اور کو نہ دیں اور نہ ہی کسی اور کو پرماتما کا درجہ دیں۔دُنیا وی
پدارتھوں کے بھگت بنو اس سے آپ کو کوئی روک نہیں سکتا مگر اس بھگتی کو
اتنی دور تک نہ لے جاؤ کہ آپ اپنی منزل مقصود سے پیچھے گر جاؤ۔کون پرماتما کی
عزت کرتا ہے کیا وہ جو کیول بانی سے اُن کا پوتر نام اُچارن کرتا ہے نہیں
بلکہ وہ جس کا من بانی اور شریر پرماتما کی پرستش میں لگا ہُوا ہے جس کا یہ وشواس
ہے کہ اس شریر میں ہر وقت اور ہر جگہ ایک اور آتما باس کر رہی ہے جو ہمارے حینق
بانی اور کرم کو ہر وقت جان رہی ہے اور کہ جس سے کبھی کوئی اپنی اصلیت کو
چھپا نہیں سکتا۔ اور جو رشوت اور خوشامد سے کبھی راضی نہیں کیا جا سکتا بلکہ
اپنے سبھاؤ کے انوسار نیائے کر رہا ہے۔دُنیا وی حاکموں کے پنجہ سے اِنسان
اِن وسایل کے ذریعہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے مگر یہ وسایل اُس نیائے دھیش
کے سامنے ناکارہ ہیں۔اسلئے انسان کو سوچنا چاہیئے کہ میرے اپنے ہی کرم
میری شفاعت کر سکتے ہیں۔کسی فانی انسان پر ایمان لانا یا اُسکو اپنی مُکتی کا
ذریعہ ماننا نہ صرف بیہودہ ہے بلکہ پرماتما کی عزت کو کم کرنیوالا ہے۔انسان
فانی منشوں سے ڈرتا ہے حالانکہ اُن سے وہ اپنے پاپ کو چھپا سکتا ہے مگر
اُس جگت پتی سے بھئے نہیں کرتا جو ہمارے سُوکشم سے سُوکشم حینق کو بھی
جان رہا ہے اسلئے پرماتما سے بھئے کرنا اور اُن کے نیائے کا ہر وقت حینق

کرنا نہ صرف جیون کو پوتر بنانے کا سادھن ہے بلکہ موکش کے دوار تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ جب یہ حال ہے کہ کوئی انسان ہماری مدد نہیں کر سکتا تو ہم کو وہ سامان اکٹھا کرنا چاہیئے جس کی سہائتا سے ہم موکش کے دوار تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ سامان کرموں کی پوترتا کے سوائے اور کوئی نہیں۔ پہلے اپنے من کو شبھ سنکلپ والا بناؤ پھر آپ کے کرم پوتر ہونگے۔ من کے ویگ کا روکنا بڑا ہی کٹھن ہے مگر یوگ دوارا ہی یہ بس میں آسکتا ہے۔ اسلئے من کی روکاوٹ کے لئے یوگ ہی پرم سادھن ہے۔ یوگی بننے کے لئے جہاں پر کرتی۔ آتما اور پرماتما کے یتھارتھ سروپ اور ان کے پرسپر سمبندھ کے جاننے کی ضرورت ہے۔ یم اور نیم رُوپی سنچے میں اپنے جیون کو ڈھالتا ہے۔ اسلئے کوئی انسان شبھ سنکلپ والا نہیں ہو سکتا جب تک اِن مذکورہ بالا سادھنوں کے درمیان سے نہیں گذرتا۔ یہ سادھن یدپی کٹھن ہیں مگر جب ایک دفعہ اِن کا ابھیاس شروع کر دیا جاوے تو نہایت سہل ہو جاتے ہیں۔ مگر اِن سادھنوں کا ابھیاس جوانی کی اوستھا ہی سے کرنا نہایت ضروری ہے جبکہ شریر کا انگ انگ بلوان ہے۔ بڑھاپے میں جبکہ انسانی شکتی ہر پر کار سے شتھل ہو جاتی ہے یہ سادھن وہ پھل نہیں لاتے جو عالم جوانی میں شروع کرنے سے لاتے ہیں۔

اِس امولیہ ابھیاس کا پہلا پھل یہ ہے کہ انسان میں سہن شیلتا کی شکتی پربل ہو جاتی ہے۔ دُکھ کی اوستھا میں بھی وہ اپنے آپ کو شانت رکھتا ہے جن لوگوں سے اُسکو کبھی کوئی تکلیف یا نقصان پہنچا ہے وہ اُسکو فراموش کر دیتا ہے مگر جب خود اپنے آپ کو مجرم دیکھتا ہے تو فوراً مظلوم کے چرنوں میں جھک جاتا ہے اور اُس سے سچے دل سے کشما مانگتا ہے۔ کیوں وہ

[illegible]

ایسا کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ پاپوں کے بوجھ کو جتنا ہلکا کیا جاوے
اُتنا ہی اچھا ہے ٭

دوسرا پھل جو ہم سادھک کے جیون میں دیکھتے ہیں وہ اُسکی سادگی ہے
اپنے بباس اور خوراک وغیرہ میں سادگی ہی سے کام لیتا ہے وہ تن پروری سے
کوسوں دُور بھاگتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جس قدر میں زیادہ تن پرور بنونگا
اُتنا ہی زیادہ جسمانی خواہشوں کے بوجھ کے نیچے دبا رہونگا۔ اور اُتنا ہی
زیادہ میں ایشور سے پرے رہونگا۔ ہاں وہ شریر کو پالتا ہے صرف اسلئے
کہ اس شریر رُوپی رتھ پر آتما سوار ہے اور آتما شریر کے بغیر اپنی منزل مقصود
کو پہنچ نہیں سکتا۔ جس پرکار رتھ کا سوامی اپنے رتھ کے گھوڑوں پر جبر کرتا ہے
اور اُن کو اپنے ادھین بناتا ہے اُسی پرکار ابھیاس آتما اندریہ رُوپی گھوڑوں
کو نہایت سختی اور ہٹھ سے اُن کے وِشیوں سے دور رکھتا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ
اُس رتھ سے گر کر چکنا چُور ہو جاوے۔ تیسرا پھل جو ہم کو پرتیکش دکھائی دیتا ہے
وہ اُسکے چہرے کی اوجلتا ہے۔ ابھیاسی آدمی کی آنکھیں بتا دیتی ہیں کہ یہ انسان
کس پرکار کا ہے۔ ایک ابھیاسی کے چہرے سے جو بشاشت اور برہم تیج پرتیت
ہوتا ہے وہ کسی اور چہرے سے دکھائی نہیں دیتا۔ جس پرکار ایک شرابی کی
آنکھیں نشہ کے زور سے سُرخ ہو جاتی ہیں اُسی پرکار برہم کے اوپاسک کے
نیتر پرماتما کے تیج کو دھارن کرتے ہیں اور اُسکا اثر چہرے تک ہوتا ہے۔
چوتھا پھل بانی کی پوترتا ہے۔ ابھیاسی کی بانی اور دوسرے انسان کی
بانی میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ابھیاسی کی بانی سے ہر وقت وہ الفاظ
نکلتے ہیں جو دوسروں کو سُکھ پہنچانے والے ہوں۔ اُسکی مدھر بانی صداقت

کا ثبوت دینی ہے۔ بناوٹی الفاظ سے وہ جگت کو خوش نہیں کرتا۔ بلکہ اُسکے الفاظ اُسکے ہردے سے نکلتے ہیں یا یہ کہو کہ اُسکا ہردہ اور بانی ایک ہوتا ہے

پانچواں پھل۔ اچھیا سدھی ہے۔ جس منش کا جیون اس پر کار سے نرمل ہو چکا ہے پرماتما اُسکو اچھیا سدھی کا بردان دیتے ہیں۔ اُس کی تکالیف میں وہ خود سہایتا کرتے ہیں۔ جس سُکھ کی وہ خواہش کرتا ہے۔ پرماتما اُسکو وہی سُکھ بردان کرتے ہیں۔ دھن۔ آئیو۔ پوترسنتان۔ اور آروگتا یہہ سب ابھیاسی کے لئے محفوظ ہیں۔ ان مذکورہ بالا پھلوں کے علاوہ اور بھی انیک پھل ہیں۔ جو ساوہک کے جیون میں گپت رہتے ہیں مثلاً انّ کی پوترتا۔ دُکھیوں پر دیا کرنا۔ کم گوئی۔ سچی شرافت۔ شکر گذاری۔ باقاعدہ زندگی بسر کرنا۔ بزرگوں کی فرمانبرداری وغیرہ وغیرہ۔

اِن سب پھلوں کا بھاگی اِنسان اِسی جیون میں ہو جاتا ہے۔ مگر انتم پھل اُسکو چولہ چھوڑنے کے بعد ملتا ہے اور وہ انتم پھل جنم مرن رُوپی سنسار کے بندھنوں سے مُکت ہو جانا ہے۔

میرے عزیزو۔ وشواس رکھو گہری فلسفہ دانی کی نسبت اچھا اور صاف دل انسان ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ دھرم کو ترک سے سدھ کئے بغیر گرہن کریں۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ بال کی کھال اُدھاڑنے والے مت بنو۔ اپنے جیون کو عملی بناؤ۔ ایشور اور اُسکی دید بانی میں پُورن وشواس رکھو۔ اگرچہ ترک دوارا بھی اِن کی سدھی ہو جاتی ہے مگر پھر بھی میرا خیال ہے کہ ایشور اور اُسکے وید رُوپی گیان میں شک کرنا کفر ہے۔ جب انسان ایشور اور اُسکی دید بانی کا پُورن وشواسی ہو جاتا ہے

تو نِسدیہہ اُسکا جیون پلٹ جاتا ہے اور انسان نیچ کرموں کا تیاگ کرتا ہُوا اوچ کرموں میں پرورت ہوتا ہے۔ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا وہ پاپ سمجھتا ہے کیونکہ وہ اِس امر کا وِسواشی ہے کہ بھوگ اور عیش و عشرت کے سامان ہر ایک جیو کو ہر ایک یونی میں مِلسکتے ہیں مگر ایشور کا درشن کیول منش یونی ہی میں ہوسکتا ہے۔ اور اسلئے وہ پرماتما کے نزدیک ہر وقت پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ پرماتما کی بھگتی میں مگن رہنے کو زیادہ پسند کرتا ہے کیونکہ وہ سچی خوشی کا متلاشی ہے اور اُسکو پرماتما کے سوائے اور کہیں سچی خوشی نصیب نہیں ہوسکتی۔ سُنہری محلوں میں رہنے۔ شاندار لباس پہننے اور میٹھے اور لذیذ بھوجنوں کے کھانے کی نسبت وہ غریبانہ جھونپڑی۔ سادہ لباس اور سادہ بھوجن کو زیادہ پسند کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جس قدر آسایش کا میں زیادہ گرویدہ ہونگا اُتنا ہی زیادہ دُکھ۔ بیماری۔ کلیش میں مبتلا ہونگا اور اُن سب فرایض سے جو جسم کے تندرست ہونے پر انسان سے پُورے کئے جاسکتے ہیں الگ کیا جاؤنگا۔ مگر چونکہ انسان نفس پرور ہونے کے علاوہ عزت کا زیادہ متلاشی ہے اور اسلئے جگت کے دکھاوے کی خاطر بھی وہ اُس سامان کو مہیا کرتا ہے جو دوسروں کی نظر میں خوبصورت اور چمکدار دکھائی دے اور اسلئے وہ اُن لوگوں کو جو سادہ جیون بسر کرتے ہیں مُردہ دل خیال کرتا ہے اور پکارتا ہے کہ اِن لوگوں کے نصیب میں دُنیاوی بھوگ لکھے ہی نہیں۔ یہ لوگ دُنیا میں دھن کو رکھتے ہوئے بھی فقیر ہیں مگر ابھیاسی لوگ کہتے ہیں۔ بھوگ اور عیش و عشرت کے سامان آپ ہی لوگوں کو مبارک رہیں۔ فقیرانہ زندگی ہمارا ہی ورثہ ہے اور ہم

اسی اوستھا میں رہ کر اپنے مالک کو پرسن کر رہے ہیں۔ چونکہ آپ دنیا داروں کو پرسن کرنا چاہتے ہیں اور جھوٹی شہرت اور عزت کے خواہشمند ہیں اسلئے یہہ سامان آپ کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ مگر جب کبھی آپ ایکانت میں بیٹھ کر سوچوگے تو ہم وشواس رکھتے ہیں آپ ہماری طرف آؤ گے اور کہوگے کہ ہم غلطی پر تھے۔ فقیرانہ جیون میں جو آنند ہے وہ ہمارے جیون میں سوپن میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں۔ آپ اب تک عزت۔ اعتبار۔ عیش وعشرت کی زندگی بھوگتے رہے ہیں اگر اسوقت موت کا سندیسہ آپ کو آجاوے تو کیا آپ پرسنتا سے اسکو سویکار کرینگے۔ چونکہ آپ نے آسایش کے سامان اکٹھا کرنے میں نہایت تن دہی سے کام لیا ہے اسلئے ہمارا وشواس ہے کہ آپ موت کو ابھی پسند نہیں کروگے مگر وہ لوگ ہیں جو فقیرانہ زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔ غریبوں کے گھر کا بھوجن امیروں کے لذیذ کھانوں کی نسبت اچھا اور پوتر خیال کر کے کھاتے رہے ہیں یا اپنی محنت سے اپنے شریر کا پالن پوشن کرتے رہے ہیں وہی موت کے سندیسہ کو سنکر پرسن ہونگے کیونکہ اُنہوں نے اپنے چت کو دنیا کے بھوگوں میں اتنا نہیں اُلجھایا جتنا آپ کا اُلجھا ہوا ہے۔ اور اسلئے جتنی پرسنتا سے وہ لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں اُتنی پرسنتا سے آپ نہیں چھوڑو گے۔ آپ کہوگے پرماتما نے ہم کو اِس اوستھا میں رکھا ہے اگر ہم اپنی اِس اوستھا سے فایدہ نہ اُٹھائیں تو ہمارے جیسا کون دُربھاگ ہے۔ ہم کہتے ہیں بلاشبہ آپ نہایت پُن آتما ہو جو آپ کو اونچی اوستھا پر جہاں سب قسم کے بھوگ میسّر ہو سکتے ہیں پرماتما نے رکھا ہے اور آپ کا حق ہے کہ آپ اِس سُکھ سے پورا فایدہ اُٹھاؤ۔ مگر سوال یہ ہے کیا

آپ اِس سارے سُکھ کی موجودگی میں پرماتما کو سمرن کرتے رہو یا نہیں۔ کیا
اِن بھوگوں کی موجودگی میں آپ کا چت پاپ کی طرف تو نہیں جھُکا۔ کیا آپ نے
اپنی عزت اور شہرت کو قایم رکھنے کے لئے کسی دوسرے انسان کو نقصان
تو نہیں پہنچایا۔ کیا آپ خوشامدی لوگوں کی ملایم باتوں سے موہت ہو کر اپنے ضمیر
کا خون تو نہیں کرتے رہے ان سب پرشنوں کا اوتر آپ کو اپنی آتما سے
ملیگا اور اُسوقت آپ کہو گے درحقیقت ہم سخت بھول میں رہے۔ ہم نے
پرماتما کے پرداں کئے ہوئے بھوگوں سے جائز فایدہ نہیں اُٹھایا بلکہ اُن
کے داں کے نیچے دب کر خلقِ خدا کا ہر وقت خون کرتے رہے ہم کو دُنیا میں
عزت ملی مگر ہم نے اُس عزت کو ناجائز طور پر استعمال کیا۔ ہم اپنے سامنے سے
اُن سب رُکاوٹوں کو توڑنے میں سرگرم رہے جو ہماری عزت اور شان کو کم کرنیوالی
تھیں۔ ہم ہر وقت یہ دیکھتے رہے کہ کیا کوئی شخص ہماری برابری کا دعوےٰ تو
نہیں کرتا یا اپنے آچرن کی پوترتا سے ہم سے بڑھ تو نہیں رہا۔ جب کبھی ہم
کو ایسا معلوم ہوا تو ہم نے بلا خوف خدا اُسکے کچلنے کے سامان پیدا کر دیئے
اور وہ وسایل اختیار کئے جو ہمارے شایاں نہیں تھے۔ دھرم کا لباس ہم نے
پہنا مگر صرف جگت کو دھوکہ دینے کے لئے"۔ ایسے جیون کی موجودگی میں کیا آپ
موت کا سندیسہ خوشی سے سُننے کے لئے تیار ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ لوگ اُن
لوگوں کی برابری نہیں کرسکتے جو دل کے غریب ہیں جس درجہ پر اُن کی آتما جاگی
وہ درجہ آپ کو سوپن میں بھی نصیب نہیں ہوگا۔ جس پرسنتا سے وہ موت کے بستر پر
سوئینگے وہ پرسنتا آپ کے نصیب میں کہاں۔ تیاگی جیون میں ہی بزرگی ہے کہ وہ
موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت کو دیکھتے ہی پرسن ہو کر کہتا ہے "جس مرنے سے

جگ ڈرے میرے من آنند"

بھوگی کو موت رینچ یونیوں میں لے جاتی ہے مگر تیاگی کو پرماتما تک پُہنچاتی ہے
اسلئے ایک کے لئے موت رونے کا باعث اور دوسرے کے لئے خوشی کا باعث
ہے - اسلئے وشواس رکھو کہ جو لوگ پرماتما کو سچے دل سے پیار کرتے ہیں وہی خوش
ہو کر موت کے بستر پر سوئینگے - آپ بھی یہی اچھیا رکھو اور اس اچھیا کو پُورن
کرنے کے لئے پُورن پریتن کرو - ہم اس سے بڑھ کر آپ کو اور کیا بتا سکتے ہیں کہ
انسانی زندگی کا اُدیش ایشور پراپتی ہے اگر آپ اپنے اس اُتم اُدیش کے پُورن
کرنیکا پریتن کر رہے ہیں تو آپ نہایت مبارک ہو اور آپ اسکا پھل پاؤ گے -
ایشور اشیر باد کریں اور ہمارے ہردے کو اس یوگ بنا دیں کہ دھرم کا اوپدیش
اس میں اپنا نیک اثر پیدا کرنے ؞

چوتھا اوپدیش

دھارمک جیون

بزرگ آتم درشی رشی اپنی بنائی ہوئی سمرتیوں دوارا ہم لوگوں کو دھارمک بنانے کے لئے اوپدیش دیتے ہیں کہ سداچاری ہوکر پرماتما کا درشن کرو۔ من بانی اور شریر سے پرماتما کی عزت کرو۔ جو لوگ کیول بانی سے اُن کا پوتر نام لیتا ہی بھگتی مان رہے ہیں وہ پرماتما کے سچے اوپاسک نہیں۔ اُن کو وشواس رکھنا چاہیئے کہ پرماتما نیائے کاری ہیں وہ اُس آتما کو اپنی گود میں جگہ دیتے ہیں جو کرموں دوارا پرماتما کی عزت کرتا ہے۔ جس منش کی اندریاں وشیوں میں لین ہو رہی ہیں اُسکو کیول گیان موکش کے مارگ پر نہیں لے جاسکتا۔ ہاں موکش کا دوار اُن ہی آتماؤں کے لئے کھلا ہے جن کے گیان کے ساتھ کرم کا یوگ ہے جس پرکار دیپک اندھیری راتری میں مسافر کو راستہ دکھاتا ہے اُسی پرکار گیان جیو آتما کو دھرم کا مارگ درشاتا ہے۔ مگر دھرم مارگ کے انت تک وہ منش پہنچتا ہے جو اُس مارگ پر قدم رکھتا ہے

اسلیئے ایشور پراپتی کے لئے نہ صرف گیان کا ہی ہونا ضروری ہے بلکہ اُس کے ساتھ کرم کا بھی ہونا نہایت لازمی ہے۔ سادھک کا جیون گیان اور کرم کی لڑی میں پرویا جانا چاہیئے۔ اُسکی آتما کے بھاؤ اُسکے کرموں دوارا پرگٹ ہونے چاہیئے یعنی اُسکا ظاہر اور باطن ایک ہونا چاہیئے۔

وہ انسان قابل نفرت ہے جس کا گیان تو اوچ ہے مگر اُسکی آتما مکر اور فریب سے بھرپور ہے وہ اپنے گیان دوارا لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتا ہے مگر جب کبھی اُسکے انتریہ بھاؤ لوگوں پر پرگٹ ہوتے ہیں تو وہی لوگ جو کبھی اُسکے دلدادہ تھے اُسکے دشمن بنجاتے ہیں اور اُسکی تخریب کے درپے ہو جاتے ہیں ایسے ہی لوگ دھرم کی اوجل مورتی کو اپنے آچرن دوارا سیاہ کر دیتے ہیں اور اُن لوگوں کو جن کے ہردے میں دھرم کی پیاس ہے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیتے ہیں۔ انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ دوسرے منش کے آچرن کا ہمیشہ مطالعہ کرتا ہے اور خاصکر اُن لوگوں کا جو دھرم کے رہبر ہوتے ہیں جب دھرم کا متلاشی اُن کے کرموں کو اُن کے گیان کے وپریت دیکھتا ہے تو وہ اُس دھرم کو خواہ وہ کتنا ہی اوجل کیوں نہ ہو گرہن کرنے سے دور بھاگتا ہے اور دوسرے دھرم کی شرن لیتا ہے۔ دُنیا میں جو من مانے مذہب پرچلیت ہیں اور ہزاروں لاکھوں لوگ اُن مذاہب کے پیرو کار ہیں اُسکی وجہ صرف یہی ہے کہ لوگوں نے اُن مذاہب کے رہبروں کے جیون کو اپنی بُدھی انوسار ہر طرح سے مکمل پایا ہے۔ بدھ مذہب کی تہ میں اُسکے بانی کا جیون پایا جاتا ہے جتنا مکمل جیون بُدھ دیو کا تھا اُتنا مکمل شاید ہی کسی نوین مذہب کے رہبر کا ہوا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دُنیا کی آبادی کا ایک بڑا بھاری حصہ بُدھ دیو

کی مُورتی کے سامنے بیہیں جُھکا رہا ہے۔ ویدک دھرم ایک ایشوریہ دھرم ہے اور
اسلیئے نہایت ضروری ہے کہ اُس مذہب کے رہبروں اور پیرو کاروں کا جیون
ہر طرح سے مکمل ہو۔ اِسکا پھل یہ ہو گا کہ نہ صرف ہماری آتما اونت ہو کر پرماتما کے
درشن کی ادھیکاری بنیگی بلکہ خلقِ خدا کا بھی بھلا ہو گا۔ اور وہ لوگ بھی اس ایشوریہ
دھرم کی شرن میں آکر پوتّر بنینگے۔ دھرم کو پھیلانے کے لیئے ہی جیون کو پوتر
نہیں بنانا چاہیئے بلکہ نشکام ہو کر کیول پرماتما کے درشن کے لیئے پوتّر بنو۔ لوگوں
کے بھئے سے ہی اپنے آچرن کو پوتّر مت بناؤ بلکہ ایشور بھئے سے ڈرتے
ہوئے اوجل بنو۔ وشواس رکھو کہ پرماتما آتما کے بھی انتر آتما ہیں تم اپنے آپ
کو اُن سے کہیں چھپا نہیں سکتے۔ وہ ہر وقت جاگتے ہیں اور ہم کو ہر جگہ اور
ہر وقت دیکھتے ہیں اسلیئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کو پرسن کرنے کے لیئے ناں
اُن کی عزت کے لیئے اپنے آچرن کو اُن کے وید رُوپی گیان کے انکُول بنا دیں
ہمارا آچرن پرماتما کی درشٹی میں ہر وقت اوجل رہنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ سُورج
اودے اور است ہونے کے وقت جب کہ ہم اُن کی پُوجا کریں تو اپنے آپ کو
اوجل بنائیں۔ اور دن بھر اپنے آچرن دوارا اُن کو ناراض کریں۔ ایسی
پاک آتماؤں کا سموہ جتنا زیادہ ہو گا اُتنا ہی دھرم ہر دلعزیز بنیگا۔ اُتنے ہی
زیادہ لوگ دھرم کے جھنڈے تلے آکر اپنی پیاس بجھا بینگے۔ دھرم ہر ایک انسان
کی میراث ہے مگر وہ شخص دھرم کو کھو دیتا ہے جو دھرم کو ہنن کرتا ہے اِس
لیئے انسان کو اپنی وراثت کی ہر وقت حفاظت کرنی چاہیئے۔ ہر وقت اپنے
جیون کی پڑتال کرنی چاہیئے۔ اور ایسے سنکلپوں سے جو آتم گھات کر دیتے
ہیں اپنے آپ کو ہر وقت بچانا چاہیئے۔ من کے شُبھ سنکلپ بنانیکا ایک ہی طریق

ہے کہ ہمارا پرماتما کے چرنوں میں اٹل وشواس ہو۔ اسلئے جو لوگ اپنی آتما کی رکھشا کرنا چاہتے ہیں اُنکے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ایسے کو تیاگ کر پرماتما کے حضور میں سورج اودے سے پہلے حاضر ہوں۔ اور اُس جگت پتی سے بل کی یاچنا کریں اور وہ جگت پتی اپنے سیوک کو دھرم پتھ پہ چلنے کے لئے ضروری بل پردان کرینگے۔ یہ ہمارا اٹل وشواس ہے اور نشچہ ہے کہ پتت سے پتت انسان جب کبھی دیویوگ سے اُسکی آتما کے سامنے اپنی آتم رکھشا کا خیال پیدا ہوا ہے اور اُس نے پرماتما کے چرنوں میں سیس جھکایا ہے تو وہ دیو جیون کو پراپت ہو گیا ہے۔ پرماتما کے چرنوں میں جاکر وہ لوگ جنکا سمست جیون آتم گھات میں وتیت ہوا سادھو بن گئے۔ اُس بل کے بھنڈار سے اُن کو وہ بل ملا جس کے ملتے ہی اُن کی آتما کی میل جو پاپ آچرن سے بڑھ گئی تھی فوراً دور ہو گئی اور اُن کو اپنے سوامی کا درشن نصیب ہوا۔ آتم رکھشا کے لئے انسان کو ہر وقت اودیت رہنا چاہیئے اور اپنے ارادہ کو مضبوط بنانا چاہیئے موت کا خیال ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

وشواس رکھو جو زیادہ محنت کرتے ہیں وہ زیادہ پھل کے بھاگی ہوتے ہیں دِرڑھ چیت والے اور محنتی انسان کے سامنے کوئی رُکاوٹ ٹھہر نہیں سکتی۔ شاستر کاروں نے اس سنسار کو بڑے سمندر سے تشبیہ دی ہے جس پرکار سمندر میں مگرمچھ اور بڑے بڑے بھنور دکھائی دیتے ہیں اُسی پرکار اِس سنسار میں کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ اور اندھکار بڑے خوفناک مگرمچھ اور شبد۔ سپرش۔ رُوپ۔ رس اور گندھ بھنور ہیں جن کے بس ہو کر کوئی انسان اِس ساگر سے پار نہیں ہو سکتا۔ جانوروں کو کیول ایک ہی وِشہ ہے اور ایک ہی وِشہ

کے کارن وہ اپنا گھات کر لیتے ہیں مگر انسان کے لئے یہ سارے وِشے ہیں تو
کیا اس حالت میں انسان کو اس بھیانک وِشا سے اپنے آپ کو نکالنے کے
لئے زبردست کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ ہاں آتم درشی لوگ ہم کو بار بار یہی
فرماتے ہیں کہ غفلت کی نیند سے اُٹھو۔ اور کمر ہمت باندھ کر دھرم کو سینچن کرو۔
دھرم دھن سب سے اَمولیہ دھن ہے جو موت کے بعد انسان کے ساتھ ساتھ
جاتا ہے۔ موت کی مار سے وہی انسان بچ سکتا ہے جس نے شہد کی مکھی
کی طرح سخت محنت سے دھرم دھن کو سینچن کیا ہے۔ اسلئے سادہک کا سمست
جیون نفس کُش لوگوں کا جیون ہونا چاہیئے۔ سخت سے سخت ریاضت کا
اپنے آپ کو عادی بنا دے جس پرکار ایک پہلوان اپنے شریر کو پربل بنانے
کے لئے ہر روز دنگل میں جا کر کُشتی کرتا ہے اور اُن سب ویسنوں سے جو اُس
کے بل کو کم کرنیوالے ہیں دور رہتا ہے اُسی پرکار سادہک کو اپنی ریاضت کی
ہر روز مشق کرنی چاہیئے اور اُن سب ویسنوں کو تیاگ دینا چاہیئے جن کی
موجودگی میں سادہک کی ریاضت نِشپھل ہو جاتی ہے۔ مُورکھ ہیں وہ لوگ جو
یہ خیال کرتے ہیں کہ ویسنوں کی موجودگی میں بھی ہم کو ہماری پرارتھنا کا پھل ملیگا
نہیں یہ ہو نہیں سکتا۔ دھرم کا انتم پھل اتنا آسان نہیں ہے جتنا یہ لوگ
خیال کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو کیوں سادھو لوگ بستی کے سکھوں کو
تیاگ کر گوشہ نشین ہوتے۔ اسلئے وشواس رکھو کہ دھرم سخت محنت سے ملیگا
اور سخت سے سخت ریاضت میں سے آپ کو گذرنا پڑیگا۔ اگر آپ ایک دن بھی
اپنی ریاضت کی مشق چھوڑ دوگے تو آپ کی آتما کو ضرور کچھ نہ کچھ نقصان پہنچیگا۔
جب آپ ایسا آچرن بناؤگے تو ضرور آپ کی اِچھیا پُورن ہوگی۔ پرماتما آپ کو

ادش اپنی گود میں جگہ دینگے - سمرن رکھو کہ کوئی انسان اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک پرماتما کی اچھیا نہ ہو - انسان منصوبہ باندھتا ہے مگر پرماتما سر انجام کرتا ہے - اسلئے اپنی عقل اور ہمت پر کیول بھروسہ نہ رکھو - کبھی مت خیال کرو کہ یہ نیک کام اور یہ ریاضت ہم اپنی بدھی اور بل کے سہارے کر رہے ہیں نہیں ہرگز نہیں -

پرماتما کی یہہ اچھیا ہے کہ تمہاری آتما پوتر بنے اور وہ آپ کو اپنی گود میں جگہ دینی چاہتے ہیں - اُن ہی کی پریرنا سے تم میں یہ شکتی پیدا ہوئی ہے کہ تمہارا جیون نفس کشوں کا جیون بنے - اسلئے سادھک کا جیون وشواسی لوگوں کا جیون ہونا چاہیئے - اُسکو اپنے تمام کرم پرماتما کے سمرپن کرنے چاہئیں -

ریاضتیں کئی پرکار کی ہیں - بعض لوگ صرف ایک وقت کھانا کھانا - بعض زمین پر سونا - بعض ننگے پانوں پھرنا - بعض ہر سال چار مہینے نمک کا تیاگ دینا وغیرہ وغیرہ ریاضتیں خیال کرتے ہیں مگر یہ سب ریاضتیں اونے درجہ کی ہیں - اس میں کچھ سندیہہ نہیں کہ انسان اونے درجہ کی ریاضتوں کی مشق کرتا ہوا بھی اوچ درجہ کی ریاضتوں کو پراپت ہو جاتا ہے مگر پھر بھی سادھک کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُن ریاضتوں کی مشق کرے جن کے ابھیاس سے آتما سوچھ ہو کر پرماتما کے درشن کی ادھیکاری ہوتی ہے - جو لوگ اپنے شریر کو دُکھ دینا ہی اُتم درجہ کی ریاضت خیال کرتے ہیں وہ مورکھ ہیں اور اندھکار کو پراپت ہوتے ہیں - پرماتما نے یہ شریر اسلئے پردان نہیں کیا کہ اسکو سکھا کر پنجر بنایا جاوے بلکہ یہ آتما کا رتھ ہے جس پر آتما سوار ہو کر پرماتما کے دوار تک پہنچ سکتی ہے جن لوگوں کا شریر پربل ہے وہی دھرم سادھن کر سکتے ہیں - وہی خلق خدا

کا بھلا کر سکتے ہیں۔ اسلئے ایسی ریاضتوں کو چھوڑ کر ان ریاضتوں کی مشق کرو جن کا
ذکر ویدک رشیوں نے اپنے گرنتھوں میں کیا ہے۔ سب سے پہلے اعلےٰ درجہ کی
ریاضت جو ہم کو بتلائی گئی ہے وہ من بانی اور شریر کے دوشوں کا دور کرنا یعنے
اپنے جیون کو ترے دنڈیوں کا جیون بنانا ہے۔ یہ ریاضت اُن لوگوں کے
لئے پھلدایک ہوتی ہے جو سائنگ اور پراتہ کال پرماتما کے چرنوں میں جھکتے
ہیں۔ پرماتما کے چرنوں میں جھکنے کے بغیر کوئی انسان اس ریاضت کو پورا نہیں
کر سکتا۔ اِسلئے جن کو اس اعلےٰ درجہ کی ریاضت کی اِچھیا ہے وہ اس امولیہ
ابھیاس کی مشق ساتھ ساتھ کریں۔ ایکانت میں جا کر کم از کم ایک گھنٹہ سرل چِت
سے پرماتما کی پرارتھنا کریں۔ وہاں سے وہ اُس گیان اور بل کو حاصل کرینگے۔
جس کے ہونے سے انسان جیون مُکت کی پدوی کو پراپت ہو سکتا ہے۔ اس
لئے اِس اوتم درجہ کی ریاضت کی ہر روز مشق کرنی چاہیئے یہ ریاضت پرماتما
کی بھگتی کے بغیر ادھوری ہے۔ انسان نیاے کرم کر ہی نہیں سکتا جب تک
انسان کے ہردے میں پرماتما کا بھئے نہ ہو۔ اِس ریاضت کا تیاگ کرنا مہا پاپ
ہے ہاں اگر کسی پراوپکار۔ یا کسی بھلائی کے فایدہ کے لئے چھوٹ جاوے تو اس
کا اِتنا دوش نہیں جتنا سُستی یا بے پرواہی سے چھوڑ دینے میں ہوتا ہے۔
آلس ہی انسان کو اونتی کے مارگ سے گراتی ہے اور جو لوگ اپنے نت کرموں کو
سُستی سے تیاگ دیتے ہیں وہ مہاں پاتک ہیں اُن کی آتما ضرور نیچے گر جاتی
ہے۔ اپنے دوشوں کے دور کرنے کے لئے سادھک کے لئے ضروری ہے کہ وہ
سب سے پہلے اُن دوشوں کو دور کرے جو زیادہ تر ستاتے ہیں۔ ایک دوش کو
دور کرتا ہوا دوسرے دوش کو دور کرے۔ اسلئے اپنے جیون کا چنتن آتم ادھی

کا پرم سادھن ہے۔ ہر روز صبح کے وقت نیک کرم کرنے کا برت دھارن کرے اور رات کے وقت اپنے کئے ہوئے کرموں کی پڑتال کرے ایسا ہر روز کرنے سے اُسکے جیون کا نقشہ اپنی اصلی حالت میں اُسکے سامنے ہر وقت کھلا رہیگا اور کوئی سمیہ ضرور آوے گا جبکہ انسان مکمل طور سے نردوش ہوگا۔ وشیوں کی بہانے والی دھارا سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ہٹھ سے کام لو اور سنیمی ہو کر اُن کا بھوگ کرو۔ وہی آتمائیں شانتی کو پراپت ہوتی ہیں جن میں سمت وشئے لین ہوتے ہیں اور نہ کہ وہ جو وشیوں کے پیچھے بھاگتے پھرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے نہ صرف آپ کا شاریرک بل بڑھیگا بلکہ آپ کی آتما پوتر ہوگی۔ پاپ کے آگھات سے بچنے کے لئے انسان کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ منش کا من بڑا چنچل ہے اور ہر وقت کسی نہ کسی سنکلپ کو اپنے سامنے رکھتا ہے یدی وہ شبھ نہیں تو اشبھ ہوگا۔ نشکام نہیں تو سکام ہوگا۔ اور اسلئے ضروری ہے کہ انسان کبھی بیکار نہ رہے بلکہ دھرم سمبندھی پستکوں کے مطالعہ میں اپنے آپ کو لگائے رکھے۔ ان سب سادھنوں کو اس درجہ تک مت پہنچاؤ کہ آپ کو اپنے گرہست کے فرائض کی ادائیگی کا سمرن نہ رہے۔ ہر ایک آشرم کے جدا جدا فرائض ہیں اور جو لوگ اپنے آشرم کے فرائض کو تیاگ کر دوسرے آشرم کے فرائض کو ادا کرتے لگ جاتے ہیں وہ ناش ہو جاتے ہیں اسلئے سادھن اُس حد تک ہونے چاہیئے جہاں تک ہمارے آشرم کے فرائض میں الجھن نہ پڑے۔

اِسکے علاوہ ہر ایک سادھک کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو دھرم پتھ میں دِرڑھ رکھنے کے لئے وہ اپنی دھرم پتنی کے خیالات کو بھی دھارمک بناوے اور اپنے پوتر جیون کا اثر اُسپر ڈالتا ہوا دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ اُس کے سامنے

کھولے۔ سمرن رکھو جب تک آپ کی گرہ پتنی کے خیالات آپ کے خیالات سے میل نہیں رکھتے تب تک آپ دھرم پتھ میں اعلےٰ درجہ کی ترقی نہیں کر سکتے۔

سب ہی لوگوں کے لئے ایک ہی قسم کی روحانی ریاضت کارآمد نہیں۔ مثلاً ہر ایک آدمی یوگ کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ ہی ہر ایک انسان پراوپکاری ہوتا ہے۔ اونچ کرموں میں انسان کا ادھیکار اُسکی آتما کی سوچتا پر منحصر ہے جس جس درجہ پر انسان کی آتما ہوتی ہے اُسی اُسی درجہ کے انوسار انسان کرم کر سکتا ہے اسلئے نیم پوربک اپنی آتما کو اونت کرتے جاؤ۔ اور وقت آئیگا کہ آپ اعلیٰ درجہ کی ریاضتوں کے ادھیکاری بنو گے۔ جو لوگ شروع ہی میں اوچ درجہ کے کرموں کو کرنا سویکار کر لیتے ہیں وہ پتت ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اُن کی آتما میں اُن کرموں کے کرنے کا ادھیکار نہیں۔ اسلئے اُن کرموں کو پورن نہ کرتے ہوئے اُن کرموں سے بھی الگ ہو جاتے ہیں جن کے کرنے کا اُن کی آتما کو ادھیکار ہے اور اسطرح وہ اپنی آتما کو اونتی کے مارگ سے گرا لیتے ہیں۔ اسلئے مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی آتما کے ادھیکار کے بموجب اوتم کرموں میں پرورت ہوتے ہیں کیونکہ وہی اپنے جیون کے انتم پھل کو پراپت ہونگے۔ وہ انسان نہایت خوفناک ہے جس نے کبھی اپنی گتی کا چنتن نہیں کیا جس نے اپنے جیون کے پرواہ کو سادھنوں دوارا شدھ نہیں کیا کیونکہ وہ اس دُنیا سے خالی ہاتھ جاویگا۔ انسان کو خیال رکھنا چاہیئے کہ میں نے بہت جلدی اس فانی چولے کو چھوڑنا ہے اسلئے اُسکو اپنا آگامی جیون موجودہ جیون سے بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایشور اشیر باد کریں کہ ہماری آتما میں دھرم کے لئے سچی شردھا ہو اور ہم اُس اوچ ادھیکار کو پراپت ہوں جو ادھیکار پاک آتماؤں کا ورثہ ہے ؎

پانچواں اُپدیش

جیون کی اصلاح

چینن جگت میں جو انیک پرکار کی اسنکھیات یونیاں دکھائی دیتی ہیں اُن سب میں سے مُنش یونی سرشیٹھ ہے۔ کیونکہ پرماتما نے سوائے مُنش یونی کے اور کسی یونی کو بھت اور اُستت میں تیپر کرنے کا ادھیکار نہیں دیا اور نہ ہی مُنش یونی کے سوائے کسی اور یونی میں جیو آتما کو پرماتما کے درشن کا ادھیکار ہے۔ اور یونیوں کے جیو پرماتما کی دیا سے لابھ تو اُٹھا رہے ہیں مگر وہ یہہ نہیں جانتے کہ کس شکتی کے دوارا یہ سُکھ بھوگ اُن کو ملے ہوئے ہیں۔ شہد کی مکھی یہ نہیں جانتی کہ کس گورو نے اُسکو پُشپ سے شہد نکالنے اور ہزاروں کوٹھڑیوں والا چھتہ بنانے کی وِدیا پردان کی ہے۔ نیل کنٹھ یہ نہیں جانتا کہ کس مہان کاریگر نے اسکے پروں کو بچتر بنا رکھا ہے۔ ہاں منش یونی کو ہی یہ ادھیکار ہے کہ وہ اُس مہان گورو کو جان سکے جس کی پریرنا سے وہ مختلف پرکار کے اُدبھت کام کر سکتا ہے۔ اسلئے اگر کوئی انسان اپنی اِس

اوچ ادھیکار کو تیاگ کر اپنے جیون کو صرف کھانے پینے اور عیش اُڑانے
میں بسر کرتا ہے تو وہ نہ صرف اپنے آپ کو جانوروں کے درجہ پر گراتا ہے
بلکہ وہ مہاں پاتک ہے۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے جیون میں اُس
پرم پوجنیہ گورو کی تلاش میں ہر وقت سرگرم رہے اور اُن سادھنوں کے
درمیان سے اپنے آپ کو گذارے جن کے سیون سے اُسکی آتما کے سامنے
سے وہ پردہ جس کی موجودگی میں وہ اپنے گورو کا درشن نہیں کرسکتا دور ہوتا ہے۔
ہر ایک انسان کو ہر وقت یہ وچارنا چاہیئے کہ کیوں وہ اس دُنیا میں بھیجا گیا اور
اِس دُنیا کو چھوڑنے پر اُسکی آتما کہاں باس کریگی۔ ان پرشنوں کے حل
کرنے میں وہ اُن سادھو پرشوں کی شرن میں جاوے جن کی سنگت سے
اُسکے ہردے کی گانٹھیں کھُل سکتی ہیں اور اسکی آتما کے سامنے سے پاپ
کا پردہ دور ہو سکتا ہے۔ وہ سادھو لوگ جنہوں نے نشکام ابھیاس میں
اپنے جیون کو وِتیت کیا ہے ہمارے کلیان کے لئے یُوں فرماتے ہیں۔
سخت محنت سے اپنی آتما کو نرمل بناؤ اور آپ پرماتما کی پوجا کے ادھیکاری
بنوگے۔ دُنیا فانی ہے اور یہاں دُکھ پر دُکھ اُٹھانے پڑتے ہیں ان سب
دُکھوں میں سے موت کا دُکھ زیادہ خوفناک ہے۔ اس بھیانک دُکھ کو دور
کرنے کے لئے اپنے جیون کو روحانی جیون بناؤ یا یہ کہو آتم گھات کی حد
سے ہر وقت بچے رہو۔

دھرم کا راستہ بہت کٹھن ہے مگر اُسکا پھل بہت میٹھا ہے جو لوگ
نہایت سرگرمی سے اُس راستہ پر قدم جاکر آگے بڑھتے ہیں ان کو راستہ
ہی میں اپنی محنتوں کا پھل ساتھ ساتھ ہی مل جاتا ہے۔ اور اُن کی آتما

نربھئے ہوتی ہوئی سچی خوشی کو حاصل کرتی جاتی ہے ۔ مگر شرط یہ ہے کہ دھرم مارگ
کا یاتری پرے درجہ کا وشواسی ہو اور ہر وقت اپنے جیون کو شودھتا جاوے
تو نسندیہہ اُسکو اپنی محنت کا اجر ضرور ملیگا ۔ پرماتما اپنے بھگتوں کو اُن برکتوں
سے مالا مال کرتے ہیں جو خاص اُن کے سیوکوں کے لئے محفوظ ہیں ۔ اسلئے
دھرم مارگ کے یاتری کو یہ وشواس رکھنا چاہیئے کہ اس مارگ پر چلنے سے
اُسکو ضروری کامیابی ہوگی مگر پھر بھی اُسکو ہر وقت خبردار رہنا چاہیئے کیونکہ
پاپ کا حملہ گپت بھی ہوتا ہے اور اِس گپت حملہ سے بچنے کے لئے شاستر کاروں
نے یہ تاکید کی ہے کہ انسان ہر وقت پرماتما کو ساکشی جانتا ہوا اُن کے نیائے
کا چنتن کرتا ہوا پاپ سے بچنے کی کوشش کرے ۔ جو لوگ پرماتما کے سچے
اوپاسک ہوتے ہیں اُن کے سامنے پاپ چھپ نہیں سکتا کیونکہ اُن کی آتما
تپ کرنے سے اتنی نرمل ہو جاتی ہے کہ پاپ کا سوکشم سے سوکشم سایہ بھی اُن
کی آتما کو دیاکل کر دیتا ہے جس پرکار آنکھ میں غیر مادہ سما نہیں سکتا اُسی پرکار
نرمل آتما میں پاپ بھی نہیں رہ سکتا ۔ یہی پاپ سے بچنے کا مکھ اوپائے ہے
دھرم مارگ میں چلتے ہوئے یاتری کی آتما کی پریکشا ہوتی ہے جیوں جیوں
یاتری اپنی پریکشا میں کامیاب ہوتا جاتا ہے تیوں تیوں اُسکی رفتار بھی تیز
ہوتی جاتی ہے ۔ سینکڑوں یاتری اپنی پریکشا کو کٹھن سمجھ کر ناکام رہتے ہیں اور
اپنے مارگ کے انتم پھل سے محروم ہو جاتے ہیں ۔ پریکشا کیوں ہوتی ہے
اس کا اُتر یہ ہے کہ مکتی کا سُکھ دُنیاوی سُکھوں سے مہان ہے ۔ پرماتما اُس
سُکھ کا بھاگی اُسی آتما کو بناتے ہیں جو مادہ پرستی سے نکل کر اپنے فعل سے
پرماتما کے پریم کا اعلیٰ سے اعلیٰ ثبوت دے ۔ اور اپنے خالق کے پریم میں

موت کے مُنہ میں بھی جانے کو تیار رہے۔ اسلئے سادھک کو ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے کہ چونکہ میں کبھی بھی پرکشا سے بچ نہیں سکتا اسلئے مجھ کو وہ بل حاصل کرنا چاہیئے جس سے میں اُن سب چیزوں پر غالب آسکوں جو میرے مزاج کے مخالف یا دُکھ دینے والی ہوں۔ نیکی کی رفتار میں اُن ہی لوگوں کا قدم آگے بڑھتا ہے جو اپنے نفس پر غالب آکر اپنی آتما کی نرملتا میں کوشاں ہیں۔ اور ہٹھ دوارا اپنے آپ کو اُن سب وِشیوں سے ہٹاتے رہتے ہیں جن کی طرف اُن کے من کا زیادہ جھکاؤ ہو۔ اور اُن سب خوبیوں کو اپنی آتما میں اکٹھا کرتے ہیں جن کی اُن میں کمی ہو۔ اسکے علاوہ وہ دوسروں کے جیون کے نرباہ سے بھی سبق حاصل کرتے ہیں اور جو چیزیں دوسروں کی آتما کے لیئے اُن کو ہانی کارک معلوم ہوتی ہیں اُن سے وہ اپنے آپ کو علیحدہ کرتے جاتے ہیں۔ ایسا عمل کرتے ہوئے وہ نہایت تیزی اور سرگرمی سے دھرم مارگ کی کٹھن مسافت کو طے کرتے جاتے ہیں اور وقت آتا ہے کہ پرماتما اُن کو اسی جیون میں مُکتی کا سُکھ پردان کر دیتے ہیں۔

دھرم کے یاترلیو۔ کوڑیوں کو چھوڑ کر رتنوں کی تلاش میں جُھکلو۔ ہر جگہ اور ہر وقت اپنی آتما کی رکھشا کرو۔ اُن جگہوں میں مت جاؤ جہاں آتم گھاتیوں کا گذر ہو۔ کیونکہ آپ مُشکل سے اُن کے اثر سے بچ سکو گے۔ ایسی پُستکوں کا کبھی پاٹھ مت کرو جن کے اوراق نفسانیت کے مضامین سے پُر ہیں۔ ہر ایک کتاب کا پاٹھ کرنے سے پیشتر اُسکے مصنف کے جیون کا چِنتن کرو۔ اگر اُس کا جیون آتم گھات میں وِیتیت ہُوا ہے تو سمجھ جاؤ تو اُسکی لکھی ہوئی کتاب بھی آپ کو آتم گھاتی بنا دے گی۔ معمولی لوگوں کی پُستکوں کی پاٹھ کی بجائے

آتم درشی رِشیوں کے چھوڑے ہوئے اکشے بھنڈار سے لابھ اُٹھاؤ۔ اپنشدوں کے بے بہا خزاین کا مطالعہ کرو کیونکہ آتما کے متعلق جو گیان ان پُستکوں میں درج ہے وہ آپ کو کسی اور فانی انسان کی لکھی ہوئی پُستک میں نہیں ملیگا۔ دھیان رکھو جس طرح آپ دوسروں کے جیون کی پرتال کر رہے ہو اُسی پرکار اور لوگ بھی آپ کے جیون کا پاٹھ کر رہے ہیں اسلئے دوسروں کی بہتری کے لئے بھی اپنے جیون کو سچے آریوں کا جیون بناؤ۔ اپنے جیون کی اوچتا دوار لوگوں پر پرگٹ کرو کہ سچ مچ آپ اپنے دھرم کے وفادار سیوک ہو ؛

آپ کے سامنے ہر وقت معمولی لوگوں کے جیون کی بجائے مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج کا جیون رہنا چاہیئے جو کمالیت جو بزرگی آپ اس پوتر جیون میں پاؤگے وہ آپ کو مشکل سے اور کسی جیون میں ملیگی۔ یہی جیون آپ کے جیون کو نرمل بنانے میں مددگار رہیگا اور آپ کو ویدک دھرم کا سچا ہتیشی بنائیگا۔ برخلاف اسکے اگر آپ معمولی انسانوں کے جیون کے پاٹھ میں لگے رہوگے تو نہ صرف آپ ویدک دھرم سے پتت ہوگے بلکہ آپ اپنی آتما میں اعلےٰ درجہ کی شانتی کبھی نہیں پاؤگے۔ ذرا اپنے دل سے پوچھو کہ کتنی دیر سے آپ ویدک دھرم میں شامل ہوئے ہو اور اسوقت تک آپ نے اپنے جیون کی کون سی کمی کو پُورا کیا ہے۔ اگر ابھی تک آپ کے جیون میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ میں وہی بدعادات ابھی تک پائی جاتی ہیں جو ویدک دھرم میں شامل ہونے سے پہلے آپ میں موجود تھیں تو سمجھ جاؤ تو آپ نے اپنا امولیہ سمیہ بے ارتھ کھویا ؛

رِشی کا آپ کے لئے آنا اور نہ آنا برابر ہے۔ ہم کو اُن لوگوں کے جیون

کی طرف دھیان دیکر شرمندہ ہونا چاہیئے جو اپنی آتما کی نہایت ہی بُری حالت میں ویدک دھرم کی شرن آئے تھے اور اب اُن کی آتما بہت ہی اوجل دکھائی دیتی ہے۔ ہمارا جیون مکمل اور دھرم کے انکوُل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہم دھرم کمانے کے لیئے اس دُنیا میں بھیجے گئے ہیں نہ کہ پاپ کے بوجھ کو بڑھانے کے لیئے۔ ہم کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ جتنا کوئی پاپ کی طرف زیادہ جھکتا ہے اُتنا ہی زیادہ وہ دُکھ اور کلیش اُٹھاتا ہے۔ دُنیاوی بھوگ پاپی لوگوں کے لئے کلیان دایک نہیں ہوتے ہاں دُنیا کے میٹھے بھوگ اسوقت سُکھدائی بنجاتے ہیں جبکہ انسان تیاگ کے ساتھ دھرم مارگ پر قدم رکھتا ہے۔ جتنی زیادہ شانتی اپنی آتما میں اکھٹی کروگے اُتنا ہی زیادہ سُکھی ہوگے۔ اُتنا ہی زیادہ فانی انسانوں کی تسلّی اور مدد کی آپ کو ضرورت نہیں رہیگی کیونکہ انسانوں کا دامن وہی پکڑتا ہے جس کی آتما میں بےچینی ہے اور بےچینی اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ انسان ترشنا کے بوجھ کے نیچے دبا ہو۔ اسلئیے ضروری ہے کہ ہمارا جیون نیم کی رشی میں پرویا جائے۔ اور جب تک کوئی انسان نیم انوسار اپنے جیون کو بسر نہیں کرتا تب تک اُسکا جیون پاپ سے بچ نہیں سکتا۔ وشواس رکھو جو آزادی چاہتا ہے اُسکو کبھی بھی آسایش نصیب نہیں ہوگی۔ بندھن کے بیچ میں ہی رہ کر انسان یوترہوتا ہے۔ کم سن بچہ اپنے والدین کی نگرانی میں ہی عمدہ طرح سے پرورش پا سکتا ہے اور جب والدین کا ہاتھ سر پر نہ ہو تو اُس کو مصیبتوں کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے۔ ہاں اُس کی جان بھی خطرہ میں ہوجاتی ہے۔ اسی طرح دھرم کے اٹل نیم جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے نیُت کئے ہیں اُن کی پابندی ہمارے واسطے نہایت ضروری بلکہ لابھ دایک ہے۔

اور جو لوگ دھرم کے نیموں کا پالن کرتے ہیں وہی سلامتی سے اپنی منزل مقصود کو پراپت ہوتے ہیں۔ ہر ایک آشرم کے نیم الگ الگ ہیں۔ اُن ہی نیموں کی پابندی آپ کے لئے مکتی کا مارگ آسان کرنیوالی ہے۔ ان میں بعض نیم ایسے ہیں جو ہر ایک آشرم میں مساوی ہیں۔ مثلاً سندھیا اوپاسنا کرنا۔ دھرم کے انگوں کا پالن کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جو لوگ اپنے آشرم کے اصولوں کو تیاگ کر دوسرے آشرم کے نیم گرہن کرتے ہیں وہ ناش ہو جاتے ہیں۔ انسان جب نیم انوسار ایک آشرم سے ترقی کرتا ہوا دوسرے آشرم کو پراپت ہوتا ہے تب ہی وہ زیادہ بلوان ہوتا ہے۔ دُنیا میں بلوان لوگ ہی زندہ رہتے ہیں۔ نربل لوگ پاؤں کے نیچے کچلے جاتے ہیں اور غلام بنائے جاتے ہیں یہ سرشٹی نیم ہے اسکو کوئی اولنگھن نہیں کر سکتا۔ ہمارے بزرگوں نے ہم کو بلوان بنانے اور دیرگھ آیو بسر کرانے کی نیت سے ہمارے واسطے اِن قواعد کی پابندی لازمی قرار دی تھی اسلئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اُس پرنالی کی عزت کریں اور اپنے جیون کو پنرمل بناتے ہوئے اُس درجہ پر لے جائیں کہ ہم کو اِس جگت میں کسی فانی انسان کی مدد کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ جب انسان کی آتما اس اوچ درجہ پر پہنچ جاتی ہے پھر وہ پرماتما کے نزدیک پہنچ جاتا ہے۔ اُس کی آتما کی شانتی اکھنڈ ہو جاتی ہے۔ ہانی اور لابھ میں وہ ڈانواڈول نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُس نے اپنی اِچھیا کو پرماتما کے آدھین بنا لیا ہے اور اپنے سرو سو کو پرماتما کے سپرد کر دیا ہے وہ اُسی کو اپنا سب کچھ خیال کر رہا ہے۔ آتما کی یہہ اوستھا بھاگ کے اُدے ہوتے ہی سے پراپت ہوتی ہے۔ پرماتما کی اپار دیا ہی سے یہ اوچ درجہ نصیب ہوتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو اُس جگت پتی کے

سیوک بنالیں۔

میرے عزیزو۔ اپنے انجام کار کو ہمیشہ سمرن رکھو۔ وشواس رکھو کہ یہ سمیہ اور یہ جیون آپ کو پھر نہیں ملیگا۔ اس امولیہ سمیہ کو جبکہ آپ کا انگ انگ بلوان ہے نیکی کا ذخیرہ جمع کرنے میں لگا دو۔ دھرم کو حاصل کرنے کے لئے سخت محنت سے مت ڈرو۔ شروع شروع میں آپ کو اپنے نفس پر غالب آنے کے لئے تکلیف معلوم ہوگی مگر جب ایک دفعہ ہٹھ دوارا اس پر غالب آجاؤ گے پھر آپ کو نہ صرف سچی خوشی حاصل ہوگی بلکہ آپ کو آپ کی محنت بھی سخت معلوم نہیں دیگی۔ دھرم کا میٹھا پھل پورشارتھی لوگوں کے لئے محفوظ ہے اور وہی اسکو حاصل کرینگے۔ اپنے آپ کو شروع ہی سے اُن پاپوں سے بچانے کا یتن کرو جو زیادہ تر آپ کو ستا رہے ہیں۔ ایک ایک پاپ کی جڑھ کاٹتے جاؤ۔ اور وقت آئیگا کہ آپ نرمل ہو جاؤ گے۔ انسان چھوٹی چھوٹی بدیوں کی جڑ سے کاٹتا ہوا بھیانک اور سخت دُکھدائی پاپوں سے بھی دور ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنے جیون کا چنتن کرتے رہو۔ جتنا زیادہ اپنے جیون کے پاٹھ میں لگو گے اُتنا ہی زیادہ دھرم میں بڑھو گے۔ ایشور ایشر باد کریں کہ ہم دھرم کا آدر کرتے ہوئے اپنے جیون کو سپھل کریں ؛

چھٹا اوپدیش

جیون کی سپھلتا

رشی لوگ انسانی جیون کو مدھو مئے بنانے کے لئے یہی اوپدیش دیتے ہیں کہ جو لوگ سنسارک پدارتھوں سے اپنے پریم کو ہٹا کر اُس پر کاش مئے پربھو کی شرن لینگے وہ پرم سُکھ کو پراپت ہونگے۔ فانی جگت میں کوئی ایسی شکتی نہیں جس کا آشرہ لینے سے انسان دُکھوں سے مُکت ہو کر امرت پد کو پراپت ہو۔ جتنا انسان فانی جگت کے ساتھ زیادہ سمبندھ بڑھائے گا اُتنا ہی زیادہ کلیش اور اُتنی ہی زیادہ اشانتی ہوگی۔ اسلئے آتما کے کلیان کے لئے یہی ایک پرم اوشدھی ہے کہ من بانی اور شریر سے پرماتما کو پرسن کیا جاوے یا یہ کہو کہ سداچاری ہو کر پرماتما کے حکم کا پالن کیا جاوے۔ اور کیول اُن ہی کو اپنی پوجا اور پریم کا پاتر بنایا جاوے۔ جو بھاگوان ایسا کرینگے وہی اندھکار سے نکل کر پرکاش کو اور مرت سے نکل کر امرت پد کو

کو پراپت ہونگے۔

رِشیوں کا اُپدیش ہم کو بڑے زور سے یہ بتا رہا ہے کہ اگر سچ مچ ہماری اِچھیا پاپ سے نکل کر پُن آتما بننے کی ہے۔ اگر ہم دھرم کی سب سے اونچ چوٹی پر چڑھنا چاہتے ہیں تو ہم کو اِس اُپدیش کا آدر کرنا چاہیئے اور اپنا جیون بھی ایسا اُتم بنانا چاہیئے کہ ہم ایشور کے چرنوں میں بیٹھنے کے ادھکاری بنیں۔ ایشور کے نِکٹ باسی ہونے کے لیے جہاں ایک طرف کرم۔ گیان اور اُپاسنا یوگ کی آوشکتا ہے وہاں ساتھ ہی رِشیوں کے پوتر جیون کا چنتن بھی ضروری ہے کیونکہ رشی لوگ دھرم کے ساکشات کرنیوالے ہوئے ہیں انہوں نے آنیوالی سنتانوں کے لیے جو دھرم کو ساکشات دیکھنے کی سامرتھ نہیں رکھتے تھے اُپدیش کے لئے منتروں کا پردان کیا ہے۔ مہاتماؤں کے جیون کا پاٹھ نربل آتماؤں کو بل پردان کر کے دھرم پتھ پر چلنے کی سامرتھ پیدا کرتا ہے۔ ان ہی سادھنوں دوارا منش اپنے جیون کو دیو جیون بنا کر پرم شانتی کو پراپت ہوتا ہے۔ جن لوگوں میں یہ سادھن نہیں ہوتے وہ کتنے ہی عالم کیوں نہ ہوں اُن کو نہ تو ایشور کا درشن ہوتا ہے اور نہ ہی اُن کی آتما میں دھرم کا بیج جگہ پکڑتا ہے۔ سداچاری ہی دھرم کے رس کے مٹھاس کی قدر کر سکتا ہے اور سداچاری ہی ایشور کے درشن کا ادھیکاری ہوتا ہے۔ اسلئے رِشیوں کے جیون کا چنتن کرنا اور اپنی زندگی کو ویسا بنانا منش ماتر کا اعلےٰ اُدیش ہونا چاہیئے۔ بہت لوگ رِشیوں کے گرنتھوں کا پاٹھ تو کرتے ہیں اور اکثر سداچاری لوگوں کے جیون چرتر بھی سُنتے رہتے ہیں تو بھی اُن کے جیون میں تبدیلی نہیں ہوتی

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اُن مہاتماؤں کے آچرن کا مطالعہ نہیں کرتے اور
اس کی سزا اُن کو یہ ملتی ہے کہ وہ اُن کے پوتر جیون سے لابھ نہیں اٹھا سکتے۔
مہاتماؤں کی بانی کا پاٹھ کرنا امرت رس کا پان کرنا ہے۔ ہردے میں شانتی کا
پرواہ بہانا ہے اسلئے منش ماتر کا فرض ہے کہ وہ رشیوں کی کلیان روپی
بانی سے اپنے ہردے کو پوتر بنا دے۔

نمرتا دھرم کا پھل ہے جس منش میں نمرتا نہیں وہ منش کتنا ہی دھرم
سمبندھی منوہر اپدیش لوگوں کو سُناوے اس سے نہ اُسکو خود لابھ ہوتا ہے
اور نہ ہی دوسروں کو لابھ پہنچتا ہے کیونکہ وہ خود دھرم سے شُنّ ہے۔ شُنّ
ہردے سے نکلے ہوئے شبد اکارتھ جاتے ہیں اسلئے نشچے رکھو کہ بڑی باتیں
انسان کو پوتر نہیں بناتیں ہاں سداچار سے ہی انسان پوتر ہوتا ہے ؛؛

مناسب تو یہ ہے کہ میں اپنے مند کرموں پر درشٹی ڈالکر پشچاتاپ کروں اور
آیندہ کو پاپ سے بچنے کا پرن دھارن کروں نہ کہ دوسروں کی عیب جوئی میں
اپنا امولیہ سمیہ گنواؤں۔ دوسروں کی عیب جوئی سے مجھ کو کیا لابھ ہوگا جبکہ میرا
اپنا ہردہ پاپ سے سیاہ ہو رہا ہے۔ اگر میں ویدوں کے منتروں اور دھرماتماؤں
کی بانی کو بھی کنٹھ کرلوں تو کیا مجھ کو اس سے کچھ لابھ ہوگا جب تک میرے
ہردے میں اُن منتروں اور اُس بانی کے لئے شردھا نہیں۔ جب میرے
ہردے میں دھرم کا بیج ہی نہیں بویا گیا تو بناوٹی اڈمبروں سے میں
دھرماتما نہیں بن سکتا۔ ہاں جگت کو میں دھوکہ دے سکتا ہوں مگر میری
آتما میں باس کرنیوالا پرماتما میری حالت کو اچھی طرح سے جان رہا ہے۔
میرے جیون کا یہی اودیش ہونا چاہئیے کہ میں دھرم کا آدر کرتا ہوا اپنے

جیون کو پوتر بناتا ہُوا استسار کی بش اور لوبھ کو پری تیاگ کر کے سچے دل سے پرماتما کی من باتی اور شریر سے عزت کروں اور اُن کی پوجا میں دل لگاؤں نہیں تو میں مکّار ہوں۔ جھوٹا ہوں اور آتم گھاتی ہوں۔

میرے پورب پتامہ یہی اُپدیش دیتے رہے کہ آتما کو دھرم سے جیونت جاگرت رکھو۔ نفسانی خواہشوں سے مُنہ موڑ کر روحانی برکتوں کی تلاش میں جُھکو یہی شانتی کا مارگ ہے۔ یہی موت کی مار سے بچنے کا اوپائے ہے ؛

نفسانی خواہشوں میں وہ آنند نہیں جو روحانی برکتوں میں ملیگا۔ نفسانی خواہشوں کا آنند جھوٹا۔ انجام میں دُکھدائی اور جلدی نشٹ ہونیوالا ہے ہاں روحانی آنند ہی دیرپا اور شریر بھسم ہونے کے بعد آتما کے ساتھ جانیوالا ہے اگر میں اندریوں کے آنند کی پراپتی میں محو ہو رہا ہوں۔ تو درحقیقت میں اپنی آتما کو مردہ بنا رہا ہوں۔

میرے ہردے میں دھرم کی بجائے دُنیاوی عزت اور اعلےٰ عہدوں کی زبردست خواہش ہے۔ میں دُنیا کی فنا ہونیوالی چیزوں کی پراپتی میں سرتوڑ کوشش کر رہا ہوں ابھی تو میں یہی سمجھ رہا ہوں کہ اس کے سمان اور کوئی آنند نہیں۔

میری ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے اور یہی اچھیا ہے کہ میں ہمیشہ جیونت جاگرت رہوں۔ بھوگوں سے ہر وقت میرا دامن بھرپور رہے۔ میرے سُکھ میں کوئی وگھن ڈالنے والا نہ ہو اور خلق خدا ہر وقت میرے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہے۔ سچ تو یہ ہے مجھ کو پرلوک کا کچھ بھی خیال نہیں۔ دُنیا کی چمک نے میرے ہردے کے رُوپی نیتروں کو دھندلا بنا رکھا

ہے میں یہ نہیں سمجھتا کہ بھوگوں سے آتما ترپت نہیں ہوتی بلکہ ان کے
مناسب استعمال اور تیاگ سے ترپت ہوتی ہے۔ مجھ کو جاننا چاہیئے کہ اندریوں
کو باہر کی طرف سے کھینچ کر اندر کی طرف جھکانے میں سچا سُکھ ہے۔ میری کام
کوشش اور تمام خواہشیں انتر دھیان بننے کی ہونی چاہیئے۔ مجھ کو سمرن
رکھنا چاہیئے کہ جو لوگ دُنیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔ جو
اپنے آپ کو اندریوں کا غلام بناتے ہیں وہ ہمیشہ اندھکار میں رہتے ہیں۔
اُن کی آتما کبھی شانت نہیں ہوتی۔ پرماتما کرپا کریں مجھ بھُولے بھٹکے ہوئے
کو پاپ سے چھوڑا کر پُن وان بنا دیں۔ اور اپنے چرنوں میں بیٹھنے کا ادھیکار
پردان کریں۔ مجھ کو بتائیں کہ کس طرح میں آپ کی پُوجا کروں۔ آپ ہی میرے
پرم پتا اور پرم گورو ہو۔ آپ ہی میرے سچے ہتیشی اور کلیان کے داتا ہو۔
میں آپ ہی کی شرن میں ہوں۔ شرن پڑے کی راکھو لاج :

ساتواں اُپدیش

عملی جیون

اِنسان اِس دُنیا میں قدم رکھتے ہی پرماتما کی وِچیتر رچنا کو دیکھ کر اُس کا
گیان حاصل کرنیکی اِچھیا کرتا ہے۔ یہہ اِچھیا سُبھاوِک ہے اگر یہ نہ ہو تو
سنسار میں آنا اور نہ آنا برابر ہے۔ پہلے اُن چیزوں کا گیان حاصل کرتا ہے
جو ہر وقت اُسکے اِردگِرد موجود رہتی ہیں اور جیوں جیوں اُس کی ذہنی طاقتیں
نشو و نما پاتی ہیں تیوں تیوں وہ اپنے گیان کے دایرہ کو بھی پھیلاتا جاتا ہے
یہاں تک کہ کوئی سمیہ آتا ہے جبکہ وہ اپنے آپ کو عالم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ اگر
وہ اِن ادبھت پدارتھوں کا گیان حاصل کرنے کے بعد اُن کے بنانے والے
کو نہیں جانتا تو اُسکے عالم ہونے سے کیا فایدہ۔ درحقیقت وہ اُس غریب شخص
سے بھی بدتر ہے جو اگرچہ عالم نہیں مگر خدا ترس ہے۔ کیا ہوا اگر عالم پرتھوی
سے لیکر سورج پرینت ہر ایک پدارتھ کا گیان رکھتا ہے مگر اُس کے ہردے

میں پرماتما کو جگہ نہیں۔ پرماتما کو جانتے ہی سے انسان اندریوں کے استعمال کا یتھارتھ
گیان حاصل کر سکتا ہے اور پرماتما ہی کے پاس بیٹھنے سے وہ اپنے آپ کو
ناچیز سمجھنے لگتا ہے۔ جب ایسا کرتا ہے تب ہی اُس کی آتما اونت ہوتی ہے
عالم ہونا بُرا نہیں بلکہ یہ وہ گُن ہے جس کی ہر ایک کو اچھیا رکھنی چاہیئے مگر علم
اُس وقت پھل دائک ہوگا جب اُسکے ساتھ اُس عالم ہمیشاں کا بھی خوف رہے۔
نہیں تو وِدّیا پاپ کا مول ہے اور اُسکا گھات کریگی۔ وِدّیا درحقیقت ایک
دو دھاری تلوار ہے جس کا مناسب استعمال ایک برکت ہے ورنہ یہہ خون کر دیتی
ہے اُس شخص کا جو اِسکا ناجائز استعمال کرتا ہے۔ وِدّیا کے ساتھ دھرم کا
یوگ ہوتے ہی یہ انسان کے سامنے سُکھوں کا بھنڈار کھولدیتی ہے نہیں تو
دُکھ کی زنجیروں میں جکڑ کر بندیخانہ میں سیر کراتی ہے اسلئے عالم کا فرض ہے
کہ وہ پرماتما کی طرف جُھکے پھر وہ اپنی ذہانت اور علمیت کے پھل کو اودے ہوتا
ہوُا دیکھیگا۔ اور اپنی آتما میں پرم شانتی پائیگا۔
میرا یہہ اودیش ہونا چاہیئے کہ لوکک گیان کے ساتھ پرلوکک گیان کو بھی
ملا دُوں۔ لوکک گیان کی بجائے آتم گیان کی زیادہ پرواہ کروں۔ آتم گیان
کی پراپتی کے لئے لوکک گیان کو بھی سماپت کر دوں کیونکہ جو سُکھ آتم گیان میں
ہے وہ لوکک گیان میں نہیں۔
دُنیا کی طرف جتنا زیادہ میں جھکوں گا اُتنا ہی زیادہ دُکھ اور تکلیف ہوگی
اور آتما کی طرف جتنا زیادہ جُھکونگا اُتنا ہی بے انداز سُکھ اور شانتی ہوگی۔ اگر
مَیں اُن پدارتھوں کی تلاش میں سرگرداں رہوں۔ جن کا پھل انجام کو دُکھ ہی
دُکھ ہے جن کے سیون سے آتما کو بیقراری ہوتی ہے تو میرے سمان کون

مُورکھ ہے۔ پرماتما یہ نہیں دیکھتے کہ مَیں کتنا عالم ہوں بلکہ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ میری آتما کہاں تک بے داغ ہے اور اگر میری آتما پوتر نہیں تو میرا گیان میری شفاعت نہیں کریگا۔ پوتر آتما ہی پرماتما کے حضور میں نربھئے کھڑی ہو سکتی ہے۔

میری یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ جس درجہ تک میرا گیان ہو اُسی درجہ تک میری آتما بھی پوتر ہو نہیں تو مَیں پاپی ہوں اور دوسروں کی نسبت زیادہ دنڈ کا بھاگی ہوں۔ مجھ کو اپنے گیان کا ابھیمان نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ہمیشہ نیچے نظر رکھنی چاہیئے کیونکہ اُس جگت پتی کے راج میں ایک دوسرے سے بڑھ کر گیانی ہے۔ مجھ کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ابھی میں طفل مکتب ہوں اور کہ جنم جنمانتر کی کوشش کے بعد بھی مَیں اپنے آپ کو گیانی نہیں کہہ سکتا۔ کمزور انسان کیونکر اُس جگت پتی کی لاتعداد برکتوں کا گیان حاصل کر سکتا ہے جبکہ ایک ہی پدارتھ کی ماہیت سمجھنے کے لئے کئی ایک سال درکار ہیں۔ اسلئے نخوت اور غرور کو تیاگ کر میری بانی سے ہر وقت یہی شبد نکلے۔ "او بچے کو جھولا مارسی بیواں رہے ٹل ہا ہا۔ مَیں اگیانی ہوں اور درحقیقت مَیں کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ ابھی تک مَیں شُہرت کا بھُوکھا ہوں۔ ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ ہوں۔ مینے ابھی تک اپنے جیون کی پڑتال نہیں کی۔ جب مَیں کبھی ایک دفعہ انتر دھیان ہو کر اپنے کارناموں پر نظر ڈالونگا تو پھر مجھ کو میری اصلیت معلوم ہوگی۔ مَیں ابھی تک اپنے آپ کو سب سے اوتم جان رہا ہوں۔ اور دوسروں کو ادب اور عزت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ مجھ کو میرے دوش دوشن پر تبت نہیں ہوتے بلکہ گن دکھائی دیتے ہیں۔ درحقیقت ابھی تک خودی کی رنگین عینک

میری آتما کی آنکھوں پر لگی ہوئی ہے جب کبھی یہہ اُتریگی تب میں اس قابل ہونگا
کہ دوسروں کو پاپ آلودہ جیون بھوگتے ہوئے دیکھ کر بھی یہ کہونگا میرا جیون ان
سے بھی زیادہ سیاہ ہے کیونکہ میں آزمایش میں نہیں ڈالا گیا۔ اور میں اُتنی ہی دیر
تک سدآچاری ہوں جب تک میری پریکشا نہیں ہوتی۔

میرے عزیزو۔ سمرن رکھو کہ ہم سب کمزور اور ناتواں ہیں۔ خواہ ہم میں سے
کوئی کتنا ہی عالم کیوں نہ ہو۔ ہم سے بلوان وہ ہے جو اپنے سروسو کو ایشور کے
ارپن کر چکا ہے اور اپنی آتما میں اُسکا درشن کرتا ہے۔

جگت پتا۔ ہم سب کمزور اور ناتواں ہیں پاپ کے دلدل میں پھنسے ہوئے
ہیں۔ اگیانی ہیں اور اندھکار میں بہے جا رہے ہیں۔ آپ بل پتی ہو۔ گیان
کے اکھنڈ بھنڈار ہو۔ دیاوان ہوکر ہم کو ہماری ہین دشا سے اوپر اُٹھا کر
اپنی گود میں بٹھاؤ تاکہ ہم شانتی کو پراپت ہوں ؀

آٹھواں اُپدیش

ایکانت سیون

بزرگ آریہ رشی ہمارے جیون کو مدھومئے بنانے کے لئے اُس اعولیہ ابھیاس کا اُپدیش کرتے ہیں جس کے سیون سے اُن کا اپنا جیون کرت کرت ہوا۔ اور اُن کی آتما نے اس فانی چولے کو پرسن ہو کر تیاگ کیا۔ وہ ابھیاس ایکانت میں اپنے جیون کا پاٹھ کرنا ہے۔ رشی لوگ بستی کے شور و غل سے نکلکر ہمیشہ ایکانت سیون کرتے رہے۔ ایکانت سیون سے اُنہوں نے دھرم کے اُن گوڑھ مسایل کو حل کیا جن کے حل کرنے میں مغربی دُنیا باوجود طبیعت کی ازحد روشنی کے اسمرتھ ہے۔ اور اُن ہی صداقتوں کے سامنے جو ہمارے پُورب رشیوں نے گہرے سوچ و وچار کے بعد پرگٹ کی تھیں۔ اب مغربی ممالک کے ودوان نہیں جھکا رہے ہیں۔ موجودہ زمانہ کے لوگ جنہوں نے ایکانت سیون کی مٹھاس کو پان نہیں کیا وہ شاید ہمارے ساتھ اتفاق نہ کریں۔ مگر ہم یہ کہنے سے نہیں رُک سکتے کہ آتما کے صاف ہوتے ہی پرماتما اُن صداقتوں کو انسانی ہردے میں پرگٹ کرتے ہیں جو صداقتیں

اُن کی نزدیکی حاصل کرنے میں کارآمد ہوتی ہیں ۔ ایکانت ہی میں جاکر آتما کی صفائی کے سادھن پرگٹ ہوتے ہیں اور جب انسان اُن سادھنوں کے درمیان سے اپنے آپ کو گذارتا ہے تو نسندیہ اُس کی آتما نرمل ہوجاتی ہے ۔ آتما کے نرمل ہوتے ہی پرماتما اپنے گیان کا پرکاش کرتے ہیں ۔ گیان کے ملتے ہی مُکتی امرت پد کو پراپت ہوجاتا ہے ۔ دُنیا میں پدارتھ ودّیا کے جاننے والے لوگوں کا ابھاؤ نہیں مگر جس انسان نے ایکانت سیون دوارا اپنی آتما کو صاف نہیں کیا اُس کے لئے پدارتھ ودّیا وہ پھل نہیں لاسکتی جو یوگی کے لئے لاتی ہے یوگی ہر ایک پدارتھ میں اُس مہان شکتی کو کام کرتا ہوا دیکھ رہا ہے اور اُس کے ہردے سے ہر وقت دھنیہ دھنیہ کے شبد نکل رہے ہیں ۔ مگر آتم گیان سے شُن ہردے میں وہ آنند کی لہر کبھی پرگٹ نہیں ہوتی ۔ دُنیاوی پدارتھوں کا گیان اُس وقت لابھ دایک ہوتا ہے جب انسان میں ایکانت سیون کی عادت ہو ۔ اسلئے رشیوں کی ہدایت کے انوسار ودّوان لوگوں کو بھی ایکانت سیون کرنا چاہیئے ۔ رشی لوگ فرماتے ہیں ایکانت کے لئے کوئی خاص وقت مقرر کرو اور ہر روز اپنے جیون کے نشیب و فراز پر وچار کرتے ہوئے پرم دیو پرماتما کا پوِتّر نام اُچارن کرو ۔ اُن کے پریم اور اُن کی دیا کا وچار کردیہ آپ کے ہردے میں پرماتما کے لئے گہری عزت پیدا کریگا اور آپ کے ہردے کو شکر گذاری سے بھرپور کریگا ۔ وچار کے لئے سب سے اوتم سمیہ برہم مہورت کا ہے جو سورج اودے اور است ہونے کے سمیہ چار گھڑی رہتا ہے ۔ اُس سمیہ بستی سے باہر جاؤ اور سوچھ ہو کر شُدھ استھان میں بیٹھ کر ابھیاس کرو ۔

ابھیاس کے سمیہ اُن پرشنوں کو اپنی آتما کے سامنے مت آنے دو جو اشانتی

پیدا کرنے والے ہوں بلکہ یہ وچار کرو کہ کس طرح آپ آتم گھات کی حد سے
دور رہ سکتے ہو۔ اپنے جیون کے روشن پہلو کو اپنے سامنے مت لاؤ۔ بلکہ
ہر وقت اپنے جیون کا تاریک پہلو مدنظر رکھو۔ اور اُن پاپوں کو سمرن کر کے سچے
ہردے سے پشچاتاپ کرو جو آپ کی آتما کو گھائل کر رہے ہیں ایسا کرنے پیشتر آپ
کے واسطے نہایت ضروری ہے کہ آپ اُن لوگوں کی صحبت سے جو ابھیمانی
نندک، دروغگو۔ ہنسک۔ اپنی تعریف اپنے منہ سے کرنے والے یا سُن کر
خوش ہونے والے ہوں بچے رہو۔ اور اُن سادھوؤں کی سنگت کرو۔ جن کا
ہردہ صداقت سے بھرپور ہے۔ اور جن کی آتما دھرم کے رنگ میں رنگی
ہوئی ہے ایسا کرنے سے آپ میں کم گوئی کی عادت سبھاوِک پیدا ہوگی۔
اور اُن کے پوِتر جیون کا اثر بھی آپ پر ضرور ہوگا۔ باتونی منشوں کی صحبت
کا اثر دوسروں پر ضرور ہوتا ہے۔ اِس لئے مناسب ہے کہ ہم لوگ نئی نئی
باتیں اور افواہوں کے سُننے سے اپنے آپ کو ہر وقت دور رکھیں۔ جب ہماری
یہ عادت سُبھاوِک ہوجاویگی تو پھر اُتم اور کارآمد مسائل پر سوچ وچار کرنے
کے لئے ہم کو کافی وقت مِل جاویگا۔ مسخرہ پن کی عادت چھوڑ دو۔ وِشواش
رکھو جو زیادہ مسخرے ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ دروغگو بھی ہوتے ہیں۔ مسخرہ
ہمیشہ اُن لوگوں کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے جن سے اس کو کسی پرکار کا بھئے
نہیں ہوتا۔ نربل لوگوں کے ساتھ ہنسی کرنا نہ صرف اُن کی آتما کو دُکھی کرنا
ہے بلکہ اپنی آتما کو بھی پاپ سے دوشت کرنا ہے۔ اس لئے ایسی عادت ڈالو
کہ آپ کی بانی سے کوئی ایسا شبد نہ نکلے جو دوسروں کے لئے دُکھدائی ہو۔
جب آپ ایسی بُری عادات سے اپنے آپ کو بچائے رکھوگے تو ضرور آپ کی

آتما دھرم کی تلاش میں جھکیگی اور آپ پھل پاؤ گے۔ بزرگ آتم درشی لوگوں نے اپنی زندگی کا بڑا بھاری حصہ ایکانت میں بسر کیا ہے۔ اُنہوں نے دنیاوی شور و غل سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اِنسانی صحبت سے اپنے آپ کو بچایا ہے وہ انسانی صحبت میں رہنے کی بجائے پرم دیو پر ماتما کی سنگت میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے۔ کیونکہ انسانی سنگت میں آشانتی اور پرماتما کی سنگت میں امرت کی پراپتی ہوتی ہے۔

اِنسان جتنا زیادہ آتم گھاتیوں کی صحبت میں رہتا ہے اُتنا ہی زیادہ اِنسانیت کے درجے سے نیچے گرتا ہے۔ میرا اپنا یہ تجربہ ہے۔ کہ جیوں جیوں میں زیادہ انسانوں کی صحبت میں رہا اُتنا ہی زیادہ مجھ کو آشانتی حاصل ہوئی۔ اُن کے ساتھ باتیں کرنے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملانے سے میری آتما نیچے گرتی گئی مجھ میں یہ سامرتھ نہیں تھی کہ میں اپنی زبان کو لگام دے سکوں۔ اِس لئے بے ضرورت باتوں سے میں اپنے آپ کو بچا نہ سکا۔ اور جب اس کے بعد میں ایکانت میں گیا تو میری آتما میں سخت درجہ کی پشیمانی پیدا ہوئی۔ اور میرے اندر سے یہ آواز نکلتی ہوئی سُنائی دیتی تھی کہ کاش کہ میں اپنے گھر کی چاردیواری سے باہر نہ نِکلتا اور اگر نکلتا تو بیہودہ باتوں کے کہنے اور سُننے سے الگ رہتا اس لئے جو لوگ اپنی آتما کو پوترتائی کی سب سے اونچی چوٹی پر لے جانا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اِنسانوں کی صحبت میں جانے سے پہلے اُن کا امتحان کر لیا کریں۔ اُن کے کرموں کا چنتن اور ساتھ ہی اُن کے سُبھاؤ کی پریکشا بھی کر لیں۔ تاکہ پھر پشچاتاپ نہ کرنا پڑے۔

ہمارے واسطے نہایت ضروری ہے کہ پہلے ہم اپنے گھر میں ایکانت سیون

کی عادت ڈالیں۔ جن لوگوں میں یہ وصف نہیں۔ اُن کو نہ اپنے گھر کی چار دیواری میں اور نہ ہی باہر جا کر سچی خوشی حاصل ہو سکتی ہے +

دُنیا آزمائیش کی جگہ ہے یہاں جتنا انسان زیادہ دھرم کی طرف بڑھتا ہے اُتنا ہی زیادہ کٹھن اُس کی پریکشا بھی ہوتی ہے۔ ایک جاہل انسان کی نسبت ایک وِدوان اپنے کرموں کا زیادہ ذمہ وار ہے مورکھ انسان کے لئے پاپ اتنا کلیش دینے والا نہیں جتنا ایک وِدوان کے لئے ہے زندہ انسان کبھی بھی اپنے آپ کو پاپ کے حملہ سے بچا نہیں سکتا جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم باہر جا کر آزمائشوں سے بچے رہیں گے۔ وہ غلطی پر ہیں۔ اس لئے دھارمک انسان کو کبھی بھی خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہم محفوظ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آتم ورشی لوگوں نے ہر ایک اِنسان کے لئے ایکانت سیون کرنے کا حکم دیا ہے۔ بہت لوگ اس خیال سے کہ چونکہ ہم دھارمک ہیں اور اس لئے ہم بیرونی آسیب سے بچے رہیں گے اپنے آپ کو نامناسب حرکات میں اُلجھا لیتے ہیں جن سے آخرکار اُن کو بھی پچھتانا پڑتا ہے۔ دنیا میں وہی شخص اپنے آپ کو پھنساتا ہے جو بھوگوں کا زیادہ متلاشی ہو۔ اور وہی شخص زیادہ دکھ بھی اُٹھاتا ہے کیونکہ جتنا انسان بھوگوں کی پراپتی کے لئے اُن کے پیچھے بھاگتا ہے اُتنا ہی بھوگ آگے آگے بھاگتے ہیں۔ جائز بھوگوں کو حاصل کرنا انسانی حق ہے۔ مگر یہ بہت مشکل ہے کہ انسان جائز بھوگوں کے حاصل ہونے پر صبر کرے۔ انسان پہلے ایک بھوگ کی اِچھیا کرتا ہے۔ جب وہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے تو فوراً دوسرے کی ابھلاشا پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح ترشنا کے اتھاہ سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ ہاں وہی انسان جس نے ایکانت سیون دوآرا یہ جان لیا ہے۔

کہ میرا اِس لوک اور اس لوک کے سُکھوں کے ساتھ کیا سمبندھ ہے شانتی
سے اس سنسار کی پیچیدہ رچنا میں سے گذر سکتا ہے - جس طرح باغ کا مالک
اپنے باغ کے دروازے پر یہ نوٹس لگا دیتا ہے کہ ہر ایک انسان اس باغ
میں سیر کر سکتا ہے مگر اس کا پھل یا پھول توڑنے کا کوئی حق نہیں - اسی
طرح اُس پرماتما نے اس دنیاوی باغ میں اپنے وید رُوپی گیان دوارا یہ
اعلان کر دیا ہے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو تیاگی ہو کر بھوگو اور
دوسرے منش کے بھوگ چھیننے یا خراب کرنے کی کوشش نہ کرو جس بھاگوان
نے اس اعلان کو اپنے دل میں جگہ دی ہے وہی اپنے مالک کو پرسن کر سکتا ہے
ور اسی کا دامن اس دنیا سے اوجل رکھ سکتا ہے - اس لئے چند روزہ خوشیوں کی
ناجائز محبت سے دِل ہٹا کر انتر دھیان ہونے کی کوشش کرو - انتر دھیان
ہونے سے آپ کو وہ آنند ملیگا جو چکرورتی راج کے پراپت ہونے پر بھی نہیں
مل سکتا - جتنا زیادہ عرصہ آپ ایکانت سیون کرو گے اُتنا ہی زیادہ آپ شانتی
حاصل کرو گے اور اُتنا ہی زیادہ روحانی بھید آپ کی آتما کے سامنے کھلینگے
تجربہ کی بات ہے - پھر آپ کو اس صداقت کا پتہ لگیگا - جوانی کے دِنوں ہی
سے جبکہ اندریاں پورے یوبن پر ہیں - ایکانت سیون کرنے کی عادت
ڈالو - اس کا پھل آپ کو بڑھاپے میں جا کر ملیگا جبکہ آپ کا شاریرک بل کم
ہو جائیگا اس سمیہ آپ اپنی آتما میں وہ بل پرتیت کرو گے جس بل کے سامنے موت
کانپتی ہے درحقیقت یہ ابھیاس نہایت سُکھدایک ہے - دھارمک آتما کو جو شانتی
خاموشی اور تنہائی میں ملتی ہے وہ کسی اور طریقہ سے نہیں مل سکتی تنہائی میں
جا کر ہی وہ پردہ دور ہوتا ہے جو آتما اور پرماتما کے درمیان ہے - چونکہ ہماری

نفسانی خواہشیں ہم کو باہر کی طرف بڑے زور سے کھینچ رہی ہیں اور اُن چیزوں کے
حاصل کرنے کی خواہش ہم میں پائی جاتی ہے۔ جن کا حاصل کرنا ہمارا کوئی حق
نہیں یہی وجہ ہے کہ ہم گوشہ نشینی پسند نہیں کرتے اور یہ اسو لئے ابھیاس ہم کو ذرا دُکھ
پرتیت ہوتا ہے۔ مگر اگر واستو میں دیکھا جاوے تو اس کے سمان اور
کوئی دلپسند آسائش ہو نہیں سکتی۔ وشواش رکھو جسمانی آسائش اگرچہ ظاہرا
طور پر نہایت رنگین اور خوبصورت پرتیت ہوتی ہے۔ مگر واستو میں یہ
اُس زہریلے سانپ کی طرح ہے جو اگرچہ کومل اور سُندر پرتیت ہوتا ہے مگر
آخر کار انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ انسان جتنا زیادہ آسائش کا گرویدہ ہوتا
ہے اُتنا ہی زیادہ آتما کا گھات کرتا ہے۔ انسان کو ہر وقت یہ خیال کر لینا چاہئے
کہ جسمانی خواہشوں کا پیمانہ اُس وقت لبریز ہوتا ہے جبکہ انسان آتم رکھشا کی
سیڑھی پر قدم رکھتا ہے۔ آتما کے پوتر ہوتے ہی وہ ان سکھوں کا پاتر بنتا ہے،
جن کی پراپتی کے لئے وہ اس وقت سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ وشواس رکھو دھرم
سُکھوں کا مُول ہے۔ دھرم کے بغیر دُنیاوی آسائش جسم کو بلوان بنانے کی
بجائے کمزور اور دُربل بنا دیتی ہے۔ پرتھوی سے لیکر آفتاب تک نظر اُٹھاؤ
اور دیکھو کہ کونسی چیز ہمیشہ قائم رہ سکتی ہے۔ ذرا وچار کرنے سے آپ کو معلوم
ہو جائیگا کہ اس جگت میں ہر ایک پدارتھ تبدیل ہو رہا ہے۔ جو ظہور میں آیا
وہ ضرور تبدیل ہو گا۔ جو پیدا ہوا وہ ضرور موت کا شکار ہو گا۔ آتما ہی ابناشی
ہے اس لئے تبدیل ہونے والی آسائشوں سے علیحدہ ہو کر آتما کی طرف جھکو
اسی میں جیو کا کلیان ہے۔ اندریوں کو انتر مکھ کر کے پرم دیو پرماتما کے چرنوں
میں سیس جھکاؤ۔ پاپ کرم پاپی لوگوں کے لئے چھوڑ دو۔ اور اُن کو پاپ

سے بڑھتے ہوئے دیکھ کر اپنے سیتہ مارگ سے مت گرو۔ وشواش رکھو انت کو دھرم کی جے ہے۔ کیا ہوا اگر آپ کا دامن اس لوک کے سکھوں سے بھرپور نہیں ہوا۔ مگر آپ وشواش رکھو۔ آپ اُس سوکھ کے بھاگی بن رہے ہو جو سنسارک پدارتھوں کے بھوگ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لئے جو کوئی اپنا کلیان چاہتا ہے۔ اُس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ایکانت میں جا کر اپنے مَنہ کرموں کا چنتن کرتا ہوا اُن سے دور رہنے کے لئے پرم دیو پرماتما سے بل کی یاچنا کرے۔ اس اکھنڈ بھنڈار سے اُس کو ضروری بل ملے گا۔ جو کوئی شردھا پوربک اُس جگت پتی کے دوار پر گیا ہے وہاں سے بھرپور ہو کر واپس آیا ہے۔ وہ کبھی کو خالی ہاتھ نہیں واپس کرتے۔ پاپی ہو پن آتما ہو سب کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور سب کو نہال کرتے ہیں۔ اُن کے درشن سے ہردے کی گانٹھیں کھل جاتی ہیں۔ تمام سنشے دور ہو جاتے ہیں۔ اور پاپ دور بھاگ جاتا ہے پرماتما اشیرباد کریں۔ اور ہم کو وشئوں کی گہری نیندرا سے جگا کر اپنے چرنوں میں جھکائیں تاکہ ہم سپوت کہلا سکیں +

بھجن

تیری اُلفت میں الیشور مجھے پرواہ کیا ہے

پڑ کے چرنوں میں ترے سُکھ نہ اٹھاؤں گر میں
یدی بھگتی کا امُولک دھن ملجائے اگر
خواب غفلت میں گذر جائیگی زندگی بے بہا
شانتی کو نہ پاؤں گر جام امرت پی کر

زندگانی کا میرے حیف مزا ہی کیا ہے
پھر مجھے دولت چند روزہ کی پرواہ کیا ہے
کیونکہ اس جگ میں اک دم کا بھروسا ہی کیا ہے
پھر مجھے جنم امُولک کا مزا ہی کیا ہے

نواں اُپدیش

کرم چکّر

سنسار میں کرم چکّر بڑے زور سے چل رہا ہے کرم ہی کے پرتاپ سے ایک بھوگوں کا پتی ہے۔ دوسرا نردھن ہے۔ ایک شہنشاہ ہے دوسرا فقیر ہے ایک گاڑی پر سوار ہے ایک سائیس کا کام دیتا ہے۔ ایک گھاس کاٹتا ہے اور ایک گاڑی کو کھینچتا ہے۔ ایک اندھا ہے دوسرا نیتروں والا ہے۔ ایک روگی ہے دوسرا تندرست ہے۔ ایک سنتان ہین ہے دوسرا سنتان والا ہے ایک حاکم ہے دوسرا محکوم۔ ایک عالم ہے دوسرا بے علم۔ ایک انّ کو ترس رہا ہے اور دوسرے کے گھر انّ کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ ایک سورن کے پاتروں میں کھانا کھاتا ہے اور دوسرے کو مٹی کے پیالے بھی نصیب نہیں ہوتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کرموں کا بھید ہم ہر ایک یونی میں دیکھتے ہیں جہاں

منش یونی میں اونچ اور نیچ آوستھا میں لوگ رکھے گئے ہیں۔ وہاں دوسری یونیوں میں بھی یہی نیم کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً ایک پنجرے میں قید ہو کر اپنا جیون گزارتا ہے اور دوسرا سوتنترتا سے اپنی اچھیا انوسار جنگلوں میں گھومتا ہوا آنند کو پراپت ہوتا ہے۔ ایک قصاب کی چھری سے تڑپ تڑپ کر جان دیتا ہے۔ اور دوسرا اپنی موت مرتا ہے۔ ایک کتا راجہ کے دسترخوان سے اتم اتم بھوگوں کا بھاگ لیتا ہے۔ سردی کے موسم میں گرم کپڑوں میں آرام کرتا ہے اور دوسرا مل کھا کر گذارہ کرتا ہے۔ اور سردی کے موسم میں اپنے بچاؤ کے لئے وہ کسی گھر میں گھسنے نہیں پاتا۔ یہ بھید جہاں ایک طرف پرماتما کے نیائے کو بڑے زور سے پرگٹ کرتا ہے وہاں دوسری طرف اُن کی مہان دیا کو بھی درشا رہا ہے۔ ماتا روگی بالک کو مٹھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ مٹھائی اس کو زیادہ روگی بنا دیتی ہے۔ ماتا بالک کے ہاتھ میں چھری نہیں دیتی۔ کیونکہ چھری سے اس کو نقصان پہونچنے کا ڈر ہے۔ بالک روتا ہے چلّاتا ہے مگر ماتا دھیان نہیں دیتی۔ اور جب تک وہ اُن پدارتھوں کے لئے جن کے لئے وہ اِتنا ولاپ کر رہا ہے اپنے آپ کو پاتر نہیں بناتا اُس کو دِئے نہیں جاتے یہ ماتا کا نیائے ہے اور یہی دیا ہے۔ اس پرکار پرماتما نیائے کاری ہیں وہ ہر ایک جیو کو اسکے کرم انوسار پھل دے رہے ہیں جو اوستھا ہر ایک جیو کو پردان کی گئی ہے وہ عین اس کے مناسب حال ہے اور اس نیا کاری کی مہان دیا کو پرگٹ کر رہی ہے اس لئے کسی جیو کا حق نہیں کہ وہ اپنی اوستھا کی نندا کرے اور پرماتما پر دوش لگاوے اور نہ ہی اُس کا یہ حق ہے کہ دوسروں کو اُتم حالت میں دیکھ کر جلن پیدا کرے۔ اور اُن کو بُری حالت میں گرانے کی کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے۔ تو وہ اور بھی ڈنڈ کا

بھاگی ہوتا ہے اور اپنی موجودہ اوستھا سے نیچے گرتا ہے۔ اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس پرماتما نے جس کو اُتم اوستھا پردان کی ہے وہ اس کی رکھشا بھی کر رہا ہے اور جب تک اُس کے پن کا پھل باقی ہے تب تک اسکی حالت تبدیل نہیں ہوسکتی خواہ کوئی کتنا ہی نیچے گرانے کی کوشش کرے۔ اُس نے تپ دوارا پرماتما کو پرسن کیا ہے اور موجودہ ایشورج اُس پربھو کی پرسنتا کا پھل ہے پربھ سومیہ مورتی دھارن کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے جو اپنے جیون کو اُس کی آگیا انوسار بسر کرتے ہیں ان کی سومیہ مورتی رُدّر روپ ہو جاتی ہے۔ جبکہ انسان اُن سے سرکشی کرتا ہے۔ اس لئے بجائے اس کے کہ آپ اپنی اوستھا کی نندا کرو اور دوسرے لوگوں کو سُکھ کے سامان بھوگتے ہوئے دیکھ کر جلن پیدا کرو۔ آپ تپ دوارا پرماتما کی رودّر مورتی کو سومیہ روپ میں تبدیل کرنے کی کوشش کرو۔ پھر آپ کی اوستھا اوتم ہو جائیگی۔ اور آپ کا دامن بھوگوں سے بھرپور ہوگا۔ جن پدارتھوں کی پراپتی کے لئے آپ بھٹک رہے ہو پہلے اُن پدارتھوں کا اپنے آپ کو پاتر بناؤ اور اس وقت آپ کو ضرور ہی دئے جائینگے۔ اور جب تک آپ پاتر نہیں ہوتے تب تک وہ بھوگ نہ ہی مل سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کلیان دایک ہوتے ہیں پرماتما پریم مئے ہیں اور آپ سے ہت کر رہے ہیں اُنھوں نے نہایت دانائی سے دھن اور بزرگی کی تقسیم کر رکھی ہے اس لئے آپ کی موجودہ اوستھا آپ کے مناسب حال ہے آپ نہایت شانتی اور شکر گذاری سے اُس اوستھا میں رہ کر بھی اپنے آپ کو اوچ اوستھا کا پاتر بناؤ۔ اور اُن پدارتھوں کی خواہش مت کرو جن کے آپ پاتر نہیں جب آپ پاتر ہوگے تو خود بخود وہ پدارتھ آپ کو دئے جائینگے۔ اگر آپ یوگتا کے بغیر اچھیا کرتے ہو۔ تو آپ کی اِچھیا پورن نہ ہوگی۔ اور پھر بھی اگر آپ سینہ زوری سے اُس

اِچھیا کو پورن کروگے تو وہ آپ کا گھات کریگی۔ کیونکہ آپ کی اچھیا پرماتما کی
مرضی کے برخلاف ہے۔ اسلئے اگر اپنے ہردے میں شانتی چاہتے ہو۔ تو ہر اوستھا میں
پرسن رہ کر پرماتما کا شکریہ ادا کرو۔ یاد رکھو ناجائز ترشنا پاپ کا مول ہے اور انسان
کے ہردے میں آتے ہی اشانتی پیدا کر دیتی ہے۔ پاپ سے بزرگ ہونا اور
بھوگوں کا پتی بننا پرلے درجہ کی نیچتا ہے۔ اُن کے ہردے میں نفس پروری کی
ہر وقت اچھیا رہتی ہے۔ ابھیمان اور غصہ سے وہ ہر وقت بھرپور رہتے ہیں اِسلئے
وہ نہ اِس لوک میں سُکھ پاتے ہیں اور نہ ہی پرلوک میں اُن کو سکھ ملتا ہے۔ روتے
ہوئے وہ اپنا جیون بسر کرتے ہیں۔ اور روتے ہوئے وہ اپنے پران تیاگتے
ہیں۔ ہاں سچا سُکھ اُن ہی آتماؤں کو ملتا ہے جو اُتم کرم کرتے ہوئے پرماتما کو
پرسن کرتے ہیں۔ اور نمر ہو کر سنتوش سے اپنا جیون وتیت کرتے ہیں اس لئے
ابھی سے نفس کُش ہونے کی عادت ڈالو۔ ابھی سے فروتنی کو حاصل کرو۔ جبکہ
انگ انگ بلوان ہے تاکہ آپ آزمائش کے وقت پھسل نہ جاؤ+

شریر کو پربل بناتے ہوئے آتما کو بھی پربل بناؤ۔ آتمک بل کی پراپتی ہوتے
ہی آپ کا شاریرک بل بھی بڑھیگا۔ اور آپ پھر آزمائش میں کامیابی کا منہ دیکھوگے
دُنیا آزمائش کی جگہ ہے۔ اس آزمائش میں پورا اُترنے کے لئے آتما کی پوترتا کی
از حد ضرورت ہے نہ کہ شاریرک پوترتا کی۔ بیرونی پوترتا شاریرک روگوں کو
دور کرتی ہے۔ مگر آتمک روگوں کے دور کرنے میں گنگا کا جل اسمرتھ ہے اسلئے
جہاں آپ اپنے شریر کو سوچھ بناتے ہو وہاں ساتھ ہی اپنی آتما کا بھی کلیان
ڈھونڈو۔ یہی جیون اُدیش ہے۔ شاریرک بل بھوگوں کے نہ ملنے اور روگ کے ہو جانے
سے گھٹ جاتا ہے مگر آتمک بل کو کم کرنے کی ان میں بھی سامرتھ نہیں اِس لئے

بھاگوان ہے وہ منش جو آتمک بل کی پراپتی کے لئے سر توڑ کوشش کر رہا ہے
وہی اپنی موت کے وقت شانتی پائیگا۔ جن لوگوں کی آتما نربل ہوتی ہے وہ اندریوں
کے غلام ہوتے ہیں اور وہ کبھی بھی آزاد نہیں ہو سکتے۔ جسمانی پدارتھوں کے خواہشمند
کو مایا روپی جال سے مکت ہونے کا کب موقعہ مل سکتا ہے اگر وہ کبھی موہ روپی جال
کو توڑ کر باہر نکلنے کی اچھیا کرتا ہے تو اس کو کٹھن سے کٹھن دکھ بھوگنا پڑتا ہے۔ کیونکہ
اس نے تیاگ سے اپنے جیون کو ویتیت کرنا نہیں سیکھا۔ وہ اس آنند کو کہاں خیال
میں لا سکتا ہے جو ایک سچے تیاگی کو پراپت ہوتا ہے۔ شاستروں کا یہ واکیہ بالکل
ست ہے کہ موہ کے سمان کوئی غم نہیں اور تیاگ کے سمان کوئی آنند نہیں جتنا سنسار
کی طرف جھکو گے جتنا فانی پدارتھوں کے ساتھ پریم بڑھاؤ گے اتنا ہی زیادہ کلیش
اتنا ہی زیادہ دکھ ملیگا۔ اور جتنا ان پدارتھوں سے منہ موڑ کر پرماتما کے چرنوں
میں جھکو گے اتنا ہی زیادہ سکھ اور شانتی نصیب ہوگی یاد رکھو سچی خوشی خواہشوں
کے روکنے سے ملتی ہے نہ کہ ان کے آدھین ہونے سے جسمانی خواہشیں چھن بھنگ
ہیں اور ایک خاص وقت تک ساتھ دیتی ہیں ایسی اچھیاؤں کو حد میں رکھنے سے
آتم ترپتی ہوتی ہے۔ اس لئے ایسا اوپائے کرو۔ جس سے ہر وقت آتما پرسن رہے
اور وقت پر آپ موہ روپی جال کو توڑ کر باہر نکل جاؤ۔ جو لوگ اپنے آشرم کو
تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے یہ سادھن اتینت ضروری اور لابھ دایک ہیں
اور جب تک ان سادھنوں کا شروع سے ابھیاس نہ کیا جاوے اس وقت تک
بان پرست آشرم میں پرویش کرنے کی اچھیا عملی صورت میں پرگٹ نہیں ہوگی
اس لئے اپنے کلیان کے لئے۔ دیش اور دھرم کی سیوا کے لئے ہاں ایشور کے درشن
کرنے کے لئے انسانی زندگی کا یہی اودیش ہے کہ سب لوگ خواہ کسی آشرم میں ہوں

ان اصولیہ سادھنوں کا ضرور ابھیاس کریں۔ ان کا پھل ضرور ادے ہوگا اور اُن کی آتما پر دھرم کا گوڑھا رنگ چڑھیگا۔ ہماری بانی میں سامرتھ نہیں کہ ہم اس پھل کے مٹھاس کو بتا سکیں ہاں ابھیاسی لوگوں کی آتما ہی اس کو انوبھو کر سکتی ہے ایشور اشیرباد کریں کہ ہم لوگ سچے تیاگی ہو کر سنسار ریاترا کو سماپت کریں۔ موت کا سندیسہ آنے سے پیشتر ہی ہم اُن کو پرسن کرنا سیکھیں۔ یہی اُن کا حکم ہے۔ اس حکم کو اُنہوں نے اپنی وید روپی بانی میں نرو پت کیا ہے اور بتایا ہے کہ سب لوگ نشکام کرم کرتے ہوئے سو سال تک جینے کی اِچھیا کریں۔ مگر دوسرے لوگوں کے سُکھ بھوگ چھیننے یا خراب کرنے کی اِچھیا نہ کریں کیونکہ جو منش پھل میں آسکت نہ ہو کر اپنے کرتب کا آچرن کرتے ہیں۔ اُن کے لئے کرم بندھن کا بھیتو نہیں ہوتا۔ ہمارا دھرم ہے کہ ہم اس ایشوریہ حکم کا پالن کریں تاکہ ہمارا جیون میٹھا ہو ٭

بھجن

کرنی کا ڈھنگ نرالا ہے۔ کرنی کا ڈھنگ نرالا ہے
کوئی ڈگمبر کوئی پیتامبر۔ پہنے شال دو شالا ہے
کوئی بھبوت ہے کوئی سیناپتی۔ کوئی گدڑیا گوالا ہے
کوئی اندھا کوئی لولا۔ لنگڑا۔ کوئی گورا کوئی کالا ہے
کوئی بھوکا پیاسا پاگل ہے۔ کوئی مدھ پی متوالا ہے
کوئی مدھکی بھنگی چرسی۔ کوئی پیوے پریم پیالہ ہے
جب تک پھرے نہ من کا منکا۔ کیا تسبیح کیا مالا ہے
نشدن بھجے جوہری کو آپس چند۔ سوئی کرنے والا ہے

دسواں اُپدیش

دُکھیں شانتی کی رکھشا

سنسار کرم پھل بھوگنے کی جگہ ہے یہاں نہ ہمیشہ سُکھ ہے اور نہ دُکھ جس پرکار اندھیرے کے بعد روشنی اور روشنی کے بعد اندھیرا ہوتا ہے۔ اُسی پرکار دُکھ کے بعد سُکھ اور سُکھ کے بعد دُکھ ہوتا ہے۔ دُکھ اور سُکھ کا ٹھیک رات اور دن کی طرح سنیوگ ہے جو لوگ آج سُکھی ہیں وہ کل دکھی ہونگے۔ اور جو دُکھی ہیں وہ سکھی ہونگے۔ جس طرح سورج کی روشنی ایک ہی جگہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتی بلکہ بدلتی رہتی ہے اسی طرح نہ ہمیشہ دُکھ رہتا ہے اور نہ ہی سُکھ۔ اِس لئے سکھ کی حالت میں دُکھ کا خیال رکھو اور اُس دکھ کو سہن کرنے کے لئے اپنے آپ کو یوگ بناؤ۔ جو دُکھی ہیں اُن کے جیون کا پاٹھ کرو۔ اور اُن کے پاس جاکر اُن کی مصائب کو معلوم کرو اور وچارو کہ کس شانتی سے یہ لوگ اپنی مند اوستھا کو بھوگ رہے ہیں اِس

پرکار کے وچار سے آپ کو سبق ملیگا۔ اور جب آپ پر مصیبت آئیگی تو آپ بھی شانتی
سے اسکو سہن کروگے بھولے ہوئے ہیں وہ لوگ جو سُکھ کی حالت میں دُکھ کا خیال
نہیں کرتے ان کو سمرن رکھنا چاہئے کہ یہ پرماتما کا اٹل نیم ہے کہ مصیبت اور دُکھ
سے کوئی بچ نہیں سکتا اور اس لئے ہر ایک مُنش کا یہ اعلیٰ فرض ہے کہ وہ ہر ایک
اوستھا میں گذرنے کے لئے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھے۔ جو لوگ شروع سے تیاری
نہیں کرتے وہ اپنی اوستھا کے تبدیل ہونے پر ویاکل ہو جاتے ہیں اور ان میں سمرتھہ
نہیں ہوتی۔ کہ وہ اپنی نئی اوستھا کو برداشت کرسکیں۔ دنیا کا اتہاس اس امر کی شہادت
دیتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنی اوستھا کے تبدیل ہونے کا کبھی سمرن نہیں کیا وہ دُکھ
کے ہونے پر اتنے ویاکل ہوئے۔ کہ انھوں نے موت کو زندگی پر ترجیح دی۔ اپنے ہاتھوں
اپنے گلے کاٹے۔ زہر کے پیالے پئے۔ تڑپ تڑپ کر جان دی۔ جس طرح موت امیر
اور غریب سب کو اپنا گراس بنا رہی ہے۔ اُسی پرکار دکھ سادھو اور آسادھو پر حملہ
کرتا ہے نہ تپسوی اپنی تپسیا کے زور سے دُکھ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی پاپی
اپنی خودسری سے۔ آتما کا جب تک شریر کے ساتھ یوگ ہے۔ اُس وقت تک کوئی
انسان اپنے آپ کو اس کے پنجہ سے بچا نہیں سکتا۔ دوکھ مختلف صورتوں میں
رنگا رنگ لباس دھارن کرکے انسان پر حملہ کرتا ہے آتے ہی تمام سُکھ اور تمام
سمپتی کو ملیامیٹ کر دیتا ہے روشنی کو تاریکی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ شہنشاہ کو
کاسہ گدائی ہاتھ میں دیکر در بدر بھیک منگواتا ہے۔ آزاد کو بندی خانہ کی سیر کراتا ہے
تندرست کو روگی بنا کر چارپائی سے اتنا جکڑ کر باندھتا ہے کہ ہلنے جلنے کی طاقت
نہیں رہتی بندھو والے کو بندھو ہین بنا کر نیچا دکھاتا ہے۔ مغرور کو سرنگوں کرتا ہے ساری
عزت آن کی آن میں ملیامیٹ کرکے غیروں کا دست نگر بناتا ہے یہ اتنے بھیس بدلتا ہے

کہ بیان کی طاقت سے باہر ہیں۔ اِس لئے ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ دُکھ کی اوستھا کو ہر وقت پیش نظر رکھے۔ سوکھ کی حالت میں بھی اپنی اِچھیا سے اپنے آپ کو مُصائب میں ڈالنے کا عادی بنا دے۔ ہر وقت لذیذ اور میٹھے کھانوں کا مزہ نہ اُٹھاتا رہے بلکہ کبھی کبھی نانِ خشک پر بھی گزارہ کرنا سیکھے ہر وقت ریشمی لباس پہن کر خوش نہ رہے بلکہ موٹے کپڑے بھی پہنے برف اور لیمونیڈ وغیرہ ٹھنڈے شربتوں سے اپنی پیاس بجھانے کی بجائے کبھی کبھی سادہ جل بھی پیا کرے۔ سواری میں چلتے ہوئے کبھی کبھی پیدل بھی چلنا چاہیئے۔ جو لوگ اِس پرکار اپنا جیوَن وتیت کرتے ہیں۔ وہ دُکھ کی حالت میں بھی نہیں گھبراتے اور شانتی سے اپنی نئی اوستھا کے درمیان میں سے گذرتے ہیں تمام دکھ تمام مصائب کرم الو سار انسان کے حصہ میں آتی ہیں۔ پُن آتما لوگوں کا جیوَن سکھ سے وتیت ہوتا ہے اور پاپ آتما لوگوں کا دُکھ سے اور کلیش سے جیوں جیوں انسان پن کی طرف جُھکتا ہے تیوں تیوں وہ دُکھوں سے اپنی رکھشا کرتا ہے اور جیوں جیوں انسان اُتم گھاتی ہوتا ہے تیوں تیوں وہ دُکھوں میں زیادہ پھنستا ہے۔ جن لوگوں کا تمام جیوَن پرماتما کی یاد اور پُن میں گزرتا ہے وہ دُکھوں سے مُکت ہو جاتے ہیں۔ مگر جن لوگوں کا جیوَن پُن اور پاپ دونوں حالتوں میں گذرتا ہے وہ سوکھ اور دکھ دونوں کے بھاگی ہوتے ہیں۔ اگر پُن زیادہ ہوتے ہیں۔ تو انسان دیوتاؤں کی یونی کو پراپت ہو کر اُن سُکھوں کو بھوگتا ہے جو دیوتاؤں کا حصہ ہے اور اگر پاپ زیادہ ہوتے ہیں تو انسان اُن یونیوں کو پراپت ہوتا ہے جہاں ہمیشہ اندھکار چھایا رہتا ہے اگر پاپ اور پن یکساں ہوتے ہیں تو جیو آتما درمیانی قالب کو دھارن کرتا ہے جہاں سُکھ اور دُکھ بھی یکساں ہوتے ہیں سکھ اور دُکھ اس جگت پتی کی مہا دیا کو

پرگٹ کرتے ہیں سُکھ کی حالت میں ہم اُن کے سومیہ روپ کا درشن کرتے ہیں اور دکھ کی حالت میں اُن کی ردّو موُرتی کو اپنے اوپر دیکھتے ہیں۔ دونوں پرکار کی موُرتی ہمارے کلیان کے لئے ہے جب وہ پرسن ہوتے ہیں تو وہ ہم کو اُن بھوگوں کا پتی بناتے ہیں جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتے۔ یہ حالت جہاں انکی پرسنتا کو پرگٹ کرتی ہے وہاں ساتھ ہی ہم کو اُن کے نِکٹ گامی بھی بناتی ہے۔ اس سکھ میئے اوستھا کو پراپت ہو کر جیو آتما اُنکے درشن کا ادھیکاری بنتا ہے۔ مگر جو لوگ اس اوچ اوستھا کو پراپت ہو کر اس جگت پتی کو بھول جاتے ہیں اور اُنکے پروان کئے ہوئے بھوگوں میں ہی پروانہ کی طرح مست رہتے ہیں وہ نیچے گرائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے پھر اونچا جانے کے ادھیکاری نہیں رہتے۔ درحقیقت سُکھ کی اوستھا بھی انسان کے پرکھنے کے لئے ایک سادھن ہے جیوں جیوں انسان پرماتما کی پروان کی ہوئی اوستھا کا پاتر بنتا ہے تیوں تیوں وہ اوچ سے اوچ ادھیکار کو پراپت ہوتا ہے۔ یہانتک کہ کوئی سمیہ آتا ہے جب کہ جگت پتی اس کو مرت لوک سے نکال کر اُس اُتل سکھ کا بھاگی بناتے ہیں جس کو شاستر کاروں نے مکتی کے نام سے پکارا ہے مگر جب وہ رودر موُرتی دھارن کرتے ہیں تو انسان کو ایسے لوگوں میں ایسی یونیوں میں بھیجتے ہیں جہاں وہ دُکھ پر دُکھ سہن کرتا ہوا اپنی آتما کو پوتر بنائے جس پرکار سورن اگنی میں ڈال کر شودھا جاتا ہے اسی پرکار دُکھ جیو آتما کو پوتر بنانے کا سادھن ہے۔ درحقیقت انسان کی دونوں حالتیں اسکو پرماتما کے نِکٹ گامی بناتی ہیں اس لئے جب آپ سکھ کی اوستھا میں سے گزرو تو دھرم سے اپنے ہردے کو پورن کرکے پرماتما کو سمرن چت رکھو تاکہ آپ نیچے نہ گرائے جاؤ۔ اور پھر آپ کو اوپر جانے کے لئے

از سر نو تپ نہ کرنا پڑے - دُکھ کی حالت میں جاکر بھی مایوس نہ ہو جاؤ بلکہ وشواس رکھو
کہ آپ کے دن ضرور پھرینگے - ایسا وشواس رکھتے ہوئے دھرم کی شرن لو اور
اُن سادھوؤں کے درمیان سے اپنے آپ کو گذارو جن کے ابھیاس سے جیو آتما
ادیچ پد کو پراپت ہوتا ہے - سُکھ کی قدر وہی جانتے ہیں جو دُکھ بھوگ چکے ہیں مگر
وہ آدمی جس پر کبھی کوئی آپت نہیں آئی وہ سُکھ کی کیا عزت کر سکتا ہے - اسلئے
مبارک ہیں وہ لوگ جو اکثر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں کیونکہ وہ اکثر انسان کو
اُس کی اپنی حالت کی طرف متوجہ کرتی ہیں - انسان کو جب وہ خواب غفلت میں سویا
ہوتا ہے جگاتی ہیں اور اُسوقت انسان سوچتا ہے کہ درحقیقت سنسار کرم پھل
بھوگنے کی جگہ ہے - آزمائش کا ستھان ہے - پوتر ہونے کا سکول ہے - مجھ کو
ضرور ایک نہ ایک دن مجبوراً اُن سب بھوگوں کو چھوڑنا پڑیگا جن کی محبت میں
میں اسوقت اُلجھا ہوا ہوں اور کہ مجھ کو اپنے کئے ہوئے کا پھل بھوگنا پڑیگا - اسلئے
مجھ کو ان پیاری چیزوں کو تیاگ کر دھرم کا سہارا لینا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ مجھ پر اور کوئی
آپت آجاوے جس کا سہن کرنا میری سامرتھ سے باہر ہو - یہ بھاؤ انسان کے ہردے
میں اُسوقت پیدا ہوتا ہے جبکہ اُسکو مصیبت سے گذرنا پڑتا ہے - درحقیقت دُکھ
انسان کو اوپر کی طرف لے جاتا ہے - اس خیال کو لیکر پست سے پست منش دیوتا
بن جاتا ہے - وہ لوگ جن کے ہردے میں پوتر ہونے کا خیال پیدا نہیں ہوا ایک منش
کو جس کا جیون پاپ کے ارپن ہو چکا تھا دھرم کے سادھوؤں کے بیچ میں سے
گذرتے ہوئے دیکھ کر اُس پر وشواس اور کپٹ کا دوش لگا دیتے ہیں - مگر جو پاپ سے
ایک دفعہ بالکل ہو چکا ہے جس کی آتما میں دھرم کی مورتی پرکاش ہو چکی ہے وہ
کب ایسے لوگوں کی نندا سے بھئے بھیت ہوتا ہے - ہاں جیوں جیوں لوگ اُس کی

نندا کرتے ہیں تیوں تیوں وہ زیادہ تیز رفتار سے دھرم کے راستہ پر چلا جاتا ہے
اور منزل کے بعد منزل عبور کرتا ہے۔ نخوت اور غرور کو نمرتا میں تبدیل کر کے اپنے
آپ کو ہر دلعزیز بنا کر زیادہ جوش سے اپنی آتما کو سوچھ بنلاتا ہے کیونکہ انسان کو خوش کرنے
کی بجائے وہ اپنے مالک کو پرسن کرنا چاہتا ہے جس کے ہاتھ میں سُکھ اور دُکھ ہے وہ
اپنے تمام کرم پرماتما کے سہارے کرتا ہے اب اُسکو انسانی ہمدردی کی حاجت نہیں
رہی کیونکہ اب اُسنے اپنے مالک کے چرنوں میں سیس جھکا لیا ہے۔ اب وہ بزرگ بننے
کی ہوس کو تیاگ کر نیک ہونا چاہتا ہے اب اُسکو معلوم ہو چکا ہے کہ دُکھ کا دور کرنا
انسانی طاقت سے باہر ہے اور کہ سارے دُکھ اور سارے کلیش کیول پرماتما کیطرف
جھکنے ہی سے دور ہوتے ہیں۔ اسلئے جیوں جیوں مصیبتیں اُسپر آتی ہیں تیوں تیوں وہ
زیادہ پریم اور شردھا سے پرماتما کے چرنوں میں جھکتا ہے اور وقت آتا ہے کہ وہ
اُن سب مصائب سے بچایا جاتا ہے اور پھر سُکھوں کا پرکاش اُسپر ہوتا ہے اُسوقت
وہ لوگ جو کبھی اُسکو دبھی اور کپٹی کہتے تھے اُس کی سُکھ کی اوستھا کو دیکھ کر حیران
ہوتے ہیں وہ سوچتے ہیں کہ یہ بھبوتی یہ سمپتی یہ مہان سُکھ اُسکو کیونکر پراپت ہوا
اور جب اُس سے پرشن کرتے ہیں تو وہ یہی جواب دیتا ہے دُکھوں نے مجھ کو سوتے ہوئے
جگایا اور مجھ کو بتایا کہ وِشوں کے ملین کیچڑ سے نکلکر پرماتما کی طرف جھکو تم پر سُکھوں کا
دوار کھلیگا۔ وِشوں کے سُکھ میں اور اُس سُکھ میں جس کو میں اب بھوگ رہا ہوں زمین اور
آسمان کا فرق ہے۔ وِشوں کے سُکھ چھن ماتر کے لئے اور انت کو دُکھدائی ہیں مگر
یہ سُکھ دیرپا اور موت کو سُکھدائی بنانے والا ہے۔ تم بھی میری اوستھا سے سبق سیکھو اور
اُن سادھنوں کے درمیان سے گذرو جن کے ابھیاس سے مجھ کو یہ اوستھا پراپت
ہوئی۔ اور تستنہ یہ آپ کی حالت بھی اچھی ہو جاویگی۔ جو عمل کرتے ہیں وہ سُکھی ہو جاتے

ہیں اور جو ایک کان سے سُنکر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں وہ دُکھوں میں پڑے پڑے اپنا جیون گذار دیتے ہیں۔ اُن کو کبھی سُکھ کی ریکھا دکھائی نہیں دیتی اسلئے پورن وشواس رکھو کہ دُکھ پرماتما کی برکت ہے اور انسان کے پوتر ہونے کے لئے ایک ادشدھی ہے۔ جیوں جیوں انسان دُکھ سے پوتر ہوتا ہے جیوں جیوں پرماتما کے چرنوں میں سیس جُھکاتا ہے تیوں تیوں اُسکے ہردے کا اندھکار دور ہوتا ہے اور تیوں تیوں وہ اپنی ذمہ واری کو سمجھنے لگتا ہے۔ جیوں جیوں انسان اپنی ذمہ واری کو سمجھتا ہے تیوں تیوں وہ آزمایش میں ڈالا جاتا ہے اور جیوں جیوں آزمایش پر فتح پاتا ہے تیوں تیوں شانتی کی شیتل دھار اُسکی آتما سے نکلتی ہے۔ درحقیقت انسان کا تمام جیون آزمایش کا جیون ہے اسلئے پورن دھارمک ہونے کی ضرورت ہے۔ نہیں تو کبھی نہ کبھی آزمائشیں اُسکو نیچے گرادینگی۔ مُکتی کا سُکھ اسی وجہ سے مہان ہے کہ وہ جیون کی تمام آزمائشوں میں سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے پرماتما اُس اٹل سُکھ کو اُسوقت تک پردان نہیں کرتے جب تک وہ یہہ نہیں دیکھتے کہ یہ انسان اُسکا ادھیکاری ہے۔ آزمائشیں اتنی زیادہ ہیں کہ اگر ایک آزمائش سے انسان بچتا ہے تو فوراً دوسری آزمایش میں ڈالا جاتا ہے۔ کوئی انسان اِن آزمائشوں سے بھاگ نہیں سکتا جو بھاگنا چاہتے ہیں وہ زیادہ زور کے ساتھ نیچے دبائے جاتے ہیں۔ اِن سے بچنے کا کیول ماتر اوپائے ایک ہی ہے کہ انسان اندر سے پریم کرتا ہوا پرماتما میں پریتی رکھے۔

آزمایش سے بچنے کے لئے دھارمک لوگوں کی سنگتی بڑی لابھدایک ہیں اُن سے آزمائشوں پر مکمل فتح پانے کا اوپائے پوچھو۔ ساتھ ہی اُن بزرگوں کے جیون کا بھی پاٹھ کرو جو اِن آزمایشوں میں ڈالے گئے اور اُنھوں نے نہایت استقلال سے اِن

کا مقابلہ کر کے اپنے آپ کو نیچے گرنے سے بچایا۔ جو سُکھی ہیں اُن کے ساتھ پریم کرو
اور جو دُکھی ہیں اُنپر دیا کرو۔ ایسا کرنے سے سُکھی لوگ آپ کو آزمائشوں میں سے
گذرنے کے لئے سہارا دینگے اور دُکھی لوگ آپ کو آپ کی مصائب میں دھیرج اور
شانتی پردان کرینگے۔ آزمایش کے وقت بلند حوصلہ ہو اور نہایت صبر اور استقلال کے
ساتھ اسکا مقابلہ کرو اگر آپ پرماتما کے چرنوں میں اٹل وشواس رکھوگے اور اس بل پتی
سے بل حاصل کر کے آزمائشوں کا مقابلہ کروگے تو آپ اوش کامیاب ہوگے۔ یاد رکھو
جو لوگ پرماتما کی یاد میں اپنا جیون وئیت کرتے ہیں وہی آزمائشوں پر مکمل فتح پا سکتے ہیں
کیونکہ وہ اُس بل پتی سے بل حاصل کرتے ہیں جس کے وہ سیوک بن چکے ہیں ؛

جو لوگ سنسارک بھوگوں کو ہی پرم سُکھ مان کر اُن ہی کی پراپتی میں اپنی تمام شکتیوں
کو لگا کر پرسن ہو رہے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اُن کو خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ چند روزہ
شاریرک سُکھ تو بھوگ سکتے ہیں مگر آتمک سُکھ اُن کو خواب و خیال میں بھی نصیب نہیں ہوگا
کیونکہ یہ نفس کُتوں کا ورثہ ہے۔ جیوں جیوں دُنیاوی بھوگوں سے انسان کا دامن بھرا
ہوتا ہے تیوں تیوں وہ زیادہ حریص ہوتا ہے۔ جیوں جیوں نفس پروری کی خواہش
بڑھتی جاتی ہے تیوں تیوں وہ پرماتما سے پرے پھینکا جاتا ہے اور مرنے کے بعد
اُن یونیوں کو پراپت ہوتا ہے جو نفس پرور لوگوں کا حصہ ہیں۔ انسان کی خوشی ان فانی
پدارتھوں کی افراط پر ہی انحصار نہیں رکھتی بلکہ ان کی تھوڑی سی مقدار جس سے اُس کا
جیون قایم رہ سکے اُس کے لئے کافی ہے۔ شاریرک سُکھ شریر کے ساتھ نشٹ ہو جاتا
ہے اِس لئے سچے سُکھ کے متلاشی افراط سے شاریرک سمبندھی بھوگوں کو اکٹھا کرنے
کی فکر میں نہیں رہتے بلکہ آتم سُکھ سے اپنی آتما کو مالا مال کرتے ہیں۔

آتم درشیوں نے بھی یہی شہادت دی ہے کہ امرت کی پراپتی کے لئے نفسانی

خواہشوں کو کچلنے کی ضرورت ہے۔ سچے سُکھ کو اپنے آتما میں ڈھونڈو اور آپ پاؤ گے۔
جیوں جیوں آتم درشٹی بنو گے تیوں تیوں سنسارک بھوگ پیچھے بھاگتے آئینگے مگر
اگر آپ آتما کو بھول کر سنسار کی طرف جھکو گے تو بھوگ بھی آپ سے دور ہوتے جائینگے
آپ اُن کو پکڑنا چاہو گے مگر وہ آپ سے دور ہی دور ہوتے جائینگے۔ اس میں شک
نہیں آتم درشٹی کو شروع شروع میں زیادہ دُکھ محسوس کرنا پڑتا ہے کیونکہ سنسار اُس
کے سامنے شمشان بھومی کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ ہنسنا کھیلنا اور راگ رنگ اُس
کی طبیعت کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتے۔ اندریوں کے سُکھ بھوگ اور عیش و عشرت کے
سامان اُسکو زہر جیسے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وقت آتا ہے جبکہ آتم درشٹی کے سامنے
یہ سنسار اور اسکے تمام وچتر نظارے سُہاونی صورت میں پرتیت ہوتے ہیں۔ ان سب
پدارتھوں میں وہ ایک ہی شکتی کو کام کرتا ہؤا دیکھ کر گدگد پرسن ہو جاتا ہے اور اُسکے
ہردے سے دھنیہ دھنیہ کے شبد نکلتے ہیں۔ اس سُکھ کو کون بتا سکتا ہے اور کون وزن
کر سکتا ہے۔ ہاں آتما ہی اسکو معلوم کرتی ہے اور آتما ہی اسکا وزن کر سکتی ہے:
میرے عزیزو۔ مت خیال کرو کہ آپ سب کچھ کھو چکے ہیں ابھی آپ کا کلیان
آپ کے ہاتھ میں ہے ابھی آپ کے جیون کے کچھ گھنٹے باقی ہیں اب بھی اگر
ہوشیار ہو جاؤ اور اپنی حالت کو وچار کر کے اوجل ہونے کی کوشش کرو۔ تو
آپ کو کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور آپ خوش ہو کر اس فانی چولے کو
تیاگ سکتے ہیں۔ نیک ارادہ کو آئندہ وقت پر ملتوی نہ کرو۔ بلکہ موجودہ
سمیہ کی قدر کرو۔ کون جانتا ہے کہ ایک سیکنڈ کے بعد کیا ہوگا۔ موجودہ وقت
آپ کے ہاتھ میں ہے اور زمانہ آئندہ آپ کے اختیار سے باہر ہے۔ اسلئے
فوراً نیک ارادوں کی تکمیل کرو۔ ابھی سے ایشور کے چرن سیوک بننے کی

کوشش کرو۔ ابھی سے اُن کی پُوجا شروع کر دو۔ آپ اِسکا پھل پائینگے۔ اور مصیبتوں سے آپ کی رکھشا ہوگی۔ پرماتما اپنے بھگتوں کے سہایک ہیں۔ وہ پاپ سے رکھشا کرنیوالے ہیں۔ وشواس کرو۔ وشواس کرو۔ یہی موکش کے دوار پر جانے کا کیول ماتر اُپائے ہے۔ پرماتما اشیرباد کریں۔ ہمارے ہردے میں اپنا پرکاش پُہنچائیں تاکہ ہم اپنی ترشنا کی صد مقرر کر کے نیک اور دھارمک بننے کی کوشش کریں کیونکہ اس میں ہمارا کلیان ہے ؛

گیارھواں اُپدیش

شانتی کا اُپائے

ہم لوگ ہر وقت یہی اِچھیا رکھتے ہیں کہ ہم کو شانتی نصیب ہو مگر اُس شانتی کی پراپتی کے لئے جس کی ہم خواہش کرتے ہیں کچھ بھی یتن نہیں کرتے۔ شانتی حاصل کرنا بڑا کٹھن ہے۔ شانتی کی اِچھیا والے کو اپنے جیون کو ایک نرالے طریقہ سے گذارنا پڑتا ہے۔ وہ مارگ جس پر قدم رکھنے سے آتم ترقی ہوتی ہے تیاگ کا مارگ ہے۔ تیاگ کے یہ معنے نہیں کہ ہم سب کچھ چھوڑ کر جنگلوں میں جا بیٹھیں بلکہ اسکے یہ معنے ہیں کہ اپنے آشرم کے فرائض کو ایمانداری سے ادا کرتے ہوئے اپنے آپ کو اُن کے بندھن سے آزاد رکھیں۔ اپنی اندریوں کا مناسب استعمال کریں اور اپنے من کو شُبھ سنکلپ والا بنائیں۔ جن کا من ڈانواڈول

ہے وہ کب شانت چیت ہو سکتے ہیں۔ نرجن بن بھی اُن کے لئے دُکھ کا ستھان ہے اسلئے من کو اِدھر اُدھر سے کھینچ کر پہلے اپنے جیون کے پاٹھ میں لگاؤ جیوں جیوں آپ کا من آپ کے جیون کی پڑتال کریگا جیوں جیوں آپ کے جیون کا بھیانک چتر سامنے آئیگا تیوں تیوں زیادہ سنجیدگی حاصل کریگا اور پھر اُن باتوں میں اور اُن کاموں میں دخل دینا چھوڑ دیگا جو اُسکے لئے لابھ دایک نہیں۔

دُنیاوی کاموں میں من کو ایک حد تک لگاؤ مگر دُنیاوی کام کرتے ہوئے بھی من کو پاپ کی طرف مت جھکنے دو۔ من کو ایکاگر کرنے اور پُن وان بنانے کے لئے ہر روز سرل ہردے سے جگت پتی کے حضور میں حاضر ہو کر اُن کا درشن کرو۔ اُن کے درشن کرتے ہی من آتما کا بندھ ہونے لگا۔ اور پھر آپ کو اکتھ شانتی نصیب ہوگی۔ جیوں جیوں آپ اُن کے درشن کے لئے ابھیاس کرتے جاؤ گے تیوں تیوں آپ کی آتما کے سُوکشم نیتر کھلینگے اور اُن کے کھلتے ہی سمست آتم شکتیاں پورے طور سے پرکاشمان ہو کر پھل آور ہونگی۔ دُنیا میں جتنے مہان آتما پُرش ہوئے ہیں جنہوں نے لاکھوں ہردوں کو اپنی نرمل بانی سے ہلا دیا ہے وہ سب پُرش یکدل ہوئے ہیں۔ قدرت آپ ہی اُن کا مطالعہ رہا ہے۔ دُنیاوی خواہشیں اُن کے من کو اس پاک ابھیاس سے ہٹا نہیں سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب وہ پرماتما کے درشن کرتے تھے تو وہ اتنے مگن ہو جاتے تھے کہ اُن کو بیرونی دُنیا کی کچھ خبر نہیں رہتی تھی۔ نانک دیو ایک ولی تھا۔ مہاتما کبیر اپنے من کا سوامی تھا۔ اُن کا یہ وچن ہے۔ "من کے جیتے جیت ہے"۔ بڑے بڑے راجہ بڑے بڑے شہ زور دُنیا کو فتح نہیں کر سکے مگر ایشور کے سچے وشواسی اپنے من کو بس میں رکھنے والے مہاتماؤں کے سامنے ساری دُنیا سیس جھکاتی ہے اسلئے آتم بل کی پراپتی کے لئے

ابھی سے نفسانی خواہشوں کو دباؤ اپنے آپ کو ایک رولا بنانے کی کوشش کرو
اپنے من کو جو دُنیاوی چند روزہ پدارتھوں کی پراپتی میں ہر وقت جھک رہا ہے
اِن سے ہٹا کر پرماتما کے درشن میں لگاؤ۔ پھر آپ میں وہ بل پیدا ہوگا جس کی
پراپتی کے لئے سادھوؤں نے بستی سے مُنہ موڑ کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ ہم ابھی
تک نفسانی خواہشوں کے بس میں ہیں اور ہمارا من ملین وِشوں میں لین ہو رہا ہے
پاپ سے مُکت ہوتے کی ابھی تک ہمارے ہردے میں اِچھیا ہی پیدا نہیں ہوئی۔
اور نہ ہی ہم نے اپنی گتی کا وچار کیا ہے۔ اسلئے دھرم ہم کو کٹھور پرتیت ہوتا ہے
اور اِسوقت ہم اتنے نربل ہیں کہ ایک بھی پاپ کو چھوڑ نہیں سکتے۔ اگر کبھی
ارادہ بھی کرتے ہیں تو وہ سنکلپ عملی صورت میں پرگٹ نہیں ہوتا۔ اور جب تک
اِندریوں کو انترمکھ کر کے من کے دیگ کو پُن کی طرف نہیں جھکا ئینگے تب تک
وِشواس رکھو نہ آتمک بل پراپت ہوگا اور نہ ہی ایشور پوجا میں ہمارا من لگیگا۔
اِندریہ اور من کو آتما کا بندھ بنانے کے لئے پہلے پہل آپ کو سخت تکلیف اُٹھانی
پڑے گی۔ مگر جیوں جیوں ابھیاس کرتے جاؤگے جیوں جیوں ہٹھ دوارا اِندریہ کو
اُن کے وِشے سے روکوگے تیوں تیوں آپ کی مشکلات کم ہوتی جائینگی۔ اور وقت
آئیگا کہ جتنا آنند اِسوقت اِندریوں کو وِشوں میں جھکانے میں معلوم کرتے ہو
اُتنا بلکہ اُس سے بھی زیادہ آنند آپ کو اِن کے وِشوں سے الگ رکھنے میں ہوگا
اُسوقت ایشور پوجا میں آپ کا دل لگیگا۔ اور پھر آپ کو آپ کی پرارتھنا کا وتر ملیگا۔
اور آپ ایشور کے درشن کے ادھیکاری بنوگے۔

روحانی جیون کی تکمیل میں وِشیوں کا اتیتت راگ ہی ایک بڑی بھاری
رُکاوٹ ہے اور جب تک اس رُکاوٹ کو توڑنے کے لئے بیرتا کو حاصل نہیں

کرتے تب تک ہمارا جیون سپھل وا ایک نہیں ہوگا۔ اسلئے وشواسی لوگوں کے نقش قدم پیلو جس مارگ پر اُنہوں نے قدم رکھا اُس مارگ کے یاتری بنو۔ پرماتما آپ کی سہائتا کرینگے اور آپ پاپ کو کچلنے کے لئے سامرتھ وان ہوگے۔ سمرن رکھو پرماتما بل دیتے ہیں اُن لوگوں کو جو اُنکے درشن کے لئے تیاگی جیون دھارن کرتے ہیں۔ تیاگی جیون کے سامنے مشکلات کے پہاڑ تنکے کے سمان تُچھ پرتیت ہوتے ہیں۔ اور اپنے شریر کی قربانی پر بھی وہ اُن مصائب کو اپنے راستہ سے ہٹا دیتے ہیں۔ ظاہر داری کے بھگت میں صداقت کہاں۔ وہ کب اپنی جان کو دھرم کی خاطر جوکھوں میں ڈال سکتا ہے۔ یاد رکھو شہادت کا تاج اُن آتماؤں کا درتہ ہے جنہوں نے دھرم کو پرانوں سے زیادہ عزیز رکھا ہے جو دھرم کی رکھشا کے لئے اپنے جیون میں اعلےٰ درجہ کی قربانی کرتے رہے ہیں۔ اسلئے اپنے جیون کو ابھی سے دھرم کا جیون بناؤ۔ ابھی سے نفسانی خواہشوں کی حد مقرر کرو جبکہ آپ کے رگ و ریشہ میں خون پورے یوبن پر ہے۔ جوانی میں دھرم شیل بنو تاکہ بڑھاپا آنے سے پہلے آپ کی آتما میں اعلےٰ درجہ کی شانتی ہو۔ ایک ایک بدی کی جڑھ کاٹتے جاؤ۔ اور وقت آئیگا کہ آپ مکمل طور پر پوتر بنوگے۔ منش کا جنم بار بار نہیں ملیگا اور نہ ہی رشیوں کی آتما بار بار آکر آپ کو دھرم سکھائیگی۔ اسلئے اپنے من کو بری عادتوں سے نفرت کرنیکا عادی بناؤ۔ اگر ابھی آپ اپنے من کو نہیں روکوگے تو یاد رکھو اپنے جیون میں مصیبتوں کا منہ دیکھوگے اور روتے ہوئے اس سنسار سے گذروگے۔ پرماتما اشیرباد کریں کہ ہم جل مکھ ہوکر اُن کے پاس جائیں اور اُن کو پرسن کرنے کے لئے ابھی سے پاپی جیون کو تیاگ کر دھارمک بنیں۔ یہی اُن کا حکم ہے یہی سادھوؤں نے ہم کو بتایا ہے آؤ ہم اِس حکم کے سامنے پورن شردھا سے سیس جھکا دیں تاکہ ہمارا جیون دھرمئے ہو۔

بارھواں اُپدیش

بزرگوں کے نقش قدم

جب ہم پراچین بزرگوں کے جیون کا پاٹھ کرتے ہیں تو ہم اُنکے جیون کو دھرم کی لڑی میں پرویا ہوا دیکھتے ہیں۔ نفسانیت۔ خود غرضی۔ احسان فراموشی اور بے ایمانی سے اُن کا جیون بے داغ ہے۔ اپنی جان جائے تو بلا سے۔ مصیبتوں پر مصیبتیں آئیں تو بلا سے۔ بال بچے بھوکوں مریں تو بلا سے مگر دھرم کا ہاتھ سر پر سے کبھی دُور نہ ہو۔ دھرم کا اِتنا اونچ آدرش ہم کسی اور مذہب میں نہیں پاتے جتنا ہم ویدک دھرم کے ماننے والے لوگوں کے جیون میں پاتے ہیں۔ چلتے پھرتے تھے تو دھرم کے ساتھ۔ کھاتے پیتے تھے تو دھرم کے ساتھ۔ اُٹھتے بیٹھتے تھے تو دھرم کے ساتھ۔ سوتے اور جاگتے تھے تو دھرم کے ساتھ۔ گویا اُن کے جیون کا ہر ایک لمحہ دھرم کے ساتھ گذرتا تھا۔ اُن کا جیون کیول دھرم رُوپ بنا

ہُوا تھا اسکا اُتّر یہ ہے کہ وہ ایشور اور اُس کی وید بانی پر پُورن وشواس رکھتے تھے اور اپنے جیون میں ایشور یہ حکم کے پالن کو اپنا دھرم سمجھتے تھے۔ نربھئے ہو کر وہ ست بولتے تھے۔ دُنیاوی نِشوں کی پرستتا کی بجائے کیول پرماتما کی پرستتا اُن کے جیون کا اعلےٰ ادیش تھا۔ دُنیاوی لوگ خواہ اُن کی نِندا کریں یا اُستتی۔ خواہ اُن کے ساتھ رہیں یا چھوڑ جائیں مگر وہ اُن کی پرستتا کے لئے ایک اِنچ بھی دھرم سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ رامچندر، کرشن چندر، ہریشچندر مہاتماؤں کا جیون جن لوگوں نے پاٹھ کیا ہے وہ اُس دھرم بھاؤ کا اندازہ لگا سکتے ہیں جو ویدوں کے پرچار کے سمیہ اُن مہاتماؤں کے ہردے میں تھا۔ باوجود پرلے درجہ کے دھارمک ہونے کے وہ نمر بھی حد سے بڑھ کر تھے۔ درحقیقت نمرتا دھرم کا پھل ہے جس میں نمرتا نہیں وہ دھارمک نہیں۔ اپنے دشمن سے بدلہ لینے میں وہ اِتنا خوش نہیں ہوتے تھے جتنا معاف کرنے سے۔ دُکھیوں کے دُکھ دُور کرنے میں اپنا سروسو بھی قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ دھرم میں نِپنتی ہیں۔ غرضیکہ جس پہلو سے اُن کے جیون پر چنتن کیا جاوے ہم اُن کو اوچ سے اوچ دیکھتے ہیں۔ اُن کا سمست جیون ہمارے لئے اُپدیش کا جیون ہے اور گرتے ہوئے کو سہارا دینے والا ہے۔ اُن کا جیون یگ رُوپ ہے اور ہم کو بھی یگ رُوپ ہونے کی پریرنا کر رہا ہے۔ اور بتا رہا ہے کہ جن آتماؤں میں دھرم کے تین سکنیہ یعنی یگیہ، دان اور اَدھین کو جگہ نہیں وہ جیتے جاگتے ہوئے بھی مُردہ ہیں۔ ہم لوگ کیول دھرم کے اوچ شبد اُچارن کرتے ہی سے اپنے آپ کو دھرماتما بنا لیتے ہیں مگر جب کبھی ایکانت میں دھرم کے دس لکشنوں کا چنتن کرتے ہیں اور اپنے جیون کو اُن سے کہ دوار پر رکھتے ہیں تو نسندیہہ ہمارا جیون ہم کو پاپ سے سیاہ دکھائی

دیتا ہے۔ اور ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنا دھرم کا ہماری آتما کے ساتھ سمبندھ ہے۔ درحقیقت نہ ہم دھارمک ہیں اور نہ ہی دھرم کے نزدیک ہیں جو کچھ ہم کر رہے ہیں وہ دھرماتما لوگوں کے مقابلہ میں ہیچ ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ باوجود اس امر کے ہم اُن مہاتماؤں کی نِندا کرنے میں تت پر ہو جاتے ہیں جن کے جیون میں اور ہمارے جیون میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ کوّا اگر ہنس کی نِندا نہ کرے تو کس کی کرے۔ نیچ اگر مہاتما کے کاموں پر دھول اُڑانے کی کوشش نہ کرے تو اور کس کی کرے۔ ہماری زندگی اُن کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے دھرم کے پریمی بھوک۔ پیاس۔ سردی گرمی۔ دُکھ سکھ۔ ہانی اور لابھ کو برداشت کرتے ہوئے پرماتما کی یاد میں مگن رہے اور اُن کا حکم بجالاتے ہیں اپنی زندگی کے دن کاٹتے رہے جسمانی آرام کو روحانی آرام کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے رہے اُن کا تیاگ جب ہمارے سامنے آتا ہے تو ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ کتنے اعلےٰ درجہ کے وہ نفس کُش تھے۔ جتنے ہم لوگ پرورتی مارگ میں بڑھے ہوئے ہیں اُتنے ہی وہ لوگ نورتی مارگ کے اخیر تک پہنچے ہوئے تھے۔ دھرم مارگ پہ چلتے ہوئے اُن کی تکالیف ہم کو حیرت میں ڈال رہی ہیں کہ کتنے وہ لوگ مایا روپی بندھن سے مُکت ہوئے ہوئے تھے۔ کیوں انہوں نے اس دُنیا کے چمکیلے پدارتھوں کی طرف لاپرواہی ظاہر کی۔ کیوں انہوں نے اپنی اچھیا انوسار دھاتوں کی جلتی ہوئی توہ میں بیٹھ کر پران تیاگے۔ کیوں انہوں نے گرم تیل کے کڑاہے میں جلکر کباب ہونا سوئیکار کیا۔ کیوں انہوں نے اپنے بند بند کٹوا لئے۔ کیوں انہوں نے اپنے بدن کا چمڑہ اُتروا یا۔ کیوں انہوں نے دیواروں کی تہ میں زندہ دفنایا جانا سوئیکار کیا۔ کیوں انہوں نے ظالموں کی چمکتی ہوئی تلوار سے سیس کٹوا لئے۔ کیوں وہ

اینٹیں کھاتے پھرے۔ کیونکہ اُنہوں نے زہر کے پیالے پیئے اسکا اوتر یہہ ہے کہ وہ
اپنے مشن کے اِتنے دلدادہ تھے کہ وہ اِسکو ادھورا چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔
جو ادھیکار پرماتما نے اُن کے سپرد کیا تھا اُس ادھیکار کی عزت کرنا اُن کا پرم
دھرم تھا۔ وہ اس دُنیا سے سرخرو ہو کر جانا چاہتے تھے اسلئے زندگی اور موت
اُن کے لئے یکساں تھی۔ موت کو سامنے دیکھ کر وہ گھبرائے نہیں بلکہ پرسّن ہو کر
اُنہوں نے اس تکلیف کو سویکار کیا۔ اُن کا وشواس تھا کہ آتما امر ہے اور اسلئے اُس
امرت سروپ کے درشن کے لئے وہ اُس آورن کو جو شریر کے ساتھ یوگ ہونے کے
کارن اُن کی آتما پر چڑھا ہوا تھا دُنیاوی کشٹ دوارا بھنگ کرنا چاہتے تھے۔
اسلئے اس بیابان میں اُنہوں نے سخت سے سخت نفس کُشی کی زندگی بسر کی
ہر وقت کے امتحان میں اپنی سچائی کا ثبوت دیا۔ اور بتایا کہ پرماتما کے درشن کے لئے
جب تک اُس پریم کی دھارا کے رُخ کو جو جگت اور جگت کے پدارتھوں کی طرف بہہ
رہی ہے موڑ کر پرماتما کی طرف نہیں جھکاؤ گے تب تک اُن کے درشن کی اِچھیا رکھنی
فضول بلکہ ناممکن ہے۔ جب تک وہ اپنے آشرم میں رہے نیک نیت رہے اور
پرماتما کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر جانتے ہوئے پاپ سے بچے رہے اور وہ کرم
کرتے رہے جو پرماتما کی اِچھیا انکول ہیں۔ کرموں نے اُن کو پوتر بنایا اور کرموں ہی
سے وہ امرت پد کو پراپت ہوئے۔ اُن کے پورشارتھ کے ساتھ ہر وقت دھرم کا یوگ
رہا اُنہوں نے اس دُنیا کے بھوگ بھوگے مگر نہایت دانائی اور انکساری سے اُنہوں نے
بھوگوں کو تیاگا مگر نہایت شانتی اور پرسنتا سے۔ بھوگ اور تیاگ میں وہ پرماتما کی
یاد میں مگن رہے۔ اُنہوں نے اپنا تمام جیون پرسنتا کی حالت میں بسر کیا۔ سنسار
اُن کے لئے سورگ دھام بنا رہا اور سنسار کے بھوگ اُن کے لئے سُکھدائی رہے

دُکھ کی حالت میں اُن کے چہرے پر ملال اور سُکھ کی حالت میں خوشی نمودار نہ ہوئی۔ اُنہوں نے دھرم کے سہارے اپنے جیون کو اپنے لئے اور آنیوالی سنتانوں کے لئے کار آمد بنایا۔ اُن کے جیون کے ایام اگرچہ اور لوگوں کی نسبت اس دُنیا میں بہت تھوڑے تھے مگر تاہم جب تک وہ زندہ رہے اپنی روحانی ترقی کے لئے بڑے سرگرم اور فکر مند رہے۔ اُن کا وشواس تھا کہ پاپ کی اوستھا میں زیادہ دیر تک جینے کی نسبت دھرم جیون کی ایک گھڑی بھی ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ دھرم مارگ پر وہ اتنی ثابت قدمی سے چل رہے تھے اور پرماتما کے درشن کی اُن کو اتنی سخت ابھلاشا تھی کہ جب وہ اپنے سامنے مشکلات کے پہاڑ دیکھتے تھے اور اُن مشکلات کو اُلنگھن کرنے کے لئے انیک سادھنوں میں سے گذرنا ہوتا تھا تو اُن کو اپنا جیون بہت تھوڑا معلوم ہوتا تھا اسلئے اگر وہ دراز عمر ہونا چاہتے تھے اور اُس درازی عمر کیلئے انیک پرکار کے ابھیاس کرتے تھے تو صرف اسلئے کہ وہ نیکی کا بڑا بھاری ذخیرہ جمع کرنا چاہتے تھے۔ اِس ذخیرہ کو جمع کرنے کے لئے وہ اپنے بل کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ پرماتما کی شرن لیتے تھے اور اُن کی شرن میں جاکر وہ برکت حاصل کرتے تھے جس برکت کے ہوتے ہوئے ہر وقت دھرم اور سُکھ سے دامن بھرپور رہتا ہے یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی محنتی زندگی میں پرماتما کی یاد میں مگن رہتے تھے۔ پرماتما کے درشن میں اتنا آنند اُن کو نصیب ہوتا تھا کہ وہ جسمانی ضروریات کو بھی بھول جاتے تھے۔ اپنے جسم کی ضروریات سے وہ اتنے لاپرواہ تھے کہ جب کوئی بھکشک اُن کے دوار پر آتا تھا تو وہ اُسکے دُکھ دور کرنے کے لئے یا اُس کی پرسنتا کے لئے اپنا تن من اور دھن بھی دان کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ آہا کتنا اُدیچ جیون اُن کا تھا۔ دُنیاوی بھوگوں کی موجودگی میں اتنی سادگی۔ طاقت کے

ہوتے ہوئے اتنی نمرتا۔ درحقیقت یہہ اوصاف اُن ہی کا ورثہ تھے اپنے لباس اور اپنی
خوراک میں وہ اتنی سادگی سے کام لیتے تھے کہ ظاہراً دیکھنے والے کو مفلس اور ناتواں
دکھائی دیتے تھے مگر جب کبھی کوئی اُن کے پاس دو یا چار منٹ کے لئے بیٹھتا تو وہ
اُن کو روحانی برکتوں سے مالامال پاتا۔ دُنیادار اُن کو کسی الفاظ سے یاد کریں مگر وہ
اُن کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ دُنیا میں رہتے ہوئے اُن کو دُنیاداروں سے
تعلق تو تھا مگر وہ تعلق اتنا گہرا نہیں تھا کہ وہ اُن کو بندھن میں جکڑ دے اُن کا
خاص تعلق پرماتما کے ساتھ تھا اور اُس تعلق کو قدم قدم پر وہ مضبوط کرتے جاتے
تھے۔ دُنیادار اُن کو اُن کی لاپرواہی کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے۔* پرماتما اپنے بھگتوں کی
رکھشا کرتے ہیں۔ کون اُن کے بھگتوں کو دُکھ دیکر سُکھی ہو سکتا ہے۔ دُنیا میں کس
کی سامرتھ ہے کہ جگت پتی کے شرناگت کو بے چین کر سکے۔ درحقیقت دُنیا جن کو ناچیز
اور حقیر سمجھتی ہے پرماتما کی نظر میں وہ اوچ اور گیان وان ہیں۔ دُنیادار اُن کی نمرتا
اور سادگی سے کچھ ہی نتیجہ نکالیں مگر وہ اُس اصول کو نہیں جانتے "جھکے گا سو پھل
پاویگا۔ اکڑے گا سو رنڈ منڈ رہیگا" جس نے بھوگوں کے آنند ہی میں اپنا تمام جیون
بسر کیا وہ سادگی کی کیا قدر کر سکتا ہے۔ سورن کے پلنگ پر سونیوالا اُس مست
فقیر کے آرام کا کہاں اندازہ لگا سکتا ہے جو اُسکو گھاس پر سونے سے نصیب ہوتا
ہے۔ درحقیقت پرلے درجہ کی فروتنی سے جن کا روم روم بھرپور ہے جو اپنی زندگی
کی رفتار میں قدم قدم پر پرماتما کی عزت پرگٹ کر رہے ہیں جن کے ہردے رُوپی
مندر میں ہر وقت اُس جگت پتی کا آسن بچھا رہتا ہے وہ کب آسایش کے اُس
سامان کے گرویدہ ہو سکتے ہیں جن کی طرف عام لوگ پرواہ کی طرف جھک رہے
ہیں۔ جن کے جیون کا اصلی مقصد صرف پرماتما کی پراپتی ہی ہو وہ کب اُن خواہشوں

* مگر وہ وشواس رکھتے تھے کہ پرماتما ہمارا کبھی تیاگ نہیں کرینگے اور درحقیقت یہی سچ ہے ؂

کے غلام ہو سکتے ہیں جو اُن کو پرماتما سے دور لے جاتی ہیں۔ درحقیقت اُنہوں نے اِس دُنیا میں اپنے آپ کو ناچیز سمجھا اور سنتوش کے ساتھ اپنا جیون بسر کرتے رہے۔ دُنیا میں گو اپنے جسم کی پرورش کے لیے وہ بہت کم سامان رکھتے ہوں مگر جب اُنہوں نے اس فانی چولے کو چھوڑا تو اپنے آخری وقت میں اُس بڑے خزانہ کو جو اُن کی آتما کے اندرونی سے چھپ رہا تھا اپنے چہرے کی رنگت اور حرکات سے اُن لوگوں پر پرگٹ کیا جن کو آخری وقت میں اُن کے درشن نصیب ہوئے۔ اُنہوں نے بتایا اصلی خزانہ وہ ہے جو موت کے بعد آتما کے ساتھ جاتا ہے نہ کہ وہ جو جسم کے ساتھ ہی تیاگ دیا جاتا ہے۔ درحقیقت وہ اِس دُنیا سے مالامال ہو کر گئے اور اُس دُرِ بے بہا کو ساتھ لے گئے جس کی قیمت کے سامنے چکرورتی راج بھی مات ہے۔ جتنی دیر تک وہ زندہ رہے اوتم سے اوتم اور نیک سے نیک کام کرتے رہے۔ نیکی میں وہ اتنے کوشاں تھے کہ ہر وقت اُن کو یہ خیال رہتا تھا کہ نیکی کی رفتار میں اُن کا قدم سب سے بڑھ کر رہے۔ دُنیاوی سڑک پر تیز رفتار چلنے والا کبھی نہ کبھی تھک کر بیٹھ جاتا ہے مگر روحانی سڑک پر چلنے والے کو کبھی تھکاوٹ معلوم نہیں ہوتی بلکہ جتنی تیزی سے وہ چلتا ہے اُتنی ہی زیادہ خوشی اور شانتی نصیب ہوتی ہے اسلئے وہ اپنی رفتار میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تیز رو ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ اُن کو اس دُنیا رفانی سے گذرے ہوئے سینکڑوں ہزاروں سال ہو چکے مگر تاہم اُن کی آواز اب تک ہمارے کانوں اُن کے نیک اوصاف کی وجہ سے سُنائی دے رہی ہے وہ اپنے اوچ کرموں کے باعث ابھی تک زندہ ہیں۔ گو وہ اِس فانی قالب کو چھوڑ چکے ہیں۔ جب کبھی اُن کے نقش قدم ہمارے درشٹی گوچر ہوتے ہیں تو ہم کو اُس مارگ پر چلنے کی پریرنا کرتے ہیں اور بتاتے ہیں۔ تم بھی

ویرانہ ہمارے پیچھے آؤ۔ جس سُکھ کی تلاش میں ہم نے دُنیاوی سُکھوں سے مُنہ موڑا
وہ سُکھ اِتنا مہان ہے کہ ہم اُسکا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اگر آپ اپنا کلیان چاہتے ہو
اور اُس سُکھ کے بھاگی ہونا چاہتے ہو تو ابھی وقت ہے اپنے جیون کے پرواہ کو پُن
کی طرف جھکا لو۔ اپنے دامن کو دھرم سے بھرپور کر لو۔ نہیں تو یاد رکھو نہ آپ ہماری
سنتان کہلانے کے پاتر ہو اور نہ ہی پرماتما کے درشن کے ادھیکاری ہو۔ ہم
آپ کے کلیان کے لئے آپ کو امرت دھام میں لے جانے کے لئے یہی اُپدیش دیتے
ہیں ایسا جیون وتیت کرو کہ ہر وقت پرماتما پرسن ہو کر آپ کو سویکار کریں۔ اپنی
اِچھیا کو اِتنا دھرم رُوپ بناؤ کہ آپ کی اِچھیا اور اُس جگت پتی کی اِچھیا ایک رُوپ
ہو۔ آپ کی سنگت دھارمک لوگوں کے ساتھ ہو۔ اور جن اُتم کرموں کو وہ لوگ کرتے
ہیں یا کرنے کا حکم دیتے ہیں اُن کرموں کو آپ بھی کرو۔ نیکی کا ذخیرہ اکٹھا کرنے
میں سُستی سے کام نہ لو۔ بلکہ اپنے ارادہ کو مضبوط کر کے پراُپکار میں اپنے تن من اور
دھن کو لگاؤ۔ اِس دُنیا میں ہر وقت اپنے آپ کو غریب الوطن اور مسافر سمجھو اور
وشواس رکھو کہ آپ دُنیا میں اسلئے بھیجے گئے ہو کہ آپ پوتر ہو کر واپس آؤ۔ کرم ہی
آپ کو پوتر بنائینگے اور کرم ہی کے پرتاپ سے آپ مُکتی کے آنند کے بھاگی بنو گے۔
اسلئے جب تک زندہ رہو پورشارتھیوں کا جیون وتیت کرو۔ آپ کو آپ کے کرموں کا
ضرور پھل ملیگا۔ مگر پھل کی اِچھیا کو سامنے رکھ کر کوئی کرم نہ کرو۔ نہیں تو اُن کا
پھل ادنےٰ درجہ کا ہو جاوے گا۔ اور پھر آپ کو مُکتی کے بھاگی ہونے کے لئے
از سر نو تپ کرنا پڑیگا۔ پُورن شردھا اور وشواس سے اپنے داتا کا ہر روز دھنیاد
کرو۔ جو بھبھوتی جو سمپتی تمہارے پاس ہے وہ آپ کی عقل اور طاقت کا نتیجہ نہیں
بلکہ یہ اُس جگت پتی کا دان ہے۔ اسلئے جہاں ایک طرف اُن کے دان کی

عزت کرو وہاں دوسری طرف اُن کا دھیان بھی کرو۔ جگت کے دکھلانے کی خاطر
ظاہرداری کے بھگت نہ بنو۔ جگت کی پرسنتا کے لئے دھرم کا کام مت کرو۔ جن کو
آپ پرسن کرنا چاہتے ہو وہ آپ کے متر نہیں وہ آپ کا ساتھ نہیں دینگے اور نہ ہی
وہ آپ کو اونچا جاتے ہوئے دیکھ کر پرسن ہونگے اسلئے کیول پرماتما کو اپنا بندھو بنالو اور
اُن ہی کو پرسن کرنے کے لئے یتن کرو۔ آپ اُسوقت تک مصیبت میں ہو جب
تک لوگوں کے پرسن کرنیکی خواہش آپمیں موجود ہے اور جب اِس اِچھیا کو توڑنے
کے لئے بیرتا کو حاصل کرو گے تب ہی سب مصیبتوں پر کامل فتح حاصل کرکے
شانتی کے دوار تک پہنچو گے۔ دُنیا آزمائش کی جگہ ہے جو آزمائش میں پورا اُترتا ہے
وہی پیارا رہے اور وہی سُرخ رُو ہو کر واپس جائیگا۔ اسلئے سیدھے ہو کر اس مسافرخانہ
میں رہو۔

میرے عزیزو! بزرگوں کا اُپدیش آب زر سے لکھنے کے لایق ہے آؤ ہم اُن
کی بزرگانہ بانی کا آدر کریں اور اپنے جیون کو سپھل کریں۔

تیرھواں اُپدیش

کا

پاپوں کا سمرن اور پشچاتاپ

ایشور کے وشواسی سادھو ہم کو یہ اُپدیش دیتے ہیں۔ دُنیا دار و یہہ سنسار رُوپی باڑی کانٹوں سے بھرپور ہے ان کانٹوں پر سبز گھاس کی ترچھی ہوئی ہے۔ آپ سنبھل سنبھل کر قدم دھرو ایسا نہ ہو کر آپ کے پاؤں تیز کانٹوں سے زخمی ہو جائیں اور آپ اپنی یاترا کے سماپت کرنے میں قاصر ہو جاوٗ۔ وہ تیز کانٹے کیا ہیں اور ہم کیونکر اُن سے بچ سکتے ہیں۔ سادھو لوگ اسکا یہہ اُتّر دیتے ہیں۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار اور شبد۔ سپرش۔ رُوپ۔ رس گندھ یہ کانٹے ہیں یہ اُسوقت یاتری کے پاؤں کو زخمی کرتے ہیں جب انسان اپنے آپ کو ان ہی کا ستوالا بنا دیتا ہے ایشور اور اُسکی دید یا تی کو تیاگ کر اپنی اندریوں کو ان ہی کی پہ اپتی میں پروانہ کی طرح جھُبکا دیتا ہے۔ تاں یہہ

کانٹے لوپ ہو جاتے ہیں اور سُکھدائی بن جاتے ہیں جب انسان ایشوریہ حکم کے
انوسار اِن سے یتھا یوگیہ کام لیتا ہے۔ دُنیا میں اُن لوگوں کی تعداد بہت زیادہ
ہے جنہوں نے ایشوریہ حکم کا اُلنگھن کرکے اپنے آپ کو اِن کا ہمیشہ کے لئے غلام
بنا لیا۔ اُنہوں نے اِن کو سوگندھ یکت پُشپ سمجھ کر گرہن کیا مگر گرہن کرتے ہی اُنکے
زہریلے اثر میں پھنس گئے اور انیک پرکار کے روگوں میں اپنے آپ کو مبتلا کر لیا۔
اُن لوگوں کو اس مایا روپی جال سے نکالنے کے لئے پُنیہ آتماؤں نے بار بار جنم
لیا اور اُن کو بتایا کہ تم دھرم کے راستہ پر آؤ اور دھرم کے اُپدیش کو غور سے
سُنو۔ اب بھی وقت ہے کہ تم بچ جاؤ ورنہ ہمیشہ کے لئے گئے گذرے ہو جاؤ گے
جنہوں نے مہاتماؤں کے اِس اُپدیش کا آدر کیا وہ نِروگ ہو گئے۔ نہال ہو گئے۔
خوشحال ہو گئے۔ مگر جو دھارمک لوگوں کی بانی کو ہنسی ٹھٹھا میں اڑاتے رہے وہ
اکال مرتیو کو پراپت ہوئے۔

اُن بزرگوں کا بتایا ہوا مارگ دھرم کا مارگ ہے اور اُن کا یہی اُپدیش ہے
یدی آپ لوگ دیرگھ آیو کے آنند کو بھوگنا چاہتے ہو۔ تو پرماتما کو ہر جگہ اور ہر وقت ساکشی
جانتے ہوئے اُن کے نیائے سے ڈرتے ہوئے اپنے تمام حواس کو سخت جد و
جہد سے اپنے آدھین بناؤ۔ اِسکا پھل آپ کو یہ ملیگا کہ آپ آتمک جیون میں بڑھتے
جاؤ گے۔ جو پاپ کرم ہو چکے وہ اب اَن مِٹ ہیں آپ اُن کی سزا سے اب بچ نہیں
سکتے۔ البتہ ہم آپ کو وعدہ دلاتے ہیں کہ آپ کے گذشتہ پاپ کرموں کی سزا
آپ کو رُلانے کی بجائے ہنسانے والی ہو جاویگی جب آپ آتما کے شودھنے میں ترقی
کرتے جاؤ گے۔ اُسوقت ہر ایک تکلیف کو آپ پرسنتا سے سویکار کرینگے کیونکہ آپ
اِس امر کے وشواسی بن جاؤ گے کہ دُکھ آتما کو نِرمل بنانے کے لئے ایک گُنکاری دوا ایک

ادشرھی ہے۔ اسلئے اگر آپ کی یہہ اِچھیا ہے اور آپ کا کلیان نکٹ ہے
ابھی وقت ہے آپ سچّے دل سے اپنے گذشتہ پاپوں کو سمرن کر کے پشچاتاپ
کرو۔ اور آیندہ کو پرن دھارن کرو کہ آپ دوبارہ اُن کو نہیں کرو گے ۔
مت خیال کرو کہ توبہ کرنے سے آپ گذشتہ پاپوں کی سزا سے مکت ہو سکتے ہیں
نہیں ہرگز نہیں۔ توبہ آیندہ کے لئے ہے نہ کہ گذشتہ کے لئے۔ پرماتما نیائے کاری
ہیں اگر وہ ایسا کریں تو خلق خدا میں سے ایک بھی انسان پوتر نہ ہو۔ کیونکہ جب
توبہ ہی گناہوں کی تلافی کے لئے کافی ہو تو پھر گنہگاروں کی تعداد کیوں نہ بڑھے
مگر نہیں ایسا نہیں ہوتا پرماتما اپنے سبھاؤ کو نہیں پلٹتے وہ اپنی پرجا کا کلیان
چاہتے ہیں اور اسی لئے پاپیوں کو تکالیف میں ڈال لیتے ہیں تاکہ جہاں ایک طرف
وہ لوگ پاپ کرموں کی سزا کے بھگتنے سے پوتر بنیں وہاں دوسری طرف اور لوگ
بھی اُن کی ہین اوستھا سے سبق سیکھیں اور پاپوں سے بچیں۔ اسلئے سچے ہردے
سے پشچاتاپ کرنا انسانی ہردے میں بھگتی کے بیج کو نشو ونما دینا ہے کیونکہ
جب انسان پشچاتاپ کا عادی ہوتا ہے تو وہ خواہ مخواہ نیکی کی طرف جھکتا ہے اور
نیک بننے کے لئے پرماتما کی شرن میں جاتا ہے اسلئے پشچاتاپ نہ صرف پاپوں سے
چھڑانے والا ہے بلکہ پُن آتما بنانے کا سادھن ہے۔ انسان کو ہر وقت
یہ سمرن رکھنا چاہیئے کہ دُنیا فانی ہے اور چند روز کے بعد ہر ایک جیو کو یہاں سے
کوچ کرنا ہے اسلئے فنا ہو جانے والی چیزوں سے اپنے دل کو ہٹا کر ابدی پداتھوں
کی طرف اپنی آتما کو جھکا دے۔ اگر انسان دُنیاوی دُکھوں کے نقشہ کو اپنی آتما کے
سامنے ایک دفعہ رکھے تو اُسکو ضرور معلوم ہوگا کہ میری آتما کتنی زیادہ خطروں سے
گھری ہوئی ہے اور کہ اس اوستھا میں سچی خوشی مجھ کو کب نصیب ہو سکتی ہے

انسان دوسرے لوگوں کو ہنستے کھیلتے دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ یہ لوگ دُنیا میں ہر
طرح سے خوش ہونگے مگر جب اُن کے جیون کا گہرے طور سے وچار کرتا ہے
تو فوراً معلوم کر لیتا ہے کہ یہ لوگ مجھ سے بھی زیادہ دُکھی ہیں اور کہ اپنے
دُکھ کو ہنسی خوشی سے کاٹ رہے ہیں۔ غرضیکہ اگر غور سے دیکھا جاوے
تو ہر ایک انسان کسی نہ کسی دُکھ میں گرفتار رہتا ہے ہاں وہی لوگ سُکھی ہیں جو اپنے سروسو
کو ایشور کے ارپن کر چکے ہیں اور ہر وقت اُن ہی کا پوتر نام اپنی زبان پر
رکھتے ہیں۔ کیوں انسان زیادہ دُکھی ہوتا ہے اسکا اوتر یہ ہے۔ اپنی آتما کی
کمزوری کے باعث۔ آتما کیوں کمزور ہو جاتی ہے۔ اِندریوں کے آدھین ہونے
سے۔ جو لوگ اِندریوں کے ہی داس بنے رہتے ہیں اُن میں یہ سامرتھ نہیں رہتی
کہ وہ اپنے آپ کو کسی بیرونی آسیب سے بچا سکیں اور اسلئے وہ دُنیا کے چمکیلے
پدارتھوں کے جال میں آسانی سے پڑ جاتے ہیں اور بندھن میں پڑے ہوئے
دُکھ کا جیون بھوگتے رہتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے مردانہ وار پاپوں کا مقابلہ
کیا اور ہٹھ دوارا ایک گھور پاپ کے تیاگنے سے دوسرے پاپ کے آسیب سے
اپنے آپ کو بچایا اُن ہی کے جیون میں شانتی کی ریکھا دکھائی دیتی ہے
وہی لوگ اس دُنیا میں تپسوی اور سادھو کے نام سے پُکارے جاتے ہیں
جنہوں نے نفس کُشی کی زندگی بسر کی اور اُن سب رُکاوٹوں کے توڑنے
میں کٹی بدھ رہے جو اُن کی آتما کو پیچھے ہٹانے والی تھیں۔ درحقیقت ایشور یہ
بھجنے سے آتما صاف ہو کر بندھن سے مکت ہو سکتی ہے اسلئے مبارک ہیں وہ
لوگ جو ہر وقت اپنی آتما کو صاف کرتے رہتے ہیں اور دوسرے لوگوں کے
پاپ آچرن سے اپنے لئے نیک ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ اُن ہی لوگوں میں

ہم یہ وصف دیکھتے ہیں کہ اُن کی بانی سے ہر وقت مُلایم۔ میٹھے اور سچائی سے بھرے ہوئے کلیان دایک الفاظ نکلتے رہتے ہیں اُن کی آتما کی پوترتا اُن کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنی تعریف میں کوئی کلمہ نکالیں یا سُنکر خوش ہوں۔ دوسروں کے رازِ نہانی کو وہ ہر وقت پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی غیروں کی عیب جوئی میں دل لگاتے ہیں۔ اُن کا من ہر وقت جگت کے کلیان کے لئے ایک پوتر چشمہ ہے لوگ اُن کے پاس آتے ہیں اور اُن کے مت اودیش سے فیض پاتے ہیں اُن کے گھروں میں ہر وقت شانتی اور اُن کے بچے پرسن بدن دکھائی دیتے ہیں سچ پچ اُن کا گھر سورگ دھام ہے۔ پوتر آتما اُن کے ہردے کو ہر وقت اوجل کرتا رہتا ہے۔ اور نفس کُشی اُن کو طاقتور بنا کر دھرم سیوَن کے قابل بنا دیتی ہے پوتر آچرن۔ تپسچریہ۔ دان۔ پوتر بانی۔ وید پاٹھی برہمنوں کا آدر اُن کے لئے سورگ دھام کو پہنچانے کا سادھن ہے۔ والدین کی بھگتی اُن کے یش کو اِس سنسار میں دوبالا کرتی ہے۔

درحقیقت وہی لوگ ترلوکی کو جیتتے ہیں جنکا جیون اس پرکار شُدھ ہو رہا ہے اور جن کی نظر کبھی دوسری استری پر نہیں پڑی ایسے لوگ دُنیا میں رہتے ہوئے کب دُکھی ہو سکتے ہیں۔ اسلئے جو کوئی سچی خوشی کا مُتلاشی ہے اُسکے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے نقش قدم چلے اور ہر وقت ایسی پوتر آتماؤں کی سنگتی کرتا رہے۔ اُن کی لکھی ہوئی پُستکوں کا بھی پاٹھ کرے تاکہ اُن کی آتما کے سامنے پوتر لوگوں کے جیون کے نمونہ کا ہر وقت نقشہ کھُلا رہے اور اُسکے لئے رہنمائی کا کام دے۔ جو لوگ دھارمک لوگوں کے جیون کا پاٹھ کرتے ہیں وہ اوچ سنگتی کو پراپت ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگ جسمانی طور پر اُن کے سامنے موجود نہ ہوں مگر

وہ اُن کی پُستکوں دوارا اُن کی بانی سے لابھ اُٹھاتے ہیں - ایسا کرتے ہوئے کوئی سمیہ آتا ہے کہ وہ غیروں کے جیون کی پڑتال کی بجائے اپنے ہی جیون کی پڑتال میں ہر وقت مگن رہتے ہیں - اپنی ہی اوستھا کا چنتن کرنا اور ہر وقت اپنے آچرن دوارا دوسرے لوگوں کو پوتر بنانا اُسکے جیون کا اودیش بن جاتا ہے جب وہ کسی شخص کو اپنے پر مہربان نہیں دیکھتا تو وہ رنجیدہ ہونے کی بجائے یہ خیال کرتا ہے کہ اس شخص کی ناراضگی کا باعث میرے آچرن ہی کا دوش ہے ورنہ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں کوئی شخص مجھ سے رنجیدہ رہے - اور اسی لئے وہ اپنے جیون کی پڑتال کرتا ہے تاکہ وہ اُس دوش کو معلوم کر سکے جو دوسروں کی رنجیدگی کا باعث ہوا اور جب وہ اُس دوش کو معلوم کر لیتا ہے تو فوراً اپنی آتما سے اُس دوش کو نکالنے کی کوشش کرتا ہے اور کوئی سمیہ آتا ہے کہ اُسکا جیون پورن طور پر نردوش ہو جاتا ہے ایسی اونچ اوستھا کے پراپت ہونے پر وہ اپنی آتما میں اکھنڈ شانتی دیکھتا ہے اور پھر ہانی لابھ - دکھ سکھ - جیون اور موت اُسکو سمان پرتیت ہونے لگتا ہے پیتمبھر یہ اور ایشور بھگتی نے اُسکی آتما کے نیتروں کے سامنے سے ہر ایک پدارتھ کو لوپ کر دیا ہے اور اُسکو ہر جگہ اور ہر وقت برہم ہی برہم دکھائی دیتا ہے -

میرے عزیزو - آپ بھی اِس اونچیہ اوستھا کے ادھکاری ہونے کی کوشش کرو - اور اُن سادھنوں کا عمل کرو جن کے ابھیاس سے آپ کی آتما سچی خوشی حاصل کر سکتی ہے - موت کا سمرن - ایشور نیائے کا چنتن اور پاپوں کے لئے صدق دل سے پشچاتاپ کرنا اگرچہ معمولی سادھن ہیں مگر پھر بھی اونچے لے جانے والے ہیں - پہلے اِن پر عمل کرو پھر آپ اونچیہ سادھنوں کی طرف خود بخود آؤ گے -

اور بلاشبہ آپ کی آتما نرمل ہو کر موکش کی ادھکاری بنیگی۔
پرماتما اشیرباد کریں تا کہ سادھو لوگوں کا جیون آپ کا جیون بنے اور آپ
خوش ہو کر اِس دُنیا سے جاؤ ؛

چودھواں اُپدیش

موت کا سمرن

ہمارا قیام اس دُنیا میں چند روزہ ہے۔ موت ہر وقت سر پر گھوم رہی ہے
اور ہم کو اپنا گراس بنانے کا موقعہ ڈھونڈھ رہی ہے۔ جس گھر میں کبھی بہت لوگ
باس کرتے تھے اب اُس گھر میں ایک بھی دکھائی نہیں دیتا۔ ظالم موت نے
ہر ایک کو یکے بعد دیگرے اپنا گراس بنا لیا۔ وہ لوگ جن کے گھروں میں بڑے بڑے
چیتر دیہ اور ڈاکٹر موجود رہتے ہیں جن کی مدد پر وہ ہر وقت وشواس رکھتے ہیں
کہ وہ اُن کو موت کے سخت پنجہ سے بچا سکینگے وہ بھی انت کو یہی کہتے سُنائی دیتے
ہیں موت بڑی بلوان ہے۔ وید اور ڈاکٹر بھی اسکے سامنے سیس جھکا رہے

ہیں۔ اخیر سب کو یہی ماننا پڑتا ہے کہ جو آیا وہ ایک نہ ایک دن چلیگا۔ جدہر نظر کرو
موت کی خوفناک مورتی سامنے دکھائی دیتی ہے۔ چیونٹی سے لیکر ہستی پرینت سب
جیو جنتو۔ پشو پکشی اور کیٹ پتنگ اسی کا سندیسہ دے رہے ہیں۔ پرتیک برکش
پرتیک پھول اسی کو یاد دلا رہا ہے۔ ان کی آن میں یہ ہرے بھرے پودوں کو سکھا
دیتی ہے۔ سندر بچتر رنگ کے پشپ اسکا سروپ دیکھتے ہی مرجھا جاتے ہیں
ہر ایک ستھان سے یہی شبد نکلتا ہوا سنائی دیتا ہے ظالم موت کسی پر رحم نہیں
کرتی۔ امیر غریب جوان بوڑھ صاحب کو اپنا گراس بنا رہی ہے۔ اناتھ بیواؤں کی
گود سے ان کے اکلوتے لخت جگروں کو چھین کر ہمیشہ کے لئے اُن کی زندگی کا
چراغ مدھم کر دیتی ہے جب یہ حال ہے تو وچار کرو کہ موت کے زبردست پنجہ سے
ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ موت کے بعد ہماری آتما کہاں جائیگی اور کس اوستھا کو
پراپت ہوگی۔ شاستر کار ہم کو اسکا یہ اتر دیتے ہیں کہ جن لوگوں کا جیون آتم رکھشا
اور ایشور کے پریم میں سماپت ہوا وہ لوگ امرت پد کو پراپت ہونگے اور جنہوں نے
اپنا سمست جیون آتم گھات میں وتیت کیا وہ گھور اندھکار کو پراپت ہونگے۔

مورکھ انسان موجودہ اوستھا کا چنتن کرتا ہے۔ اپنے یون اور سکھ کی سامگری
کو اپنے سامنے کھلا دیکھ کر کبھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ اوستھا کبھی تبدیل ہوگی یا نہیں
حالانکہ وہ ہر وقت دیکھ رہا ہے کہ جو لوگ کبھی سکھی تھے وہ اب دکھی ہیں۔ جو جوان
تھے وہ بوڑھے ہوگئے ہیں اور جو دھناڈ تھے وہ نردھن ہیں۔ انسان کبھی موت
کا بھول کر بھی چنتن نہیں کرتا اور نہ ہی سادھو لوگوں کے ست اپدیش سے لابھ
اٹھاتا ہے جو ہر وقت یہ کہہ رہے ہیں آپ اپنے من بانی اور شریر سے ایک ساتھ اور
اس پرکار اپنا جیون وتیت کرو کہ آپ کو آج ہی اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہے

موت کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو تیار رکھو اور اگر آپ کی آتما اوجل ہے تو آپ کو موت کا کیا ڈر ہے۔ وشواس رکھو موت سے بچنے کا ایک ہی اوپائے ہے کہ ہم لوگ پاپوں سے ہر وقت پرے رہیں۔ اور ایشور کو ہر وقت اپنی آتما میں باس کرتا ہوا جانتے رہیں۔ جو لوگ اِسوقت موت کے لئے تیار نہیں وہ ہم نکدہ کب ہونگے جبکہ وہ موت کی مار سے بچنے کا کوئی یتن نہیں کرتے ایسے لوگ اگر دیر تک بھی زندہ رہیں تو اُن کو کیا لابھ ہوگا۔ سوائے اسکے کہ وہ پاپ کے بوجھ کو زیادہ کریں۔ زیادہ دیر تک زندہ رہنا جب ہی سپھل ہو سکتا ہے جبکہ انسان ایشور یہ نیم کے انوسار اپنا جیون وتیت کرے۔ نہیں تو زندگی کا ایک ایک لمحہ پاپ کو بڑھانیوالا ہے وشواس رکھو زندگی دھارمک لوگوں کے لئے ہی ہے پاپی لوگ الپ آیُو بھوگتے ہیں دھارمک لوگوں کے لئے زندگی مُکتی کا سادھن اور پاپی لوگوں کے لئے جیون نرک گامی ہے۔ شاستر کار بھی یہی اُپدیش دیتے ہیں دھرم سے اپنے آپ کو بلوان بناؤ کیونکہ بلوان لوگ ہی زندگی کے اصلی سُکھ کو پراپت ہوتے ہیں۔ نربل لوگوں کے لئے زندگی اور بھوگ دونوں زہر قاتل کا اثر رکھتے ہیں۔ اسلئے مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنے جیون کے انتم پھل کی پراپتی کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور ہر وقت موت کو اپنے نزدیک خیال کرتے ہیں۔

موت کی تیاری کے لئے جو سادھن ہم بزرگوں سے سُنتے آئے ہیں وہ یہ ہیں۔ اپنی اندریہ کو سنیم میں رکھو۔ اپنے جیون کا ہر روز چنتن کرو۔ سچے تیاگ اور ویراگ کو اپنی زندگی میں بڑھاؤ۔ ایشور میں پورن وشواس رکھو اور اُن کے چرنوں میں بھگتی اور پریم کے پُشپ ہر روز چڑھاو۔ یہی سادھن ہیں جن کے ابھیاس سے اِنسان موت کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو تیار کر سکتا ہے۔

وہ انسان سب سے زیادہ عقلمند ہے جو اپنا پاپی جیون تیاگ کر دھارمک جیون بنالیتا ہے۔ اور اپنے موجودہ وقت کی قدر کرتا ہوا اپنے جیون کو ایسا اوتم بنالیتا ہے جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ موت کے وقت پایا جاوے۔

زندگی کے ایام بہت جلدی گذر رہے ہیں اور جو وقت ایک دفعہ گذر گیا وہ ہمیشہ کے لئے ہاتھ سے نکل گیا اسلئے انسانی فرض ہے کہ وہ نیکی سے اپنا دامن بھرپور کرنے کی کوشش کرے۔ خود انکاری کو اپنے جیون میں بڑھاوے۔ اور گذشتہ پاپوں کو سمرن کرتا ہوا آیندہ کو سچے ہردے سے پشچاتاپ کرے۔

بہت لوگ خیال کرتے ہیں کہ جوانی کے ایام عیش و عشرت میں بسر کرنے کے لئے ہیں جب بڑھاپا آویگا تو ہم اپنے جیون کو دھرم کا جیون بنانے کی کوشش کرینگے۔ وہ سخت غلطی پر ہیں اور وہ ضرور مایوسی کا منہ دیکھینگے۔ اُن کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ دھرم کی سامگری اکٹھی کرنے کا وقت جوانی کی ہی اوستھا ہے جبکہ اندریہ پورے یوبن پر ہیں۔ اندریہ شتھل ہونے پر نہ ہی سادھن ہوسکتے ہیں اور نہ ہی انسانی بھلائی میں کوئی مدد کی جاسکتی ہے۔ کون جانتا ہے کہ موت ہم کو بڑھاپے تک پہنچنے کی مہلت دیگی یا نہیں جبکہ وہ ہر وقت ہمارے دائیں بائیں رہتی ہے۔ اور ہم کو اپنا گراس بنانے کی فکر میں ہے اسلئے ابھی وقت ہے کہ ہم دھرم کی راہ پر تیزی سے چلنے کی کوشش کریں۔ بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جاوے کہ ہم بڑھاپے کے وقت تک زندہ رہینگے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسوقت جبکہ آپ کا روم روم پاپ سے بھرپور ہوچکیگا اور آپ کی آتما پاپ آچرن سے سیاہ ہوجاویگی اور آپ کا سبھاؤ بھی کٹھور ہوجاوے گا تو اُس وقت دھرم کو اپنے میں کس طرح جذب کرسکو گے ہاں دھرم کو اپنے میں جذب کرنے کی کوشش تو ضرور کروگے مگر پاپ

کی تیز اگنی جو آپ کے ہردے میں بھڑک رہی ہے وہ دھرم کے انشکو کو دور رہی ہے بھسم کر دیگی - اور پھر آپ مایوس ہو کر افسوس کرینگے کہ کیوں ہم نے اُسوقت اپنے جیون کو نرمل بنانے کی کوشش نہ کی جبکہ ہم پوری طاقت میں تھے - اسلئے جب تک آپ کے شریر میں بل ہے آپ اپنے کلیان کے لئے ہر طرح کی تکلیف برداشت کر سکتے ہو - نربل آتمائیں نہ صرف اپنے آپ پر بوجھ ہوتی ہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی ہانی کارک ہیں - اپنے آپ پر بوجھ اسلئے ہیں کہ وہ اپنے شریر کی کریا آسانی سے نہیں کر سکتے دوسروں کے لئے نقصان دہ اسلئے ہیں کہ بلوان لوگوں کو اُن کی سیوا کے لئے اپنا قیمتی وقت خرچ کرنا پڑتا ہے - اگرچہ بلوان لوگ اپنی سیوا کے بھاؤ سے ادیچ جا رہے ہیں مگر پھر بھی اُن کا امولیہ سمیہ سیوا کرنے کی بجائے کسی اور مفید کام میں خرچ ہونا چاہیئے اسلئے وشواس رکھو کہ جو آتمائیں اپنا کلیان آپ نہیں کرتیں بلکہ دوسروں کی مدد کی اُمید پر زندہ رہنا چاہتی ہیں وہ آتم ہتیارے ہیں اور اُن کی آتما موت کے بعد اُن لوکوں کو پراپت ہوگی جہاں اندھکار چھایا ہوا ہے - ہم نہیں سمجھتے جبکہ انسان کو اپنے شریر کی حفاظت کے لئے خود محنت کرنی پڑتی ہے تو کیوں نہ وہ اپنی آتما کی حفاظت کے لئے بھی ویسی ہی سرتوڑ کوشش کرے جبکہ وہ جانتا ہے کہ یہ شریر چھن بھنگ ہے اور آتما امر ہے -

وہ لوگ نہایت مبارک ہیں جو اپنی آتما اور شریر کی ساتھ ساتھ رکھشا کرتے ہیں کیونکہ وہی لوگ پاپ سے مُکت ہونے کے ادھیکاری ہیں - اسلئے مناسب ہے کہ ہم لوگ دوسروں کی امید کا بھروسہ نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ جن کی امید پر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں وہ ہی مدد سے انکار کر دیں اور ہم کو مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑے -

آپ کا کلیان آپ کے ہاتھ میں ہے آپ ہی اپنے مددگار بنو - موجودہ وقت کو

غنیمت سمجھو۔ کوشش کرو کہ اس سمے آپ کی آتما پوتر ہو جاوے۔ ابھی دھرم کے خریدار بنو۔
کیونکہ پھر دھرم آپ کو گراں ملیگا۔ اور اگر اسوقت آپ نے ذرا بھی بے پروائی کی تو ممکن
ہے کہ آپ کو مایوسی کا مُنہ دیکھنا پڑے اور پھر آپ کو ایک ایک منٹ قیمتی دکھائی دیگا۔ مایوس شُدہ
بیوپاریوں کے پاس جاؤ وہ آپ کو بتائینگے کہ اُنہوں نے اپنی لاپرواہی سے کتنا
نقصان اُٹھایا۔ پھر آپ کو ہوش آئیگی اور آپ اپنے وقت کی قدر کرنا سیکھوگے۔ جس
امولیہ سمیہ کو بے پرواہی میں مفت کھو دیا اُسکے لئے پچھتاپ کروگے۔ اور دھرم کے
فوراً خریدار بنوگے خواہ دھرم اُسوقت آپ کو کسی بھاؤ پر کیوں نہ ملے مگر آپ اُسوقت
دھرم کے لئے سب کچھ قربان کرنے کو تیار دکھائی دوگے۔

بس میرے عزیزو۔ یہ گمان نہ کرو کہ آپ زیادہ دیر تک زندہ رہوگے۔ یہاں تو
ایک سیکنڈ کا بھی بھروسہ نہیں۔ بہت لوگوں نے اسی طرح دھوکہ کھایا اور دستِ تاسف
ملتے ہوئے ناگہانی موت کے شکار ہو گئے۔

اُٹھو۔ کمر ہمت باندھو۔ جو کچھ آپ سے ہو سکتا ہے ابھی کرو۔ مسافروں کی طرف
دیکھ اپنا توشہ اپنے ہمراہ لئے جارہے ہیں۔ تو ہی ایک احمق ہے جس نے راستہ چلنے
سے پیشتر اپنے دامن کو اُس توشہ سے بھرپور نہیں کیا جس پر آتما کی زندگی کا دارو
مدار ہے۔ آؤ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وہ توشہ کیا ہے؟

(۱) دُنیا کے ساتھ اُتنا تعلق رکھو جتنا ضروری ہے اور اگر ضرورت پڑے۔ تو
دُنیاوی بھوگوں سے یکلخت کنارہ کش ہو جاؤ۔ کیونکہ آپ یہاں مسافر ہو۔

(۲) پرم دیو پرماتما کے سچے اوپاسک بنو۔ اپنے من۔ اندریہ اور آتما کو اُن کی پوجا
میں اتنا جھکا دو کہ آپ کو ہر جگہ برہم ہی برہم پرتیت ہو۔

(۳) اپنے انّ کو پوتر رکھو پاپ کے گھر کا ٹکڑا کبھی [illegible] نہ کھاؤ

(۴) دھرم کے ساتھ جو مِل جاوے اُسپر صبر کرو اور شکر کرو کہ آپ اِتنے ہی کے مستحق تھے۔

(۵) اِندریہ سیّم بیتے اپنے حواس پر قابض رہو کیونکہ سیّمی کے لئے موکش کا مارگ بہت سگم ہے۔

(۶) اپنے جیون کے چنتن اور شودھنے کے لئے ایکانت باس کرو۔

(۷) دھرم شیل سادھوؤں کی سنگت کرو اور شردھا سے اُن کا آدر کرو۔

(۸) وید بانی کا نِت پاٹھ کرو کیونکہ گیان آتما کا سُوکشم نیتر ہے

(۹) پاتر کو اپنی نیک کمائی سے دان دو کیونکہ یہ انسانی فرض ہے :

(۱۰) ستیہ بولو۔ کیونکہ ستیہ ہی آتما کو نِرمل بناتا ہے۔

بس اور زیادہ ہم آپ کو کیا بتاویں ابھی اسی پر عمل کرو۔ اور ہمارا سچّا وشواس ہے کہ آپ خوش ہو کر اِس دُنیا سے جائینگے۔ ایشور اشیرباد کریں اور آپ کے ہردے میں اپنا پرکاش پہنچادیں تاکہ آپ موت سے نکلکر امرت کو پراپت ہوں :

بھجن

تُم ہو پربھو چاند میں ہوں چکورا
جیوتی تمہاری کا میں ہوں پتنگا
جیسے ہے چمبک کی لوہے سے پریتی
پانی بنا جیسے ہو مین بیاکل
اک بُوند جل کا میں پیاسا ہوں چاتک

تم ہو کنوَل پھُول میں رس کا بھَورا
آنند گھن تم ہی ہو میں بن کا مورا
آکرشن کرے موہے لگا تار تورا
ایسا ہی تڑپا کے تُمرا دچھورا
امرت کی بُوند برکھا ہرد تاپ مورا

اوم شانتی۔ شانتی شانتی

سوودیشی و سنتو پرچار

صاحبان۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے ملک کی افلاس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے دیش کی تیار کردہ چیزوں کی قدر نہیں کرتے۔ ہمارے جو بھائی نیا کام شروع کرتے ہیں۔ وہ اپنے ہموطنوں کی بے توجگی سے چھوڑ دیتے ہیں لیکن پھر بھی ہم نے اعلیٰ قسم کا صابن بنانے کا ایک کارخانہ لاہور میں کھولا ہے جس کے صابون چربی سے بالکل مبرہ ہیں۔

سیلن کا "فیری سوپ"۔ نوجوانوں کے چہروں کے کیل چند ہی ایام میں دور کر کے ان کے چہروں کے حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ اگر نوجوان خوبصورتی کی کچھ بھی قدر کرتے ہیں۔ تو ضرور استعمال کریں۔ قیمت فی ٹکیہ ۶/ ۳ ٹکیہ کا بکس ۱۰/

سیلن کا "نیم سوپ" اس کا ثانی آجتک کوئی صابون تیار نہیں ہوا۔ علاوہ زخموں کے لئے مفید ہونے کے خارش کے لئے تو اکسیر ہے بچوں کی جوؤں کی تکلیف سے بچانیکے لئے لاثانی ہے۔ پت یعنی ( ) کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ یہاں تک کہ داد۔ چنبل کے لئے بھی مفید ثابت ہوا ہے مچھروں وغیرہ کیلئے بھی مفید ہے۔ قیمت فی ٹکیہ ۴/ ۳ ٹکیہ کا بکس ۱۱/

سیلن کا "سٹین المودر"۔ گرم و ریشمی پارچات سے چکنائی کے داغ دور کرنے کے لئے اس سے بہتر مصالح آپ کو نہیں ملسکتا ایک ٹکیہ سینکڑوں داغ دور کر سکتی ہے قیمت فی ٹکیہ ۶/

سیلن کا "کریم سوپ"۔ سر کی کسر دور کرنے اور جلد اور بالوں کو نرم رکھنے کے لئے اکسیر ہے فی ٹکیہ ۳/

سیلن کا "کاربالک سوپ" نہایت عمدہ جسمیں ۵ فیصدی کاربالک ایسڈ ہونے کے علاوہ نہایت خوشگوار خوشبو بھی ڈالی گئی ہے قیمت فی ٹکیہ ۳/ ۳ ٹکیہ ۹/

نوٹ۔ علاوہ ازیں کپڑے دھونے و ہاتھ دھونے کا صابن بھی بہت عمدہ تیار ہوتا ہے سوداگروں کے لئے خاص رعایت

مینیجر میڈ یکیٹیڈ سوپ ورکس لاہور

سمرپن

میں اس کتاب کو نہائت ادب اور شکر گذاری سے
اپنے پوجنیہ سُرگباسی پتا لالہ **کاہن چند جی**
مہاراج ساکن سہولی ضلع لودیانہ کی پاک یادگار میں
جنکا سمست جیون تپسچریہ میں سماپت ہوا سمرپن کرتا ہوں

شہزادہ رام

یہہ کتاب لائبریرین آریہ سماج لاہور انارکلی اور وچھووالی سے بھی مل سکتی ہے۔

اوم

دھرم مارا ہوا مار دیتا ہے اور رکھشا کیا ہوا رکھشا کرتا ہے۔

١٤/١٢١

سورگ کی سیڑھی

اِس کتاب میں وہ سادھن درج کئے گئے ہیں جن کے عمل سے جیو آتما سورگ کی ادھیکاری ہو کر پرم آنند کو پراپت ہو سکتی ہے

از

شہزادہ اُم سبھاسد آریہ سماج لاہور انارکلی

سنہ ۱۹۰۶ع

مطبوعہ ہندوستان سٹیم پریس لاہور

قیمت مجلد ۳/۰ ۱۰۰۰ جلد بار اول

فہرست مضامین

سمرپن

بخدمت شریف جناب لالہ سکھدیال صاحب کپور سپرنٹنڈنٹ
اکونٹنٹ جنرل آفس لاہور

میرے پیارے لالہ جی۔

جناب نے جس قدر احسان اپنے، ہمجنسوں پر کئے ہیں وہ اس امر کے شاہد ہیں کہ جناب کے دل میں پراوپکار کا کس قدر خیال ہے میرے ساتھ آپ کی بلا غرضانہ محبت جس کا اظہار آپ گذشتہ ۲۲ سال سے کر رہے ہیں یعنی ہر وقت جناب کا دست شفقت میرے سر پر رکھنا۔ مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز جاننا۔ میری بہبودی کا ہر وقت خیال رکھنا وغیرہ وغیرہ اور بہت سی مہربانیاں جن کا بیان قلم کی طاقت سے باہر ہے ایسی ہیں جن کیلئے میں جناب کا تا دم زیست ممنون احسان رہونگا۔ گو ان تمام عنایتوں اور جناب کی بزرگانہ محبت کا اظہار کیا نہیں جا سکتا تاہم اُس تعظیم اور تکریم کے اظہار کیلئے جو جناب والا کی میرے دل میں ہے میں اس کتاب کو جناب کے نام نامی پر سمرپن کرتا ہوں ؀

شہزادہ رام

شکریہ

پیارے پاٹھک جس شردھا سے آپ نے میری پہلی کتاب "مکتی کے ستیہ گیان" کو سویکار کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی ہے اسکا میں ہردےسے آپ کا دھنیاواد کرتا ہوں۔ صرف چند ماہ کے عرصہ میں سینکڑوں کی تعداد میں اس کتاب کا فروخت ہو جانا اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ آپ کے دل میں پوتر خیالات کیلئے بڑی بھاری عزت ہے اور اسلئے میں وشواس رکھتا ہوں کہ آپ اس کتاب کا بھی اسی پریم اور محبت سے مطالعہ کر کے نیک نتیجہ پر پہنچینگے ؛

آپ کا شکر گذار

شہزادہ رام کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس پنجاب لاہور

سورگ کی سیڑھی

دھرم مندر پر قدم رکھنے کے زینے

پیارے پاٹھک

پرماتما کے درشن کی اچھیا ہر ایک انسان میں پائی جاتی ہے ہر ایک
اُس جگت پتی کی نزدیکی حاصل کرنا چاہتا ہے مگر بہت تھوڑے ہیں جو
اس اچھیا کو عملی جامہ پہناتے ہیں ہمارے من میں سنکلپ تو پیدا ہوتا ہے
مگر اُس سنکلپ کو پورا کرنے کے لئے ہم قدم نہیں اُٹھاتے۔ اور وہ سنکلپ
ہمارے من میں پیدا ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ سنکلپ کو عملی صورت نہ
دینے کی بڑی بھاری وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالنا نہیں

چاہتے۔ چونکہ ہم نفس پرست ہیں اور نفس ہی کی غلامی میں سُکھ مان رہے ہیں اسلئے وہ سادھن اور وہ ابھیاس جو ایشور کے اُپاسک کے لئے ضروری ہیں ہم کو کٹھن پرتیت ہوتے ہیں اور ہم اُن کو چھوڑ کر ان سادھنوں کو عمل میں لانا چاہتے ہیں جو آسان بھی ہوں اور ساتھ ہی ہم کو نفسانی لذّات سے ہٹانیوالے بھی نہ ہوں۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اِس وقت بھارت ورش میں پرماتما کی سچّی پُوجا کی جگہ بھِن بھِن پرکار کی پُوجا جاری ہو گئی ہے۔ ایشوریہ گیان کے پرچار کی بجائے من گھڑت اور جھوٹے خیالات کا پرچار ہو رہا ہے۔ لوگوں کو پاپوں سے مُکت ہونے کے مختلف طریقے بتائے جا رہے ہیں۔ مثلاً اسوقت ہمارے دیش میں ندی نالہ۔ بندر۔ سانپ۔ چوہا۔ نیل کنٹھ۔ تُلسی۔ پیپل۔ اینٹ پتھر وغیرہ وغیرہ کی پُوجا بڑے زور شور سے جاری ہے۔ یہیں خاتمہ نہیں بلکہ مردم پرستی۔ قبر پرستی کا بھی رواج ہے۔ آئے دن سینکڑوں ہزاروں اہل ہنود دور دراز دیش میں جا کر قبروں کی زیارت کرنا پُن کا کام سمجھ رہے ہیں۔ اور اپنا محنت سے کمایا ہُوا دھن مفت خوروں کی بھینٹ کر رہے ہیں۔ لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ یہ چیزیں نہایت ہی متبرک ہیں۔ ان کی زیارت کرنا اِن پر پھول جل وغیرہ چڑھانا وغیرہ وغیرہ انسان کو پاپوں سے مُکت کرنیوالے سادھن ہیں۔ جنہوں نے ان سب قسم کی پُوجا کا پرچار کیا انہوں نے ساتھ ہی ایسی کتابیں بھی بنا دیں جو بھولے بھالے بھائیوں کو جال سے نکلنے نہ دیں۔ اُن کتابوں میں ہر ایک کے مہاتم بھی لکھ دیئے اور من گھڑت پھل بھی بتا دیئے۔ تاکہ ان پھلوں کے لالچ سے لوگ ان کو پُوجتے رہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انسان کتنا ہی اتیاچاری

اور پاپی کیوں نہ ہو صرف صبح کے وقت گنگا کا نام لیتے ہی سے وہ گھور
پاپوں سے چھوٹ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ نفس پرست پوجاریوں نے بھارت
باسیوں کا دھن دولت لوٹنے کے لئے طرح طرح کے جنتر منتر۔ دھاگہ تعویذ
جادو ٹونہ کا پرچار بھی کر دیا۔ کاشی نگر میں تو زندہ لوگوں کو چیرنے کے لئے
آرہ لگایا گیا اور اس کا نام کاشی کرت رکھا گیا۔ عیسائی اور محمدیوں نے
بھی اپنی ڈھائی چاول کی کھچڑی پکانی شروع کر دی اور انہوں نے بھی
اعلان دیا کہ خدا مجسم ہے اور کہ وہ بھی کنبہ دار ہے۔ ساتواں آسمان اس کی
نشست گاہ ہے اسکے تمام حکم دنیاداروں کے لئے اسکے برگزیدہ رسولوں
کی معرفت آتے ہیں۔ ان رسولوں پر ایمان لانا اور ان کو مکتی کا ذریعہ ماننا
ایک گنہگار کے لئے نجات دہندہ ہے۔ اور کہ ان کی سفارش کے
بغیر پرماتما تک کسی کی رسائی ہو نہیں سکتی۔ اور کوئی انسان خواہ کتنا ہی
اچھا کیوں نہ ہو جب تک ان پر ایمان نہ لائیگا تب تک وہ نجات نہیں پائیگا
ہزاروں لاکھوں بندگان خدا ان کے بتائے ہوئے مارگ پر چل کر اپنا
نشٹ بھرشٹ کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ سادھن بہت ہی آسان ہیں اسلئے
عام میں ان کا پرچار بڑے زور شور سے ہو رہا ہے۔ میری تو یہ رائے
ہے کہ ان ہی سادھنوں کی بدولت دنیا میں پاپ کی کالی گھٹا چھا رہی ہے
اور مختلف قسم کے دکھ اور تکلیف جو ہمارے حصہ میں آرہے ہیں وہ سب
اس اگیان کی بدولت ہے اور جب تک ہمارے دلوں میں ویدک سادھنوں
کے ابھیاس کی چاہت نہیں پیدا ہوگی تب تک بہتری کی امید رکھنا فضول
بلکہ ناممکن ہے ہم لوگ اس دنیا میں یاتری ہیں اور یاتری کا عین فرض ہے

کہ وہ اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے اُس سامان کو اکٹھا کرے۔ جو
مارگ کی تکالیف سے اُسکو بچانے والا ہو۔ جب ہم اِس دُنیا میں یاترا
کرنے سے پیشتر اپنے مارگ کے نشیب و فراز سے واقف ہو کر اُس سامگری
کو ساتھ لئے جاتے ہیں جو ہمارے واسطے ضروری ہے تو کیا پرلوک یاترا
کے لئے ہم کو وہ سامان ساتھ نہیں لے جانا چاہیئے جو اُس مارگ کے
یاتری کے لئے ضروری ہے مثلاً ایک برفانی مُلک کے یاتری کو اپنے ساتھ
گرم کپڑے اور خون کو حرارت میں رکھنے والی دوائیاں ساتھ رکھنی ضروری
ہوتی ہیں۔ اور اگر درندے وغیرہ زہریلے جانوروں کا راستہ میں خوف ہو
تو اُسکو تلوار بندوق وغیرہ سب کچھ ساتھ لے جانا ہوتا ہے۔ گرم ملکوں
کی یاترا کے لئے چھاتہ وغیرہ کی ضرورت ہے پس جب دُنیاوی سفر کے لئے
ہم کو سب سامان حسب ضرورت ساتھ لے جانے ہوتے ہیں تو کیا پرلوک یاترا
کے لئے جو سب سے زیادہ کٹھن ہے ہم کو کچھ بھی فکر نہیں کرنا چاہیئے۔
پرلوک کے یاتری کا فرض ہے کہ وہ برہمچرج۔ ستیہ وادی۔ وید کے جاننے
والے رشیوں کی شرن میں جا کر اُس مارگ کا گیان حاصل کرے۔ جس پر
اُس نے سفر کرنا ہے اور پھر اُس سامگری کو اکٹھی کرے جو اُس کے لئے
کارآمد ہو۔ اور ساتھ ہی اُن مہاتماؤں کے جیون کا پاٹھ بھی کرنا چاہیئے
جو دھرم مارگ کے یاتری بنے اور جنہوں نے اس یاترا کو آسان بنانے
کے لئے ہمارے لئے کارآمد ہدایات چھوڑیں۔ وید کے جاننے والے
رشی ہم کو بتاتے ہیں کہ سورگ کا مارگ بہت کٹھن ہے اور کہ اس پر کوئی
شور بیر ہی قدم رکھ سکتا ہے اور جو اس مارگ کا یاتری ہونا چاہتا ہے

اس کو یگ ۔ دان اور تپ کی سخت ضرورت ہے ۔ یہی اس مارگ کی سامگری
ہے جو ہمارے لئے کام آسکتی ہے ۔ اور جس کے بغیر کوئی یاتری اپنی
منزل مقصود کو پہنچ نہیں سکتا ۔ ایترے اپنشد میں لکھا ہے کہ یگ کرنے
والا سورگ کے سوکھ کو پاتا ہے ۔ اب ہم یگوں کا ذکر کرتے ہیں۔

برہم یگ

(۱) برہم یگ کا دوسرا نام رشی یگ ہے اس یگ کے کرنیوالے کیلئے
یم اور نیم کے پالن کی سخت ضرورت ہے اور یم اور نیم کے پالن کے بغیر
کوئی انسان اس جہاں یگ کا ادھیکاری نہیں ہو سکتا ۔ اور اگر کوئی ان
کے پالن کرنے بغیر اس یگ کو کرنا شروع کرتا ہے تو وہ پھل کو پراپت
نہیں ہوتا ۔

اس یگ کے کرنیوالے کے لئے دیہ رکھشا کی از حد ضرورت ہے
کیونکہ برہم چاری کے لئے موکش کا مارگ بہت آسان ہے ۔ برہم چاری
وید ودیا کو پڑھ کر اپنے مارگ کو آسان بنا لیتا ہے ۔ برہم چرج ۔ وید ادھین
اس یگ کے پردھان انگ مانے گئے ہیں ۔ جن کے وستار پوروک بیان
کرنے کے لئے ایک علیحدہ پستک کی ضرورت ہے ۔ تاہم اس یگ کے کرنے
والے کو جو پھل ملتا ہے ہم اس کا یہاں بیان کر دیتے ہیں ۔ منو بھگوان
اپنی سمرتی میں فرماتے ہیں ۔ گائیتری کا جپ برہم پراپتی کا دوار ہے ۔ جو
منش آلسیہ رہت ہو، کو تیاگ کر شدھ اور ایکاگر چت سے تین سال اس کا
جپ کرتا ہے وہ ہوا اور آکاش کی مانند نرمل اننت کرن ہو کر پرمیشور کو

جانتا اور پاتا ہے اور جو ایک سال بھی گایتری کا آرادھن کرتا ہے اُسکو دُنیاوی بھوگ مثلاً دودھ - دہی - گھی اور مٹھائی وغیرہ اُتم اُتم پدارتھ مل جا‌تے ہیں - اس یگ کا نہ کرنا بڑا بھاری پاپ ہے - وہ جو لوگ اگر یہ یگ نہیں کرتے تو وہ دوج نہیں کہلا سکتے - بلکہ شودر بن جاتے ہیں - اِس یگ کا پھل اتنا مہان ہے کہ باقی کے چار یگوں کا پھل بھی اس برہم یگ کے سولہویں حصہ کے برابر نہیں ہو سکتا -

(نوٹ) برہم یگ کرنیوالے کے لیئے مفصل ہدایات ہماری بنائی ہوئی کتاب "مکتی کے ستیہ گیان" میں مفصل درج کی گئی ہیں پاٹھک وہاں سے دیکھ لیں ؎

دیو یگ

(۲) دیو یگ اس میں اگنی ہوتر کرنا ہوتا ہے - اگنی ہوتر کرنیوالا شخص ہی سچا دانی کہلا سکتا ہے جو جڑھ اور چیتن سارے جگت کا پوشن کرتا ہے شاستر کار کہتے ہیں کہ وِدھی پوربک ڈالی ہوئی آہوتی سورج کو پراپت ہوتی ہے سورج سے بارش اور بارش سے اَنّ اور اَنّ سے پرجا کا پالن ہوتا ہے آسہ گت - یگ اور بل اِس یگ کے پھل ہیں - جب سے بھارت باسیوں نے اس یگ کا کرنا تیاگ دیا تب ہی سے قحط - وبا اور انیک پرکار کی بیماریوں کا ہم شکار ہو رہے ہیں - اور جب تک سب لوگ اِس ایشور یہ حکم کا پالن نہیں کرینگے تب تک وہ سُکھ نہیں ملیگا جس سُکھ کی ہم اِچھیا رکھتے ہیں

پِتری یگ

(۳) پِتری یگ زندہ پِتروں کی آگیا کا پالن اور اُن کو اُتم اَنّ اور پوتر جل

دیکر ہمیشہ خوش رکھنے کا نام ہے۔ ماتا پتا۔ گورو۔ کلا کوشل بنانیوالے۔ اور مختلف پرکار کی ودّیا کے جاننے والے وغیرہ وغیرہ لوگ پتر کہلاتے ہیں اِن کی یتھا یوگ عزت کرنا ہر ایک گرہستی کا پرم دھرم ہے۔ منو بھگوان فرماتے ہیں۔ ماتا پتا آدی پتروں کی سیوا کرنیوالا بالک اُن کی اشیرباد سے آیو۔ ودّیا۔ یش اور بل کو پراپت ہوتا ہے۔ اسوقت اگر ہم میں یہ صفات موجود نہیں تو اسکا کارن صرف یہی ہے کہ ہم نے زندہ پتروں کی سیوا تیاگ کر کے مُردہ پتروں کا شرادھ کرنا ہی مکھیہ دھرم مان لیا ہے۔ جیوت پتر ہماری ناخلفی سے دکھی ہیں اور اُن کا شراپ ہمارے سب نیک کاموں کے پھل کو بھسم بھوت کر رہا ہے۔ ہم لوگ زندہ ماتا پتا کو بھوجن وغیرہ نہیں دیتے مگر اُن کے مرجانے کے بعد اُن کے نام پر بڑے بڑے شرادھ وغیرہ کراتے ہیں۔ اور اُن کو سورگ دھام میں پہنچانے کے لئے پھلگو۔ اور گیا آدی استھانوں میں جاکر اُن کے نام پر پنڈ دان کراتے ہیں۔ اور جب تک بھارت باسی سرون رامچندر اور بھیشم پتامہ کی طرح سپوت نہیں بنتے تب تک ہم اکال مرتیو کے پنجہ سے بچ نہیں سکتے۔

بلی ویشں دیو یگ

(۴) بلی ویشں دیو۔ یہ گرہستی کا نتیہ دھرم ہے کہ جو کچھ رسوئی میں بنا ہو اُس میں سے کھاری وستو کو چھوڑ کر الونی (نمک کے بغیر چیزیں) چیزوں سے یتھاودھی چولہے کی اگنی میں ہوم اور بلی دان کرے۔ اس یگ کا پھل یہ ہے کہ بھوجن وغیرہ بنانے میں جو ہنسا ہوتی ہے اسکا پرائشچت ہونے سے آتم شُدھی ہوتی ہے۔ اور جن جیووں کا گرہستی پر نربھر ہے

اُن کو بھی لابھ پہنچتا ہے - یہہ یگ گرہستی کو پُن وان بنانیوالا ہے - اور پُن ہی کے پرتاپ سے آتما کو سچی شانتی پراپت ہوتی ہے - منو بھگوان فرماتے ہیں کہ جو پُرش اس پرکار یگ کرتا ہوا سب پرانیوں (پشو پکشی چیونٹی بوڑھے اندھے - لنگڑے - یتیم بچوں کو اپنے بھوجن میں سے ہر روز حصہ دیتا ہے وہ پُرش سرل مارگ سے سورگ کو پراپت ہوتا ہے -

اِس ایک یگ کے نہ کرنے سے اسوقت بھارت سنتان غیر مذاہب کی شرن لے رہی ہے اور ویدک دھرم کو ہمیشہ کے لئے جواب دے رہی ہے اور جب تک ہم لوگ اس یگ کو ہر روز نہیں کرینگے تب تک ہماری اُدنتی ہو نہیں سکتی -

اتیتھی یگ

(۵) اتیتھی یگ - اتیتھی اسکو کہتے ہیں جس کے آنے کی کوئی تاریخ مقرر نہ ہو - اور وہ صرف ایک رات رہنے والا ہو - اپنے گانوں کا رہنے والا - کتھا کہانی سُنانے والا - دوست اور اپنے کنبہ کا ممبر اتیتھی نہیں کہلاتے - کشتری ویش بھی برہمن کے گھر اتیتھی روپ آسکتے ہیں - ایسے آئے ہوئے مہاتما برہمن سادھو سنیاسی کو پوتر بھوجن دیکر پھر آپ بھوجن کرنا گرہستی کا دھرم ہے - اس کا نام اتیتھی یگ ہے - اسکا پھل یہ ہے ودوان تپسوی برہمن کے گھر روپ اگنی میں پہنچایا ہوا اَن بڑے بڑے پاپوں کو دور کرتا ہے - منو بھگوان فرماتے ہیں گرہست ہی کے سہارے برہم چیج آدی تینوں آشرموں کا پالن پوشن ہوتا ہے اور اُن کے پالن پوشن سے ودیا اور گیان کی ترقی ہوتی ہے - اسلئے یہہ آشرم سب سے بڑا مانا گیا ہے

چھاندیوگ اوپنشد میں بھی لکھا ہے کہ دھرم کے تین بڑے ستمبھ (ستون) ارتھات یگ۔ آدھین اور دان یہ سب اِن ہی پانچ یگوں میں آجاتے ہیں اور انسان کو اس سنسار ساگر سے پار اُتارنیوالے ہیں۔

اب ہم تپ کی ویاکھیا کرتے ہیں۔

تپ

بزرگ رشیوں نے لوکک اور پرلوکک سُکھوں کی پراپتی کا مُول تپ ہی کو مانا ہے کیونکہ تپ سے بل اور پراکرم ملتا ہے اور بل اور پراکرم سے اچھّیا پُورن ہوتی ہے۔ بھارت ورش تپسیا کے لئے پرسِدھ تھا یہاں کے رہنے والے تپ ہی کو اپنی اُنتی کا پرم سادھن مانتے تھے۔ تپ ہی سے برہمن۔ کشتریہ اور ویش اپنے اپنے ورن کے فرایض کو پُورن کرتے تھے وہ برہمن تپسوی ہوتا تھا جو وید آدی شاستروں کے پڑھنے کے لئے برہمچریہ کو دھارن کرکے گرو کے چرنوں میں نواس کرتا تھا۔ وہ کشتریہ سچا کشتریہ کہلاتا تھا۔ جو برہمچریہ اور دیگر سادھنوں دوارا اپنے شریر کو بلوان بنا کر دوسروں کی رکھشا کرتا تھا۔ وہ ویش۔ ویش کہلانے کا پاتر ہوتا تھا جو صبح سے شام تک سردی اور گرمی کو برداشت کرتا ہوا اَن کی پراپتی کے لئے کھیت میں ہل چلاتا۔ بیج ڈالتا اور وقت پر اُسکی رکھشا کرتا تھا۔ اور اُس پراپت کئے ہوئے اَن سے برہمن۔ کشتریہ اور شودر کا پالن کرتا تھا۔ تاکہ دیش میں دھرم۔ بل اور سمپدا اپنی اصلی حالت میں قایم رہے۔

شودر نمرتا پُوربک دوسرے ورنوں کی سیوا کرنے ہی کو اپنی اُنتی کا

پرم سادھن مانتا تھا اور یہی اُس کا پرم تپ تھا۔ وہ لوگ جن کا نام اِتہاس
کے ان مہٹ صفحوں پہ پایا جاتا ہے جو ادنےٰ درجہ سے اعلےٰ درجہ کو پہنچے
سب تپ ہی کا پرتاپ ہے۔ ریل۔ بجلی اور مختلف پرکار کے کلا کوشل
جو آج ہم کو حیران کر رہے ہیں وہ سب تپ ہی کا نتیجہ ہیں۔ پہاڑوں کی
بلندی کو معلوم کرنا اور سمندر کی تہ تک پہنچنا یہ سب بھید تپ ہی سے کھولے
جاتے ہیں۔ تپ ہی کے دوارہ پرتھوی سے چھپے ہوئے رتن نکالے
جاتے ہیں اور تپ ہی سے سورج چندر اور نکشتروں کی اوستھا کو
کو جانا جاتا ہے۔ پرماتما نے اس پرتھوی کو سُکھ کی سامگری سے بھرپور
کر رکھا ہے مگر یہ سُکھ کی سامگری تپسوی کے لئے ہی مخصوص ہے
تپ ہین لوگ تپسویوں کو اونت ہوتے ہوئے دیکھ کر اندر ہی اندر جل کر
خاک سیاہ ہو رہے ہیں مگر اس تپ کا انوشٹھان نہیں کرتے جو انہیں
سیوگ کے لئے سُکھوں کا دوار کھول دیتا ہے۔

تپ ہی انسان کو انسانوں کا مالک بناتا ہے اور تپ ہی پرتھوی سے
سے لیکر سورج پرینت سب پدارتھوں کی گپت ودّیا کو منش کے سامنے
کھول دیتا ہے۔ راستہ کی تمام مشکلات تپ ہی کے دوار احل کی جاتی ہیں
تپ ہی کی سہایتا ہے اور سدا ہے ہوگی۔ رامچندر اور جانکی دیوی کی
شادی اُس بڑے تپ کا نتیجہ تھا جو شری رامچندر جی نے برہمچریہ دھار
وششٹھ اور وشوامتر کے چرنوں میں بیٹھ کر کیا تھا۔ جانکی جی کے سوئمبر
کے سمئے کتنے راجکمار جنک پوری میں اکٹھے ہوئے تھے مگر تپسوی رامچندر
جی کے سوا کون اُس دھنش کو توڑ سکتا تھا جس کو جانکی دیوی ہر روز

نکلتی تھی - پرشرام جی جس کا نام لیتے ہی بڑے بڑے سورماؤں کا دم خشک
ہو جاتا تھا تپسوی رامچندر جی کے چرنوں میں جُھک جاتا ہے - میگھناد
جیسے برہمچاری کو جس کی بھجا بل پر راون کو بڑا ناز تھا - رامچندر جی کی
تمام سینا میں سے کون مار سکتا تھا یدی لکشمن بیر نہ ہوتا - جس وقت میگھناد
کے مارنے کا سوال رامچندر جی کے سامنے پیش ہوا تو اس نے یہی جواب
دیا کہ اس یودھا کو مارنے کی کسی میں سامرتھ نہیں اس بیر کو وہی پراجے
کر سکتا ہے جس کا من ۱۲ سال تک شدھ سنکلپ والا رہا ہو - اور وہ سوائے
لکشمن جتی کے اور کوئی مجھے دکھائی نہیں دیتا - اگر لکشمن میگھناد کے
مقابلے پر نہ ہوتا تو راون کو پراجے کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا -
حقیقت راون کا اپنے کٹنب سمیت مارا جانا اور جانکی دیوی کا آزاد کرنا
سب اس بڑے تپ کا پھل تھا جو لکشمن بیر نے تپا تھا - تپ کی مہما
ہے - تپ کے سامنے سب سیس جھکاتے ہیں - منو بھگوان فرماتے
ہیں سمست سکھوں کا مول تپ ہی ہے تپ ہی انسان کو اس قابل بنا
دیتا ہے کہ وہ چراچر سمیت تری لوکی کو دیکھے - کمل صحت - پورن آیو -
دولت نشان - اور ایشورج یہ سب تپ ہی سے پرسدھ ہوتے ہیں -
تپ صرف جسمانی سکھوں کی پراپتی کا ہی سادھن نہیں بلکہ روحانی سکھوں
کا بھی مول ہے روحانی سکھ پاپ کے نشٹ ہو جانے سے ملتا ہے
اور پاپ تپ ہی سے بھسم کیا جاتا ہے - پرماتما جو تری لوکی کے ہر ایک پدارتھ
میں باس کر رہے ہیں اور جس کی پراپتی کوئی آسان کام نہیں اسکو وہی
پا سکتا ہے جو برہمچریہ دھارن کر کے دُنیا اوپارجن کرتا ہوا ست کا

انوشٹھان کرتا ہے اور یہ سب سادھن تپ ہی سے سدھ کئے جا سکتے ہیں
دھرم مندر پر قدم رکھنے والے کے لئے یوگ ہی پرم سادھن ہے اور
یوگ کی سدھی تپ ہی سے ہوتی ہے۔ تپ ہی ایک پاپی کو پُن آتما بنا کر
ایشور کے چرنوں میں بٹھانے والا ہے۔ بالمیک کا جیون ساکشی دیتا ہے
کہ کلنک کا سیاہ ٹیکا جو پاپی کے مستک پر لگا ہوا ہوتا ہے وہ تپ ہی سے
دور ہو سکتا ہے تپ ہی ایک چکرورتی راجہ کو تپسوی کے سامنے سر
جھکانے کے لئے مجبور کرتا ہے وہ دھن اور دولت جس کو ہم بڑی محنت سے
کماتے ہیں اور جس کے ساتھ ہمارا انتہائی درجہ کا پریم ہے وہ ہم تپسوی
کے چرنوں میں نہایت شردھا اور پورن پریتی سے رکھ دیتے ہیں تپ اس
پدارتھ کو جس کو لوگ بہت پیار کرتے ہیں کھینچ لیتا ہے اور اپنے سیوک کے
چرنوں میں رکھ دیتا ہے۔ تپ کا مہاتم اتنا مہان ہے کہ انسانی جیبھ
اس امولیہ سادھن کے گن ورنن کرنے کی سامرتھ نہیں اس تپ کا جس
کی شاستر کار مہا گاین کر رہے ہیں کیا سروپ ہے۔ شاستر کار تپ کے
تین بھید بتاتے ہیں۔ واچک۔ مانسک اور کائک۔ جس انسان نے
اپنی بانی کے تمام دوشوں کو دور کر لیا ہے اور جو اپنی بانی کی رکھشا
کر رہا ہے جس کی بانی سے جھوٹ۔ کڑوا بچن۔ نندا اور بیہودہ بکواس
کبھی کسی نے سنا ہی نہیں وہ بانی سے تپ کر رہا ہے۔

جس انسان کا من سدا شبھ سنکلپ والا ہوتا ہے یعنی جس میں کسی
قسم کا برا خیال پیدا نہیں ہوتا جو اپنے اِشٹ کا ہی چنتن رکھتا ہے جس
کے من کو پاپ چلائمان نہیں کر سکتا وہ من سے تپسوی کہلاتا ہے۔

جس انسان کی تمام اندریہ دھرم آچرن اور پر اوپکار میں لگی ہوئی ہیں جو کبھی کسی کی ہنسا نہیں کرتا اور نہ ہی پر استری سے گمن کرتا ہے اور جو پاپ سے اُن کو اکٹھا نہیں کرتا وہ جسم سے تپسوی کہلاتا ہے۔

اسوقت تپ کے اُلٹے معنے لئے جاتے ہیں صرف جسم کو تکلیف دینا ہی تپ سمجھا جا رہا ہے مثلاً پنچ اگنی تاپنا۔ اُلٹے ہو کر لٹکنا۔ بھُجا کو اوپر کھڑا کر کے سوکھا ڈالنا۔ سردی کے موسم میں ٹھنڈے جل میں کھڑے رہنا اور گرمی کے موسم میں سورج کی تیز دھوپ میں بیٹھے رہنا وغیرہ وغیرہ۔ ایسے تپوں سے آتما پوتر نہیں ہوتی بلکہ آتما کی ہانی ہوتی ہے۔ ایسے تپ انسان کو ابھیمانی بنا دیتے ہیں اور اُس کی آتما کو اونتی کے مارگ سے گرا دیتے ہیں اسلئے ایسے تپوں کا ابھیاس کرنا نہ صرف اپنے شریر کو دُربل اور نکما بنانا ہے بلکہ اپنی آتما کو بھی پاپ کے درجہ پر لیجانا ہے۔ انسان کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ یہہ شریر آتما کا رتھ ہے جس پر آتما سوار ہو کر اپنی یاترا کو سماپت کر سکتی ہے۔ رتھ کو توڑ دینے پھوڑتے یا کمزور بنانے سے ہماری یاترا میں وگھن پڑتا ہے اور ہم منزل مقصود پر وقت پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور یہہ پرماتما کے حکم کے برخلاف ہے اور پرماتما کے حکم کے برخلاف چلنا ہی تو پاپ ہے شاستر کار ان مذکورہ بالا تین قسم کے تپوں میں سے ہر ایک تپ کو ساتوک۔ رجس اور تامس میں تقسیم کرتے ہیں۔

(۱) وہ انسان جو پھل کی کامنا کو تیاگ کر من بانی اور شریر سے تپ کر رہا ہے جس سے وہ ساتوک تپ کہلاتا ہے۔

(۲) وہ انسان جو ڈھونگ پرتشٹھا پوجا اور عزت کو سامنے رکھ کر تپ کر رہا ہے

وہ راجس تپ کہلاتا ہے۔

(۳) جو دوسرے کی ہانی کے لئے یا اپنے شریر کو تکلیف دینے کے لئے تپ کیا جاتا ہے وہ تامس تپ کہلاتا ہے۔

یہ بھید اسلئے بتائے گئے ہیں کہ سب لوگ تامس اور راجس تپوں کو تیاگ کر کے ساتوک تپوں کا انشٹھان کریں۔

مجمل طور پر اونپشد اور سمرتی کار مفصلہ ذیل سادھنوں کو تپ کہتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ اِن کے انکول اپنا آچرن بنا تا انسان کو تپسوی بنانے والا ہے۔ ست بولنا۔ شاستر کا سُننا۔ اندریوں کا قابو میں رکھنا۔ من کا روکنا۔ دان دینا۔ یگ کرنا۔ ایشور پر ستی۔ پرارتھنا اور اپاسنا کرنا۔ ابھیان کا تیاگ۔ نرمل شُدھ اور میٹھے وچن بولنا۔ برہمچریہ دھارن کرنا۔ اہنسا نہ کرنا۔ دھن کی پوترتا وغیرہ وغیرہ تپ کہلاتے ہیں۔ اور دھرم کے مارگ پر چلنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اِن مذکورہ بالا تپوں کو کرتا ہوا اپنی آتما کو بلندی کے اُس زینہ پر پہنچاوے جہاں پہنچ کر وہ منش جیون کے انتم پھل یعنے موکش کو پراپت ہو جاوے۔

اب ہم دان پر ویاکھیا کرتے ہیں۔

دان

دان وہ ہے جو انسان اپنی نیک کمائی سے دوسروں کے کلیان کیلئے دیتا ہے۔ بھارت ورش دان کے لئے پرسدھ ہے۔ اس دیش میں کروڑوں روپیہ ہر سال ہندو جاتی سے دان کئے جاتے ہیں کوئی ہندو خاندان ایسا نہیں

جو سال بھر میں دس بیس روپیہ کا دان نہ کرتا ہو۔ اسوقت بھارت ورش میں
بیس کروڑ سے زیادہ ہندو آباد ہیں اگر فی ہندو اوسطاً ایک روپیہ سالانہ دان
میں دیتا ہے تو سمجھ لو بیس کروڑ سے زیادہ روپیہ کا دان ہو رہا ہے جس
دیش میں ہر سال کروڑوں روپیہ کا دان ہوتا ہو وہ دیش اگر اونتی کی
شکھر پر نہ جاوے تو سمجھ لو کہ ہمارا دان نشپھل جا رہا ہے اور کہ ہمارے
دان کی پرنالی درست نہیں۔ اور جب تک ہندو جاتی اپنے دان کا مناسب
استعمال نہیں کرتی تب تک اونتی کی امید رکھنا فضول بلکہ ناممکن ہے۔ دان
کی پرنالی کو درست کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم لوگ پہلے ایشوریہ گیان کی
طرف جھکیں۔ ویدوں پر پورن وشواس رکھتے ہوئے انسانوں کی بنائی ہوئی
کتابوں کا اس درجہ تک مان کریں جہاں تک وہ ایشوریہ گیان کے انکول ہوں
اور جہاں ہم کو ان کتابوں میں بھرانتی پرتیت ہو تو ہم ان کو تیاگ دیں ہاں
کیول ویدوں کے ہی حکم کو سویکار کریں۔ ہمارے دان کی پرنالی کے بگڑ جانے
کا یہی ایک مکھ کارن ہے کہ ہم نے ایشوریہ گیان کو تیاگ کر ان گرنتھوں کی
شرن لے رکھی ہے جو خود غرض آدمیوں نے اپنا پیٹ پالن کے لئے
بنا رکھے ہیں۔ اسوقت ہمارا دان لوگوں کو آلسی نکما، پورشارتھ ہین اور پاپی
بنا رہا ہے جو اتیاچار اور پاپ ہمارے دیش میں پھیل رہا ہے وہ سب ہمارے
دان کا ہی نتیجہ ہے اور اس لئے داتا اور دان لینے والے دونوں کو
نرک گامی بنا رہا ہے۔ ہمارے دان کی وجہ ہی سے لاکھوں لوگ فقیرانہ لباس
پہنکر آوارہ گرد ہو رہے ہیں اور دیش میں متھیا گیان اور اتیاچار پھیلانے کا
باعث ہو رہے ہیں۔ اتیتھی کی سیوا کرنا ہمارا دھرم ہے بشرطیکہ وہ سچا اتیتھی

کہلانے کا مستحق ہو۔ سچا اتیتھی وہ ہوتا ہے جو برہم چریہ اور گرہست آشرم کے پالن کرنے کے بعد لوگوں کو ایشوریہ گیان کا پرچار کرتا پھرے۔ خواہ وہ برہمن ہو یا کشتریہ۔ جس میں یہ گن پائے جاویں وہ ہماری پوجا کا مستحق ہے اور اگر ہم شردھا اَنّ اور جل سے اُسکا ستکار نہیں کرتے تو ہم پاپی ہیں مگر اسوقت ہر ایک بھگوا پوش کو ہم اتیتھی جان کر اپنا محنت سے کمایا ہوا دھن اُس کی بھینٹ کر رہے ہیں۔ ہم گنوں کی طرف دھیان نہیں دیتے اور نہ ہی کسی پرکار کی پریکشا کرتے ہیں۔ ہم تو صرف لباس ہی کو دیکھتے ہیں اور جس کا لباس فقیرانہ ہو خواہ وہ چور ہو یا راہزن ہم اُسکو اپنے گھر میں پاس دیدیتے ہیں اس غفلت کا نتیجہ جو کچھ ہم بھوگ رہے ہیں وہ ہم سب کو معلوم ہے سینکڑوں بدمعاش خیفہ ہر سال سرکار کی طرف سے اپنے اتیاچار کے باعث سزایاب ہوتے ہیں لوگ فقیرانہ لباس میں ٹھگوں کا کام کر رہے ہیں اور ہماری بہو بیٹیوں کی عصمت پر دھبہ لگاتے ہیں شاستروں میں ایسے لوگوں کی پوجا کرنے کا کہیں حکم نہیں بلکہ صاف طور پر ہدایات ملتی ہیں کہ جو کوئی ایسے اتیاچاری کو دان دیتا ہے اُسکو دان کا کچھ بھی پھل نہیں ملتا بلکہ اُلٹا وہ نرک گامی ہوتا ہے۔ ہمارے ناجایز دان کی بدولت آج برہمن جاتی کے بالک شاستروں کا پٹھن پاٹھن تیاگ چکے ہیں اور بھنگ۔ چرس شراب اور رنڈی بازی میں ہی مگن ہو رہے ہیں بڑے بڑے تیرتھوں کے پنڈوں کے جیون کا اگر غور سے مطالعہ کیا جاوے تو آپ کو فوراً ہمارے ساتھ متفق ہونا پڑیگا۔ ہمارا کام صداقت کا اظہار ہے نہ کسی کی دل آزاری کرنا اور اس لئے ہم سچائی کو پرگٹ کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور ہم آپ کو خبردار کرتے ہیں کہ اگر آپ آنکھیں بند کئے ہوئے اسطرح اپنے دھن کو لٹاتے جاؤگے تو آپ اس پاپ کے بھاگی بنوگے

جو ایک دیش اور دھرم کے گھاتی کو ہوتا ہے کیونکہ جہاں آپ اپنے ناجایز دان سے دیش میں اگیان پھیلا رہے ہیں وہاں ساتھ ہی آپ دھرم کا ہنن بھی کر رہے ہیں اور دھرم کا ہنن (ناش کرنا) ہی تو مہاں پاپ ہے کیونکہ جو لوگ دھرم کو پاؤں میں روندتے ہیں دھرم اُن کو ملیا میٹ کر دیتا ہے اور جو دھرم کی رکھشا کرتے ہیں دھرم اُن کی رکھشا کرتا ہے۔ دان کا مطلب یہہ ہے کہ دان دینے والے اور لینے والے دونوں کا کلیان ہو اور اگر دان سے کسی کی ہانی ہوتی ہے تو وہ دان نہیں کہا جا سکتا۔ دان ہمیشہ دیش اور کال کے انوسار ہونا چاہیئے جو لوگ دیش اور کال کو وچار کر کے دان دیتے ہیں وہ سرسبز ہوتے ہیں اور اُن کا دیش بھی اونت ہوتا ہے۔

مغربی دُنیا کے لوگوں کا دان ہمارے دان کی برابری نہیں کر سکتا۔ جس قدر زیادہ ہم دان کرتے ہیں اُسکا ایک حصّہ بھی وہ نہیں کرتے تاہم اُن کے تھوڑے ہی دان سے اُن کا دیش اور دھرم بڑھتا ہوا نظر آرہا ہے اس کا کارن یہہ ہے کہ وہ لوگ دیش اور کال کو وچار کر دان کرتے ہیں۔ دیش میں جس وقت جس چیز کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اُسکو فوراً اپنے دان سے مہیا کر دیتے ہیں۔ اُن ممالک میں بھیک مانگنا جُرم ہے البتہ اندھے لولے لنگڑے بوڑھے اور کمزور انسانوں کی رکھشا کے لیئے خیرات خانے بنائے جاتے ہیں جہاں وہ رہکر اپنا جیون بسر کریں۔ تندرست اور طاقتور انسان محنت کر کے اپنا پیٹ پالتا ہے کیونکہ وہ کسی قسم کی مدد کا مستحق نہیں وہ لوگ اپنا دان فرداً فرداً نہیں بانٹتے بلکہ سبھاؤں کی معرفت سبھاؤں میں ذمہ دار اشخاص ہوتے ہیں جو لوگوں کے دان کو ایسے مفید کاموں میں

دگانے ہیں جن کی دیش اور دھرم کو ازحد ضرورت ہے ۔ اور اس کا نتیجہ سینکڑوں یتیم خانے۔ سینکڑوں لیڈر کا ہے۔ سینکڑوں پرائیویٹ سکول اور کالج ہیں جہاں بچوں کو تعلیم وغیرہ دیکر دیش کا کار آمد ممبر بنایا جاتا ہے۔ یہی ہے سچا دان۔ اس دان کا پھل جو وہ بھوگ رہے ہیں وہ آپ سے چھپا ہوا نہیں ہندو جاتی کے سینکڑوں اناتھ بالک اُن کی گود میں پرورش پا رہے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے دھرم کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر مذہب عیسوی کو ترقی دے رہے ہیں۔ دان کی بدولت وہ آج حکمران ہیں اور ہم لوگ اُنکے دست بستہ چرن سیوک ہیں۔ ہم لوگ اور باتوں میں اُن کی نقل اُتارتے ہیں مگر اُن کے شبھ گنوں کو گرہن نہیں کرتے۔ ہائے افسوس ویدوں کے ماننے والے۔ ویدوں کی رکھشا کرنیوالے آج دُکھی ہیں اور ویدوں کے نندک سُکھ پوربک اپنا جیون وتیت کر رہے ہیں۔ میں تو اُن ہی کو ویدوں کا سچا سیوک کہتا ہوں جو ویدوں کے حکم کی تعمیل کرتا ہے خواہ وہ عیسائی ہو یا محمدی۔ سچ تو یہہ ہے ہم لوگ ویدوں کو صرف زبان سے مان رہے ہیں اور دوسرے لوگ اپنے کرموں سے اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں کہ وہی ویدوں کے سچے پیروکار ہیں۔ آپ بھی اپنے دیش کے سپوت بنو اور ویدوں میں کہے ہوئے دھرم کو اپنا عملی جیون بناؤ اور یہہ جب ہی ہوگا جب آپ کا دان پاتر کو ملیگا۔ اِسوقت دیش میں وِدیا کی سخت ضرورت ہے۔ وِدیا ہی دیش کے کلیان کے لئے ایک پرم کلیان دایک اوشدھی ہے جتنے زیادہ ودوان آپ کے دیش میں ہونگے اُتنا ہی زیادہ دھن دولت اور ایشورج ہوگا اور دھن دولت کے ہونے سے آپ کا کلیان ہوگا اور آپ کے بچے فاقہ کشی سے

بچیں گے۔ اور دھرم کو روٹی کی خاطر فروخت نہیں کرینگے۔ یہی ایک ذریعہ دیش اور دھرم کو اونت کرنے کا ہے۔ اور اس کی اسوقت دیش میں بڑی بھاری ضرورت ہے۔ منو بھگوان اپنی سمرتی میں فرماتے ہیں سنسار میں جتنے دان ہیں مثلاً جل ان گئو۔ پرتھوی۔ بستر۔ تل اور سورن آدی ان سب دانوں سے وید ودیا کا دان بہت ہی سریشٹ ہے۔ دان دو پرکار کا ہے ایک وہ جس سے شریر کا کلیان ہو۔ اور دوسرا جس سے آتما کا کلیان ہو۔ اور یہہ دونوں لازم ملزوم ہیں ایک دوسرے کے آشرت ہیں۔ آتما کے کلیان سے شریر کا اور شریر کے کلیان سے آتما کا کلیان ہوتا ہے مگر آتما کے کلیان سے سب کچھ سپھل ہو جاتا ہے جس کو ودیا پراپت ہو چکی ہے وہ اپنے شریر کی اچھی طرح رکشا بھی کرسکتا ہے جس نے کوئی ودیا حاصل نہیں کی وہ مزدور ہی بنے گا۔ اسکو وہ آنند نہیں ملسکتا جو ایک ودوان کو ملسکتا ہے۔ اس لئے ودیا دان سب سے سریشٹ مانا گیا ہے۔ آپ بھی اپنے بزرگوں کے حکم کو سویکار کریں اور اپنے دیش میں اپنے دان سے ودیا پرچار کے لئے جابجا کالج۔ سکول اور اناتھ آلیہ قایم کریں تاکہ پھر آپ کا دیش دھرم بھومی اور گیان بھومی کہلا سکے۔ میں آپ کو نشچہ دلاتا ہوں کہ آپ کا اس پرکار دیا ہوا دان آپ کو اور آپ کے دیش کو ہمیشہ سرسبز رکھیگا اور سب دکھوں سے مکت کریگا

برہمنوں کو دان دینا ہمارا دھرم ہے اور ہم بھی آپ کو پریرنا کرتے ہیں کہ آپ اُن کو ضرور دان دیں کیونکہ برہمن ویدوں کے رکھشک ہیں۔ ویدوں کی رکھشا سے دھرم کی پراپتی ہوتی ہے اور دھرم سے سکھ ملتا ہے مگر ہم آپ کو صرف اتنا ہی کہتے ہیں کہ صرف ودوان برہمن کو ہی دان دیویں۔

نہ کہ مورکھ برہمن کو - کیونکہ اگر مورکھ اور ودوان کا یکساں ستکار کیا گیا تو پھر
کوئی بھی برہمن ودّیا اوپارجن کے لئے کشٹ نہیں اُٹھائیگا - اور اس پاپ کے
آپ بھاگی بنو گے -
منوسمرتی میں لکھا ہے کہ وید ودّیا رہت برہمن کو جو شخص دان دیتا ہے وہ
نشپھل جاتا ہے جس پرکار بنجر زمین میں بیج نشوونما نہیں پاتا اُسی پرکار
وید ودّیا سے رہت برہمن کو دان دینے سے داتا کو کچھ بھی پھل نہیں ملتا اور
بھی لکھا ہے کہ جس پرکار پتھر کی ناؤ پر چڑھ کر منش جل میں ڈوب جاتا ہے
ویسا ہی مورکھ دینے والا اور مورکھ لینے والا دونوں نرک کے ساگر میں ڈوبتے
ہیں - سری کرشن جی گیتا میں فرماتے ہیں کہ جو دان کو پاتروں کو دیش اور کال
کو نہ دچار کر کے دیا جاتا ہے وہ دان راکھش دان کہلاتا ہے - اور دیش
کال اور پاتر کو دیکھ کر جو دان دیا جاتا ہے اُسکو ساتوک دان کہتے ہیں -
جب تک ہم لوگ اپنے بزرگوں کے حکم کو مانتے رہے تب تک ہم سُکھی رہے
اور ہمارا دیش دھرم بھومی - ان بھومی - گیان بھومی اور سورن بھومی کہلاتا
رہا - غیر دیشوں کے لوگ ودّیا اوپارجن کے لئے یہاں آتے رہے اور اپنے جیون
کو سپھل کرتے رہے - جب سے ہم نے وید آدی ست شاستروں کے
حکم کے برخلاف دان دینا سویکار کیا ہے تب ہی سے یہ خرابی ہو رہی ہے
اور یہ خرابی جب ہی دور ہوگی جب ہم دیش اور کال کی اوستھا کو وچار کر
ودّیا دان کا پرچار کرینگے - اسوقت ہمارے دیش میں مفصلہ ذیل چیزوں کی
سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے اور اسلئے آپ اپنے دان سے ان ضرورتوں
کو پورا کریں -

(۱) ویدوں میں لکھے ہوئے دھرم کو تمام میں پرچار کرنے کی سخت ضرورت ہے اسلئے آپ آریہ سماج کو دل کھولکر روپیہ دیں تاکہ وہ ودوان لوگ دور دور جاکر ویدوں کی سکشا کا پرچار کریں اور جو لوگ آپکی بدولت سوکشیت ہونگے اسکا پھل آپ کو بھی ملیگا۔

(۲) ویدوں کے پرچار کے لئے جابجا کالج اور پاٹھ شالائیں بنائیں اور ودیارتھیوں کی سہولیت کے لئے پستکالے وغیرہ کھولیں اور وظائف نیت کرکے اُن کو وِدّیا اودیارجن کے لئے غیر دیشوں میں بھیجیں۔ تاکہ آپ کے دیش سے جو وِدّیا گم ہوچکی ہے اور جس کا پرکاش اب مغربی ممالک میں ہو رہا ہے یہاں بھی لائی جاوے۔

(۳) اناتھ بالک ہمارے دان کے مستحق ہیں اسلئے ہم کو جابجا اناتھ آلیہ بنانے چاہئیں اور جو اناتھ آلیہ ہمارے دیش میں موجود ہیں اُن کی بنیاد کو مضبوط کیا جاوے۔

(۴) مناسب جگہوں میں کنوئیں۔ باولی اور تالاب لگائے جاویں تاکہ مسافروں کو پانی کی تکلیف محسوس نہ ہو اور بڑے بڑے شہروں میں جہاں آمدورفت زیادہ ہو سرائے وغیرہ بھی بنائی جاویں۔

(۵) روگی لوگوں کی روگ نورتی کے لئے جابجا اوشدھالیہ کھولے جاویں۔

(۶) گئو آدی مفید جانوروں کی رکشا کرنا۔ اُن کا پالن پوشن کرنا۔ اُن کے آرام کے لئے گئوشالے وغیرہ بنانا آریہ جاتی کا پرم دھرم ہے۔

(۷) جو دھارمک سدا چاری لوگ ہماری شرن میں آجاویں اُن کی سہایتا کرنا۔ اُن کی تکالیف کو دور کرنا آریہ لوگوں کا سبھاوک دھرم ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کی تن من اور دھن سے رکشا کرنی چاہیئے۔ ایسا دان سچا دان کہلاتا ہے اور جب آپ اس پرکار دان کرنا سیکھو گے تب ہی آپ کا کلیان ہوگا۔ ایشور اشیرباد کریں اور ہم کو اُتم بُدھی پردان کریں تاکہ ہم اپنے دان سے اس گرے ہوئے دیش کو ایک دفعہ پھر اُدھ چیہ بنا سکیں۔

بھجن

راگنی بھاگ — تال چار

کیا پیدا جس نے جہان ہے
وہ جہان سے بھی مہان ہے
نہ وہ بال بردھ جوان ہے
وہ پران کا بھی پران ہے۔ ١

نہ جنم دھرے نہ وہ دُکھ بھرے
نہ ہو روگی نہ وہ کبھی مرے
اُسے ڈھونڈو جہاں وہ وہیں ملے
نہ رہنے کا خاص مکان ہے۔ ٢

کوئی رنگ ہے اُسکا نہ رُوپ ہے
وہ سدا سے گیان سروپ ہے
وہی ایک سب سے انوپ ہے
نہیں کوئی اُس کی سمان ہے۔ ٣

وہ اُجر اَمر ہے وہ ہے ابھے
وہ ابھید ہے وہ اچھید ہے
نہیں شبد سپرش کا وہ وشے
نہیں آنکھ اُس کی نہ کان ہے۔ ٤

نہیں خالی اُس سے ہے کوئی جا
نہیں حال اُس سے ہے کچھ چھپا
وہ ہر ایک بھید کو جانتا
اُسے تینوں کال کا گیان ہے۔ ٥

وہ ہر ایک وستو میں ہے رما
وہی دینے والا ہے موکش کا
کرو اُسی کی سب اوپاسنا
وہی سارے وشو کی جان ہے۔ ٦

دھرم

پیارے پاٹھک - اتہاس سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ یہ بھارت ورش پورب کال میں سب دیشوں کا نہ صرف شرومنی ہی تھا بلکہ جتنی ودیا غیر ملکوں میں پھیلی وہ سب یہاں ہی سے گئی - جس طرح بھارت ورش کے لوگ ودیا اوپارجن کے لئے اب غیر دیشوں میں جاتے ہیں اسی پرکار پورب کال میں اِن دیشوں کے لوگ بھگت کے نمت اسی بھارت ورش کی شرن لے کر اپنا لوک اور پرلوک سپھل کرتے تھے - مگر اب اِس کی دُردشا دیکھ کر ... اُس کے شبھ چنتکوں کے ہردے میں ایک پرکار کے سندیہ اور شوک اُتپن ہوتے ہیں - جو دیش کسی سمیہ میں سورن بھومی کہلاتا تھا اب اُس کے رہنے والے انّ کو بھی ترس رہے ہیں - جس دیش میں دھرم بیر ہرشچندر جیسے ستّ پرتگیا پالک اور ستّ وکتا تھے اب اُس دیش کے رہنے والے اتنے گر گئے ہیں کہ عدالتوں میں جھوٹی سوگندھیں ایک ایک پیسہ کے پیچھے کھاتے لجّاوان نہیں ہوتے - جس دیش میں سنسارک اور پرمارتھک ودیاؤں کے پرکاش کرنیوالے مہاتما لوگ باس کرتے ہیں اب اُس دیش میں شاستروں کے جاننے والوں کا ابھاؤ دکھائی دیتا ہے - غیر دیشوں کی عورتیں اب اِن کو دھرم سکھانے اور اِن کے بڑوں کے چھوڑے ہوئے اکشے بھنڈار کی

سِکشا دینے آتی ہیں۔ جس دیش میں چاروں آشرموں کا یتھا وت پالن ہوتا
تھا اب اس دیش میں ایک آشرم کے پالن کرنیوالے بھی دکھائی نہیں دیتے
جس دیش کے باسی کلا کوشل بنانے میں چتر تھے اور اُن کے دوارا اپنے
دیش کا کلیان ڈھونڈتے تھے اب اُس دیش میں کاریگروں کا ابھاؤ پرتیت
ہوتا ہے۔ اس پرکار اینک سندیہہ اُن لوگوں کے ہردوں میں اُتپن ہو رہے
ہیں جو اس کا بہت چاہتے ہیں۔ دیش کی کایا پلٹ جانیکا کیا کارن ہے۔
اگر ہم ذرا وچاریں تو ہم کو پرتیت ہوگا کہ یہ دیش اور اس کے باسی اُسوقت
تک سُکھی تھے جب تک دھرم کا مان ہوتا رہا۔ کیونکہ دھرم رکھشا کیا ہوا رکشا
کرتا ہے اور مارا ہوا مار دیتا ہے۔ جب اس دیش کے رہنے والوں نے
دھرم کو جواب دیدیا۔ دھرم نے بھی ان کو تیاگ دیا۔ اور اسواسطے یہاں
کے لوگ دھرم کے اُتم پھل (سُکھ) سے محروم رہ گئے۔ ہمارے شاستر کاروں
نے دھرم کو ایک بیچے متر کے نام سے پکارا ہے۔ لوک اور پرلوک میں یہہ ساتھ
دیتا ہے کیونکہ سنسارک بندھو کیول اس لوک کے متر ہیں اور وہ بھی اس حالت
میں جبکہ ہمارے جیون سے اُن کو سُکھ ملتا ہے۔ اگر ان کو یہ نشچے ہو جاوے
کہ ہمارے جیون سے ان کو کسی پرکار کا سُکھ نہیں ملیگا تو پھر یہہ بندھو شترو
بن جاتے ہیں۔

منو بھگوان اپنی سمرتی میں چاروں ورنوں کے لوگوں کو یہہ اُپدیش
دیتے ہیں کہ ہے منشو۔ سنسار میں وہ منش بڑا بھاگوان ہے جو دھرم کے
سہارے جیتا ہے جو دھرم کو اپنا ہتیشی اور متر بناتا ہے۔ اُسی منش کا جیون
سپھل ہوتا ہے جو دھرم کو گرہن کرتا ہے۔ نہیں تو پشو اور منش میں کیا فرق

ہے۔ پشو بھی کھاتے پیتے اور آرام کرتے ہیں اگر منش بھی کیول ان ہی
باتوں کو اپنے جیون کا مکھ ادیش بناوے تو پھر پشو اور منش میں کیا
بھید ہے۔ اسواسطے وہ منش سب سے سریشٹھ ہے جو دھرم کا پالن کرتا
ہے۔ اب جاننا یہ ہے کہ وہ دھرم کیا ہے جس کو گرہن کرنے کیواسطے رشی
لوگوں نے بڑی بھاری تاکید کی ہے۔ اسوقت انیک مت متانتروں کے
دیش میں پھیل جانے سے دھرم کے وچار اور سروپ میں بھرم پڑ رہا ہے۔
ایک مت وادی ایک مسئلہ کے ماننے کو دھرم قرار دے رہا ہے اور دوسرا
مت وادی دوسری بات کو۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک مت وادی جس
بات کو دھرم قرار دیتا ہے دوسرا اسی بات کو پاپ قرار دیتا ہے اور اپنی من مانی
بات کو دھرم پکارتا ہے۔ اس پرکار دھرم کے سروپ میں گڑبڑ دکھائی دیتی
ہے۔ اور جب تک دھرم کا اصلی سروپ پرگٹ نہیں ہوگا منش کا کلیان بھی
نہیں ہوگا۔ اسوقت جو دیش میں اتیاچار پھیل رہا ہے اور ایک دوسرے
کو ہانی پہنچائی جا رہی ہے اس کا کارن بھی کیول یہی ہے کہ دھرم کی اُتم باتوں
کے پیچھے روندتی جا رہی ہے۔ اور منشوں کو دھرم کا بودھ نہیں رہا۔ کیونکہ
وہ جب اس کے سروپ ہی نہیں جانتے۔ اور نہ ہی یہ گیان رکھتے ہیں کہ دھرم
کے گرہن کرنے سے کیا لابھ ہوتا ہے۔ گیان کیونکر ہو جب ہم نے دھرم کے
مول وید اور آرش گرنتھوں کا پٹھن پاٹھن تیاگ دیا۔ اور ان کی بجائے
دھورتوں اور اگیانیوں کے کپول کلپت گرنتھوں کا ابھیاس شروع کر دیا۔ اگر
ہم لوگ اس وقت دکھ کو پراپت ہو رہے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے
اور کچھ نہیں کہ آریہ لوگوں کا جو سناتن دھرم وید اور سمرتی میں پرتی پادن کیا گیا ہے

اُسکو ہم بھُول گئے ہیں اسی وجہ سے دُکھی ہیں۔ اگر لوگ اپنے سناتن دھرم کو جانتے رہتے تو کبھی یہہ دشا نہ ہوتی بلکہ ہمیشہ اُنّتی اور اُوتم شکھ کو پراپت ہوتے اور انت کو موکش کے بھاگی بنتے۔

منوجی مہاراج فرماتے ہیں کہ وید اور سمرتیوں میں کہے ہوئے دھرم کو جو منش کرتا ہے وہ یہاں کیرتی کو پراپت ہوتا ہے اور پرلوک میں موکش کو پاتا ہے۔ اسواسطے رشیوں کے کتھن انوسار منش ماتر کا یہہ پہلا فرض ہے کہ وہ کلیان رُوپ دھرم کو گرہن کرے۔ کیونکہ منش دیہہ بڑی دُرلبھ ہے۔ دھرم کو آہار سے بھی اوتم جانے جس پرکار منش آہار کی چنتا کرتا ہے اور اُس کی پراپتی کیواسطے دن رات مارا مارا پھرتا ہے۔ اُسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دھرم کی چنتا کرے اور اُس کی پراپتی کا پُوراتین کرے۔ کیونکہ آہار تو ہر ایک یونی میں مل سکتا ہے مگر دھرم کیول منش یونی میں ہی پراپت ہوسکتا ہے۔ جس منش نے اِس جنم میں دھرم کو جانکر اُس کا آشرہ لیا اُس کا اِس سنسار میں آنا سپھل ہے۔ نہیں تو اسکا آنا اور نہ آنا یکساں ہے۔ منش کو چاہیئے کہ جس طرح چیونٹی مٹی کو جوڑکر اپنا گھر بناتی ہے اُسی پرکار منش دھیرے دھیرے دھرم کو اکٹھا کرے۔ کیونکہ پرکاشمان پرلوک کی سہایتا کے لئے دھرم ہی پرم کارن ہے۔ ماتا پتا۔ استری پُتر۔ پرلوک پہنچنے کے لئے سہائی نہیں ہوتے۔ ہاں دھرم ہی سہائی ہوتا ہے۔

منش اکیلا ہی اُتپن ہوتا ہے اور اکیلا ہی مرتا ہے اور اکیلا ہی اچھے اور بُرے کرموں کا پھل بھوگتا ہے۔

مرتک شریر کو سمبندھی شمشان بھومی میں اکیلا ہی چھوڑ آتے ہیں۔ مگر

دھرم اُسکو نہیں تیاگتا وہ ہر وقت اُسکے ساتھ رہتا ہے۔ اسواسطے دھرم کو
اپنی سہائی کے لئے سینچن کرے جس کے آشرے اتی کٹھن دُکھ بھی نورت
ہوجاتا ہے۔

دھارمک لوگ جو وید آدی ست شاستروں کا پٹھن پاٹھن کرکے راگ اور
دویش سے رہت ہوگئے ہیں وہ ہمارے کلیان کے ہت یہ فرماتے ہیں۔
"آپ لوگوں کی ہمیشہ دھرم میں ہی متی ہو۔ کیونکہ دھرم ہی پرلوک کے لئے
کیول ساتھ رہنے والا بندھو ہے"۔

منوجی بھی یہی فرماتے ہیں کہ آپت پرشوں کے کہئے وچن کو پرمان ماننا
چاہیئے اور جس دھرم کو وہ بتائیں اُسی کو گرہن کرنا چاہیئے نہ کہ اُن لوگوں
کی بات کو جو وید آدی ست شاستروں کو نہ جانتے ہوئے اپنا پیٹ پالن
کرنے کے ہت ٹھگی کے من گھڑت واک بنا کر دھرم کے نام سے پُکار کر لوگوں
کو کہتے ہیں کہ ہمارے واک برہم واک ہیں اور جو کوئی اس میں شنک وشنبہ
کریگا وہ ناستک ہے۔ اسواسطے دھرم کی اچھیا رکھنے والا ہمیشہ دھارمک
پرش کی سنگتی میں رہے۔ اور اگیانی اور دھرم کو ہانی کرنیوالے لوگوں سے
دُور رہے۔ دھارمک منش کی سنگتی سے لابھ اُٹھاتا ہوا اُس کے کہے ہوئے
واک کو ترک دوارا سدھ کرے اور رشیوں کی آگیا انوسار وید اور
شاستر دوارا اُس کہے ہوئے واک کا درزن کرے۔ وہی منش دھرم کچھ
پراپت ہوگا۔ کیونکہ وید کے جاننے والوں کی سمرتی۔ راگ دویش کا پری تیاگ
اور سادھو لوگوں کا آچار یہ دھرم کا مول ہیں۔

وید دھرم کا مول ہیں۔ ارتھات چاروں ویدوں کا پھل دھرم ہی ہے۔

اسواسطے اپنا کلیان چاہنے والا وید کے انکوُل اور رشیوں کے کتھ
انوسار اپنی سنگت کو سدھارتا ہوا دھرم کو جانے۔ اب جاننا یہ ہے کہ
کسوٹی کیا ہے جس کے دوارا دھرم پرکھا جاتا ہے اور جب تک ہم اس
کسوٹی کو نہیں ڈھونڈتے دھرم اوپدیش ہمارے واسطے ودیمان نہیں
ہوگا۔ منوجی مہاراج اُس دھرم کی پرکھ کے لئے چار ورپ بتاتے
ہیں۔ منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۱۲

वेदः स्मृतिः सदाचारः स्वस्य च प्रियमात्मनः

(ارتھ) وید سمرتی۔ سداچار اور اپنا سنتوش

آتم تشٹی یا آتم سنتوش۔ جس کرم کے کرنے سے اپنی آتما پرسن ہو اور
میں کسی پرکار کی لجیا یا بھئے نہ آوے وہ دھرم ہے۔
مگر ہم دیکھتے ہیں کہ منش کی آتما پر جس پرکار کے سنسکار سنگتی دوارا
جاتے ہیں وہ اسکو ہمیشہ پیارے پرتیت ہوتے ہیں اور اُن ہی
انکوُل کرموں کو کرتا ہوا پرسن چت رہتا ہے۔ منش کی آتما ہمیشہ اوس
کے آدھین ہوتی ہے۔ مثلاً ایک چور کا لڑکا بال اوستھا ہی سے اپنے
کو چوری کرتا ہوا دیکھتا ہے۔ بچہ کی آتما پر سبھاوک اپنے پتا کے اس
کرم کا اثر پڑتا ہے جس سے وہ لڑکا بھی یہہ نتیجہ نکالتا ہے کہ چوری
پاپ نہیں۔ مگر یہ ٹھیک نہیں اس بالک کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئیے کہ جو
اس دوشت کرم کے کرنے سے میری آتما میں کسی پرکار کا کھید نہیں ہو
تو یہہ کرم دھرم ہے بلکہ منوجی کی ہدایت انوسار اسکو یہ خیال تیاگ کر کے
کو جاننے کے نمت سداچاری (جن کے کرم وید انکوُل ہوں) پُورش کی

شرن لینی چاہیئے - اور جس کرم کو سداچاری مانے اور کہے اسی کو پرمان مانے
مگر دیکھنے میں آتا ہے کہ سداچاری بھی ہمیشہ سچائی پر نہیں ہوتے - مثلاً
بُدھ دیو کا ایشور کی ہستی میں وشواس نہیں تھا اگرچہ اُس میں اعلیٰ درجہ کی
صفات موجود تھیں وہ پرلے درجہ کا شُدھ آچرن رکھتا تھا تو کیا اُس کے
شُبھ آچرن کی وجہ سے ہم کو بھی ناستک بن جانا چاہیئے - نہیں ہرگز نہیں
ایک مورتی پُوجک سداچار سے اپنا جیون ویتیت کرتا ہے تو کیا ہم کو اُس
مورتی کے سامنے سیس جھکانا چاہیئے جس کے سامنے وہ سداچاری ہر
روز پُشپ چڑھا کر پُوجا کرتا ہے - یہہ مانا کہ وہ بچار پرش ہے - کسی کی چیز
نہیں چوراتا - کسی سے دنگہ فساد نہیں کرتا - کسی کی نندا نہیں کرتا - ہر دلعزیز
ہے وغیرہ وغیرہ یہہ سب گُن اُس میں موجود ہیں مگر چونکہ اُس کا گیان ناکمل
ہے اور ممکن ہے کہ اُس کے کرم گیان نہ ہونے سے اُس درجہ کے ہوں
جو دھرم سے بہت پیچھے ہے - اسواسطے رشیوں کی آگیا انوسار دھرم کی
پراپتی کی اِچھیا والے کو اُس کا آشرہ چھوڑ کر سمرتی کا سہارا لینا چاہیئے
یعنی سمرتی میں جو دھرم کہا ہے اُسکو سویکار کرے مگر سمرتی پر بھی اُسکو
نربھر نہیں رہنا چاہیئے کیونکہ سمرتی منش کی بنائی ہوئی ہے اور منش سبھاؤ
سے الپگیہ ہے - اور ممکن ہے کہ اُس سمرتی میں جو دھرم کہا گیا ہو وہ اُس کا
اپنا ہی انوبھو ہو جس کے گرہن کرنے سے دھرم کا متلاشی دھرم کی اصلیت
کو نہ جان سکے - اور بالفرض اگر وسبات کو تسلیم بھی کر لیا جاوے کہ سمرتی
میں کہا ہوا دھرم بالکل درست ہے تو بھی منش کو اُس سمرتی میں کہے
ہوئے دھرم کو پرکھنے کے لئے شُرتی یعنی وید کی شرن لینی چاہیئے -

وید سوتہ پرمان ہیں وہ ایسی شکتی کے دوارا ہم کو ملے ہیں جس کا گیان مکمل ہے
دھرم جاننے کی اچھیا والے کو وید ہی پرم پرمان ہیں۔ وید دھرم کا مُول
ہیں اور ست وِدّیاؤں کا پُستک ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مہرشی سوامی دیانند
سُرستی جی مہاراج نے آریہ لوگوں کو دھرم کی اصلیت جاننے کیواسطے آریہ سماج
کے اصولوں میں اسبات کی ہدایت دی ہے کہ چونکہ وید ست ودیاؤں کا
پُستک ہیں۔ اسواسطے وید کا پڑھنا پڑھانا۔ سُننا سُنانا آریوں کا پرم دھرم
ہے۔ وید میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب پرماتما کی اچھیا انوسار ہے اور سب کو
ماننے کے یوگ ہے۔ اسواسطے اپنا کلیان چاہنے والا اپنی اِچھیا کو وید کے
آدھین بنا دے۔ اسوقت دھرم میں جو کھلبلی مچ رہی ہے اُس کا کارن
صرف یہی ہے کہ لوگوں نے وید کا آشرہ چھوڑکر پرانوں اور دیگر گرنتھوں کا
آشرہ لے لیا ہے۔ اُن ہی کی تعلیم کا جگہ بہ جگہ پرچار ہو رہا ہے جس کے باعث
دھرم کی اوجل مورتی پر دُھول اُڑ رہی ہے۔ اور جب تک بھارت ورش کے
لوگ رشیوں کی آگیا انوسار پھر ایک دفعہ از سر نو شُرتی کا آدر نہیں کرینگے
اسوقت دھرم کا مہت پرگٹ نہیں ہوگا اور نہ ہی دیش دھرمیوں کا
دیش بنے گا۔ اب جاننا یہ ہے کہ اُس دھرم کے وشیش لکشن کیا ہیں جس
کی پراپتی کیواسطے شاستر کاروں نے وید کا آشرہ لینے کی ہدایت کی ہے
منو جی مہاراج اُس دھرم کو دس لکشنوں سے یُکت ہوا بیان کرتے ہیں
اور فرماتے ہیں کہ برہمچاری سے لیکر چاروں آشرم والے دوِجوں کو اُس
دس لکشن والے دھرم کا سیون یتن سے کرنا چاہیئے۔

منوسمرتی ادھیائے ۶ منتر ۹۲

دھرتی ۔ کشما ۔ دم ۔ استئے ۔ شوچ ۔ اندریہ نگرہ ۔ بُدھی ۔ ودیا ۔ ست ۔ اکرودھ
یہہ دھرم کے لکشن ہیں ۔

(۱) دھرتی یا دھیرج ۔ ماتا پتا اور آچارج کے ست اپدیش کو اپنے ہردے میں دھارن کرکے اُس کے انکول اپنا آچرن بناتا ۔ سنتوش سے اپنا جیون ویتیت کرتا ۔ ناجائز ترشنا کو تیاگ کر کام ۔ کرودھ لوبھ موہ اور اہنکار آدی بلوان شترؤں کے پرہار کو برداشت کرنا ۔ اُن کو متن سے اپنے آدھین رکھ کر دھرم مارگ سے نہ ہٹنا سچی دھیرج کہلاتی ہے ۔

(۲) کشما ۔ سامرتھ وان ہو کر دوسرے کی نندا کو برداشت کرتا اور دُکھ پراپت ہونے پر بھی سہن شکتی کو ہاتھ سے نہ دینا ۔ سب کے ساتھ دیا بھاو سے برتنا یہہ کشما کا وشیش لکشن ہے ۔ مگر اس اُتم گُن کا اُس وقت اپمان ہو جاتا ہے اگر پاپی لوگوں کو جو دھرم میں بادھا ڈالتے ہیں ۔ ڈنڈ نہ دیا جاوے ۔ اُن کے سامنے سہن شکتی کو پرگٹ کرنا اپنے آپ کو بدنش کرتا ہے ۔ کشما کا دھارن کرنیوالا دھرم میں بادھا ڈالنے والے کو کہے کہ تمہارا یہ کام انوچت ہے تم اس کرم کو تیاگ دو ۔ اگر وہ اس طرح سمجھانے پر باز نہ آوے تو اُسکو فوراً ڈنڈ دینا اُچت ہے جس پرکار دھارمک اور ست وادی یودھشٹر نے پاپی دریودھن کو ڈنڈ دیکر اُس کا بدنش کیا ۔ ہاں دھارمک لوگوں کے کرودھ کو برداشت کرنا اُن کے سامنے ہر وقت نمر بنے رہنا یہی اس لکشن کا تات پر یہ ہے ۔ کیونکہ دھارمک لوگوں کا کرودھ منش کے کلیان کیواسطے ہوتا ہے ۔

(۳) استیئے یعنی چوری نہ کرنا۔ کسی کے پدارتھ کو اُس کے مالک کی آگیا بغیر ہرگز انگی کار نہ کرنا۔ چوری تین پرکار کی ہوتی ہے۔ کایک مانسک اور واچک ۔

سینہ زوری سے کسی کا پدارتھ چھین لینا کایک چوری کہلاتی ہے
اپنے من کے بھاوؤں کو اصلی حالت میں پرگٹ نہ کرنا۔ من کے ورودھ کرم کرنا۔ باہر سے سرشٹ آچار پرگٹ کرنا مگر من میں پاپ آچرن رکھنا مانسک چوری کہلاتی ہے۔

جھوٹ بولنا ست کو چھپانا۔ واچک چوری کہلاتی ہے ۔

(۴) دم۔ من اور اندریوں کو ناجائز وشے سے روکنا۔ کیونکہ جب تک منش اندریوں کو دمن نہیں کرتا اسکو کبھی شانتی نہیں ہوتی۔ دم کو گرہن کرنا اتی کٹھن ہے اس کیواسطے شاستر کاروں نے یوگ ابھیاس کرنے کی آگیا دی ہے کیونکہ یہی ایک ذریعہ ہے جس کے آسرے منش وشیوں میں چلائمان ہوئے من اور اندریوں کو روک سکتا ہے۔

کرم اندریاں یہہ ہیں (۱) ہاتھ (۲) پانوں (۳) بانی (۴) اپستھ اندری (۵) گدا۔

(۵) شوچ۔ پوتر رہنے کو کہتے ہیں۔ شوچ دو پرکار سے ہوتی ہے
(۱) بیرونی (۲) اندرونی

شریر کو شدھ رکھنا۔ شدھ آہار کرنا۔ شدھ استھان میں باس کرنا شدھ بستروں کا دھارن کرنا بیرونی پوترتا کہلاتی ہے۔

سنان کرنے سے شریر شیتل۔ آلس رہت اور روگ رہت ہو جاتا ہے

شریر کے روموں یعنی چھدروں سے اندر کی میل وائو نکلتی رہتی ہے اور
شُدھ وائو پرویش کرتی رہتی ہے اور منش تندرست رہتا ہے ؎
شُدھ آہار سے ستوگنی بدھی کی پیدائش ہوتی ہے - من اور اندریوں
کا ویگ نیم میں رہتا ہے۔ شُدھ ویرج پیدا ہوتا ہے جس سے
سنتان اُتم اور گن وان ہوتی ہے ؎
شُدھ ستھان میں باس کرنے سے منش کا ہردے پرپھلت رہتا ہے
گندی اور زہریلی وائو سے بچا رہتا ہے اور روگی نہیں ہوتا۔
شُدھ بستروں کے دھارن کرنے سے منش کا مان بڑھتا ہے -
شُدھ پرشوں کی سنگتی میں بیٹھنے سے یوگ ہوتا ہے ؎
اندرونی پوترتا - ایشور آرادھن، وشے باسنا کا تیاگ، ست سنگ
کا انشٹھان، ودیا ابھیاس وغیرہ سے ہوتی ہے - چنانچہ منوجی مہاراج
فرماتے ہیں ؎

کہ شریر جل سے، من ست سے، جیو آتما ودیا اور تپ سے، بدھی
گیان سے شُدھ ہوتی ہے - جب تک منش دونو پرکار سے شُدھ
نہیں ہوتا وہ پوتر کہلانے کے یوگ نہیں ہوتا - دونوں پرکار کی پوترتا
کا ایک دوسرے کے ساتھ نکٹ سمبندھ ہے - شریر کے آروگ اور بلوان
ہونے سے منش دھرم میں روچی کرتا ہے اور دھرم میں پرورت رہنے
سے انیک پرکار کے سُکھ لابھ کرتا ہے -
(۲) اندریہ نگرہ - دم اور اندریہ نگرہ میں یہ فرق ہے کہ دم من کو
برائیوں کے وشیوں سے روکنے کا نام ہے - اندریہ نگرہ اندریوں کو

اور من کے نگرہ کرنیکو کہتے ہیں۔ گیان اندریاں یہہ ہیں (۱) کان (۲) نیتر (۳) جیبھ (۴) توچا (۵) ناسکا۔ دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۲ شلوک ۹۰۔

اندریاں سبھاؤ سے اپنے وشوں میں روچی رکھتی ہیں کیونکہ اندریوں کا پرکرتی کے ساتھ بڑا بھاری سمبندھ ہے۔ شبد۔ سپرش۔ روپ۔ رس اور گندھ ان کے وشے ہیں جن کے آدھین ہوکر یہہ جیو آتما کو اندھکار میں گراتی ہیں۔ جانور کیول ایک ہی وشہ کے ہونے سے ناش ہوجاتے ہیں۔ مگر منش کو یہہ پانچوں وشے لگے ہوئے ہیں تو وہ کیوں نہیں ادھوگتی کو پراپت ہوگا۔ منش کو چاہیئے کہ اندریوں کے وبگ کو یتن سے روکے۔ جیسے گھوڑے کا سوار لگام کے ذریعہ گھوڑے کو روک کر اپنے قابو میں کرتا ہے۔ کیونکہ اندریوں کو ناجایز بھوگ سے روکنا منش میں پراکرم اور تیج کو بڑھاتا ہے۔

اندریاں بھوگوں سے ترپت نہیں ہوتیں بلکہ بھوگ میں لگانے سے ان کی ابھیلاشا تیز ہوتی ہے۔ اور یہی بھوگ اندریوں کو کمزور بنادیتے ہیں۔ اسواسطے اندریوں کو سنیم میں رکھنا ہی اوچت ہے جو منش اندری جیت ہوتا ہے اسکو کوئی کلیش نہیں ہوتا۔ خواہ وہ جنگل میں باس کرے یا بستی میں رہے۔

اگر ان اندریوں میں ایک بھی اندری وشہ میں جھک جائے تو باقی اندریوں کا کیا ہوا تپ بھی نشٹ ہوجاتا ہے۔ جیسے گھڑے میں سوراخ ہونے سے گھڑے کا سارا جل باہر نکل جاتا ہے۔ اسواسطے ہرایک اندری کو نیم انوسار ہی چلانا ضروری ہے۔ سری کرشن چندر جی گیتا میں

فرماتے ہیں کہ جو پُرش وِشئوں کا دھیان کرتا ہے اسکو وِشے سے سنگ ہوتا ہے۔ وِشئے کے سنگ سے کام اُتپن ہوتا ہے۔ کام سے کرودھ۔ کرودھ سے موہ اور موہ سے سمرتی بگڑ جاتی ہے۔ سمرتی کے بگڑ جانے سے بُدھی ناش ہو جاتی ہے اور بُدھی کے ناش ہونے سے پُرش بھرشٹ ہو کر مُکتی وِدھ کا ادھیکاری نہیں رہتا۔ اسواسطے اِندریوں کے روکنے کے ہِت مُنش وِشیوں کا دھیان نہ کرے۔ اور نہ ہی استریوں میں ایکانت میں بیٹھے کیونکہ اِندریوں کا سموہ بڑا بلوان ہے۔ بڑے بڑے گیانیوں کی عقل پہ بھی پردہ ڈال دیتا ہے۔ پُرش کو چاہیئے کہ نہ آپ استریوں کی سبھا میں جاوے اور نہ استری کو پُرشوں کی سبھا میں جانے دے۔

اندریاں پرماتما کی پردان کی ہوئی پرکرتیں ہیں اِن کے وِشئوں کو دور کرنیکا یتن کرتا رہے۔

برہمچاری بھیشم پتامہ جی راجہ یدھشٹر کو اس وِشے میں اوپدیش دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ہے راجن آتما کو اونت کرنیکا مُکھیہ سادھن کرم یوگ ہے۔ مختلف رِشیوں نے آتمک اُونتی کیواسطے مختلف پرکار کے کرم کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اُن سب کرموں میں سے اِندری دمن اتی سریشٹ ہے کوئی مُنش آتم گیان کا ادھیکاری نہیں ہوتا جب تک وہ اندریوں کو دمن نہیں کرتا۔ پراچین زمانہ کے ویدوں کے جاننے والے رشی موکش کے تمام سادھنوں میں سے اندری دمن کو سب سے اُتم کہتے ہیں۔ اُن کا وچن ہے کہ جس نے اندریوں کو دمن کیا اُس کے واسطے موکش مارگ بہت سُگم ہے۔

برہم چگیاسو کے لئے خاصکر ہدایت ہے کہ وہ اِندریوں کو سنیم میں رکھے کیونکہ اُس کا وِدّیا ابھیاس اور گیان کیول اسی ایک سادھن کے پورا ہونے سے سپھل ہوسکتا ہے۔ جو جگیاسو اِندری دمن نہیں کرتا وہ کتنا ہی گن وان۔ ودیش ہتیشی۔ پرن آتما اور ویدوں کا جاننے والا کیوں نہ ہو وہ برہم کو پراپت نہیں ہوسکتا۔ اِس ایک سادھن کے نہ ہونے سے اُس کے باقی سب کرم نشٹ ہوجاتے ہیں۔ اندری دمن سے آتم بل بڑھتا ہے۔ آتم بل سے پاپ نکلا جاتا ہے اور پاپ کو چھکنے سے پرماتما کی پراپتی ہوتی ہے۔ اِسواسطے یہ نشچے کرنا چاہیئے کہ اِندریوں کے دمن کرنے کے تُلی اِس لوک میں اور کوئی کرم نہیں۔ مہاتما لوگ سب اسباب پر متفق ہیں کہ اِندری دمن سے لوک اور پرلوک کا سُکھ ملتا ہے۔ اِندری دمن کرنیوالا شخص آرام سے سوتا ہے اور آرام سے جاگتا ہے۔ سنسار میں شانتی سے بچتا ہے اُس کی آتما میں کسی پرکار کا کلیش نہیں ہوتا۔ مگر وہ شخص جو اِندریوں کو ناجائز بھوگوں میں لگا رہا ہے وہ ہمیشہ دُکھی رہتا ہے اور جس قدر کلیش اسکو بھوگنے پڑتے ہیں اُن سب کا موجب وہ آپ ہی ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ سنسار میں بھوگ نہیں بھوگتے بلکہ دُکھ بھوگ کا بھوگ بن رہے ہیں۔

اندری دمن کرنیوالے لوگ دیاوان ہوتے ہیں۔ وہ دوسرے لوگوں کی قدر کرتے ہیں۔ وہ کسی کی نندا نہیں کرتے۔ اُن میں یہ اوگن نہیں ہوتے مثلاً بُرے وسایل سے روزی کمانا۔ آچار رہت ہونا۔ جھوٹ کو پیار کرنا پرناری کو پاپ کی درشٹی سے دیکھنا۔ کسی کا دھن ہرن کرنا۔ اہنکار کرنا

اپنی تعریف کرنا یا سننا - رشک کرنا ۞ وہ ہر ایک شخص سے عزت اور پیار کے
ساتھ پیش آتے ہیں وہ کسی کو اونت ہوتے ہوئے دیکھ کر پریشان خاطر
نہیں ہوتے - وہ دُنیاوی چند روزہ خوشیوں کے پیچھے سرگرداں نہیں ہوتے
بلکہ اِن دُنیاوی پدارتھوں کے ساتھ اُن کا دہار نک تعلق ہوتا ہے جہاں
تک اُن کے فرایض کی ادائیگی اُن کو اجازت دیتی ہے - وہ کسی پدارتھ
کو اپنی خاص ملکیت نہیں سمجھتے بلکہ پرماتما کی بھوتی کا ایک حصہ جانتے ہیں
اور اگر وہ پدارتھ اُن سے لیا جاتا ہے تو وہ شوک نہیں کرتے - اِس پرکار
کے شور بیروں کے سامنے آبادی اور جنگل یکساں ہے - دونوں حالتوں
میں وہ موکش کے بھاگی ہوتے ہیں - ایسے لوگ فرماتے ہیں کہ شُدھ آچار
رکھنے - اُتم کرموں کے کرنے - آتم گیان کی پراپتی اور شانت چت رہنے
سے لوک اور پرلوک سُپھل ہوتے ہیں - اِس پرکار کے کرموں سے ایشور پراپتی
ہوتی ہے - اندری جیت کرم کرنے سے پہلے اُس کے نتیجہ پر وچار کرتے
ہیں اور نتیجہ کو دھرم کی ترازو میں تولتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ پاپ کرم
سے بچے رہتے ہیں - وہ اپنی شکتی انوسار دوسروں کا بھلا کرتے ہیں اور
پرتگیا کر کے اُس کی ہانی نہیں کرتے - اُن مہاتماؤں کی نظر میں کرودھ گھن
ہنسا - آلسی - دُنیا میں سب سے زیادہ پاپی ہیں کیونکہ سنسار کے
کلیان میں اُن سے فایدہ نہیں پہنچتا - اور یہہ سب اوگن اُن آدمیوں میں
ہوتے ہیں جو اندری نگرہ نہیں کرتے ۔

(۷) بُدھی :- یہہ ایسا اُتم لکشن ہے کہ اِس کے بغیر جیون یاترا کٹھن
ہو جاتی ہے - اِسی کے دوار استھارک اور پرمارتھک کاریہ سدھ ہوتے ہیں -

بُدھی کی پراپتی کے لئے منش کو پرماتما کی طرف سے ہدایت ملی ہے۔ کہ وہ
گایتری کا ارتھ سہت جاپ کرے۔ ایسا کرنے سے پھر اُسکو گیان ہوگا کہ
کس کرم کا کرنا دھرم ہے اور کون سا آچرن دھرم کے ورودھ ہے۔ کیونکہ
اگر منش گیان حاصل نہیں کرتا تو وہ کھوٹے کرموں سے بچ نہیں سکتا۔ منش
گایتری منتر کا جاپ کرتا ہوا ساتھ ہی ویدوں اور آرش گرنتھوں کا باقاعدہ
پاٹھ کرے۔ کیونکہ جو سچائی ان گرنتھوں میں بھری ہوئی ہے وہ کسی اور گرنتھ
میں نہیں ملتی۔ ان گرنتھوں کے پاٹھ کا نکٹ پھل یہ ہے کہ منش کو ستّ اور
استّ میں تمیز کرنے کا مادہ ہو جاتا ہے۔ اُس کو پرماتما، جیو اور پرکرتی کے
یتھارتھ سروپ اور پرسپر سمبندھ کا گیان ہو جاتا ہے۔ اس پرکار لگاتار
ابھیاس سے منش کی بُدھی نرمل ہو جاتی ہے اور پھر اُس میں من اور اندریوں
کو بس میں رکھنے کی سامرتھ ہو جاتی ہے جس سے وہ دھرم روپی مارگ
پر آسانی سے چل سکتا ہے کیونکہ یہ مارگ بڑا کٹھن ہے۔ بدھی کی نرملتا
کے بغیر طے نہیں ہو سکتا۔ بلوان شترؤں کی زبردست سینا سے یہ مارگ ہر وقت
گھرا رہتا ہے اور یاتری کو انیک پرکار کے سروپ دھارن کرکے اپنے
پنجے میں پھنسا کر اُسکو دھرم مارگ سے گرا دیتے ہیں۔ اس مارگ میں وہی منش پیر
قدم رکھتا ہے جو پرماتما کی آگیا انوسار سوچھ بُدھی کو پراپت ہو کر کرم کرتا ہے۔

(۸) ودّیا :- یہ لکشن ایسا ہے کہ اس کے بغیر اناریہ، مورکھ اور پشو کے
سمان پرتیت ہوتا ہے۔ یہ ایسا امولک رتن ہے کہ اس کی پراپتی سے منش
اس لوک میں کیرتی کو پراپت ہوتا ہے۔ اور سب کلیشوں سے چھوٹ کر موکش کا
ادھیکاری ہوتا ہے۔ شاستر کاروں نے ودّیا کے نہ ہونے کو ان پانچ

کلیشوں میں سے مکھیہ کلیش مانا ہے جو انسان کو دُکھ ساگر میں گراتے ہیں وہ پانچ کلیش یہ ہیں - اودیا - اسمتا - راگ - دویش اور ابھینویش -

(ا) اودیا - انت پدارتھ کو نت - اپوتر کو پوتر - سکھ میں دُکھ اور دُکھ میں سُکھ - اناتما میں آتم بدھی (جڑھ کو چیتن ماننا) کرنا اودیا کہلاتی ہے -

اِسوقت پرماتما کا آشرہ چھوڑ کر مورتیوں کے آگے جو سیس جھکایا جا رہا ہے اور جگہ جگہ نفاق پڑ رہا ہے - لوگوں کا کمایا ہوا دھن مفت خوروں کے پیٹ میں جا رہا ہے یہ سب اودیا کا کارن ہے :۔

(ب) اسمتا :- اپنے برابر کسی کو نہ سمجھنا - اپنے کو سب سے اوتم جاننا - اپنی پرشنسا چاہنا اسمتا کہلاتی ہے -

(ج) راگ :- دُنیاوی ناپائدار پدارتھوں کی محبت میں پھنسکر پرماتما سے بے مکھ رہنا -

(د) دویش :- حسد - کینہ اور نفاق آدمی دوسروں سے اپنی آتما کو دوشت رکھنا -

(ر) ابھینویش :- دھن دولت جسم اور سنتان وغیرہ کو اس طرح اپنا ماننا کہ ہمیشہ اور ہر وقت اُن ہی کی محبت میں مصروف رہنا -

مذکورہ بالا پانچوں کلیش بڑے دُکھدائی اور مکتی میں بادھا ڈالنے والے ہیں - جب تک انسان اِن کے پنجہ سے نہیں نکلتا سُکھ کو نہیں پاتا -

اِن کلیشوں سے چھوٹنے کے لئے شاستر کاروں نے ودیا یعنی آتم گیان کی پراپتی کو ایک پرم سادھن مانا ہے - جس کے سہارے مُکتی سُکھ کی پراپتی کے لئے ہر ایک کرم کے انتم پھل کو وچار کر کے اپنے جیون کو

کوکلیان وایک بنا سکتا ہے۔

ودّیا کا لکشن شاستر کاروں نے جو نروپت کیا ہے وہ یہ ہے کہ جس ودّیا سے آتم گیان ہو۔ اور ایشور کا سروپ یتھارتھ طور سے جانا جاوے۔ جس سے پدارتھ کی ٹھیک ٹھیک پہچان ہو۔ چنانچہ منو بھگوان ادھیائے ۱۲ شلوک ۸۵ میں فرماتے ہیں۔ کہ سب ودیاؤں سے وہ ودّیا سریشٹ ہے جس سے آتم گیان ہو کیونکہ اس سے موکش کا بھاگی ہوتا ہے۔ اس ودّیا کی پراپتی کے لئے جو سادھن نیت کئے ہیں وہ شلوک ۸۳ میں بتائے گئے ہیں۔ وہ سادھن یہ ہیں۔ ویدوں کا ابھیاس۔ تپ کرنا۔ اندریوں کا روکنا۔ گورو کی سیوا کرنا۔ جب تک منش رشیوں کی آگیا انوسار یہ سادھن نہیں برتا وہ آتم گیان کو پراپت نہیں ہوتا۔ شاستر کار فرماتے ہیں کہ جو پورش ودّیا اور اودّیا دونوں کو جانتا ہے وہ اودیا سے پراپت ہونیوالے سنسار کو ودّیا روپی ناؤ سے پار ہو کر موکش کو پراپت ہوتا ہے۔ نارد رشی نے سکھدیو کو بھی یہی اپدیش دیا ہے کہ ودّیا کے تُل کوئی آنکھ نہیں۔ موہ کے سمان کوئی غم نہیں۔ تیاگ کے سمان کوئی آنند نہیں۔ ست کے تُل کوئی تپ نہیں۔

جس منش کے ودّیا روپی نیتر نہیں اُسکے خواہ کتنے بڑے بڑے چمڑے کے بنے ہوئے نیتر ہوں وہ نیتروں کے پھل کو نہیں پاتا۔

چانک جی فرماتے ہیں کہ بالک سے بردھ اوستھا تک سب لوگ ودّیا کو پراپت ہوں کیونکہ ودوان جس ادھیکار کو پاتا ہے مورکھ خواہ کتنا ہی دھنا ڈھیہ ہو وہ اُس ادھیکار کو نہیں پاتا۔ انیک سندیہوں کا ناش کرنیوالا۔ پروکش دیو یا ارتھوں کا پرگٹ کرنیوالا ودّیا روپی نیتر جس کے نہیں وہ اندھا ہے۔ ودوان

دوش رہت ہو جاتے ہیں اور لاکھوں مورکھوں سے سرشٹ گنے جاتے ہیں۔
وِدّیا ایک ایسا گپت خزانہ ہے جس کو کوئی چوری نہیں کر سکتا بلکہ جتنا خرچ کیا
جاوے اتنا ہی بڑھتا ہے۔ پردیش میں وِدّیا ایک متر کا کام دیتی ہے۔ اس
واسطے منش کو یوگ ہے کہ دھرم کے اِس انگ کا یتن سے پالن کرے۔ آلس
کو تیاگ کر وید آدی ست شاستروں کا نیم انوسار ابھیاس کرے۔ یہی پورش کا
پرم دھرم ہے۔ یہی کلیان کی کنجی ہے۔

(۹) ست :- جو ہمیشہ یکساں رہے اور ست پدارتھوں کے سبھاوک دھرم کو
بھی ست کہتے ہیں مثلاً پرماتما، جیو اور پرکرتی یہ تینوں پدارتھ ست ہیں جن کا کبھی
ناش نہیں ہوتا اور نہ جن کا کوئی کارن ہے۔ سب پدارتھوں کو ان کے اصلی
سروپ میں دیکھتا ہوا منش ست روپی آچرن کو گرہن کرے۔ اور ہمیشہ من۔
وچن اور کرم دوارا ستّ ہی کہے۔ ستّ ہی مانے۔ کیونکہ ایشور پراپتی کے
وہی لوگ ادھیکاری ہیں جن کی بانی کا بھوشن ستّ ہے۔ ست وادی میں ہی
ایشور کا تیج بڑھتا ہے۔ وہی ایشور کا پیارا گنا جاتا ہے۔ اُن ہی کا سنسار
میں یش ہوتا ہے۔ اُن ہی کی بانی پر لوگوں کو وِشواس ہوتا ہے۔ ایسے
تپسویوں کے سب کلیش دور ہو جاتے ہیں اور اُن کی آیو۔ دھرم اور دھن
کی ہمیشہ بردھی ہوتی ہے۔ واک سِدھی بھی اُن ہی کو پراپت ہوتی ہے۔
رشی بھیشم پتامہ نے مہاراجہ یدھشٹر کو ہی دشے میں ایک سُندر اُپدیش
دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ شدھ آچرن یکت دھرماتما لوگ ستّ کو ایک پوتر
کرم مانتے ہیں جس کا کبھی ناش نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ ست ہی
کے آشرے سے زندہ رہتے ہیں۔ اور سنکٹ کی حالت میں بھی اسکو نہیں تیاگتے

کام سُندر اور موہنی صورت دھارن کرکے اُن کے سامنے آتا ہے۔ مگر وہ ڈانوا ڈول نہیں ہوتے اور ستّ پر دِرڑھ رہتے ہیں۔ ست کو وہ یہاں تک پیار کرتے ہیں کہ راج کا دنڈ۔ موت کا بھئے اُن کو گرا نہیں سکتا۔ ستّ کو وہ آتما کی خوراک مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس پرکار شریر اَنّ سے پُشٹ ہوتا ہے اُسی پرکار آتما ستّ سے اونت ہوتی ہے۔ جہاں وہ اَنّ سے شریر کا پالن کرنا دھرم کا ایک انگ سمجھتے ہیں ویسا ہی ستّ سے آتما کو بھی پُشٹ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جہاں اُن کا شریر پُشٹ ہوتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ آتما بھی اونت ہوتی جاتی ہے۔ ستّ ہی سے تمام جیوؤں اور پدارتھوں کی رکھشا ہو رہی ہے۔ ستّ ہی کے آشرے یہہ سارا برہمانڈ اپنے اودیش کو پورن کر رہا ہے۔ ستّ کے تُل کوئی تپ نہیں ستّ کے تُل کوئی قربانی نہیں۔ ستّ کے تُل کوئی اوتم کرم نہیں ستّ ہی سے دھرم ارتھ کام اور موکش چار پدارتھ سِدھ ہوتے ہیں۔

(۱۰) دھرم کا دسواں لکشن اکرودھ ہے۔ اکرودھ کشما کا ایک انگ ہے اس کا تاتپریہ یہہ ہے کہ کسی کا بُرا چِنتن نہ کرنا۔ کرودھ کا کارن ہونے سے بھی کرودھ نہ کرنا۔ اپنی نندا کو سُن کر کرودھ کو دبانا اکرودھ کہلاتا ہے دھارمک لوگ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:-

کرودھ کہتا ہے کہ میں سنسار کو اندھا اور بہرہ کر دیتا ہوں اور بُدھی مان کی بُدھی بھرشٹ کر دیتا ہوں۔ کیونکہ کرودھی اپنے کرتب کو نہیں دیکھتا۔ اور اپنے ہِت کو نہیں سُنتا ہے۔ اور بُدھی وان پڑھی ہوئی وِدیا کو بھی دھارن نہیں کر سکتا ہے۔ کرودھ کے ایسی جبوت ہونے سے منش

دھیرج کو تیاگ دیتے ہیں اور سب کا ہردہ شُشک ہو جاتا ہے۔ کرودھ رجوگن سے اُتپن ہوتا ہے اِس کی سینا بڑی بلونت ہے اور ہر وقت موقعہ پاکر منش کو گھیرتی ہے۔ منوجی مہاراج اپنی سمرتی کے ادھیائے ۷ منتر ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ کرودھ سے آٹھ دوش منش میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ پَیشُنیہ (چغلی کرنا)۔ ساہس (بغیر سوچے وچارے کام کرنا)۔ دروہ (دشمنی اور دغابازی کرنا)۔ ایرشا (حرص کرنا)۔ اسویا (پرائے گنوں میں دوش لگانا)۔ ارتھ دوش (دھن کو چرانا اور دینے کے یوگ وستو کو نہ دینا)۔ گالی دینا۔ کٹھورتا یا دوسرے کو مارنا یہہ کرودھ سے پیدا ہوتے ہیں۔

جو لوگ کرودھ کا جایز استعمال کرتے ہیں اُن میں یہہ دوش نہیں آتے۔ سچ تو یہہ ہے وہی منش سچا بھگت ہے جو کرودھ کے استعمال کو جانتا ہے اُسی کی بُدھی ستھر کہی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ دُکھ اور سکھ میں یکساں رہتا ہے۔ کرشن چندر گیتا کے ادھیائے ۵ شلوک ۲۶ میں فرماتے ہیں۔ شریر کے تیاگ ہونے سے پہلے اِس سنسار میں جو منش کام اور کرودھ کے ویگ کو روک لیتا ہے وہی منش کہلاتا ہے۔ اور وہی سُکھی ہے ؛

کرودھ کو بس میں کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ ہاں ابھیاسی منش اِسکو بس میں کرسکتا ہے۔ کرودھ اگنی کے سمان ہے پہلے اُس ہی کو بھسم کرتا ہے جس میں وہ اُتپن ہوتا ہے۔ بُدھی وان لوگ کشما روپی جل سے اس کرودھ اگنی کو شانت کرتے ہیں۔ اسواسطے جب کوئی کرودھ کا کارن ہو تو فوراً من کو شانت کرنے کا اوپائے کرنا ضروری ہے۔ کرودھ کے وقت اپنے مُکھہ کو بند کرلینا چاہیئے کیونکہ اُس سمیہ کے نکلے ہوئے کٹھور شبد بُرا نتیجہ پیدا کرتے ہیں۔ مناسب

تو یہہ ہے کہ اُسوقت منش اُس جگہ سے باہر چلا جاوے یا پانی کے دو گھونٹ پی لے۔ یا کسی پُستک کا پاٹھ کرنا شروع کر دے یا لیٹ جاوے۔ اس پرکار کرنے سے کرودھ اوشیہ شانت ہوگا۔

پاٹھک - یہہ اوپر بیان کئے ہوئے دھرم کے دس لکشن ہیں۔ وہی منش پورن دھارمک کہلانے کا پاتر ہے جس میں یہہ سب گُن موجود ہیں خواہ وہ کسی مذہب میں کیوں نہ ہو۔ جو لوگ اِن لکشنوں کو دھارن کرتے ہیں وہی کیرتی کو پراپت ہوتے ہیں۔

اِس پرکار کے نرمل دھرم سے جس منش کا جیون پوتر ہوا ہے اُسکے سمان کوئی بھی سُکھی نہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو دھرم کے انکول اپنا آچرن بناتے ہیں۔ اسواسطے اس سنسار مارگ میں دھرم کو تیاگ کر کے مت چلو۔ کیونکہ یہ مارگ بڑا خوفناک ہے۔ ممکن ہے کہ تم منزل مقصود کو نہ پہنچ سکو۔ اور راستہ ہی میں ٹھوکریں کھاتے پھرو اسواسطے اپنے کلیان کے لئے اِس دھرم روپ مترکو اپنے ساتھ رکھو یہ آپ کو اس مارگ میں روشنی کا کام دیگا۔ اور آپ کو خوفناک دشمنوں کے پنجہ سے بچائیگا۔ مد نظر یاد رکھو کہ جس پرکار جہاز سمندر میں روشنی کے مینار کے نہ ہونے سے چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے اسی طرح آپ بھی اپنے جیون کا ہرنش کر لوگے۔ ایشور ایشر باد کریں کہ ہم لوگ دھرم کو اپنا متر بنائیں اور اسکے آشرے سنسار مارگ کو طے کریں۔ یہی دھارمک لوگوں کا بتایا ہوا جیون کو سپھل کرنیکا کیول مارگ پائے ہے کہ ہم اسکو گرہن کریں۔ اوم شم

شردھا

ایکانت میں وچار کرتے ہوئے جب کبھی بزرگ آریوں کا جیون ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ تو ہم گد گد پرسنّ ہو جاتے ہیں۔ دھرم۔ ارتھ۔ کام۔ موکش منش جیون کے پھل مانے گئے ہیں اور یہ سب کے سب اُن کے پاس موجود تھے۔ وہ اِن پھلوں سے اکیلے ہی لابھ نہیں اُٹھاتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی ان میں سے بھاگ دیتے تھے اور نہال کر دیتے تھے۔ کیوں وہ صاحب نصیب تھے۔ اس کا اُتر یہ ہے کہ وہ اِن کی پراپتی کے لئے مختلف پرکار کے برت دھارن کرتے تھے اور اپنے برت کو پورن شردھا سے سماپت کرتے تھے اور یہی اُن کی خوشحالی کا راز تھا۔ چونکہ ہم لوگ اِن پھلوں کی پراپتی کے لئے کچھ بھی یتن نہیں کرتے اور اس کی سزا ہم کو یہ مل رہی ہے کہ ہم ہر پرکار سے تہی دست ہیں نہ ہمارے پاس دھرم ہے اور نہ ہی دھن وغیرہ وغیرہ اور جب تک ہم برت دھاری نہیں ہوتے تب تک ان سکھوں کی پراپتی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ وشواس رکھو ہر ایک برت کی نیئیں اُدیشیہ شردھا کا ہونا ضروری ہے اور جب تک کوئی انسان پورن

شردھا نہیں ہوتا تب تک وہ اپنی مراد بھی نہیں پا سکتا۔ ہمارے بزرگوں کے جیون میں شردھا ہی کام کر رہی تھی اور یہی گُن اُن کی مشکلات کو حل کر دیتا تھا ہاں پر ماتما تک پہنچا دیتا تھا۔ شردھا سے بل پیدا ہوتا ہے اور بل سے روحانی اور جسمانی آسائشیں نصیب ہوتی ہیں۔

سکھوں کی پراپتی کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہاں یہ اُن تپسیوں کا ورثہ ہے جنہوں نے پُورن شردھا سے نیم پُرب اپنے آپ کو اِن کا ادھیکاری بنایا ہے۔ آپ بھی اُن کے نقشِ قدم چلیں اور پُورن شردھا سے اُن نیموں کا پالن کریں جن کے نشانات اُن کی سمرتیوں میں پائے جاتے ہیں پرماتما کی پُوجا کے ادھیکاری ہونے سے پہلے ماتا پتا۔ آچارج۔ دیش اور دھرم کے سیوک بنو۔ جب تک یہہ جیتے جاگتے دیوتا آپ سے پرسن نہیں کئے جاتے تب تک وہ دیوتاؤں کا دیوتا آپ سے پرسن نہیں ہوگا۔ اِن دیوتاؤں کی پُوجا کے لئے آپ کے دلوں میں وہ شردھا ہو جو آپ کے بزرگوں میں پائی جاتی تھی۔ جس شردھا سے آپ کے بزرگ ان کی پوجا کرتے تھے اُس کا ۱/۴ حصہ بھی ہم میں موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے جیون میں وہ مٹھاس نہیں جو اُن کے جیون میں تھا۔ کون ہم میں سے اُس شردھا کا فخر کر سکتا ہے جو سرون میں اپنے ماتا اور پتا کے واسطے تھی جبکہ وہ آرام کو تیاگ کر نفس کُشوں کی زندگی بسر کرتا ہوا اپنے بوڑھے اندھے پِتروں کو کندھے پر چڑھا کر تیرتھ یاترا کراتا پھرتا تھا۔ کون بالک آدھی رات کے سمے جبکہ نیندرا پُورے یوبن پر ہو اپنے پِتروں کی پیاس بجھانے کے لئے جنگل کے درندوں کے خوف کو الگ رکھ کر سرون کی طرح تالاب سے پانی

لا سکتا ہے ۔

کون بھیشم پتامہ کی طرح اپنے پتا کی بلین اچھیا کو پورن کرنے کے لئے
جیون پریت کٹھن برہمچریہ کے برت کو پالن کر سکتا ہے ۔ جبکہ وہی ماتا جس کی
سنتان کو راج ادھیکار دینے کی بھیشم پتامہ جی کی پرتگیا تھی اپنے
پتر کے دیہانت ہو نے پر بھیشم جی سے پرارتھنا کرتی ہے کہ تم نیوگ کرکے
راج بنس کو پیدا کرو مگر بھیشم جی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا "کشتریوں کی
پرتگیا اٹل ہے" ۔ کاشی آدی راجاؤں کی کنیاؤں کو اپنے بھجا بل سے
چھین کر دوسرے راجاؤں کے ساتھ بیاہ دیا مگر آپ اپنی ست پرتگیا پر قایم
رہا ۔ کون ماتا پتا کے منہ سے نکلے ہوئے شبدوں کو دھرم سمجھ کر رامچندر
کی طرح ۱۴ سال تک پیاری چیزوں کا تیاگ کر کے تپسوی ہونا سویکار کرتا
ہے جبکہ چاروں طرف سے اسکو یہی آواز آتی ہے "تم اجودھیا کو تیاگ
مت کرو ۔ تم راج سنگھاسن پر بیٹھ کر راج کرو" ۔ ماتا کوشلیا رام چندر جی کو
بن میں جانے سے ہٹاتی ہے اور کہتی ہے کہ "اگر تم میرے حکم کو الٹگھن
کرتے ہو تو تم پاپ کرتے ہو" مگر رام چندر جواب دیتا ہے کہ وہ استری
پتی برتا استری نہیں جو اپنے پتی کے فرمان کی عزت نہیں کرتی اور یہ کہہ
کر ماتا کوشلیا کو روک دیتا ہے ۔ لکشمن بھجا بل سے رامچندر کو راج
سنگھاسن پر بٹھانے کی اچھیا ظاہر کرتا ہے اور رامچندر کو اس کے ارادہ
سے پھیرنا چاہتا ہے مگر رامچندر لکشمن کے کرودھ کو شانت کرتا ہوا ایک
انچ بھی اپنے ارادہ سے پیچھے نہیں ہٹتا ۔ بھرت ودوان ویدپاٹھی
لوگوں کو اپنے ساتھ لیکر رامچندر کے پاس بن میں جاتا ہے ان سے

اجودھیا میں واپس چلنے کی پرارتھنا کرتا ہے مگر دھرم ویر اپنی ست پرتگیا پر دِرڑھ ہوا ہوا پتا کی زبان سے نکلے ہوئے ایک ایک شبد کو پورن کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور سب کو نراش کر کے واپس کر دیتا ہے۔ یہہ شردھا تھی ان آریوں میں اپنے ماتا پتا کے لئے۔ وہ شاستروں کی آگیا انوسار اپنے ماتا پتا کو جیتے جاگتے دیوتا سمجھتے تھے۔ اور اُن کی پورن شردھا سے پُوجا کرتے تھے۔ وہ لوگ منوجی مہاراج کی آگیا انوسار پتری سیوا کو دیرگ آیو کا ایک پرم سادھن مانتے تھے۔ پتری سیوا سے اُن کے یگ سپھل ہوتے تھے۔ اسوقت ہم لوگوں میں ماتا اور پتا کیو اسطے وہ ادچیہ شردھا نہیں اور اسی لئے ہمارا جیون پھلدایک نہیں ہوتا۔

ہم نے ماتا پتا کی میٹھی امیدوں پر پانی پھیر کر اُن کو اپنی سیوا سے نراش کر دیا ہے۔ ہم ماتا پتا کے اوپکار کو بھول جاتے ہیں۔ ماتا نے جو کشٹ ہمارے پالن کے لئے سہن کئے ہیں ہم اُن کو سمرن نہیں کرتے۔ ہم یہہ نہیں سوچتے کہ ہماری یہہ اوستھا کیول اُن کے اوپکار کا ہی پھل ہے اگر وہ چاہتے تو ہم کو بھکھاری بنا دیتے۔ اگر وہ چاہتے تو ہم کو بال اوستھا ہی میں یم لوک کو بھیجدیتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہمارا کلیان ہر وقت اُن کے سامنے رہا ہے۔ ہماری ہر ایک اچھیا کی وہ عزت کرتے رہے ہیں۔ ہمارے سُکھ کی خاطر وہ اپنے تمام سُکھوں کو قربان کرتے رہے ہیں۔ کیوں۔ کیول اس نیت سے کہ جب یہہ برکش بڑا ہوگا ہم اس کے سایہ میں بیٹھ کر اپنے تھکے ماندہ شریر کو آرام دینگے۔ مگر ہم لوگ اُن کی اچھیاؤں کی کہاں تک قدر کرتے ہیں۔ اُن کی بے غرضانہ محنتوں اور

اُن کے اُپکار کا کیا عوض دیتے ہیں وہ ہم میں سے ہر ایک کو معلوم ہے صرف گریبان میں منہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔

جب ہمارے شردھا کا یہ حال ہے تو ہم پرماتما کو کیونکر پرسن کر سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے جیتے جاگتے دیوتا ہم سے اپرسن ہیں۔ ست تو یہ ہے کہ پرماتما کا درشن کرنے کے وہ لوگ ادھیکاری نہیں ہوتے جو بندمقو بھگتی کی منزل کو پورن شردھا سے طے نہیں کرتے۔ پورب آریہ لوگوں میں جتنی شردھا ماتا پتا کیوا سطے تھی اتنی ہی شردھا وہ اپنے گورو کیوا سطے رکھتے تھے۔ یگیوپویت کے سمیہ سے لیکر برہمچرج کی سماپتی تک وہ اپنے گوروں کی سیوا میں لگے رہتے تھے۔ پراتہ کال اپنے گورو سے پہلے اُٹھ کر جنگل میں جا کر یگ کیوا سطے لکڑیوں کو اکٹھا کرتے تھے۔ سندھیا آدی سے فارغ ہو کر اُن گوروں سے بھکشا لینے جاتے تھے جن کی بھکشا یعنی دھرم انکول ہے۔ بھکشا کو لا کر وہ اپنے گورو کے چرنوں میں رکھتے تھے۔ گورو کے بھوجن کرنے کے بعد وہ گورو کی آگیا لیکر بھوجن کرتے تھے۔ گورو کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے۔ جب گورو چلتا تھا تو آپ اُس کے پیچھے چلتے تھے۔ گورو سے اوچہ آسن پر ہرگز قدم نہیں رکھتے تھے۔ ہر ایک پہلو میں گورو کی عزت کرنا اپنا پرم دھرم جانتے تھے۔ اس پرکار گورو کے چرنوں میں شردھا رکھتے ہوئے وہ اُس وِدّیا کو پراپت ہوتے تھے جس کی پراپتی سے رشش نیا جیون حاصل کرتا ہے۔ کسی ششش میں گورو کیوا سطے وہ اوچہ شردھا پائی جاتی ہے جو کرتی میں اپنے گورو کیوا سطے تھی جس نے گورو کے آرام میں بگھن نہ ڈالنے کی اِچھا سے اپنی ران کو گورو کے سرہانے سے جس کے

آشرے وہ سویا ہوا تھا باوجود ایک خونخوار کیڑے کے زخم کرنے پر بھی نہیں ہلایا۔ خود دُکھ کو بھوگنا سویکار کیا مگر گورو کو اس کی نیند سے نہیں جگایا۔ کون پدم پاد کی طرح اپنے گورو شنکر آچاریہ کے کہنے پر تیز دھار والی ندی کو عبور کرنے کے لئے تیار ہے۔ کہتے ہیں کہ شنکر آچاریہ کے کئی ایک ششیہ تھے اُن سب ششیوں میں وہ پدم پاد کو سب سے زیادہ پریم کرتے تھے۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ پدم پاد کے ہردے میں دوسرے ششیوں کی نسبت گورو کیوا سیطے زیادہ شردھا تھی۔ جب ششیوں نے دیکھا کہ شنکر آچاریہ پدم پاد سے وشیش پیار کرتے ہیں تو اُن سب نے مِلکر گورو سے اس کا باعث پوچھا۔ شنکر آچاریہ نے اُس وقت اُن کو اُوتر دینا مناسب خیال نہ کیا مگر وہ اُن کو اوتر دینے کے لئے موقعہ ڈھونڈتا رہا۔ ایک دفعہ شنکر آچاریہ ندی کے پار بیٹھے ہوئے تھے اور ندی بڑے زور سے بہہ رہی تھی۔ شنکر آچاریہ نے ہر ایک ششیہ کو جُدا جُدا اپنے پاس آنے کے لئے کہا مگر اُن سب نے یہی اوتر دیا ندی کا ویگ بڑا تیز ہے۔ پانی اُترنے پر ہم آپ کی سیوا میں حاضر ہونگے۔ شنکر آچاریہ نے سب سے نراش ہو کر پدم پاد کو حکم دیا کہ تم میرے پاس آؤ۔ پدم پاد بغیر ایک شبد مُنہ سے نکالنے کے فوراً ندی میں کود پڑا اور اپنی شردھا سے جو اُسکے ہردے میں گورو کے واسطے تھی پار ہو کر گورو کے چرنوں میں جا بیٹھا۔

پرشن اوپ نشد میں اسبات کا ذکر آیا ہے کہ سوکیش آدی چھ رشی پیپلاد مہرشی کے پاس اپنے پرشن پوچھنے گئے۔ مہرشی نے اُن کو کہا یدی تم لوگ برہمچاری اور تپسوی ہو مگر تاہم تم ایک سال تک میرے پاس نواس کرو اور

برہم چریہ کے برت کو نیم انوسار دھارن کرو۔ اور برت کی سماپتی پر تم اپنے اپنے پرشنوں کو مجھ سے پوچھو اگر میں جانتا ہونگا تو تم کو بتا دونگا۔ ایسی شکیہ حالت میں کون ایک سال تک اپنے آپ کو پریکشا میں ڈال سکتا ہے۔ جب تک اس کے ہردے میں گورو کے لئے پورن شردھا نہ ہو۔ اور تم پدارتھ کی پراپتی کے لئے شردہا کا ہونا ضروری ہے۔ آریہ گورو کسی شِشّ کو آتم گیان کی سکشا نہیں دیتے تھے جب تک وہ یہ نہ جان لیتے تھے کہ سایل کے ہردے میں اس گیان کیواسطے کہاں تک شردھا ہے۔ جس پرکار کسان بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو بیج گرہن کے یوگ بنا لیتا ہے اسی پرکار آریہ گورو شِشّ کو آتم گیان کا ادھیکاری بنانے کے لئے اسکے ہردے کو اس یوگ بنا لیتے تھے کہ اس میں گیان اثر کرسکے۔ اس پرکار سینکڑوں نظیریں پراچین آریوں کی شردہا کی بابت اتہاس میں پائی جاتی ہیں۔ جن کے پاٹھ سے شِشّ کی شردہا کا پورا پورا اندازہ لگ جاتا ہے۔

ماتا پتا اور آچارج کی پورن شردہا سے سیوا کرتے ہوئے وہ دیش بھگت ہونے کے یوگ بنتے تھے۔ دیش بھگت ہونے کے لئے ہر ایک آریہ سنتان کو ان پہلی بیان کی ہوئی منزلوں سے گذرنا پڑتا تھا چونکہ اُن کے ہردوں میں شردہا کا آسن بال اوستھا ہی سے بچھا ہوا تھا اسواسطے جب کبھی وہ دیش کی سیوا کرتے تھے تو وہ اس شردہا سے کرتے تھے جس شردھا سے انہوں نے ماتا پتا اور آچارج کی سیوا کی تھی۔ اُن کی سیوا اسپھل ہوتی تھی۔ دیش اُن کی بھگتی سے اوچ ہو جاتا تھا۔ شردھا اُن کی آتما کو اتنا بلوان بنا دیتی تھی کہ اس بل کے سامنے سب کو جھکنا پڑتا تھا۔ بڑے بڑے شہ زور اُنکے

بل کے سامنے کانپتے تھے۔ اکثر اوقات شاہی طاقت کو بھی جھکنا پڑتا تھا۔
کیوں مغلیہ فوج کی طاقت پرتاپ کے حوصلہ کو پست نہ کرسکی وجہ یہ ہے
کہ اس نے اپنے آپ کو دیش کی سیوا کا پاتر بنایا ہوا تھا۔ اس نے پرتگیا
کی تھی کہ میں پلنگ پر قدم اسوقت رکھونگا جب چتوڑ کو واپس لے لونگا۔
اس نے بستی کے سکھ کو چھوڑ کر بمع اپنے بال بچوں کے بھیلوں میں رہنا
سویکار کر لیا تھا۔ اور ۲۵ سال سے زیادہ عرصہ تک وہ برابر گھاس پر سوتا
رہا۔ جنگل میں اگنے والے پھل پھول پر اپنا گذارہ کرتا رہا۔ ناز و نعمت میں
پرورش پائے ہوئے بچوں کو تپسیوں کی زندگی بسر کرنی پڑی۔ فاقہ کشی
بھی کرنی پڑی۔ سردی گرمی بھی برداشت کرنی پڑی مگر پرتاپ نے سر خم
نہ کیا۔ یہ طاقت اس میں کیونکر پیدا ہوئی اس کا اوتر یہ ہے کہ شردھا سے
کئے ہوئے تپ کا یہ بل پروان کیا ہوا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ دیش کی سیوا
میں جن لوگوں نے قربانیاں کی ہیں وہ اس شریرینی میں سے تھے جن کے ہردے
شردھا سے پورن تھے۔

شردھا یو پرش کے ہردے میں پرماتما کی جوتی پرکاشمان رہتی ہے۔ جیوں
جیوں شردھا اسکو اونچا لیجاتی ہے تیوں تیوں اس کی آتما پرکاش کو
پراپت ہوتی ہے۔ سورج اودے ہوتا ہے اور است ہوتا ہے مگر شردھالو
پورش کی شردھا کا پرکاش سدا بنا رہتا ہے اور کبھی کم نہیں ہوتا۔

جس پرکار سورج اودے اور است ہونے کے سمے لال ہوتا ہے اسی پرکار
شردھاوان پرماتما کا بھگت دکھ اور سکھ میں یکساں رہتا ہے اور پھر وہ پرماتما
کو پراپت ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی یوگتا اتنی بڑھ گئی ہے کو پرماتما اسکو

سویکار کریں :-

کمارل بھٹ کا جیون آپ سے چھپا ہوا نہیں۔ کتنی شردھا اُس پوتر آتما میں موجود تھی۔ کتنا وہ دیش اور دھرم کو پوتر بنانا چاہتا تھا۔ کتنا وہ ویدوں کو پیار کرتا تھا۔ جیوقت جین دھرم کا زور ہوا اور پرماتما کے وید رُوپی گیان کو اندھیرے میں لے جانیکی کوشش ہو رہی تھی تو کمارل کی آتما کلپ اُٹھی۔ جس وید رُوپی گیان سے اُسنے اپنے سوامی کا درشن کیا تھا اُسکا اناد ر ہوتے ہوئے دیکھ کر وہ رہ نہ سکا۔ شردھا سے اُس کی آتما بلوان ہو چکی تھی وہ نربھئے پدوی کو پراپت ہو چکا تھا۔ اب اُسکے سامنے موت اور زندگی برابر تھی۔ ویدوں کی تعلیم کو بڑے زور سے پرگٹ کرنا شروع کیا اُس کی بانی میں اب وہ بل ہو گیا کہ کسی جینی کو اب اسکے سامنے آنیکی جرأت نہیں تھی۔

جینیوں نے اپنے مت کی ہانی دیکھ کر اُسکی زبان کو بند کرنا چاہا اور بہت سوچ وچار کے بعد اس نتیجے پہ پہنچے کہ اُس سے شاستر ارتھ کیا جاوے اور شرط یہہ لگائی جاوے کہ کمارل اور جین دھرم کا پکش لینے والا دونوں ایک اونچی پہاڑی پر سے گریں اور جو اُن میں سے زندہ بچیگا اُس کا دھرم سویکار کیا جاوے۔ اس شرط سے اُن کا یہ مطلب تھا کہ کمارل سے چھٹکارا پایا جاوے اگرچہ اُس کے ساتھ ایک جینی کی بھی جان جاوے۔ کمارل نے اس شرط کو منظور کر لیا اور وہ دونوں ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھے۔ پہلے جینی کو کہا گیا کہ تم چھلانگ مارو مگر اُس کی آتما موت کے سروپ کو دیکھ کر کانپ اُٹھی۔ اور وہ ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ کمارل کو کہا گیا کہ تم چھلانگ مارو۔ کمارل فوراً یہہ شبد مُنہ سے نکالتا ہوا نیچے کود پڑا

"اگر شرتی سچی ہے تو میں زندہ رہونگا"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کمار ل اُس شردھا سے جو اُس کی شرتی میں تھی بچگیا مگر اس کے چوٹ آئی۔ جب اُس سے پوچھا گیا کہ چوٹ کیوں آئی۔ کمار ل نے اوتر دیا کہ شرتی میں میری شردھا شتھل ہو گئی تھی اور یہہ اس پاپ کا پھل مجھ کو ملا ہے۔ کیونکہ میں نے اگر کا لفظ استعمال کیا تھا۔

اس پرکار کی شردھا سے وہ دھرم کے واسطے کام کرتے تھے اور اُن کو کامیابی ہوتی تھی اُن کے جیون کا مشن سپھل ہوتا تھا۔

سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے بھی اُس اوچ شردھا کے ساتھ دیش اور دھرم کی سیوا کی ہے جو شردھا پراچین آریوں میں موجود تھی۔ کسی پرکار کا بھئے یا لوبھ اُس کی شردھا کو شتھل نہیں کر سکا۔ ویدک اصولوں کے پرچار میں وہ اتنے سخت تھے کہ چاہے سارا سنسار دشمن ہو جائے مگر وہ بیدھڑک اپنی آواز کو ہر ایک کے کانوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ ایک موقعہ پر اُن کو کہا گیا کہ اگر آپ مورتی پوجا کا کھنڈن چھوڑ دیں تو مہاراجہ کشمیر آپ سے نہایت خوش ہونگے اُنہوں نے جواب دیا کہ میں پرماتما کو خوش کروں یا مہاراجہ کشمیر کو۔ اُس شردھا نو رشی کا لگایا ہوا بیرکش اب پھل لا رہا ہے۔ غیر مذاہب کے لوگ اُس صداقت کے سامنے اب سیس جھکا رہے ہیں جو صداقت سوامی دیانند نے ویدوں سے پرگٹ کی تھی۔ اُس شردھا لو مہاتما کی آواز کو بند کرنے کے لئے پنڈتوں کی بڑی بڑی سبھائیں ہوئیں۔ بھارت دھرم مہامنڈل نے سارا زور لگایا۔ جگہ بجگہ سناتن دھرم سبھاؤں کے ذریعہ رشی کے مشن کے برخلاف فتویٰ دیا گیا مگر نتیجہ کیا ہوا۔ جن مسایل کا سوامی دیانند پرچار کرتا تھا وہ

مایل جنودی طور پر اُن ہی لوگوں سے مانے جاتے ہیں اور وقت آرہا ہے
جبکہ رشی کی تعلیم پر وہ لوگ پورا اتفاق کرینگے۔ اس پرکار جو لوگ شروع سے
باقاعدہ شردھا پُوربک سیوا کے بھاؤ کو اونت کرتے ہیں وہ اتنے اوچ ہو جاتے
ہیں کہ پرماتما کے درشن کے ادھیکاری بنیں۔ اپنے بندھ ہوؤں۔ دیش اور
دھرم کی بھگتی کرنے کے بغیر کوئی شخص پرماتما کے درشن کا پاتر نہیں بنتا۔ جو
لوگ پرماتما کے نکٹ باسی ہونا چاہتے ہیں اُن کیلئے ضروری ہے۔ کہ
شردھا پوربک اُن فرائض کو پورا کریں اور اُن سب منتروں کو نیم انوسار
طے کریں کیونکہ یہہ پرماتما کی آگیا ہے اور جو لوگ اس آگیا کو پالن کرتے
ہیں اُن ہی کو پرماتما سویکار کرتے ہیں۔

ہم لوگ پرماتما کی اس آگیا کا پالن کرنے بغیر پرماتما کے نکٹ باسی ہونا چاہتے
ہیں۔ اُن کا پوتر نام لیتے ہیں۔ نہ نوں سندھیا کرتے گذر جاتی ہیں مگر آتما
میں نہ کوئی پریم ورتی ہوتا ہے اور نہ ہی آتما اُس آنند کو انوبھو کرتی ہے
جو آنند شردھاوان مہاتماؤں کی آتما کو ہوتا ہے۔ شردھالو پورش پرماتما کا
نام سنتے ہی گد گد پرسن ہو جاتے ہیں اُن کی آنکھوں سے پریم کی آنسو نکل
پڑتے ہیں۔ جب کبھی وہ اپنی آتما کا یوگ اُسکے ساتھ کرتے ہیں تو اتنے
محو ہو جاتے ہیں گویا اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں۔ جس پرکار سرپ بنسری
کی آواز پر موہت ہوا ہوا آنند سے لہراتا تھا اُسی پرکار پرماتما کے پریمی
اُسکے سروپ کو دیکھ کر جھومتے ہیں۔ سیوا کرنے سے اُن کے سخت ہردے
کومل ہو چکے ہیں اور اب پرماتما کے پوتر سروپ کی چمک اُن میں اپنا اثر
دکھا رہی ہے وہ اُس پرکاش کو جس کو انہوں نے اتنے یتن کے بعد

حاصل کیا ہے قایم رکھنے کیواسطے اپنی آتما کی پرواز کو اونچ ہی اونچ لے
جاتے ہیں۔ وہ ڈرتے ہیں پاپ سے۔ وہ کلپتے ہیں اتیاچار سے کیونکہ یہ
اُسر بھاو آتما کی اوجلتا کو دور کرکے اسکو پرکاش سے پربھو سے جدا کرکے
اندھکار میں لیجاتے ہیں۔ اسواسطے وہ یتن سے اُسر بھاوؤں کو اپنے ہردے
سے نکالکر دیو بھاووں سے اپنی آتما کو بھرپور کرتے ہیں۔ اور من بانی اور
کرم سے اپنے سوامی کی آگیا پالن میں تت پر رہتے ہیں۔ اُسکی عزت کرنا
اپنے جیون کا فرض بنا لیتے ہیں۔ وہ پرماتما کے پوتر نام کے اُن لوگوں
کی طرح خریدار نہیں بنتے جو اپنے گھروں میں دوسرے لوگوں سے روپیہ
دیکر جپ کراتے ہیں بلکہ وہ اُس پوتر نام کا خود جپ کرتے ہیں۔ وہ اپنے
ہردے سے اُس پربھو کو کبھی وسرجن نہیں کرتے۔ اُن کی آتما سے ہر وقت
یہی شبد نکلتا ہوا اُن کو سنائی دیتا ہے "پرماتما نے میرا تیاگ نہیں کیا میں
بھی اُن کا تیاگ نہیں کرونگا"۔ وہ ہر وقت اپنے سوامی کے ہاتھ کو اپنے
اوپر دیکھتے ہیں جب نیتر کھولتے ہیں تب ہی اُن کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔
اس پرکار پرتی دن اُن کا درشن کرتے سے اُن کا آتما شانت ہو جاتا
ہے اور پھر وہ نربھے ہو جاتے ہیں۔ اپنے جیون کے اُس سمیہ کو یاد کرکے جبکہ
اُن کے ہردے کٹھور تھے اور اُسر بھاوؤں سے بھرپور تھے اور وہ ہم آتما
لوگوں سے دویش رکھتے ہوئے اُن کی نندا میں تت پر رہتے تھے اور اُن
کو کٹھور شبد کہہ کر اپنی آتما کی نیچتا کو پرگٹ کرتے تھے پشچاتاپ کرتے ہیں۔
اب وہ اپنے کئے ہوئے مندکرموں کا پرائشچت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اب
اُن کا کلیان نکٹ ہے وہ اُن ہی دیوتاؤں کی شرن لیتے ہیں جن کی

کبھی وہ نندا کرتے تھے اور سچے ہردے سے اُن کے چرنوں میں سیس جھکا کر
معافی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ اب اُن کو اپنی اصلیت معلوم ہو رہی ہے
اب اُن میں پُن آتما لوگوں کی قدر کرنے کا مادہ پیدا ہو رہا ہے۔ اب وہ اُس
راستہ پر چل رہے ہیں جس راستہ پر چلنا پہلے اُن کو کٹھن پرتیت ہوتا تھا۔
جس مارگ میں قدم رکھتے ہی اُن کی آتما میں یہ تبدیلی ہو گئی اُس مارگ کو اب
وہ کیونکر تیاگ دیں۔ اسواسطے اب وہ اپنے آپ کو اُس مارگ کے یاتری بننے
کے پاتر بنانا چاہتے ہیں۔ اب اُن کا جیون سدھر رہا ہے۔ آتما کی یہہ
اوستھا اُن لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو سچے ہوتے ہیں جو دمبھ اور کپٹ کو
تیاگ کر قدم اُٹھاتے ہیں۔ پرماتما اُن کی حالت کو دیکھ رہے ہیں اُن کے من
کے بھاووں کو پرکھ رہے ہیں۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ آتما میرے درشن
کی پورن شردھا رکھتی ہے میرے واسطے اِسکے ہردے میں سچا پریم ہے
تو پھر وہ اپنی دیا سے اُسکو کشش کرتے ہیں اور اپنی گود میں بٹھا کر اپنا درشن
دیکر اُسکو امر بناتے ہیں۔

پیارے پاٹھک ۔ یہہ اوستھا ہوتی ہے اُن لوگوں کی جو دھرم سے
پیار کرتے ہوئے شردھا سے اپنے بزرگوں۔ اور دیش کی سیوا کرتے ہوئے
پرماتما کے چرنوں میں سیس جھکاتے ہیں۔ آؤ ہم بھی اُس پوتر اوستھا کو
پراپت ہونے کے لئے اُن کے نقش قدم چلیں۔ ہم بھی اُس مارگ کے یاتری بنیں
جس مارگ پر شردھاوان لوگ چلے ۔ اپنے ہردوں میں سچی شردھا کو جگہ
دیں اور اُس شردھا سے آگے بڑھیں کیونکہ جس پرکار پنچھی پروں کے بغیر
نہیں اُڑ سکتا اُسی پرکار وہ لوگ جن کے ہردے شردھا سے شُن ہیں وہ بھی

آگے نہیں بڑھ سکتے خواہ وہ کتنے ہی تپ اور جپ کریں۔

پرماتما کا دوار سب کیواسطے کھلا ہے اور ہر وقت کھلا ہے۔ بڑے آدمیوں کے گھروں کے دروازہ پر دفتروں کے دوار پر ہم یہ شبد لکھے ہوئے پاتے ہیں no admittance یعنی اندر آنے کی اجازت نہیں مگر اُس پربھو کے دربار میں سب کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ رنج ہو پُن آتما ہو۔ دھنی ہو کنگال ہو۔ سادھو ہو اسادھو سب کو وہ بُلاتے ہیں۔ وہاں کوئی رُکاوٹ نہیں نہ کوئی چوکیدار ہے نہ وہاں کسی وسیلہ کی ضرورت ہے۔ ہاں صرف آپ کے پریم اور شردھا کی ضرورت ہے۔ آپ کی آتما کی پوترتا کی ضرورت ہے۔ جب یہہ گُن آتما میں ہو سکے تب ہی اُن کا درشن ہوگا۔ جتنا ہردے کو اسر بھاوؤں سے دور رکھ کر دیو بھاوؤں سے بھرپور کروگے اُتنا ہی سپشٹ طور پر اُن کا درشن کروگے اُتنا ہی موت سے بے خوف ہو کر سنسار کو تیاگتے وقت آنند معلوم کروگے جتنی شردھا اور پریم سے آپ سنسارک پدارتھوں کی طرف جھکتے ہو اُتنی ہی شردھا اور پریم سے اُس بندھیوں کے پتی کی طرف جھکو جس کی دیا سے آپ سنسارک بھوگوں کے پتی بن رہے ہو۔ بھوگ اُسی وقت امرت ہونگے جب بھوگوں کے داتا کے چرنوں میں آپ کا سیس جھکیگا۔ نہیں تو وہ سب بھوگ زہر کا اثر پیدا کرکے آپ کا ونیش کر دینگے۔

منش جیون کا یہی پھل ہے کہ ہماری آتما نرمل ہو اور ہم پوتر ہو کر اپنے سوامی کے پاس واپس جاویں۔ میلے ہو کر جانے کی اچھیا مت کرو۔ ابھی سے سوچیت بنو جبکہ آپ میں اپنے آپ کو سوچیہ بنانے کی شکتی ہے۔ ابھی

سے تپسوی بنو جبکہ اندریاں پورے یوبن پر ہیں ۔ اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو پچھتاؤ آپ سنسار میں بے ارتھ آئے ۔ سوامی دیانند کا آپ کیوا سکھے ہتا اور نہ آنا برابر ہے ۔

آپ یاد رکھو آخر آپ کو اپنی رنگ رلیاں چھوڑنی پڑینگی ۔ موت آپ کو زبردستی ان سے جدا کریگی ۔ دھنی ۔ دردری ۔ پاپی ۔ پُن آتما سب کو یہہ اپنا گراس بنا رہی ہے ۔ یہہ کسی کی پرواہ نہیں کرتی اسکو کسی پر ترس نہیں آتا ۔ آپ پچھتاؤ گے ۔ اور رودن کرتے ہوئے اس سنسار سے جاؤ گے ۔

آؤ ایشور سے پرارتھنا کریں کہ وہ ہمارے ہردوں میں شردھا کے بھاؤ کو پیدا کریں اور ہم اُن کی طرف جھکیں تا کہ ہمارا سنسار میں جنم لینا سپھل ہو ہے پرماتمن ہم لوگوں پر اپنی کرپا کرکے ہم پاپوں سے ملین ہو رہے ہیں آپ کو تیاگ کر ہم وِشے سکھوں میں مگن ہو رہے ہیں ۔ ہم دین ہیں ۔ پاپ تاپ سے دگدھ ہوئے ہوئے ہم اب آپ کی شرناگت آئے ہیں ۔ آپ ہمارے ہردوں کو پوتر کریں ۔ ہمارے ہردوں میں آپ کے پوتر نام کو ہر وقت جگا رہے ۔ یہی ہماری اچھیا ہے ۔ ہم آپ کے بنیں ۔ آپ کرپا کر کے ہماری اس پرارتھنا کو سویکار کریں ۔ اوم شم ؂

ست سنگ

ست پُرشوں کی سنگت اور وید آدی ست شاستروں کے پاٹھ کا نام ست سنگ ہے۔ چاروں ورن چاروں آشرم کا آدھار ست سنگ ہی ہے۔ ست سنگ اور وید پاٹھ سے ہردے کے نیتر کھل جاتے ہیں۔ اندھکار دور ہو کر پرکاش کی پراپتی ہوتی ہے۔ پرکاش کے ہونے پر منش کھوٹے کرموں سے چھوٹ کر ست کرموں میں پرورت ہوا ہوا مکتی کو پراپت ہوتا ہے۔ جیسے انجن کے لگانے سے نیتروں کے روگ دور ہو جاتے ہیں اُسی پرکار ست پُرشوں کے ساتھ میل کرنے اور ست شاستروں کے ابھیاس سے ہردے رُوپی نیتروں کے سمست روگ دور ہو کر منش انیک سدھیوں کو پراپت ہوتا ہے۔ دھارمک پُرشوں کی بانی سُندر انجن ہے اور کئی ایک تو اُسکو نین امرت کہتے ہیں جو نکلتے ہی ہردے رُوپی نیتروں کو امرت کے سمان شیتل اور اوجل کر دیتی ہے نیتروں کے وکار کو ناش کرتی ہے۔ اُس ست اپدیش روپی انجن کو ہر روز لگاؤ ہر روز دھارمک پورشوں سے ملو آپ کا گیان اور وچار بڑھیگا اور آپ موکش کے مارگ پر چلنے کے ادھکاری ہو گے۔

دھارمک وید پاٹھی سادھو ہی اگیان سے اوتپن ہونیوالے سمپورن
سندیہوں کو ناش کرنے کی سامرتھ رکھتے ہیں اسواسطے ایسے سادھوؤں
کی سنگت ڈھونڈھ کر کرنی چاہیئے۔ سادھوؤں کا چرتر کپاس کے تُل ہے
جس کا پھل رس رہت اوجل اور گُن مئے ہوتا ہے اور جو آپ دُکھ سہن کرکے
پرائے چھدر کو ڈھانپتے ہیں یہہ ادھیکار کیول ست پُرشوں کا ہی درشہ ہے
اور وہ ہی لوگ سنسار میں پرشنسا کے یوگ یش کو پاتے ہیں۔ جہاں ایسے
سنتوں کا سموہ ہوتا ہے وہاں ہر وقت آنند کی برشا ہوتی ہے۔ سنت لوگ
ست اوپدیش رُوپی رتنوں کو کوڑیوں کے سمان لٹاتے ہیں۔ جس پرکار میگھ
کا جل اچھی اور بُری جگہ پر برستا ہے اُسی طرح سنت لوگ بھلے اور بُرے
لوگوں کو سمان جانکر گیان پردان کرتے ہیں۔

سنتوں کی سنگت کے سمان اور کوئی تیرتھ نہیں یہاں ہی آکر ہردے
کی گانٹھ کھل جاتی ہے اور انسان دھرم بل کو پاتا ہے اسواسطے دھارمک
سنتوں کا آدر کرنا ہر ایک گرہستی کا پرم دھرم اور کلیان کا دینے والا ہے
جو لوگ شردھا پُوربک سنتوں کی سیوا کرتے ہیں اور اُن سے اتینت پریتی
کرتے ہوئے اُن کی ست بانی سے لابھ اُٹھاتے ہیں وہ دھرم۔ ارتھ
کام اور موکش ان چار پدارتھوں کو اسی جنم میں پا لیتے ہیں۔ سادھو سنگتی کا
پھل تتکال ملتا ہے۔ پاپی پُن آتما اور نیچ اوچ ہو جاتے ہیں جس
پرکار کوئلہ اگنی کی سنگت سے تیج وان ہوکر اپنے اوگن کو تیاگ کر اگنی
کے گُن گرہن کر لیتا ہے اُسی پرکار نیچ لوگ سادھوؤں کی سنگت سے
سادھو سبھاؤ بن جاتے ہیں ॥

بالمیک کا شرو رح کا جیون کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ سادھوؤں کی سنگت سے وہ پاپ سے چھوٹ کر پن آتما بنا اور اُن ہی کی کرپا سے اوتم بُدھی رِیش۔ ایشور ج اور بھلائی کو پہنچ ہوا جو منش اپنے جیون کو سپھل کرنا چاہتے ہیں وہ بالمیک کی طرح دھارمک لوگوں کی سنگتی سے اوجل ہوکر تپسوی بنیں پھر اُن کا سنسار میں آنا سپھل ہو گا۔

منش کے اُدھار کا ذریعہ ست سنگ کے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ جس پرکار پارس کے ساتھ ملنے سے لوہا سورن ہو جاتا ہے اُسی پرکار ست سنگ کھوٹے منشوں کو سجن بنا دیتا ہے۔ آپ ایک دفعہ ضرور سجن بنو پھر آپ اپنے پرشرم کا پھل پاؤ گے۔ اور دیویوگ سے اگر آپ پھر بری سنگت میں بھی پڑ جاؤ گے تو آپ اپنے ست گنوں کا تیاگ نہیں کر سکو گے۔ جس پرکار سرپ زہر کے ہوتے ہوئے منی کو نہیں تیاگ سکتا اُسی پرکار آپ بھی اپنا سُندر سوبھاؤ نہیں تیاگ کرو گے۔ سرپ میں وِش اور منی دونو رہتے ہیں مگر وِش کا اثر منی پر نہیں ہوتا اُسی پرکار سجن لوگ نہ تو ست گن کو چھوڑتے ہیں اور نہ ہی دُشٹ لوگوں کے اوگن گرہن کرتے ہیں۔ مٹی میں پُشپ کی سوگندھ آ جاتی ہے مگر پُشپ میں مٹی کی نہیں آتی۔ اسی پرکار دُشٹ لوگوں کی سنگتی کا اثر سجنوں پر کچھ نہیں ہو گا۔

ست سنگ کی مہاگیان کرنا ہماری سامرتھ سے باہر ہے جس پرکار موُرکھ رتنوں کی قدر نہ جانتا ہوا اُس کے گن ورنن کرنے میں اسمرتھ ہے۔ سچ پوچھو اُسی پرکار ہم بھی ست سنگ کی مہا اوچارن کرنے میں اسمرتھ ہیں۔ مہاتما اور دیوتا لوگ ہم کو بار بار یہی بتاتے ہیں۔ "یدی آپ اوجل بننا چاہتے ہو

یدی آپ کا کلیان نکٹ ہے تو آپ اپنی سنگت کو سدھار دو۔ کیونکہ دُشٹوں
کو چھوڑ کر بھلے لوگوں کے پاس جاؤ۔ یدی آپ اُن سے دور دور رہتے ہو
یدی آپ نے اُن کو اپنی بانی سے پیڑت کیا ہے تو بھی نمر ہو کر اُن کے
چرن سپرش کرو۔ وہ آپ سے جیسا آپ اُن کی اچھا میں تت پر رہتے دیکھا
ایسا پریم کرتے تھے جیسا اس وقت جبکہ آپ اُن کے بیچ وفادار سیوک تھے
آپ سمرن رکھو اُن کے من میں آپ کے لئے کوئی گلانی نہیں وہ سمان بھاؤ
ہو کر ہر حالت میں آپ سے پریم کرتے رہتے ہیں۔ متر اور شترو دونوں سے
یکساں لابھ اُٹھاتے ہیں۔ جو لوگ اس شتر سنگت کا چوٹ پڑنے کے سمان
ہیں جو جنگل میں رہنے سے دھان کے کھیتوں کو ہرا بھرا سوکھا کر دیتا ہے
آپ ایسے بدچلن جیسے والے سنسار سے بچت کر سکتا ہے پرشوں کے
پاس جا کر پڑتا ہو کہ ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرو کہ وہ آپ کو سکھ سے بار بار
سے ہٹا کر ست مارگ میں چلنے کا اُپدیش کریں۔ "سنت سنگم ہر گھٹنا کسی
دُرلبھ دو۔ شستر دوار اور تلسی پڑھیا گے ہو چکی ہو۔"
کیا ہوا اگر آپ سب کچھ پڑھ سکتے ہو مگر اگر آپ نے سنت سنگم نہیں کیا تو سچ
جانو آپ کا ایشوریہ کو حاصل کرنا اور نرکھ نا یہ سب ہے۔"
ستوں کی مہاتما پن کر سکتے ہیں ایسا ہم دُشٹ لوگوں کا چیتر آپ کے
سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ آپ اُن کے سبھاؤ کو جان کر اپنے سبھاؤ کا شدھ نا
کر سکو اور بھلے لوگوں میں شانتی اور گیان کے بھاگی بنو۔
دُشٹ لوگوں کا سبھاؤ ٹیڑھا ہوتا ہے وہ پیٹ پیچھے برائی کرتے
رہتے ہیں اور وقت بھلائی کرنے سے ساتھ بھی برائی کی باتیں سوچتے ہیں

اور پرائے ہت کی ہانی میں اپنا لابھ سمجھتے ہیں۔ کسی کے اجڑنے سے
اُن کو پرسنتا اور بسنے سے دُکھ ہوتا ہے۔

وتارمک اور تپسوی لوگوں کے یش میں بگھن ڈالنا اُن کے بائیں ہاتھ
کا کرتب ہے جہاں کہیں ست، سنگ اور شاستروں کی کتھا ہوتی ہے وہاں
وہ جاتے ہیں مگر جاکر مِتھیا باتیں مار کر سُننے والوں کے سُننے میں بگھن
ڈالتے ہیں اور نہ آپ پھل اُٹھاتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو پھل اُٹھانے
دیتے ہیں۔ جس طرح چندرمیں گرہن لگا رہتا ہے اُسی پرکار سجنوں کی سماج
میں جتنی دیر تک ایسے پورش رہتے ہیں اُتنی ہی دیر تک وہ سماج بھی اُن
کے ہونے سے گرہن وت ہوجاتی ہے۔ وہ لوگ پرائے کارج کے بگاڑنے
میں سہسر باہو کے برابر ہیں۔ وہ ہتھیار رکھتے ہوئے ہزار بھجا کے سمان
تن من سے پراکرم کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ اُن کو اپنا دوش
پرتیت نہیں ہوتا۔ مگر پرائے دوش کو ہزار نیتروں سے دیکھتے ہیں
یعنی نو اُن کے دو ہی ہوتے ہیں مگر دو نیتروں ہی سے ہزار نیتروں
کا کام لیتے ہیں۔ ارتھات بار بار پرائے اوگن دیکھتے پھرتے ہیں
اور تاڑتے رہتے ہیں کہ اگر ایک بھی اوگن مل جاوے تو ڈھول اور ناراین
اُن کا یہ سبھاوک گُن ہے کہ پران جائیں مگر بھلے منشوں کا کام ضرور بگڑ
جائے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ اپنی ناک کٹ جاوے تو بلا سے مگر دوسرے
کا سگن ضرور بگڑ جاوے۔ سجن لوگ تو اپنی سجنتا سے شوبھائے مان ہیں۔
مگر دُشٹ لوگ پاپ اور اوگن روپی دھن سے کوبیر کے سمان دھنوان ہیں
کوبیر کے پاس جیسا اُتل دھن ہے ویسا ہی اُن کے پاس پاپ اور اوگن

بھرا ہے یہ کسی کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر خوش نہیں ہوتے کاش کہ یہ لوگ ہماری سماج میں نہ آویں اور کُنبھ کرن کے سمان سوئے رہیں تو اچھا ہے۔ یہہ لوگ پرائے کام بگاڑنے کے لئے اپنے شریر کو ایسے ناش کر دیتے ہیں جیسے اولے کھیتی کا ناش کر کے آپ بھی گل جاتے ہیں سجن لوگ دُور ہی سے ایسے پُرشوں کو پرنام کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ ہزار کانوں سے دوسروں کا دوش سُنتے ہیں اور ہر پرکار سے سجنوں کے دوش کہتے پھرتے ہیں جس پرکار برہمن کو وید۔ کشتری کو شستر پیارا ہے اسی طرح اِن لوگوں کو کٹھور وچن سدا پیارا لگتا ہے جب بولینگے تب ٹیڑھا ہی بولینگے جب کسی کو سمتی دینگے تب ایسی ہی دینگے جس سے اُس کی کیرتی نشٹ ہو۔ وہ کسی کے کئے ہوئے اُپکار کو نہیں جانتے۔ گھمنڈ سے ہر وقت اُن کا ہردہ بھر پور رہتا ہے۔ ماتا پتا اور بھائی بندھو کی سیوا کرنا اُن کو کٹھن پرتیت ہوتا ہے آپ اُن کے ساتھ کتنا ہی بہت کرو مگر وہ کبھی آپ کا ہت نہیں چاہیں گے۔ سانپ کو کتنا ہی دودھ پلاؤ وہ ڈنگ مارنے سے نہیں ہٹے گا۔ کاگ کو کھیر کھلا کر اور کپڑے سے کتنا ہی پالو مگر وہ مل کھانا کبھی نہیں چھوڑے گا۔

سنت لوگوں میں ایک ہی دوش ہے کہ جب وہ جدا ہوتے ہیں تب ہی ہم کو کشٹ ہوتا ہے کیونکہ ہم اُن کے بچھوڑے کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر دُشٹ لوگوں میں یہ خاصیت ہے کہ ملتے ہی دُکھ دیتے ہیں۔ اسواسطے سنت لوگ ہم سے کبھی جُدا نہ ہوں اور دُشٹ لوگ ہم کو کبھی نہ ملیں تاکہ ہم دونوں حالتوں میں دُکھ سے بچے رہیں۔ جس طرح جل میں کمل اور جونک ایک

ساتھ ادپتن ہوتے ہیں مگر اُن کا گُن الگ الگ ہے۔ اُسی طرح سنت اور اسنت دونوں سنسار میں ہوتے ہیں مگر اُن کے گُن الگ الگ ہوتے ہیں۔

شاستر کار سنتوں کو امرت سے اور دُشٹوں کو مدرا سے اُپما دیتے ہیں جس طرح امرت منش کو دُکھ سے چھڑا کر کے امر بنا دیتا ہے اُسی طرح مدرا کا سیون منش کو دُکھ میں گرا دیتا ہے۔ یہی اپنی کرنی سے سنت سورگ اور دُشٹ نرک گامی بنتے ہیں۔

سادھو سبھاؤ سے لوگوں کا دُکھ دور کرنیوالے، اگیان کے ناش کرنے والے اور امرت کے داتا ہوتے ہیں مگر دُشٹ جنوں کا سبھاؤ دُکھ دینا، مارنا جلانا اور بست کرموں کا ناش کرتا ہوتا ہے۔ سب لوگ گُن اور اوگن کو جانتے ہیں مگر جس کو اچھا لگتا ہے اُسی میں جُھکتا ہے یہ کسی کی پریرنا سے نہیں ہوتا بلکہ بھاؤ سے ہوتا ہے۔ سادھو گُن کو گرہن کرتا ہے مگر دُشٹ اوگن کی طرف جُھکتا ہے۔ ہنس پانی میں سے دودھ کو الگ کر کے دودھ کو پی جاتا ہے مگر کوا امرت کو تیاگ کر مل کو کھاتا ہے۔

بھلے بھلائی سے اور نیچ نیچتا سے بڑائی پاتے ہیں جیسے امرت امر کرنے سے اور زہر مارنے سے سراہا جاتا ہے۔

سنسار میں دونوں پرکار کے لوگ باس کرتے ہیں مگر شاستر کا ابھیاس کرنیوالے پرماتما کی پوجا کرنیوالے دُرلبھ ہیں اور وہ ہی لوگ سادھو اور اسادھو میں تمیز کرتے سادھو کا گرہن اور اسادھو کا پری تیاگ کر سکتے ہیں۔ مگر پرماتما کے چرنوں اور شاستروں کے پاٹھ میں اُس ہی منش کی رُوچی ہوتی ہے جس پر پرماتما کی اپار دیا ہو۔ اور جس کا کلیان نکٹ ہو۔

اس واسطے سادھو پرشوں کے لئے دشمنوں سے بچنے کے لئے آپ ہمدرد نہ
بنو یا کم از کم ہی آپ کے جیون کا شانتی ہو۔

سداچار

پراچین زمانہ کی تاریخ اس امر کی شہادت دیتی ہے۔ کہ آریہ لوگ جہاں
روحانی طور پر سب قوموں سے آگے بڑھے ہوئے تھے۔ وہاں ساتھ ہی
وہ دلیری۔ بہادری۔ جسم کی مضبوطی وغیرہ وغیرہ میں بھی کسی سے کم
نہیں تھے۔ اُن کے دراز قد۔ کشادہ پیشانی اور لمبی چوڑی چھاتی کو غیر لوگ
حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اُن کے چہرے کی سرخی۔ دشمنوں
کو نیچا دکھاتی تھی۔ ہر ایک قدرتی عمر بھوگتا تھا اور اُن کے بچے اُن کے
سامنے نشٹ نہیں ہوتے تھے۔ دولت و ایشوریہ سے اُن کا دامن بھرپور
تھا۔ یش اور کیرتی اُن کے سر کا تاج تھا۔ غیر دیشوں کے لوگ اُن کے
خوشہ چین تھے۔ اور اُن کے قدموں میں بیٹھ کر پرپکار کی سکھشا حاصل
کرتے تھے۔ مگر کال کی گتی بڑی دلکش ہے۔ جو کبھی اونچے تھے وہ آج
نیچے ہیں۔ اور جو نیچے تھے وہ آج سرتاج ہیں۔ بزرگ آریوں کی سنتان
کمزور۔ ڈرپوک۔ کوتاہ قد اور کم عمر بھوگنے والی ہو گئی۔ آیو گھٹ گئی۔ تندرستی
نشٹ ہو گئی۔ بل اور بدھی جاتی رہی۔ کمر ٹوٹ گئی۔ چہرے پر زردی

چھا گئی۔ وچار کرو یہ کس پاپ کا پھل ہے۔ کن کھوٹے کرموں کا نتیجہ ہے۔ جس کو ہم اور ہماری سنتان بھوگ رہی ہے۔ کس آتم ہتیارے نے اس اپکیاانوسار پھل دینے والے منتر یہ روپی کلپ برکش کی جڑوں کو کاٹ ڈالا۔ کس اندہکار نے ان آتم منتروں سے ہم کو جدا کر دیا۔ یہ تبدیلی کیوں ہو گئی۔ کیوں ہم میں وہ گن نہیں رہے۔ جو اس وقت کے آریوں میں پائے جاتے تھے جن کے کارن ان کا نام آج تک سمرن چیت چلا آرہا ہے۔ اور ستاروں کی طرح دنیا کے اتہاس پر چمک رہا ہے۔ ہماری اس گراوٹ کا باعث یہی کہ ہم نے وہ راستہ تیاگ دیا۔ جس پر ہمارے بزرگ چلتے تھے۔ جس مارگ کے نشانات اب تک ان کی بنائی ہوئی سمرتیوں میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور جب تک اس مارگ پر چلنا شروع نہیں کرتے تب تک ایشور کی پرستا کے بھاگی نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی اُس پھل کو پا سکتے ہیں۔ جو اس مارگ پر چلنے کا نتیجہ ہے۔ وہ مارگ آچار کا مارگ ہے۔ جو ہمارے بزرگوں نے اختیار کیا تھا۔ اور جس مارگ پر چلنے کی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے بھی جابجا اپنے گرنتھوں میں سکھشا دی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ جو لوگ دیرگھ آیو کو پراپت ہونا چاہتے ہیں۔ جن کی یہ اچھیا ہے۔ کہ ان کی سنتان شوربیرا اور دھارمک ہو۔ اور جو سنسارک بھوگوں کو اپنے واسطے لابھدایک بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے آچرن کو پوتر بنا دیں۔ آؤ اس آچرن کا سروپ جاننے کے لیے ہم شاستروں کی شرن لیں اور ان کی ہدایت کے بموجب چل کر بل اور بدھی کو پراپت ہو کر بزرگ آریوں کی یوگ سنتان کہلانے کے پاتر بنیں۔ اور اُن

سُکھوں کے پتی نہیں - جو ہمارے پوروب پتامہ آریہ لوگ بھوگتے تھے -

دھرم کی کمی اور شاستروں کا تیاگ ہی ہماری موجودہ دُرگتی کا کارن ہے - چنانچہ منو بھگوان فرماتے ہیں - جب تک آپ لوگوں کی دھرم میں اوچ شردھا نہیں ہوگی - جب تک آپ کا آچرن دھرم انکول نہیں ہوگا - تب تک پورن آیو - اُتّم سنتان اور سچا سُکھ نہیں ملیگا - یہ اُتّم پدارتھ اُن ہی لوگوں کے لئے محفوظ ہیں - جو نیک چلن ہوکر اپنا جیون بسر کرتے ہیں - بزرگ آریوں نے شاستروں کی ہدایت کے انوسار پورن شردھا سے سداچاری ہوکر اپنی آتما اور شریر کی رکھشا کی تھی اسکا پھل پُورن سُکھ کی پراپتی تھی - سداچار ہی گرے ہوئے کو اُٹھاتا اور اُٹھے ہوئے کو سہارا دیکر چلاتا ہے - چنانچہ لکھا ہے - آچار سے آیو پراپت ہوتی ہے - اُتّم سنتان پیدا ہوتی ہے - اکھشئے دھن کی پراپتی ہوتی ہے - اشبھ لکشنوں کا ناش ہوتا ہے - وہ آچار کیا ہے جس سے اتنا مہان سُکھ ملتا ہے - جس کی پرشنسا مُنی لوگ کرتے ہیں جنہوں نے اس سے دھرم کی پراپتی کو جان کر دھرم کے مول آچار کو گرہن کیا - منو بھگوان اسکا یہ اُتّر دیتے ہیں - آچار پرم دھرم ہے - شرتی ارتھات وید اور سمرتی میں جو لکھا ہے - وہی آچار ہے - اس پرکار کے آچار سے کلیان ہوتا ہے - اور یہ بھی فرماتے ہیں - وید اور سمرتی میں کہا ہوا اور اپنے کرموں میں نیم سے باندھا ہوا - اور دھرم کا مُول جو سداچار ہے - اُسکو دوِج لوگ آلس رہت ہوکر سیون کریں (منوسمرتی ادھیائے ۱ سورہ شلوک ۱۰۸ و ۱۵۵)

آچار اندریوں کو سیم میں رکھنے کا نام ہے۔ منش کا آچار تین پرکار
(من۔ بانی اور شریر) سے پرگٹ ہوتا ہے۔ جو لوگ تینوں پرکار سے
پوتر کرم کرتے ہیں اور من۔ بانی اور شریر کو برے کرموں سے روک
کر شبھ کرموں میں لگاتے ہیں وہی تریدنڈی اور سدآچاری کہلاتے
ہیں۔ منو بھگوان فرماتے ہیں۔ بانی من اور شریر کا دمن کرنا اور ان کو
کرم سے روکنا یہ تینوں جس کی بدھی میں استھت ہیں۔ اسی کا نام تر
دنڈی ہے۔ (منوسمرتی ادھیائے ۱۲۔ شلوک ۱۰)

جو لوگ من۔ بانی اور شریر کے دوشوں کو تیاگ کر اپنا جیون بسر
کرتے ہیں۔ وہ سدآچاری ہو کر اُتم پھل کو پراپت ہوتے ہیں۔ اور جن میں
کرم دوش موجود ہوں وہ خواہ کتنے ہی وید پاٹھی اور پنڈت کیوں نہ ہوں
ان کو سدآچاری کا درجہ نہیں ملتا۔ اور نہ ہی وہ اُس پھل کو پراپت ہوتے
ہیں۔ جو وید پڑھنے سے پراپت ہوتا ہے۔ چنانچہ منو بھگوان فرماتے ہیں۔

आचाराद्विच्युतो विप्रो न वेदफलम-
श्नुते। आचारेण तु संयुक्तः संपूरी फलभागभवेत॥

منوسمرتی ادھیائے ۱۔ شلوک ۱۰۹

ارتھ۔ آچار سے چھوٹا ہوا وِپر وید کے پھل کو نہیں پاتا۔ اور
آچار سے یکت ہے وہ سمپورن کے پھل کا بھاگی ہوگا۔

بالمیک رشی کا جیون کسی سے چھپا ہوا نہیں۔ کیسی کروٹا۔
کتنی کٹھورتا۔ اس میں پائی جاتی تھی۔ وہ پورے درجہ کا راہزن تھا۔ اس
کے شریر کا روم روم پاپ سے بھرا ہوا تھا۔ مگر جب اس کا کلیان

نکٹ آیا - اور نارد جی کی پریرنا سے پرماتما کے چرنوں میں پورن شردھا اور تیاگ
سے سیس جھکایا - تو اس کی آتما جو کبھی پاپ آچرن سے سیاہ ہو رہی تھی - اتنی
اجّل ہو گئی - کہ وہ سوکھشم پاپوں سے بھی کوسوں دور بھاگتا تھا - اور اس کی
ڈراونی صورت شُبھ آچرن کی بدولت ہر ایک کو پیاری پرتیت ہونے لگی -
رشی لوگ اس کا درشن کرنے آتے تھے - اور اونچے آسن پر اسکو بٹھاتے
تھے - یُدھا اوستھا کی کنیا ہیں - اس کے آچرن پر اتما وشواس رکھتی تھیں - جتنا
ان کو واس دیوجی کے پتر شکھدیوجی پر تھا - اور تن تنہا بالمیک کی کٹیا میں چلی
جاتی تھیں - رامچندر جی نے جب سیتا جی کو بنباس دیا تھا - اور لکشمن جی جانکی
جی کو بن میں چھوڑ کر چلے آئے تھے تو یہ دیوپتری رشی بالمیک کے آشرم
میں جاکر رہی تھی - شُبھ آچرن سے بالمیک راہزن سے رشی بن گیا -
منو جی مہاراج ادھیائے ۲ شلوک ۱۹۵ میں فرماتے ہیں -

म० गत्वा चारयुक्तः : स्यात्सदा -
तात्म जितेन्द्रियः ।। त्रये स्वजु -
हुया स्यवनि त्सम भिमतद्रितः ।।

ارتھ - شُبھ آچار یُکت جت اندریہ رہے - اور ہمیشہ آلس رہت ہو کر
جپ اور ہون کرے -

کیونکہ یگ میں ہی کرموں کے دوشوں کو بھسم کرنے کی سامرتھ ہے - جس
پرکار اگنی سورن کے میل کو نشٹ کر دیتی ہے - اسی پرکار تپ اور جپ منش
کی آتما کو نرمل بنا دیتا ہے - سداچاری لوگ پرماتما کے پردان کئے ہوئے
بھوگوں سے پورن لابھ اٹھاتے ہیں - اور ہر ایک بھوگ اُن کو اچھا لگتا ہے۔

بل جاتا ہے۔ اور وہ دیرگھ آیو کو پراپت ہوتے ہوئے تین پرکار کے دکھوں ارتھات (ادھیاتمک (جو بخار وغیرہ بیماریوں سے جسم کو تکلیف ہوتی ہے) ادھی بھوتک (جو دوسرے جانداروں سے تکلیف ہوتی ہے) اور ادھی دیوک (جو دل اور حواس کے خلل۔ ناپاکی اور بیقراری سے تکلیف ہوتی ہے) سے بچے رہتے ہیں۔ منو جی مہاراج منوسمرتی کے ادھیائے ۴ شلوک ۹۴ میں کہتے ہیں۔

ऋषयो दीर्घसंध्यात्वाद्दीर्घमा-
युरवाप्नुयुः ॥ प्रज्ञां यशश्च-
कीर्तिं च ब्रह्मवर्चसमेव च ।

ارتھ:- رشی لوگ دیرگھ سندھیا کے انوشٹھان سے دیرگھ آیو کو پا سکتے ہیں۔ اور پرگیا۔ یش۔ کیرتی اور برہم تیج کو بھی پراپت ہوتے ہیں۔

پھر ادھیائے ۴ شلوک ۱۴۶ میں فرماتے ہیں کہ شبھ آچار یکت اور ہمیشہ پوتر رہنے والے اور جپ تپ ہون کرنے والے کو روگ آدی نہیں ہوتا۔

मंङ्गलाचार युक्तानां नित्यंच-
प्रयतात्मनाम ॥ जपतां जुह्वतां
चैव विनिपातो नविद्यते ॥:॥

جو لوگ آچار سے گر جاتے ہیں وہ جلدی ہی اکال مرتیو کے منہ میں جا پڑتے ہیں۔ اُن کا شریر ہر وقت روگوں سے پیڑت رہتا ہے۔

سنسار کے بھوگ ان کیواسطے دکھ دائک نہیں ہوتے۔ ان کی آتما ہر وقت بلکتی رہتی ہے۔ دھن ان کے پاس ہے مگر دھن سے جو پدارتھ وہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ ان کے واسطے کلیان دایک نہیں ہوتے۔ دل چاہتا ہے کہ اُن پدارتھوں کو کھائیں۔ مگر شریر کا بل ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ انہوں نے آچار سے گر کر شریر روپی گھڑی کے پرزوں کو اتنا کمزور بنا دیا ہے کہ اب اُن میں زیادہ کام کرنیکی طاقت نہیں رہی اور اتنے مستعمل ہو گئے ہیں کہ خواہ کتنی ہی ٹانک اوشدھیاں کھائیں وہ اب اپنی اصلی حالت میں نہیں آسکتے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کی جیبیں روپیوں سے بھر دیں مگر اب اُن میں بھی سامرتھ نہیں کہ وہ اس رتھ کے گھوڑوں کو اصلی حالت میں لاسکیں۔

وہ اُن بزرگوں کی سکھشا کا انادر کرتے رہے ہیں جو شاستروں کے باقاعدہ پاٹھ سے شدھ آچرن کو گرہن کر کے پورن سکھ کو پراپت ہوئے ہیں۔ جن کو سچی دانائی۔ تندرستی اور آتما کی شانتی کیول آچار سے ہی حاصل ہوئی ہے۔ جو عیاشی کی ترغیب اور مکر آمیز باتوں سے کوسوں دور رہے ہیں۔ جو اس کے جھوٹے آنند کے لوبھ میں نہیں پھنسے اب وہ اپنے اتیاچار کے پھل سے روتے ہیں۔ غریب محنتی اور شدھ آچاری لوگوں کو زندگی کا آنند بھوگتے ہوئے دیکھ کر بستر پر پڑے پڑے کلپتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم نے پرماتما کے مہان نیم کو توڑا ہے۔ اور اس نیم کو توڑنے کی سزا بھگت رہے ہیں۔ عیاشی نے ان کو آنند کی امید دلائی۔ مگر انہوں نے یہ نہ جانا کہ جس آنند کی امید دلاتی ہے۔ وہ آنند

نہیں بلکہ وہ دُکھ ہے۔ اُنہوں نے اُس آنند رُوپی زہر کا امرت سمجھا۔ وہ
بھول گئے کہ سرُخ مرچ اگرچہ رنگت اور صورت میں کیسی سُندر اور سُبھاونی
پرتیت ہوتی ہے۔ مگر جوں ہی کہ اسکو زبان پر رکھا اس کی اصلیت فوراً
معلوم ہوگئی۔

کردنی خویش آمدنی پیش کا علاج کون کرے۔ اُن کے سرُخ چہرے
زرد ہو گئے۔ بیچارے دُبلے پتلے اور مریض صورت بنائے ہوئے اِدھر اُدھر
تاک رہے ہیں۔ اُن کے آنند کا تھوڑا سا سمیہ بہت جلد گذر گیا۔ اب اُداسی
اور تکلیف میں زندگی کے رہے سہے ایام کاٹ رہے ہیں۔ عیاشی نے
اُن کے معدوں کو کمزور بنا دیا اب اُن کو صحیح بھوکھ نہیں لگتی۔ دل چاہتا
ہے کہ نفیس کھانوں سے ذایقہ اُٹھائیں۔ مگر طاقت معدہ اُن کو ایسا
کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ سچ تو یہ ہے۔ جو لوگ آچار سے گر جاتے
ہیں۔ وہی دُکھی رہتے ہیں۔ پرماتما اپنے نیائے سے ایسے اشخاص کو
اُن کے کرم انوسار جلدی پھل دیتے ہیں۔ اور ان سے وہ سب شکتیاں
چھین لیتے ہیں۔ جن شکتیوں کا اُنہوں نے ناجائز طور پر استعمال کیا ہے
مگر وہ لوگ جو بزرگوں کی سکشا سے لابھ اُٹھاتے ہیں۔ وہ اپنی ترشنا
کی حد مقرر کر لیتے ہیں۔ اور سنتوش سے اپنا جیون ویتیت کرتے ہیں۔ وہ
اپنے شریر کے انگ انگ سے پرماتما کی آگیا انوسار نیم سے کام لیتے ہیں۔
اُن کی صحت قایم رہتی ہے۔ اُن کے چہرہ کی رنگت گلاب کے پھول کی
رنگت کو مات کر دیتی ہے۔ اُن کی آنکھوں میں سچے آچرن روپی آنند کی
جھلک ہر وقت پرتیت ہوتی ہے۔ جتنا وہ شریر سے کام لیتے ہیں۔ اُتنا

ہی زیادہ آنند اُن کو حاصل ہوتا ہے ۔ ان کے رگ و ریشہ میں نیا خون ہر وقت گردش کرتا رہتا ہے ۔ پیٹ بھر کر وہ کھاتے ہیں ۔ اور آنند سے گہری نیند کا مزہ اُٹھاتے ہیں ۔ ڈاکٹر اور حکیم ان کے گھر کا راستہ نہیں جانتے ۔ اُن کی کمائی سے ایک پیسہ بھی حکیم کی جیب میں نہیں جاتا ۔ ایسے لوگوں کی سنتان بلوان ہوتی ہے ۔ اور ان کے سامنے نشٹ نہیں ہوتی ۔

دُشٹ آچرن سے نہ صرف شریر کا بل اور تیج گھٹتا ہے ۔ نہ صرف روگ گرست ہو کر دُکھ بھوگتا ہوا اکال مرتیو کو پراپت ہوتا ہے ۔ بلکہ اس کی کیرتی بھی نشٹ ہو جاتی ہے اور لوک میں اسکی نندا ہوتی ہے چنانچہ منوجی مہاراج فرماتے ہیں (ادھیائے ۴ شلوک ۱۵۷)

دُشٹ آچرن کرنیوالا پُورش لوک میں نندت ہوتا ہے اور دُکھ بھوگی ہوتا ہے ۔ اور نرنتر روگی رہتا ہے ۔ اور الپ آیو بھوگتا ہے ۔

راون لنکا پتی کا اتہاس آپ لوگوں سے چھپا ہوا نہیں ۔ وہ بڑا بھاری ودوان تھا لکشمی اُس کے گھر میں ہاتھ باندھے کھڑی تھی ۔ بڑا بھاری کٹنب والا تھا ۔ شور بیر اور یودھا تھا ۔ غرضیکہ ہر پرکار کا سنسارک سُکھ اُسکو نصیب تھا ۔ مگر جب وہ آچار سے گرا اور راج رشی رامچندر کی بہاریا کو زبردستی اپنے گھر میں لایا ۔ تب ہی سے وہ ساری بھبوتی وہ سارا اسکھ جس پر وہ پھولا نہیں سماتا تھا ۔ آن کی آن میں نشٹ ہو گیا ۔ وہ سوَرن کی لنکا سداچاریوں سے چھین لی گئی اور راون کٹنب سمیت سداچاری رامچندر جی کے ہاتھ سے مارا گیا ۔ آج اُسکو گذرے ہوئے ہزاروں سال گذرتے

ہیں۔ مگر اسکا اپ لیش برابر جاری ہے۔ اور جہاں پرسے ٹنگ جاری رہیگا۔ وسہرہ کے ایام میں اس دُشٹ آچاری کے سر پر گدھے کا سیس لگایا جاتا ہے۔ اور لوگوں کو بتایا جاتا ہے۔ کہ دُشٹ آچرن کرنیوالا کتنا ہی بلوان۔ وِدوان اور سیناپتی کیوں نہ ہو وہ اتیّنت نِندا کا پاتر ہے۔ اور وہ اوَش نشٹ ہوگا۔

راماین کا پاٹھ جن لوگوں نے کیا ہے۔ وہ جان سکتے ہیں کہ سداچاریوں کی سنسار کتنی عزت کرتا ہے۔ کتنا لوگ اُس سے پریم کرتے ہیں۔ جس وقت رامچندر جی کو بنباس ملا تھا اجودھیا نگری کے سب لوگ اس کے سداچار سے پرسن ہوئے ہوئے۔ اُس کی جُدائی پر رودن کر رہے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے اپنے کٹمب کو تیاگ کر اسکا ساتھ دینا چاہا تھا۔ جس ستھان پر سداچاری رامچندر کا قدم پڑتا ہے۔ وہ ستھان پوتر گنا جاتا تھا۔ اور ہر طرف سے لوگ اُن کا درشن کرتے آتے تھے۔ رشی لوگ جو گرہست آشرم کے فرائض ادا کرنے کے بعد بنوں میں تپسیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے رامچندر جی کو تپوبن میں تپسوی کی صورت میں دیکھا تو وہ سب اپنے آپ کو اُن کی سنگت میں دیکھ کر بھاگوان سمجھتے تھے۔ کتنا وہ اِندری جیت تھا۔ اسکا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے۔ کہ باوجود ۱۴ سال تک جانکی جی کو بن میں اپنے ساتھ رکھنے کے اُنھوں نے کبھی پرسنگ نہیں کیا۔ آج اس سداچاری کی کتنی مہما ہو رہی ہے۔ اس کا جنم اُتسب منایا جاتا ہے۔ ہندوں نے تو اسکو منش شرینی سے نکال کر ایشور کا اوتار بنا رکھا ہے۔ جو لوگ سادھوں کے آچار کر نیوالے ہیں اور

دوسرے پُرشوں کے دوشوں کو پرگٹ نہیں کرتے۔ چاہے ان میں اور
کوئی گُن نہ بھی ہو تو بھی وہ سَو سال تک آیو کو نربگھن بھوگتے ہیں جیساکہ
منوجی مہاراج ادھیائے ۴ شلوک ۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔ سادھوؤں
کا آچار کرنیوالا اور شردھالُو یکت دوسرے کے دوشوں کو نہ کہنے والا
پورش چاہے سمپورن اور شبھ لکشنوں سے رہت بھی ہو تو بھی وہ
سَو سال تک جیتا رہتا ہے۔

رامائن میں اسبات کا ذکر آیا ہے کہ راجہ دسرتھ کے زمانہ میں
سب لوگ دراز عمر والے اور سپوت تھے۔ مصنف بیان کرتا ہے۔ کہ
اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں۔ کہ وہ لوگ سچے آستک تھے
اور ایشور کو ہر جگہ حاضر ناظر جان کر پاپ آچرن سے دور رہتے تھے۔
سداچاری اس درجہ کے تھے۔ کہ پر استری کو ماتا تُلّ جانتے تھے۔ اگر
پتا کے سامنے پُتر کا دیہانت ہوتا تھا۔ تو پتا فوراً وقت کے راجہ
کے پاس شکایت کرتا تھا۔ اور اس سے جواب طلب کرتا تھا۔ کہ
باوجود میرے پورن سداچاری ہونے کے میری سنتان میرے
سامنے کیوں نشٹ ہو گئی۔

کیا آپ کے ادھرم سے تو یہ آفت مجھ پر نہیں آئی۔ ہاں وہ زمانہ
تھا۔ جبکہ راجہ اور پرجا کیول دھرم میں بندھے ہوئے ایشور پرائن ہو کر اپنے
اپنے فرائض کو نیک نیتی سے نبھاتے تھے۔ راجہ کا قانون دھارمک
وید بانی آپت پُرشوں کی سمتی کے دوارا جاری کیا جاتا تھا۔ اور
سب لوگ اس بنائے ہوئے قانون کو پورن شردھا سے سویکار کرکے

سداچاری ہوتے تھے۔ ہاں وہ سمے تھا۔ جب سداچاری کا مان
ہوتا تھا اور اسکو اونچے آسن پر بٹھایا جاتا تھا تاکہ سب لوگ سداچاری
بنیں۔ اسوقت سداچاری کا درجہ دھناڈھ کو مل رہا ہے۔ دھناڈھ
خواہ کتنا ہی اتیاچاری کیوں نہ ہو وہ پھر بھی ہماری پوجا کا پاتر گنا جاتا ہے
سداچاری کو کوئی منہ سے بھی نہیں بلاتا۔ بتاؤ جب یہ حال ہو تو دیش میں
سداچار کیونکر پھیلے۔ سداچار کی نندا کرنے والے اُن سب کے
دلوں میں بیسواؤں کے ناچ اور گاین اپنی بہو بیٹوں کے سامنے کرائے
ہوئے لجیاوان نہیں ہوتے بلکہ آشا رکھتے ہیں کہ جگت میں ہماری پرشنسا
ہو۔ لوگ ہم کو دھن دھن کہیں۔

سینکڑوں سال سے سداچار کی نندا ہوتی چلی آئی ہے۔ ماتا پتا
کی لجیا بھی دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ ماتا پتا کے سامنے لڑکے اپنے
گھور اتیاچار کر رہے ہیں کہ بیان کرتے شرم آتی ہے۔ اتیاچار کی بدولت
سینکڑوں گھرانے ہر روز نشٹ ہو رہے ہیں۔ دھن دولت برباد
ہو رہا ہے۔ ایک دوسرے کے گلے پر چھری چلائی جا رہی ہے۔ یہ
سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ اسکا مکھ کارن یہ ہے کہ ہم لوگ تیاگ سے
جیون وتیت نہیں کرتے۔ بھوگوں کو اپنے جیون کا مکھ ادیش بنا رکھا
ہے۔ دھرم میں ہماری اُچ شردھا نہیں۔ دھرم کی پستکوں کا پاٹھ نہیں
کرتے۔ ویدوں اور آرش گرنتھوں کی بجائے ہم اُن گرنتھوں کا پاٹھ
کرتے ہیں جن میں اتیاچار کی سکشا ملتی ہے۔ سندھیا آدی ست کرموں
میں ہم آلس کر دیتے ہیں۔ مگر اتیاچار پھیلانے میں ہم بڑے سرگرم ہیں

بزرگوں کی سیوا کرنے کی بجائے ان کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ بتاؤ
ہم آیو۔ ودیا۔ یش اور بل کو کیونکر پراپت ہوں۔ منو جی مہاراج ادھیائے
۲ شلوک ۱۲۱ میں فرماتے ہیں۔ کہ جو پرتی دن بوڑھوں کی سیوا کرتے
ہیں۔ نمسکار کرنے کے سبھاؤ والے ہیں۔ ان کی چار وستو بڑھتی ہیں
آیو۔ ودیا۔ بل اور یش۔ پھر ادھیائے ۴ شلوک ۴ میں فرماتے ہیں۔
ویدوں کے ابھیاس نہ رکھنے اور آچار سے رہت ہونے۔ ست کرموں
میں آلس کرنے اور ان کے دوشوں سے اکال مرتیو آجاتی ہے۔

پیارے پاٹھک! کیا آپ بھی اس پھل کی اچھیا رکھتے ہو۔ اگر آپ کی
اچھیا ہے کہ آپ دیرگھ آیو کو پراپت ہوں۔ اور تندرست ہو کر ارتھ سادھن
کر سکو۔ اگر سچ مچ آپ کی یہ اچھیا ہے اور آپ کو کلیان بھی نکشٹ ہے
تو آپ ویشیوں کے چھوڑنے سے پہلے اکشے بھنڈار کا ایک دفعہ پاٹھ کرو۔
اور ان کی رکشا کے انکول اپنا آچرن بناؤ۔ آپ کی سنتان بلوان ہوگی
اور دیرگھ جیوی ہوگی۔ آپ کا جیون سپھل ہوگا۔ ایشور پرسن ہوں گے۔ اور آپ
موکش کے بھاگی بنو گے۔ ایشور ایسی کرپا کریں۔ کہ ہماری شردھا ویدوں اور
آرش گرنتھوں میں دن بدن بڑھے۔ تاکہ ہمارا جیون سچا ویدوں کا
جیون ہو۔

نوٹ۔ مصنف اپنے پاٹھکوں سے پوران آشا رکھتا ہے۔ کہ وہ ان
خیالات کا پرچار عام میں کر کے پن کے بھاگی بنیں گے +

ایشور کا نام

اور

اُس سے مُکت ہونے کا اُپائے

پیارے پاٹھک۔ ہم آپ کو یہہ بتا چکے ہیں کہ پرماتما کی پُوجا کرنا انسانی فرض ہے اب ہم آپ کو پرماتما کے کئی ایک ناموں کا ذکر کرتے ہیں جن کے وچار سے آتما اُدرچ ہوتی ہوئی پرم آنند کو پراپت ہوتی ہے۔ اِن انیک ناموں سے آپ کو پرماتما کے گُن کرم اور سبھاؤ کا گیان ہوگا اور پرماتما کے گُن کرم سبھاؤ کا چنتن کرنا اور اپنے جیون کو اُن کے انکوُل بنانا پرماتما کی سچی پوجا کہلاتی ہے۔ مثلاً برہما۔ وشنو۔ شو۔ اگنی۔ وایو۔ آکاش۔ پرتھوی۔ برہسپتی۔ اِندر۔ سورج۔ جل۔ چندر۔ منگل۔ بُدھ۔ شکر۔ سنیچر۔ راہو۔ کیتو۔ شکتی۔ دھرم راج۔ یم۔ کال وغیرہ وغیرہ اِن سب ناموں سے پرماتما کی مختلف شکتیاں پرگٹ ہوتی ہیں۔ مثلاً

سارے جگت کا اوتپادک ہونے سے برہما۔ سب جگہ موجود ہونے سے
وشنو۔ شُکھ سروپ اور کلیان کاری ہونے سے شِو۔ گیان سروپ۔
سروگیہ ہونے سے اگنی۔ جگت کا دھارن جیون اور پرلیہ کرتے اور بلوانوں
سے بلوان ہونے سے وایو۔ سب طرف سے جگت کا پرکاشک ہونے
کے کارن آکاش۔ سب پھیلے ہوئے جگت کو پھیلانے والا ہونے
سے پرتھوی۔ بڑوں سے بڑا اور برہمانڈوں کا مالک ہونے سے برہسپتی۔
سب کا پالن کرتے اور پرم ایشوریہ وان ہونے سے اِندر۔ جڑ اور
چیتن جگت کا آتما۔ پرکاش سروپ اور سب کو پرکاش کرنیوالا ہونے سے سورج
پاپیوں کو دنڈ دیتے اور سوکشم پرمانوں کو ملاتے اور علیحدہ کرتے
سے جل۔ آنند سروپ اور سب کو آنند دینے والا ہونے سے چندر۔
منگل سروپ اور سب جیووں کے منگل کا کارن ہونے سے منگل۔
گیان سروپ اور سب جیووں کے گیان کا کارن ہونے سے بُدھ۔
اتینت پوتر اور جس کی سنگت سے جیو بھی پوتر ہو جاتے ہیں شُکر۔
ویرج وان ہونے سے سنیچر۔ ایکانت سروپ یعنی جس کے سروپ میں
دوسرا پدارتھ سنیکت نہیں جو دشٹوں کو چھوڑنے اور دوسروں کو چھڑانے
والا ہے اس لئے راہو۔ سب جگت کا نواس ستھان۔ سب روگوں
سے رہت اور مُکتی کی اچھیا کرنے والوں کو مُکتی کے سمیہ سب روگوں
سے چھوڑاتا ہے اس لئے کیتو۔ سارے جگت کو موجودہ شکل میں لانے
اور بناتے کے یوگ ہونے کے کارن شکتی۔ دھرم سروپ اور ادھرم
سے پاک ہونے کے کارن دھرم راج۔ نیائے دھیش اور سب کے

کرموں کا پھل دینے سے یم۔ برہمانڈ کی تمام چیزوں اور جیوؤں کا شمار کرنے سے کال کہلاتے ہیں۔ اس پرکار پرماتما کے اننت نام ہیں جن کا ذکر اوپنشد کاروں۔ سمرتی کاروں اور مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے کیا ہے۔ یہہ نام اگرچہ جڑھ پدارتھوں کے بھی ہیں مگر پرماتما کے بھی واچک ہیں۔ اس سمیہ بھارت باسی ودیا کے نہ ہونے کے کارن ان ناموں کے ارتھوں پر وچار نہ کرتے ہوئے بھرم جال میں پڑ رہے ہیں اور اس لئے یہ نام صرف مختلف دیوتاؤں اور جڑھ پدارتھوں کے ہی مان رہے ہیں۔ اور پرماتما کی بجائے اُن ہی کے سامنے سیس جھکا رہے ہیں۔ مگر وقت آ رہا ہے جبکہ دوج جاتی کے بالک ویدوں اور شاستروں کا باقاعدہ پاٹھ کریں گے تو وہ اپنی غلطی کو معلوم کرکے جڑھ پدارتھوں کو چھوڑ کر کیول ایک پرمیشور کا ہی سہارا لیں گے۔ پرماتما کے انیک ناموں میں سے اوم سب سے اوتم نام ہے کیونکہ اسی ایک نام میں پرمیشور کے بہت سے نام آ جاتے ہیں مثلاً (ا) آ کار سے وراٹ۔ اگنی اور وشنو آدی۔ (او) او کار سے ہرن گربھ۔ وایو تیجس آدی (م) مکار سے ایشور آدتیہ۔ اور پرگیا آدی ناموں کا واچک اور گراہک ہے۔

(ا) وراٹ = جگت کا پرکاش کرنیوالا
اگنی = گیان سروپ
وشنو = سب کو اپنے میں نویس دینے والا

(او) ہرن گربھ = جوتیوں کا آدھار
وایو = اننت بل یکت
تیجس = پرکاش سروپ

(م) ایشور = سروشکتیمان
آدتیہ = ابناشی
پرگیہ = سب کو جاننے والا

جو لوگ اوم شبد کا ایکانت میں پاٹھ اور وچار کرتے ہیں وہ مکت اوستھا کو پراپت ہو جاتے ہیں۔

ہمارے رشیوں نے اس نام کی جگہ بہ جگہ بزرگی جتلائی ہے اور پرماتما کی پراپتی کے لئے اس کا چنتن بڑا فائدہ مند بتلایا ہے۔ سمادھی کی اوستھا تک پہنچنے کے لئے اوم ہی کا جاپ ایک سیڑھی ہے جس پر قدم رکھتے ہی یوگی لوگ پرماتما کا درشن کرتے تھے۔ اسی نام کے پوتر وچار میں یوگی لوگ اتنے مگن ہو جاتے تھے کہ اُن کی آتما کے سامنے سوائے پرمیشور کے پرکاش کے اور کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

یہ کوئی فرضی بات نہیں آپ اس کا تجربہ کریں اور نیم انوسار پرماتما کا چنتن کریں اور ہم آپ کو نشچے دلاتے ہیں کہ آپ بھی اُس اونچی اوستھا کو پہنچ جاؤ گے۔ ہر ایک رُوپ اور رنگ میں آپ اُس برہم کو اوت پروت ہوا ہوا پاؤ گے اور ہر ایک ستھان میں اُس برہم کی ستا آپ کو کام کرتی ہوئی دکھائی دے گی۔ جیوں جیوں آپ آگے بڑھو گے تیوں تیوں آپ کی آتما پرسن ہوتی جائیگی۔ اور وقت آئیگا کہ اُس پرسنتا کی حالت میں آپ اپنے شریر کو بھی بھول جاؤ گے یہاں تک کہ شریر کا کشٹ بھی آپ انوبھو نہیں کرو گے۔

اُس اوستھا میں آپ اپنے سامنے اُس رازِ نہانی کو کھلا ہوا پاؤ گے جس کے دیکھنے کے لئے یہ فانی نیتر اسمرتھ ہیں۔ ہر ایک ستھان سے اور ہر ایک پدارتھ سے آپ کو اکھنڈ اور اکھنڈ کا شبد نکلتا ہوا سنائی دیگا۔ یہ مہان جگت آپ کو اُس جگت پتی کا شریر اور یہ اد بھت رچنا اُن

کی بنائی ہوئی دکھائی دیگی - اِس کے ساتھ ہی آپ کی سوجھ آتما میں حیران کرنیوالے پرشن کے بعد پرشن پیدا ہونے لگیگا - اور اُن پرشنوں کا اوتر ساتھ ساتھ ملتے ہوئے دیکھ کر دھنیہ دھنیہ کے شبد نکلیں گے - کس کی پریرنا سے ہر ایک اِندریہ اپنے اپنے کام میں لگ رہی ہے اور کیوں ایک اِندریہ دوسری اِندریہ کا کام نہیں دے سکتی - کس کی پریرنا سے یہہ غذا خون - ہڈیوں وغیرہ وغیرہ میں تبدیل ہو جاتی ہے - کون اِس شریر رُوپی کلا کو نیم انوسار چلا رہا ہے - یہہ اور اِس قسم کے پرشن آپ کی آتما کے سامنے آتے ہی آپ کے آنند کو اِتنا اونچا لے جاینگے کہ انسانی زبان میں اُس آنند کو اُچارن کرنے کی سامرتھ نہیں - جو لوگ اِس پاک ابھیاس کے پرتاپ سے اس اُوچیہ اوستھا کو پراپت ہو چکے ہیں اُن کو وہ برہم اس جگت کا رچنے والا - نیم انوسار چلانے والا - اور پرلے کرنیوالا پرتیت ہوتا ہے - جیوں جیوں وہ جگت کے مختلف برہمانڈوں کی طرف نظر اُٹھاتے ہیں تیوں تیوں وہ اُس جگت پتی کو اُن میں پھیلا ہُوا پاتے ہیں - اُن کو وہ برہم کہیں کم اور کہیں زیادہ پرتیت نہیں ہوتا جس پرکار سرسوں کے دانہ میں تیل سوکشم شکل میں مِلا ہُوا رہتا ہے اور کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ دانہ کے کس حصہ میں کم یا زیادہ ہے اُسی طرح ابھیاسی لوگ اُس برہم کو ہر ایک پدارتھ میں رما ہُوا دیکھتے ہیں - بغیر ہاتھوں کے کام کرتا ہُوا - بغیر نیتروں کے دیکھتا ہُوا - بغیر کانوں کے سُنتا ہُوا - بغیر زبان کے اُپدیش دیتا ہُوا - اُن کو پرتیت ہو رہا ہے - اس جہان جگت کی رچنا میں وہ کسی اور ہاتھ کو نہیں دیکھتے - کون اُن کا پرتی ندھی

ہے اور کون اُن کے کام میں دخل دے سکتا ہے۔ کس کو وہاں تک
پہنچنے کی سامرتھ ہے کون اُن کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے بندھے
ہوئے لوگ اپنے آپ کو برہم کہہ لیں مگر کیا وہ اس مہان جگت کی وچتر
رچنا کو اپنے سامنے کھُلا ہوُا دیکھ کر یہ دعوےٰ کر سکتے ہیں کہ ان ادبھت
پدارتھوں کی بناوٹ میں اُن کا اپنا بھی ہاتھ ہے۔ درحقیقت جگت کی
رچنا۔ پالن پوشن کرنا۔ نیائے کرنا۔ اور جہار سے کرنا وغیرہ کا ادھیکار
اُس جگت پتی نے کسی دوہ دھاری کو نہیں دیا۔ وہ پرماتما جس کے تُل اور
جس سے ادہک کوئی نہیں جو دور سے دور اور نزدیک سے نزدیک ہر
جو کبھی نہ پیدا ہوُا اور نہ ہی موت کے مُنہ میں جاتا ہے جس کا نہ کوئی ماتا اور
پتا ہے وہ کیول یوگ سادھن دوارا ہی جانے جاتے ہیں۔ اُس جگت پتی
کے درشن کے لئے کوئی ہی بھاگوان نیاگی جیون بِتا کر یوگ کی سیڑھی پر
قدم رکھتا ہے۔ بھگت تو بہت ہیں مگر کون اُن کا ساکشات درشن
کرتا ہے۔ سمرن رکھو جب تک اندریوں کے وِش اور من کی بلپنا دور
نہیں ہوتی جب تک من شنچے سنکلپ والا ہو کر آتما کا بندھ نہیں بنتا
اور جب تک آتما کا جھکاؤ پورے طور پر پرماتما کی طرف نہیں ہوتا تب
تک اُس جگت پتی کے درشن کی اِچھیا رکھنی فضول بلکہ ناممکن ہے۔
دمبھی لوگوں سے وہ جانے نہیں جاتے۔ خواہ وہ کتنے ہی وید درود
چنہہ (نشانات) اپنے شریر پر دھارن کریں خواہ کتنا ہی وید درد ھیتیں
سے اپنے شریر کو سُکھا کر پنجر بنا لیں۔ موَن بھی دھارن کر لیں۔ جب
تک اندریوں کا رُخ باہر کی طرف ہے جب تک بھوگوں کے سواد کی

ترشنا من کو کلپت کر رہی ہے تب تک وہ پرماتما کے درشن کے ادھیکاری
نہیں بن سکتے۔ ہاں جگت کے لوگوں کے سامنے وہ بھگتوں کا باس
دھارن کر کے اپنے آپ کو بھگت کہلا لیں مگر اس جگت پتی کے حضور میں
اُن کے لئے جگہ نہیں۔ وہاں تو اُن ہی کو جگہ ملیگی جو اُس جگت پتی کے
درشن کے لئے نفس کش ہو کر جگت کی پرسنتا کو پرے رکھ کر کیول اُن
ہی کے داس بنینگے۔ یاد رکھو دُنیا اور دُنیا کے پدارتھوں کی محبت انسان
کو ایسے جال میں باندھتی ہے جس کو توڑنے کے لئے فانی شکتیاں اسمرتھ
ہیں۔ ترشنا کبھی شانت نہیں ہوتی۔ خواہ انسان چکرورتی راجہ ہی کیوں
نہ ہو جائے۔ خواہ جگت کا تمام دھن اور دولت اُس کے ہاتھ میں
کیوں نہ آ جائے۔ ترشنا کو شانت کرنے کا اُپائے کیول بھوگوں کا
جایز استعمال ہے۔

جو لوگ بھوگوں کی پراپتی میں ہی اپنے شریر اور آتما کی شانتی مان رہے
ہیں وہ غلطی پر ہیں وہ سمرن رکھیں کہ وہ بھوگوں کو نہیں بھوگتے بلکہ بھوگوں
کی خوراک ہو جاتے ہیں۔ بھوگ آتما کی پرواز کو اتنا کمزور کر دیتے ہیں کہ
آتما پرلوک یاترا کے لئے اسمرتھ ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں
یہ جال پرماتما نے جیو آتما کے سامنے بچھا یا کیا پرماتما جیو آتما کو بھوگوں
میں اُلجھا کر تماشے دیکھ رہے ہیں کیا کوئی پتا اپنے پُتر کو دیدہ دانستہ
کشٹ میں ڈال کر پرسن ہو سکتا ہے۔ اس کا اُتر یہ ہے کہ منش یونی سب
سے سریشٹ ہے اسی یونی میں جیو آتما کو اپنے سوامی کا درشن
ہوتا ہے۔

جہاں پرماتما نے بھوگ جیو آتما کے کلیان کے لئے بنائے ہیں وہاں ساتھ ہی ساتھ ہی مدہی ہو کر اُن کو بھوگنے کا گیان بھی پردان کیا ہے۔ جہاں امرت بنایا گیا ہے وہاں ساتھ ہی زہر بھی ہے۔ انسان آزاد ہے خواہ وہ امرت کو زہر میں تبدیل کرے یا زہر کو امرت میں تبدیل کرے۔ جو پھول توڑنے کی خواہش رکھتا ہے اُسکو کانٹوں کی تکلیف گوارا کرنی پڑے گی۔ جو موکش کی اچھیا رکھتا ہے اُسکو بھوگوں سے مُنہ موڑنا پڑیگا۔ پرماتما اوتم پدارتھ ادھیکاری کو ہی پردان کرتے ہیں اسلئے اُس اوتم سُکھ کا جو ادھیکاری بنیگا اُسی کو وہ دیا جاویگا۔ جہاں بھوگوں سے جیو کا کلیان مدنظر رکھا گیا ہے وہاں ساتھ ہی اُس کی پریکشا کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اِس سے وشواس رکھو کہ پرماتما نے یہ جال جیو کے سامنے اسلئے بچھایا ہے کہ وہ پورے ہو سکے جس پرکار سورن اگنی میں ڈال کر شودھ کیا جاتا ہے اُسی پرکار بھوگ جیو آتما کے شودھنے کا سامان ہیں۔ اِس جال کو توڑنے کے لئے اُنھوں نے جیو آتما کو وہ ادزار پردان کئے ہیں جو جیو آتما کو دوسری یونیوں میں نہیں ملتے۔ وہ ادزار وید ول کا گیان ہے جو اس گیان سے لابھ اُٹھا کر عملی جیون بنائے ہیں وہ اس سخت جال کو توڑنے کی سامرتھ حاصل کرتے ہیں اُن ہی کے لئے بھوگ کلیان رُوپ ہو کر پرماتما کے ساتھ یوگ کرا دیتے ہیں؛ پھر بہت لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان مایہ روپی جال میں اِتنا جکڑا ہوا ہے کہ وہ اپنے آپ کو پرماتما کے درشن کا ادھیکاری نہیں بنا سکتا۔ آتما کا پرکرتی کے ساتھ نکٹ سمبندھ ہے۔ اندریہ من سب پرکرتی کے اجزا ہیں اور سبھاوک اپنے وشئوں کی طرف جھک رہی ہیں اور جب تک

یہ سمبندھ بنا رہیگا تب تک انسان نہ ہی سوچھ ہوسکتا ہے اور نہ ہی پرماتما کے
درشن کرسکتا ہے۔ شروع شروع میں جب اس پرشن پر سرسری نظر ڈالی جاتی
ہیں تو یہ مشکل سے مشکل اور نہ حل ہونے والا معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب
سوکشم وچار سے دیکھا جاتا ہے تو یہ نہایت ہی آسان ہو جاتا ہے۔
انسان کے وچار کا پیمانہ اُس کی یوگتا پر منحصر ہے انسان جتنا زیادہ
عالم ہوتا ہے اُتنا ہی اُس کا وچار بھی سوکشم ہوتا ہے۔ مگر عالم کا وچار
اُسوقت تک پھل نہیں لاتا جب تک وہ خود اپنے وچار کو عملی صورت
میں نہیں لاتا۔ اور جب وہ اپنے وچار کا تجربہ کر لیتا ہے تو پھر اُس
وچار کو دوسروں کے کلیان کے لئے پرگٹ کرتا ہے۔ اِس سوال کا اوتر
دینے کے لئے بہت لوگ تیار ہو جاتے ہیں مگر ایسے لوگوں کے اوتر سے
ہم اپنا کلیان نہیں دیکھتے اِسوقت جو بھارت ورش میں انیک مت متانتر پھیل
رہے ہیں اس کا کارن صرف یہی ہے کہ لوگوں نے آتما کے متعلق پرشنوں کو
ایسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جو خود آتم گیان سے شُن تھے منو بھگوان
نے اِس پرکار کے پرشنوں کے حل کرنیکا معیار اپنی سمرتی میں بتلایا ہے
کہ وید کا جاننے والا جس ایک بات کو کہے وہی ست ہے نہ کہ ہزاروں مورکھوں
کی کہی ہوئی بات۔ منوجی نے صاف فیصلہ دیدیا ہے کہ جب لوگ آتم
سمبندھی پرشنوں کے لئے وید کے جاننے والے برہمنوں کی شرن لیں
نہ کہ اگیانی دُہورتوں کی۔ وید کے جاننے والے برہم رشی ہم کو اس سوال
کا یہ اوتر دیتے ہیں کہ مایا روپی جال کا توڑنا یدپی بہت کٹھن ہے۔ مگر
اس کو وہی منش توڑ سکتا ہے جو اُس سمبندھ کو جو آتما کا پرکرتی اور پرماتما کے

ساتھ ہے ٹھیک ٹھیک جانتا ہے۔ اگیانی لوگ مایا روپی جال سے کبھی
مُکت نہیں ہو سکتے۔ اور وہ اسی جال میں پھنسے رہتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی
انسان گہرے پانی میں گر جاتا ہے تو اُس کے چاروں طرف پانی ہی پانی
دکھائی دیتا ہے اور اُس سے نکلنے کا اُس کے سامنے کوئی اوپائے
نہیں سوجھتا۔ اور وہ آخر کار اُسی میں ہی ڈوب جاتا ہے۔ مگر وہ انسان
جو تیرنے کی ودیا کو جانتا ہے وہ گہرے پانی سے بھی باہر نکل آتا ہے۔ جس
پرکار پانی تیرنے والے کو کچھ اسیب نہیں پہنچا سکتا اُسی طرح وہ انسان جو
اس مایا روپی سمندر میں رہ کر اُس سے باہر نکلنے کی ودیا کو جانتا ہے وہ مایا کے
بندھن میں نہیں رہ سکتا۔ مگر انسان کا جیون وشواسی ہونا چاہیئے۔ اُسکو
اپنی ودیا اور عمل پر پوُرن وشواس ہو۔ نہیں تو کیول گیان اُسکو مایا روپی
جال سے مُکت ہونے میں مدد نہیں دیگا۔ ایسے لوگوں کے لئے
مایا کلیان دایک ہو جاتی ہے۔ برہم بادی لوگ ہمارے کلیان کے لئے
فرماتے ہیں تم مایا کو نفرت نہ کرو کیونکہ جو نفرت کرتے ہیں وہ اسی میں جکڑے
رہتے ہیں اور جو اس کی خوبصورتی پر موہت ہو جاتے ہیں وہ بھی
اسی میں پھنسے رہتے ہیں ہاں وہ لوگ جو اندریوں کے ادھیکار کی مناسب
عزت کرتے ہیں اور سیمی ہو کر مایا کو سیون کرتے ہیں وہی اس کے
بندھ سے مُکت ہونے کی سامرتھ رکھتے ہیں۔ سری کرشن جی بھگوت گیتا
میں فرماتے ہیں۔ مایا کا سندر روپ اتنا شوخ ہے کہ اُس سے مُنہ پھیرنا
بہت ہی کٹھن ہے ہاں جو لوگ میرے چرنوں میں پوُرن وشواس رکھتے
ہیں وہی مُکت اوستھا کو پراپت ہوتے ہیں۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے

کہ کیا کرشن چندر پرماتما کی شرن لینے کی بجائے اپنی پوجا کرانا چاہتے ہیں بہت
لوگ یہاں آکر گر گئے اور اُنہوں نے کرشن چندر ہی کو مُکتی داتا مان لیا۔
مگر جو لوگ کرشن چندر کی آتما کی اوستھا کو جانتے ہیں وہ ہم کو فرماتے ہیں تم
کرشن چندر پر ایسا دوش مت لگاؤ۔

کرشن بھگوان بھگتی کی اخیر منزل پر جہاں پہنچکر آتما پرماتما کے پریم
میں اتنا مگن ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہے پہنچے
ہوئے تھے جس طرح ایک دھات کا ٹکڑا جب اگنی کے بیچ میں گرایا جاتا
ہے تو وہ کچھ کال کے بعد اگن رُوپ ہو جاتا ہے۔ اُسی پرکار کرشن چندر
کی آتما بھگتی کرتے ہوئے اتنی سمیپ ہو گئی تھی کہ اُن کو اپنے اور پرماتما میں
ظاہر اطور پر کوئی بھید دکھائی نہیں دیتا تھا اسلئے اُن کے اس واکیہ سے
یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ کرشن دیو اپنی پُوجا کرانا چاہتے تھے نہیں وہ
اُس جوتی سروپ کی شرن میں لے جانا چاہتے تھے جس کی شرن میں وہ خود
آپ گئے تھے اس لئے مایہ روپی جال سے مُکت ہونے کا اوپائے۔ پرماتما
کی شنتی۔ پرارتھنا اور اوپاسنا ہی ہے۔ یہاں پھر پرشن ہوتا ہے کہ مایہ
کے ساتھ سمبندھ رکھتے ہوئے ہم کیونکر اُن کی بھگتی کریں۔ جواب ملتا ہے
تم مایہ کو ستھر مت سمجھو بلکہ بدلنے والی جانو۔ انیک رُوپ جو یہ دھارن
کر رہی ہے وہ سب پرماتما کی پریرنا سے ہی ہیں۔ وہ برہم ہر ایک میں
اوت پروت ہو رہا ہے جس پرکار مالا کے منکے ایک دھاگے میں پروئے
ہوئے ہوتے ہیں اُسی طرح یہ پرکرتی اور اُس کی مختلف شکلیں سب پرماتما
میں پروئی ہوئی ہیں۔ اگر پرماتما نہ ہوتے تو یہ جگت بھی موجودہ صورت میں

نہ ہوتا۔ اُس برہم کو ہر ایک پدارتھ میں انوبھو کرو۔ یہہ جگت جس کو مایا کہتے ہیں یہہ اُس کا وراٹ سروپ ہے۔ اُس کے وراٹ سروپ میں پہلے اپنے من کو لگاؤ۔ اُس کی مہان شکتیوں کا چنتن کرو۔ اور کوئی سمیہ آئیگا کہ آپ کی آتما اس یوگ بننے کی کہ اُس جگت پتی کے سروپ کو ساکشات دیکھ سکے۔ گو جگت اور اس رچنا کو پرماتما ست کہو۔ شریر کو آتما مت کہو۔ بلکہ شریر میں باس کرنیوالی چیتن شکتی کو جس کے آسرے یہہ شریر اپنے اودیش کو پورن کر رہا ہے آتما جانو۔ یہ جگت پرماتما کا شریر ہے پرماتما اس میں ویاپک ہیں جس طرح ہر ایک اندریہ آتما سے پریری جاکر اپنے اپنے شبھ اوگ کرم میں لگی ہوئی ہے اُسی طرح چندر۔ تارا۔ اگن۔ پرتھوی۔ وایو۔ اگنی آدی دیوتا اُس مہان آتما کی پریرنا سے جو ان سب میں باس کر رہی ہے اپنے اپنے اودیش کو پورن کر رہے ہیں۔ جو لوگ ان کی ان شکتیوں کو ہی پرماتما کا درجہ دے رہے ہیں وہ اگیانی ہیں۔ وہ مایہ کے اُپاسک ہیں۔ وہ کبھی مُکت اوستھا کو پراپت نہیں ہونگے۔ بلکہ ہمیشہ اندھکار میں رہینگے اس لئے مایہ رُوپی جال سے مُکت ہونے کا اُپائے نہ ہی مایا کو نفرت کرنے اور نہ ہی اُس کے ساتھ اتینت پریم بڑھانے نہ ہی اُس سے دور رہنے اور نہ ہی اُس کے ساتھ جکڑے رہنے میں ہے بلکہ اُس کے ساتھ جائز تعلق رکھنے اور اُس کے اُپکار کی عزت کرنے میں ہے۔ اگیانی ہے وہ شخص جو مایا اور اُسکے تعلقات کو نظر انداز کرنا چاہتا ہے۔ دُنیا سے دست بردار ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے مایا اُس پر جہاں وہ جائیگا حملہ کریگی۔ ہمارے بزرگ رشیوں نے آشرموں کی جو بنیاد ڈالی تھی وہ

انسان کو مایا رُوپی جال سے مُکت کرنیکا ذریعہ ہے۔ دوم لوگوں کے لئے
حکم دیا گیا ہے کہ وہ سلسلہ وار ہر ایک آشرم میں سے گذرتے ہوئے اُس
آشرم کو پراپت ہوں جہاں پہنچکر وہ مایا کے حملہ سے بچ سکتے ہیں۔ کم از
کم ۲۵ سال ہر ایک شخص برہمچاری رہ کر گرہستی بنے اور اُتنا ہی عرصہ
گرہست آشرم میں جاکر مایا کا جایز سیون کرے۔ مایا کے تعلق کو دھیرے
دھیرے کم کرتا ہُوا اُس درجہ پر پہنچ جاوے کہ پھر وہ مایا کے آسیب میں
نہ آ سکے۔ اس لئے کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ وہ دُنیا اور اُس کے بھوگوں
سے جن کو وہ کبھی تیاگ نہیں سکتا کنارہ کشی کرے بلکہ شاستروں کی ہدایت
انوسار وقت پر اپنے آپ کو مایا اور اُس کے مختلف بھوگوں کی طرف جُھکا
اور ساتھ ہی کوشش کرتا جاوے کہ وہ اُن کے نُدرج کے نیچے اتنا نہ
دب جاوے کہ پھر اُس کا نکلنا مشکل ہو جاوے۔ انسان کا یہ جایز حق ہے
کہ وہ بھوگوں کو تیاگ کے ساتھ بھوگے اور جب وقت آوے تو فوراً اُن
سے علیحدہ بھی ہو جاوے۔ مایا روپی پنجرے میں سے ہر ایک انسان کو
مناسب سمیہ پر نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور جو باہر نکلنا چاہتا ہے اُسکو
ہر وقت اُس پنجرے کے دروازے کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنی
چاہیئے جس کے کھلتے ہی وہ باہر نکل جاوے۔ اُس دروازے پر
وہی پُہنچیگا جو نِیَم انوسار جیون بسر کریگا۔ یعنی نفس کُش ہونے کی شروع
ہی سے عادت ڈالیگا۔ ہم کو اُن سب خواہشوں کے کچلنے کی کوشش کرنی
چاہیئے جو ہم کو اِس مایا رُوپی پنجرے کے دروازہ کے نزدیک آنے
سے روکتی ہیں اور جو ایسا کریگا وہ اوش کامیاب ہوگا اُس کے لئے

موکش کا دوار ضرور کھلیگا۔

بس میرے عزیز تیرے جیون کا یہی اودیش ہے کہ تو اُس دوار پر پہنچنے کی ہر وقت کوشش کرے جو امرت دہام کو لیجاتا ہے۔ اُس دوار پر پہنچنے کے لئے حیوانی جذبات کو دبانے کی ضرورت ہے۔ دُنیاوی ممتا اور موہ کو سم اوستھا میں رکھنے کی ضرورت ہے۔ من اور اندریوں کو آتما کا بندہ بنا کر اُس پرم جوتی کی طرف جھکانے کی ضرورت ہے جس کے درشن سے موت کا سروپ لوپ ہو جاتا ہے۔ اسلئے اپنے من کو ایکاگر بنا کر اُس جگت پتی کا آشرہ لیکر مایا روپی سمندر سے تیرنے کی کوشش کر۔ جب آپ پورن سردھا اور وشواس سے قدم اُٹھاؤگے تو اوش جے مالا اپنے گلے میں دیکھوگے۔ دُکھوں سے مکت ہونیکا یہی ایک اوپائے ہے کہ ہم مایا کے داس بننے کی بجائے اُس کے حاکم بنیں۔ اسلئے میری آپ سے یہی التماس ہے کہ آپ اپنے فرائض کو ادا کرتے ہوئے اس مسافر خانہ سے سُرخ رو ہو کر جاؤ۔ ایشور اشیر باد کریں کہ ہمارے ہردے میں دھرم کے لئے جگہ ہو اور ہم نفسانی خواہشوں کے غلام نہ ہوں۔

اوم شانتی۔ شانتی۔ شانتی!!!

بیپ بر

مُکتی کا ستیہ گیان

قیمت ۳ر

یہہ کتاب روزانہ پاٹھ کے لایق ہے۔ اِس کی خوبی اِسکے دیکھنے ہی سے معلوم ہوسکتی ہے۔

میرے پاس اِس کتاب کے متعلق کئی ایک سجنوں نے پرشنسا پتر بھیجے ہیں جن میں سے صرف دو تین بطور نمونہ بمعہ ریویو اخبارات آپ کی اطلاع کے لئے یہاں درج کرتا ہوں۔

(۱) خلاصہ چٹھی لالہ منشی لال ایم۔ اے سابق اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور حال گورنمنٹ پنشنر لاہور مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء

"میں نے مُکتی کے ستیہ گیان کو بغور مطالعہ کیا۔ یہ کتاب نوجوانوں کو دھارمک بنانے کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ مصنف نے اِس کتاب کو نہایت ہی قابلیت سے لکھا ہے۔ اس کے مضامین نہایت ہی زوردار اور پُرتاثیر ہیں۔ یہ کتاب ہر ایک نوجوان کے مطالعہ کرنے غور کرنے اور عمل کرنے کے لایق ہے وغیرہ وغیرہ"

(۲) پنڈت جگت سنگھ ہیڈ اپدیشک بانندا اینگلو ویدک کالج لاہور اخبار آریہ گزٹ لاہور مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۵ء میں اس کتاب کی بابت اسطرح لکھتے ہیں:- "لالہ شہزادہ رام نے ایک پُستک بنام "مُکتی کا ستیہ گیان" رچی ہے جو اتی اُتم پُستک ہے۔ اوپنشدوں کے اننت بھاوؤں کو

اِس میں قلمبند کیا گیا ہے - اور میں سفارش کرتا ہوں کہ جو لوگ سنسکرت نہیں جانتے وہ اِس کو ضرور پڑھیں - نہایت پریم پوترتا بھگتی مارگ کی کتاب ہے - اردو جاننے والوں کے لیئے تو سواد مہیا ئے کا کام دے سکتی ہے ۞

[اخبارات کی رائے]

(۱) دیانند اینگلو ویدک کالج میگزین اکتوبر اور نومبر ۱۹۰۵ء

ہمارے پاس ایک چھوٹی سی کتاب بنام "مکتی کا ستیہ گیان" مصنفہ لالہ شہزادہ رام بمائے ریویو پہنچی ہے مصنف آریہ سماج کا مشہور ممبر ہے جو اپنی سادگی - پاکیزگی - سرگرمی - بھگتی اور غور و فکر کی عادات کے باعث عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - یہ کتاب مذہبی کتب کے گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہے اور جس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی ہے جس نے ایک خاص درجہ تک شاستروں کی پوترا اور اعلیٰ تعلیم سے فیض اٹھایا ہے - یہ کتاب ۱۴ فصلوں میں منقسم ہے اور سادہ اور زوردار الفاظ میں مختلف مضامین مثلاً آتما اور پرماتما کا سروپ - اور پرماتما کے درشن کا ادپائے - جیون کا بیوہار - سادھن اور عمل - ایکانت سیون - دھارمک جیون - کرم چکر - پانچوں کا سمرن اور پنچ تاپ اور موت کا سمرن وغیرہ وغیرہ وشئوں پر بحث کی گئی ہے جس کے پاٹھ سے کوئی آدمی اپنی آتما کو اونت کیئے بغیر نہیں رہ سکتا - اور ہم کو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب بہت سی آتماؤں کو جو فکری اور تفکرات میں دبے ہوئے ہیں شانتی دینے والی ہوگی ۞

(آریہ گزٹ لاہور وستیہ دھرم پرچارک کا ریویو صفحہ ۹۸ پر ملاحظہ فرماویں)

(۲) آریہ گزٹ پنجاب مطبوعہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۶ء میں شریمان بابو شیو برت لال ایم اے
اڈیٹر اخبار ہذا اس طرح لکھتے ہیں:۔ یہ کتاب آریہ سماج کے لٹریچر میں اگر پہلی نہ کبھی جاوے تو
بھی نہایت وثوق کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہے اسکے مطالعہ سے ہم کو جو کچھ خوشی حاصل
ہوئی اسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ آتمک جیون بسر کرنے کیلئے اس قسم کے رسالوں کی
جیسے آجکل ضرورت محسوس کی جا رہی ہے وہ سب کو معلوم ہے مگر اس طرف کمتر آدمیوں
کی توجہ ہے۔ شکر ہے لالہ شہزادہ رام جی نے اس کی ابتدا کر دی اور آئیندہ ہم امید
کرینگے اس قسم کی ضروری مذہبی کتابوں کے لکھنے کا رواج ہم میں ابھی
شروع ہو جاویگا۔ کتاب زیر ریویو ۱۴ ابواب میں منقسم ہے آتما کا اور
پرماتما کے سروپ سے آغاز کرتے ہوئے مصنف نے سادھن چپھل کرم
چکر۔ ایکانت سیون۔ شانتی۔ پاپ وغیرہ کا مفصل بیان داخل کیا ہے جو
مطالعہ کرنے پر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم امید کرتے ہیں یہ کتاب
مقبول اور پبلک پسند ہوگی اور لوگ اس سے روحانی لابھ اٹھا سکینگے۔

(۳) ستیہ دھرم پرچارک جالندھر شہر مطبوعہ ۱۲ کاتک سمت ۱۹۶۲ میں شریمان مہاتما
منشی رام جی اپنے قلم سے اسطرح لکھتے ہیں:۔ مکتی کا ستیہ گیان بزبان اردو۔ چھپائی اور کاغذ
وغیرہ عمدہ ہیں مصنفہ لالہ شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج انارکلی لاہور۔ مصنف کو
چونکہ میں ذاتی طور پر جانتا اور ان کے سداچار کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا رہا
ہوں۔ اس لئے میں نے اس رسالہ کو بڑے پریم سے مطالعہ کے لئے
کھولا سرسری مطالعہ سے ہی مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ یہ رسالہ ایک بھاری
ضرورت کو پورا کر سکیگا اور اردو دان پبلک کے لئے سوادھیائے کے لئے اسوقت کوئی
بھی عمدہ پستک نہیں ہے۔ لالہ شہزادہ رام جی کے اپدیش دل سے نکلے ہوئے معلوم
دیتے ہیں اور چونکہ انہوں نے بجائے خود ہاتھ پیر مارنے کے اپنے پرانے بزرگوں کو ہی اپنا سہارا بنایا ہے اسلئے
وہ دوسروں کی آتما کیلئے نیک ہدایات بیان کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں میں
اس پستک کی ایک ایک جلد خریدنے کے لئے ہر آریہ پرش کو پریرنا کرتا ہوں۔

بھارت ورشیہ ... کی ... مل سکتی ہیں:

یہ کتاب لائبریرین آریہ سماج انارکلی اور وچھووالی لاہور سے مل سکتی ہے

اوم

ایشور کے درشن سے ہردے کی گانٹھیں کھل جاتی ہیں۔ سب شنشے دور ہوجاتے ہیں اور پاپ دور بھاگ جاتا ہے

ایشور کا ملاپ

اس کتاب میں وہ ہدایات درج کی گئی ہیں جو ایشور بھگتوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہیں۔ جن کا عمل جیو آتما کو ایشور سے ملا دیتا ہے ؀

از

شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج لاہور انارکلی

مئی ۱۹۰۶ء

مطبوعہ ہندوستان سٹیم پریس لاہور

باراول ۱۰۰۰ قیمت ۴ر جملہ حقوق محفوظ ہیں

فہرست مضامین

سمرپن

میرے عزیز مہاشہ متھرا داس جی ساکن ساہنوال ضلع لودہیانہ

حال خزانچی یوگنڈا ریلوے برٹش ایسٹ افریقہ

مجھے وہ دن خوب یاد ہیں جبکہ آپ اور میں ایک ہی گھر میں بمقام لودیانہ برائے حصول تعلیم پرورش پا رہے تھے اُس وقت مجھے کیا خیال تھا کہ آپ کے اِس دُبلے پتلے شریر میں ایک دہرم سے پیار کرنیوالی آتما باس کر رہی ہے گو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ہم ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے مگر وہ محبت جو میرے دل میں آپ کے سداچار اور شُچیہ لکشنوں سے پیدا ہو گئی تھی وہ کبھی کم نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ آپ کی زندگی ایک بڑی پوتر زندگی ہے اور قدم قدم پر پورشارتھ کا ثبوت دیتی ہے اس لئے آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کے لئے جن کے بیان سے قلم اور زبان قاصر ہے میں اس کتاب کو نہایت محبت اور ادب سے آپ کے سمرپن کرتا ہوں

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(شہزادہ رام)

دیباچہ

پیارے پاٹھک ! پرم دیو پرماتما کی کرپا سے میں اس کتاب میں وہ پاکیزہ اور پوتر خیالات پیش کرتا ہوں جنکا عمل ایشور کے اپاسکوں کیلئے نہایت ضروری ہے ان خیالات کے پرکاش سے میری صرف یہی آرزو ہے کہ میرے نوجوان بھائی پاپ کی زندگی چھوڑ کر دھرم کی زندگی بسر کریں۔ اور پرماتما کے سچے اپاسک ہو کر اپنی آتما میں پرم شانتی حاصل کریں۔ اگر میرے لیکھ سے ایک بھی آتما میں ایشور کیلئے سچی پریتی پیدا ہو گئی تو میں اپنے پرشرم کو سپھل سمجھوں گا ::

آپ کا شبھ چنتک (شہزادہ رام)

ایشور کا مِلاپ

بزرگ آریوں کی پُوجا کا طریق

پیارے پاٹھک ۔ کسی کی عزت کرنا ۔ حُکم بجالانا ۔ سیوا کرنا اور پرسن کرنا پُوجا کہلاتی ہے ۔ پرسّن وہ ہوتے ہیں جن میں چیتن شکتی ہو ۔ جن میں آتما نہیں جن میں مان اور اپمان کے محسوس کرنے کی شکتی نہیں وہ نہ ہی پرسن ہو سکتے ہیں اور نہ ہی انسانی پُوجا کے پاتر ہیں جو لوگ ایسے جڑھ پدارتھوں کے سامنے سیس جھکاتے اُن سے مرادیں مانگتے اُن پر جل پھُول وغیرہ چڑھاتے وہ اگیانی ہیں اُن کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنی آتما کی ہتیا کر رہے ہیں اور آتم ہتیا ہی تو مہا پاپ ہے ۔ پرماتما ہی پوجا کے پاتر ہیں وہی ترلوکی کے ناتھ ہیں ۔ وہی اس کو نیم انوسار چلا رہے ہیں ۔ وہی دُنیا کے شہنشاہ ہیں ۔ وہی سب سے برتر ہیں ۔ سب کے حاکم اعلےٰ ہیں ۔ سب سے زیادہ دانا ہیں ۔ وہ سدا ایک رس رہتے ہیں وہ لاثانی ہیں ۔ اُن ہی کی شکتی کا ہر جگہ ظہور ہے ۔ اُن کی دیا اتھاہ ہے ۔ وہی بیکسوں کے مددگار ہیں ۔ وہی سب کے داتا پدھاتا اور گورو ہیں ۔ اس

لئے وہی ہم سب کی پُوجا کے پاتر ہیں - جو لوگ اُس پربرہم کے پوجاری ہوتے ہیں وہی دیوتا کہلاتے ہیں - وہی امرت پد کے حقدار ہیں اور وہی مَوت کی مارسے بچ سکتے ہیں - اُن ہی کی آتما کو سچی شانتی نصیب ہوتی ہے اُن ہی کا دامن لوکک اور پرلوکک سُکھوں سے بھرپُور ہوتا ہے - اُن کی عزت کرنا اُن کے حکم کا پالن کرنا انسانی فرض ہے - وید اُنکا قانون ہیں - ویدوں کی ہدایت انوسار اپنا جیون بسر کرنا پرماتما کی سچی پوجا کہلاتی ہے - بدقسمتی سے بھارت واسیوں نے ویدوں کا پٹھن پاٹھن تیاگ دیا اور اِس لئے وہ اُن ایشوریہ احکام کے گیان سے جن کا ذکر ویدوں میں پایا جاتا ہے محروم ہو گئے - اور جب تک بھارت واسی پھر از سر نو ایشوریہ گیان کے پاٹھ کے لئے برت دھاری نہیں ہونگے تب تک ایشور کے سچے پوجاری بھی نہیں ہونگے - اس لئے وہ انسان جو ایشور کا پوجاری ہونا چاہتا ہے اُسکو ویدوں کا نت پاٹھ کرنا چاہیئے تاکہ اس کے سامنے ایشوریہ احکام کا نقشہ ہر وقت کھُلا رہے - ایشور کے پوجاری کو پیار بھگتی اور اوپاسنا کی سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے دس پرکار کے دھرم کو اپنے عملی جیون میں پرگٹ کرنا چاہیئے اور جب تک وہ اس دہرم کو عملی جامہ نہیں پہناتا تب تک وہ اس منزل پر قدم رکھنے کا ادھیکاری نہیں ہوتا -

وہ دس پرکار کا دہرم یہ ہے۔ (۱) کٹھور بانی سے کسی کو دُکھ نہ دینا - (۲) بیہودہ بکواس نہ کرنا (۳) ننِدا نہ کرنا (۴) اَست بھاشن نہ کرنا (۵) انیائے سے پرائے دھن کو لینے کی اِچھیا نہ کرنا (۶) اِشٹ کا چنتن کرنا (۷) پرلوک میں وشواس رکھنا (۸) انیائے سے کسی کا دہن نہ لینا (۹) شستر سے کسی کو ہنسن نہ کرنا (۱۰) پر استری سے گمن نہ کرنا ؂

جب ایشور کا یہ جاری اس پرکار دھرم کو بانی، من اور شریر سے پرگٹ کرتا ہے
تو وہ سچ مچ پرماتما کی عزت کرتا ہے اُن کو پرسن کرتا ہے اور اسی کا نام پوجا
ہے یہ پہلی منزل ہے جس پر سادھک کے لئے قدم رکھنے کی ضرورت ہے جب
سادھک اپنے عمل سے ایشور کو پرسن کرتا ہے تو وہ پرارتھنا کرنے کا ادھیکاری
ہوتا ہے اور اُسی کی پرارتھنا بھی سویکار ہوتی ہے۔ پتا اپنے پُتر کی اِچھیا کو
اُسوقت پُورن کرتا ہے جب پُتر پتا کو اپنے عمل سے پرسن کرتا ہے۔ ناخلف
بچے اپنے بزرگوں کی برکات کے ادھیکاری نہیں ہوتے خواہ وہ اُن کو حاصل
کرنے کے لئے کتنا ہی یتن کیوں نہ کریں اور اُن سے وہ پدارتھ بھی واپس
لئے جاتے ہیں جنکا ادھیکاری کبھی اُنہوں نے اپنے آپ کو بنایا تھا۔ بس پرماتما
ہم سب کے پتا ہیں وہ اُسوقت ہم سے پرسن ہونگے جب ہم ہر جگہ اور ہر وقت
اُن کی عزت کرینگے۔ اور اُن کے احکام پر پُورن شردھا سے عمل کرینگے پھر
وہ ہماری اچھیاؤں کو پُورن کرینگے۔ دیکھو اس رکھشو وہ اپنے بھگتوں کو اچھیا سدھی
پردان کرتے ہیں اُن کی ضروریات کو پُورن کرتے ہیں اور ہر وقت اُن کی رکھشا
کرتے ہیں۔ یہ دوسری منزل ہے جو سادھک کے سامنے آتی ہے اس منزل پر
پہنچکر وہ لوگ سُکھوں کا پاتر بنتا ہے جو اُس کو دیئے جاتے ہیں وہ لوگ
سُکھ یہ ہیں:- پُتر سنتان۔ اَنّ دھن۔ پُورن آیُو اور لکشمی۔ جب یہ بھوگ
اُسکو ملتے ہیں تو اُس کا ہر دہ شکر گذاری سے بھرپور ہوتا ہے اور اُس شکریہ کو وہ
قدم قدم پر پرگٹ کرتا ہے جب یہ اوستھا ہوتی ہے تو سادھک کے دل میں اُس داتا
کے درشن کرنے کی اِچھیا پربل ہوتی ہے جس نے اِن اُتم پدارتھوں سے اُسکے
دامن کو بھرپور کیا ہے اور وہ اس [illegible] اِچھیا کو عملی صورت دینے کے لئے مختلف پرکار

کے سادھن کرتا ہے کشٹ پرکشٹ سہن کرتا ہے۔ سادھو سنگت کرتا ہے۔ یوگیوں
کا چرن سیوک ہوتا ہے۔ اُس وقت اُس کی آتما سے یہ اپدیش نکلتا ہوا سُنائی
دیتا ہے جن بھوگوں کو میں نے تم کو پردان کیا ہے اُن کو تم اپنی ملکیت مت
سمجھو اُن کے ساتھ اُتنا ہی سمبندھ رکھو جتنا ضروری ہے ہاں ان سب کو
میرے ہی سمرپن کردو جب تم ایسا کروگے تب تم میرے درشن کے پاتر بنوگے
یہ اپدیش سادھک کے پرکھنے کے لئے ہے جو ایسا کر دکھاتا ہے وہ اوپر کے زینہ
پر چڑھ جاتا ہے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ نیچے ہی گرا رہتا ہے۔

یہ وہ منزل ہے جہاں پہنچکر سادھک کو انتردھیان ہونے کے لئے دکھیشت
کیا جاتا ہے اور اُس وقت اُس کو اپدیش ملتا ہے تم اندریوں کو باہر کی طرف سے
سمیٹ کر اندر کی طرف جھکاؤ اِس اپدیش کے ملتے ہی جیو آتما انتردھیان ہونے
کی کوشش کرتا ہے رفتہ رفتہ اندریاں وشوں سے الگ ہوکر رُک جاتی ہیں اور
من کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں اور من بھی سنجہ سنکلپ ہوکر آتما کے آدھین ہوا ہوا
جیو آتما کو چھوڑ دیتا ہے اُسوقت اندریوں اور من سے الگ ہوا ہوا جیو آتما
اپنے اندر اننت پرکاش دیکھتا ہے اور اُس پرکاش کو دیکھکر اُس کے اندر
سے دھنیہ دھنیہ کے شبد نکلتے ہیں یہ تیسری منزل ہے جہاں سادھک کا قدم لگاتار
ابھیاس سے پہنچتا ہے جس کو سمادھی کی نکٹ اوستھا کہتے ہیں ۞

یہاں پہنچ کر وہ اپنے خالق کی ادبھُت رچنا کا مطالعہ کرتا ہے اُس پر غور کرتا ہے
اور اُسی میں محو رہتا ہے اور اُس کو ہر ایک پدارتھ سے اپنے مالک کی ہستی کا
ثبوت ملتا ہے ہاں ہر ایک پدارتھ اُسکو بڑے زور سے اُس جگت پتی کیطرف
جھکنے کی پریرنا کرتا ہے اور اُس کو اُس عالم بالا کی محبت کا پرکاش کر کے اُس

کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ اسی کا نام ریاضت اور اسی کا نام سچی عبادت ہے ۔
جس وقت وہ اوپر کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے تو آکاش اسکو ایک عجائب گھر
نظر آتا ہے ۔ ہمارے برابر گردش کرتے جارہے ہیں اور ایک دوسرے کے راستہ
میں روکاوٹ ہوکر آپسمیں ٹکرا نہیں جاتے ۔ دُمدار ستارہ اپنے مقررہ راستہ پر
دورہ کرتا ہوا واپس آجاتا ہے ۔ سورج اپنی جگہ پر قایم رہتا ہوا نیچے اور اوپر نہ
ہوتا ہوا انیت سمیہ پر ادوسے اور است ہوتا رہتا ہے ۔ چندر پرتھوی کے گرد
گھومتا ہوا انیت سمیہ پر شکل اور کرشن پکش پر گٹ کرتا رہتا ہے اور پرتھوی سورج
کے گرد گھومتی ہوئی رتوؤں میں تبدیلی کرتی جاتی ہے جب وہ ان کی رفتار کی
تیزی پر نگاہ ڈالتا ہے تو وہ حیران ہوجاتا ہے اور کہتا ہے آہا ان کی رفتار
کتنی تیز ہے کبھی بھی مدہم نہیں ہوتی اور ایک دوسرے کے بیچ میں جذب نہیں
ہوجاتی ۔ انسانی گھڑی کو مقررہ وقت پر چابی دینے کی ضرورت ہے مگر اُس
عالم بالا کی بنائی ہوئی گھڑی کو کبھی بھی چابی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ انسانی
گھڑی کی رفتار کم اور زیادہ ہوجاتی ہے مگر اس عالم بالا کی گھڑی کی رفتار یکساں
رہتی ہے اس تمام حیرت انگیز خوبصورتی کو دیکھ کر اس کے اندر سے بے اختیار
یہ نعلنہ آتی ہے اے انسان اس پرماتما کے سوائے اور کون اس ادبھت رچنا
کا بنانیوالا ہے وہی اپنی سامرتھ سے ان سب شکتیوں کو نیم او نسار چلا رہا ہے
اسی کے قدموں میں تو اپنا سیس جھکا ۔ جب وہ نیچے کی طرف نگاہ ڈالتا ہے تو
وہ حیران ہوجاتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ دائیو اپنی مقررہ حد سے باہر نہیں ہوتی ۔
کون وائیو کو خوفناک آندھیوں میں تبدیل کر کے زمین کی پیداوار میں ہلچل ڈالدیتا
ہے اور کون اس کو شانت کردیتا ہے جب وہ ذرا غور کی نگاہ سے نیچے کی

طرف زمین پر دھیان دیتا ہے اُس کی مختلف پرکار کی پیداوار کا مطالعہ کرتا ہے
زمین کی تہ میں اپنے شانت من کو دوڑاتا ہے اور اُن بے بہا رتنوں کو دیکھتا ہے
جو زمین کے گربھ میں موجود ہیں تو اُس کو اُس کاریگر کی قدرت کاملہ اور دانائی کا
پتہ لگتا ہے اُسوقت اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر دانا ہے
ہاں جہان سے بھی مہان ہے جو اِن سب کو ترتیب دے رہا ہے۔ کون گھاس
کو زمین پر اُگنے کا حکم دے رہا ہے اور کون نیت سمیہ پر اُسکو جل دوارا سینچ
کر ہرا بھرا رکھتا ہے۔ سورج کی تپش دریاؤں اور نالوں کو سکھا دیتی ہے مگر
اُس رس کو جو گھاس کی جڑوں میں موجود ہے سُکھانے میں اسمرتھ ہے۔ ذرا
غور کرو اگر ایسا ہوتا تو گھاس کا نام ونشان زمین پر نہ رہتا اور وہ بے زبان
جانور جن کا نربھر صرف گھاس پر ہی ہے کہاں سے پرورش پاتے یہ اُس عالم بالا
کی دیا کا ادّے ثبوت ہے۔ ذرا اور آگے بڑھو انسان زمین پر بیج ڈالتا ہے
مگر کون اُس ایک بیج سے بہت دانہ بنا دیتا ہے۔ جوار کے بھٹے کی ترتیب اور
بناوٹ بڑے بڑے عاقلوں کو حیرت میں ڈال کر اُس عالم بالا کی بزرگی اور دیا کو
بڑے زور سے پرگٹ کر رہی ہے اور بتا رہی ہے اے انسان وہ سب کا مالک ہے
اُس کا بھنڈار سب کے لئے کھُلا ہے۔ وہ ایک دانہ سے انیک دانہ اس لئے بنا
رہا ہے کہ تو اکیلا ہی اُن سے فائدہ نہ اُٹھائے بلکہ اور جیووں کے لئے بھی کارآمد
ہو۔ یہ بیشمار کیٹ پتنگ جو آپ کو نظر آ رہے ہیں وہ زبان حال سے پکار رہے
ہیں کہ اے انسان اگرچہ تو ہماری بربادی کے لئے طرح طرح کے سادھن عمل
میں لا رہا ہے مگر ایک وہ ہے جو ہماری ہر وقت رکھشا کرتا ہے جسکا دیا رُوپی
ہاتھ ہمارے سر سے کبھی الگ نہیں ہوا۔ وہی ہمارے لئے مناسب مناسب

خوراک مہیا کرتا ہے اُس نے اپنی اپار دیا سے ہماری رکھشا کے لئے طرح طرح
کے پھل، پھول اور کند مول بنا رکھے ہیں ہاں اتنی لا انتہا مقدار میں بنائے ہیں
کہ کوئی انسان ان کی گنتی نہیں کر سکتا ۔ حیوانات ۔ نباتات اور جمادات کے جس
پہلو پر غور کیا جاوے اور جتنا زیادہ تحقیقات کی جاوے اُتنا ہی اُس جگت پتی
کی بزرگی کمالیت اور ودیا کا ثبوت ملتا ہے ۔ اس ترلوکی میں کوئی بھی چیز اپنے
آپ نہیں بنتی اور نہ ہی خود بخود دیہ مانو رُوپ ہوتی ہے ہاں صرف اُسی ایک لاثانی
پرماتما کی شکتی کا ظہور ہے وہی ان کو وجود میں لاتا اور وہی ان میں مناسب
سمیہ پر تبدیلی پیدا کرتا ہے ۔ جتنا زیادہ انسان غور کرتا ہے اُتنا ہی زیادہ وہ
محویت کے درجہ کو پراپت ہوتا ہے ۔ اور اُتنا ہی زیادہ وہ سچے آنند کا لطف
اُٹھاتا ہے اس اوستھا کو ہمارے اُپنشد کاروں نے پرماتما کے وراٹ سروپ کا
چنتن کہا ہے یعنی اوم کی پہلی ماترا (ا) کا وچار لکھا ہے ۔ اس پرکار کے
وچار کا کیا پھل ہے اس کا اُتر پرشن اوپنشد کے پانچویں پرشن میں دیا گیا
ہے ۔ ستیہ کام نے رشی سے پوچھا ہے بھگون وہ منش جو مرن پریَنت اوم کا
دھیان کرتا ہے اُس کو کیا پھل ملتا ہے رشی نے اُتر دیا ہے ستیہ کام برہمانڈ
کے انترگت سمست کاماؤں کو پراپت ہو کر بھوگتا ہے اور اسی کے دوارا برہمانڈ
سے پرے پربرہم کو ساکشات کرتا ہے ۔ یدی وہ ایک ماترا (ا) کی اُپاسنا
کرے تو وہ اُس سے پرکاش پاکر جلدی ہی پرتھوی میں سمپتی لابھ کرتا ہے ۔ رچا
اُس کو منش لوک میں لاتی ہے وہاں وہ تپ ۔ برہمچریہ اور شردھا سے سمپن ہوا
بڑائی کو بھوگتا ہے اس ماترا کے دھیان میں دھیان کرنیوالا تینوں پدارتھوں
پرکرتی ۔ آتما اور پرماتما کو دیکھتا ہے مگر جب اوم شبد کی دوسری ماترا (او) کے

دھیان میں یگ رکھتا ہے تو اس وقت اُس کے سامنے سے پرکرتی لوپ ہو جاتی ہے اور صرف اپنے آپ اور پرماتما کو دیکھتا ہے جو سادھک دو ماترا اوم اور آوم کے اُپاسنا کرتا ہے وہ اس سے پرکاش پاکر من میں سمپتی لابھ کرتا ہے اُس کو یجو انترکش کو سوم لوک کو لے جاتا ہے وہاں وہ ایشوریہ کو بھوگ کر پھر واپس آتا ہے جب سادھک بڑھتا بڑھتا تین ماترا سے ارتھات اوم اس پورے اکشر سے پرم پورش کا دھیان کرتا ہے وہ تیج میں سورج میں سمپتی لابھ کرتا ہے۔ جیسے سانپ کینچلی سے چھوٹ جاتا ہے سادھک بھی اُسی پرکار پاپ سے چھوٹ جاتا ہے تب وہ سام سے برہم لوک کو لے جایا جاتا ہے اور وہ اس سوکشم جیو دھن سے پرے ایک ایک شریر میں ہے بیاپے پورن پورش کو دیکھتا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ جب تک سادھک پورے اوم کا دھیان کرکے پربرہم پرماتما کو پراپت نہیں ہوتا تب تک وہ موت کے دُکھ سے چھوٹ نہیں سکتا ہاں جب وہ پورے اوم کے وچار میں مگن ہو جاتا ہے تب ہی جنم مرن رُوپی سنسار کے بندھن سے چھوٹ کر مکت ہوتا ہے۔ یہی پرماتما کی پُوجا کی سچّی ودھی ہے جس کو برہما سے لیکر جیمنی پرینت رشی منی سب مانتے آئے ہیں اور جس کو رشی سوامی دیانند سرسوتی جی مہاراج نے اپنے گرنتھوں میں نروپت کیا ہے۔ بس میرے عزیزو ایکانت میں جہاں سُندر استھان ہو جہاں ندی کا پرواہ بہتا ہو۔ وہاں شوُدھ آوی سے فارغ ہو کر من کو ایکاگر کرکے پوُرن شردھا سے پرماتما کی مہما کا درشن کرو۔ اور وہ جگت پتی اپنے پریم سے آپ کے ہردے کو پوُرن کرکے پرسن کرینگے۔ اُس وقت اُن کے پریم میں مگن ہوئے ہوئے اپنے آتما میں اتھہ شانتی پرتیت کروگے

اور آپ پورن آنند میں مست ہو جاؤ گے - یہ کوئی بناوٹی بات نہیں تجربہ کر کے دیکھ لو جنہوں نے اپنے آتما کو اس درجہ تک پہنچایا ہے وہ ہنستے ہنستے اس مرت لوک سے سدھارے ؛

دیو بانی سُننے کا گیان

ہم آپ کی سیوا میں عرض کر چکے ہیں کہ پرماتما کی راہ پر چلنا ہی روحانی خوشی کا نشان ہے اور جب انسان آزمائشوں پر فتح پاتا ہوا دھرم مارگ پر چلتا ہے تو پرماتما بغیر بانی کے اُس کی آتما میں وہ راز نہانی پرکاش کرتے ہیں جس کا پرکاش آتما کو پوتر سے پوتر بناتا چلا جاتا ہے یہ بھید اُن آتماؤں پر نہیں کھلتے جن کا قدم پاپ کے مارگ پر چل رہا ہے کیونکہ ملین آتمائیں پرماتما کے پوتر اپدیشوں کی مستحق نہیں اور نہ ہی وہ اُن اپدیشوں کے سمجھنے کی سامرتھ رکھتی ہیں - پرماتما کے احکام ہم ہر روز وید آدی ست شاستروں میں پاٹھ کرتے ہیں مگر اُن احکام کی پوتر لوگ ہی قدر کرتے ہیں اور وہ ہی اُن کو بجا لاتے ہیں - پرماتما ہی اپنے بھگتوں کی آتما میں اُن احکام پر چلنے کی سامرتھ پردان کرتے ہیں وہی روشنی کے دینے والے ہیں - کسان زمین میں ہل جوتتا - بیج ڈالتا اور پانی دیتا ہے مگر پرماتما ہی اُس بیج کی رکھشا کرتا اور پھل آور بناتا ہے - ایک واعظ لوگوں کو روحانی اُپدیش سناتا ہے مگر وہ اُپدیش اُن ہی آتماؤں پر اثر کرتا ہے جن کا تعلق پرماتما کے ساتھ ہے پرماتما ہی سُننے والے کو سوجھ بوجھ پردان کرتے ہیں اس سئے جو کوئی روحانی بھید وں کو اپنے لئے جاننا چاہتا ہے

اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو پرماتما کے حوالہ کردے اپنے تمام حواس اور اندریوں کو اُن کی طرف جھکا دے۔جب وہ ایسا کریگا تب ہی پرماتما کے ساتھ ہمکلام ہونے کا ادھکاری بنے گا۔ ہاں تب ہی وہ نور الٰہی کا حقدار ہوگا جب تک کسی مکان کے تمام دروازے اور روشندان بند نہیں کئے جاتے تب تک بیرونی گرد و غبار کو اندر آنے سے روک نہیں سکتے۔ سچ مچ یہی حال ہم سب کا ہے ہمارے شریر رُوپی مندر کے سب دوار کھُلے ہُوئے ہیں اور جب تک یہ بند نہیں کئے جاتے تب تک ہم بیرونی آسیب سے بچ نہیں سکتے۔ یہ اندریہ اس شریر کے دوار ہیں اِن کا رُخ بیرونی طرف ہے جب تک یہ سب اپنے وِشئوں کی طرف جھکے ہوئے ہیں تب تک ہم پرماتما کے پرکاش کو اپنے میں دیکھ نہیں سکتے۔ اور جب اِن کا رُخ اندر کی طرف ہوگا یعنے یہ وِشئوں سے ہٹ کر آتما میں لین ہونگی تب ہی ہم پرماتما سے ہمکلام ہونگے۔ بس پرماتما کے ساتھ ہمکلام ہونے اور روحانی بھیدوں کے سمجھنے کا یہی ایک راز ہے۔ ایک ہی اندریہ کو وشہ سے مت ہٹاؤ بلکہ سب اِندریہ کو دھیرے دھیرے ہٹا دو اور انترمکھ کرو۔ کیونکہ اگر سب ہی انترمکھ نہیں ہونگی تب تک وہ روحانی پرکاش ہم کو نصیب نہیں ہوگا۔ بہت لوگ کہیں گے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دُنیا کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہوئے ہم ایسا کرنے میں اسمرتھ ہیں مگر نہیں۔ دُنیا میں رہو اور دُنیا کے ساتھ تعلق بھی رکھو مگر آپ کے جیون کا لکھشیہ ویش پرماتما کی پراپتی ہو۔ آپ کے تعلقات مناسب حد تک دھرم انکول ہونے چاہیئے کیونکہ یہی پرماتما کا حکم ہے۔ پرماتما نے یہ اِندریہ اِسی لئے پردان کی ہیں کہ اِن کو جایز طور پر اِن کے بھوگوں

کی طرف جھکایا جاوے اور یہی دھرم ہے - کام کرودھ لوبھ موہ اور اہنکار مناسب حد میں استعمال کرنے سے سُکھدائی ہو جاتے ہیں مگر اگر ان کے ساتھ ادہک پریتی کی جاوے تو یہ اپنا سُروپ بدل لیتے ہیں اور جس طرح سرپ مینڈک کو نگل جاتا ہے اُسی طرح یہ اُس انسان کو نگل جاتے ہیں جو ان ہی کا دلدادہ ہو جاتا ہے۔ پس اندریہ کو انتر مکھ کرنے کا یہی مطلب ہے کہ دشمنوں کے ساتھ جایز تعلق رکھا جاوے دشمنوں سے بچاؤ کے لئے جنگلوں میں جانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی بھگوا بھیس دھارن کرنے کی ضرورت ہے - البتہ من کے ویگ کو روکنے کی ضرورت ہے جن کا من چلائمان نہیں ہوتا وہ بستی میں رہتے ہوئے بھی پرماتما کے ساتھ یوگ کر رہے ہیں - اور یہی پرماتما کے درشن کی طیاری ہے۔ اس لئے جو کوئی اُس راستہ پر قدم رکھنا چاہتا ہے اُس کو ان امور پر غور کرنا چاہیئے اور اپنی نفسانیت کو مناسب حد میں لانا چاہیئے تاکہ وہ پرماتما سے ہمکلام ہو۔

پرماتما کے دیدار میں ہی سچی خوشی دائمی زندگی اور نجات ہے اس لئے جو کوئی اس جیون میں اُن کی تلاش کرتا ہے وہی مبارک ہے۔ جسمانی آسائشیں بدلنے والی ہیں اور جو ان بدلنے والی خوشیوں کے پیچھے سرگردان ہے وہ احمق ہے وہ بھی ان کے ساتھ فنا ہو جاویگا۔

کبوتر کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ دانہ کے اوپر میرے پکڑنے کے لئے دام بچھایا گیا ہے تو وہ کبھی بھی دانہ کی طرف نہ جھکتا۔ بس میرے عزیز یہ دُنیاوی چیزیں بیڑی گرفتاری کے لئے ہیں ان سے رہائی حاصل کرنا اسی میں ہے کہ تُو اپنے خالق کی طرف جھکے جب تُو اپنے رُخ کو اپنے مالک کیطرف

کریگا تو وہ تجھے اس دام سے نکلنے کی سامرتھ پردان کرینگے ۔ وشواس رکھ پرماتما سے تعلق کئے بغیر یہہ دُنیا تجھے دُھندلی پرتیت ہوگی اور یہہ سب بھوگ زہر قاتل ہونگے ۔ اِس لئے اگر تُو اِس دُنیا کو اپنے لئے سورگ دھام بنانا چاہتا ہے اور اِن بھوگوں کا سچا آنند اُٹھانا چاہتا ہے تو تیرے لئے نہایت مناسب ہے کہ تو اپنے خالق کی خوشنودی حاصل کرنے کی ہرجگہ اور ہر وقت کوشش کرے یہی ایک طریقہ حقیقی برکت اور خوشی حاصل کرنے کا ہے یہی جیون کو سپھل کرنیکا پرم سادھن ہے ۔ پرماتما کے ساتھ ہمکلام ہونے میں جو مٹھاس ہے وہ دُنیا میں کسی اور چیز میں نہیں پایا جاتا ۔ اُن کا کلام بہت شیریں ہے اُن کے کلام میں جو اثر ہے وہ کسی دُنیاوی عالم کی کلام میں نہیں ملتا ۔ درحقیقت اُن کا کلام راہ راست پر لانیوالا ہے ابدی زندگی کا بخشنے والا ہے وہ اتنا سادہ اور صاف ہے کہ ہر ایک اُس کو سمجھ سکتا اور سُن سکتا ہے ہاں شرط یہ ہے کہ سُننے والے کے ہردے رُوپی کان اُس کے کلام کی طرف پوری طرح مایل ہوں ۔ اُس پاک کلام کی بزرگی کا اندازہ لگانا انسانی سامرتھ اور سمجھ سے پرے ہے ۔ اُن کے کلام کو سُننے کے لئے ایکانت بھاؤ کی ضرورت ہے اور یہ بیان کئے ہوئے سادھنوں کی اوشکتا ہے ۔ اپنے ہردے کو اُن کی پاک محبت سے بھردو اپنے آپ کو اُن کے چرنوں میں نہایت عاجزی سے جُھکالو پھر آپ اُن کے سُندر اوپدیش کی ماہیت کو سمجھ سکوگے ۔

مبارک ہے وہ انسان جو اُن کے کلام کو سُننے کا ہر وقت اور ہر جگہ عادی ہے ۔ مبارک ہیں وہ کان جو پُورن پرنتا سے غیبی باتوں کی طرف لگے

ہوئے ہیں ہاں وہ کان درحقیقت مبارک ہیں جو بیرونی آوازوں سے ہٹ
کر اپنی آتما کی طرف جھکائے گئے ہیں۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جو بیرونی روشنی
اور سندرتا سے ہٹ کر آتمک پرکاش کو دیکھ رہی ہیں۔ مبارک ہے وہ
انسان جو دنیاوی فرائض کو ادا کرتا ہوا ابھی اس پاک ابھیاس میں لگ رہا ہے۔
سچ مچ دنیاوی رکاوٹوں کو وہی توڑ سکتے ہیں جو اُس کے ہو چکے ہیں۔ جن
کے سر پر اُسکا ہاتھ ہو جن کا ہاتھ وہ پکڑے اُن کو کون پریشان کر سکتا
ہے۔ پرماتما کا ست اپدیش سننے کے لئے اُن کی وچتر رچنا کا غور سے
مطالعہ کرو اور آپ کو ہر جگہ سے روحانی اُپدیش نکلتا ہوا سنائی دیگا۔ ہر ایک
چیز آپ کو اعلےٰ سے اعلےٰ سبق سکھا دے گی۔ افسوس ہے تو یہ ہے کہ ہمارے
ہردے سخت ہو گئے اور ہم اُس اپدیش کو نہیں سُن سکتے ہم لوگ دنیاوی
شور و غل کو ہی پسند کرتے ہیں۔ بیہودہ باتوں کے سننے ہی میں اپنی پرسنتا
خیال کرتے ہیں مگر اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہ پرسنتا بناوٹی ہے۔ عارضی
اور بدلنے والی چیزوں کو اپنا دل دینے سے ہم شانتی کو پراپت نہیں ہو سکتے
کیونکہ جب اِن کا ویوگ ہوگا تو ہم زیادہ دکھی ہو جائینگے۔ اس راز کو جانتے
ہوئے بھی ہم پرماتما کی طرف نہیں جھکتے۔ وہی شانت سروپ ہیں وہی شانتی
دھام ہیں اُن کے ساتھ پریتی کر کے دیکھ لو آپ کو کتنی بے انداز شانتی
نصیب ہوتی ہے۔ خواب غفلت میں سونے والو اپنی گتی کا وچار کرو
دنیاوی محبت اور پرماتما کی محبت کے پھلوں پر وچار کرو۔ کڑوے پھلوں
کو تیاگ کر میٹھے اور دیرپا پھلوں کی آشا رکھو پرماتما ہی کو اپنے پریم کا
مرکز بناؤ۔ نفسانی خواہشوں کی پراپتی کے لئے ہم کیا کچھ نہیں کرتے کتنی کچھ

قربانی نہیں کرتے۔ کتنے زیادہ کشٹ اور کلیش سہن نہیں کرتے مگر روحانی بھلائی کے لئے ہم تھوڑی سی تکلیف بھی برداشت کرنا سویکار نہیں کرتے۔ تھوڑے سے فایدے کے لئے ہم ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں مگر ابدی زندگی کے لئے ہم ایک قدم بھی اُٹھانا نہیں چاہتے۔ سمندر سے موتی نکالنے کے لئے ہم اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیتے ہیں مگر اپنے ہردے رُوپی سمندر میں ڈبکر بھی غوطہ نہیں لگاتے جہاں سے وہ قیمتی موتی نکل سکتے ہیں جن کی بزرگی کے سامنے دُنیا کا چکرورتی راج بھی بات ہے۔ دو چار پیسوں کی پراپتی کے لئے بازیگر ایک رسی پر ناچتا ہے لوگوں کو پرسن کرنے کے لئے نٹ عمدہ عمدہ تماشے کرتا ہے وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ایک ادنے سے ادنے چیز کی پراپتی کے لئے سخت جدوجہد ہو رہی ہے۔ مگر روحانی خوراک حاصل کرنے کے لئے کچھ بھی یتن نہیں کیا جاتا۔ غریب لوگوں کو جانے دو اُن کے لئے ابھی روٹی کا ہی سوال ہے کیونکہ بھوکھا کیا کچھ نہیں کرتا مگر امیر لوگ بھی جن کو پرماتما نے اپنی اپار دیا سے پیٹ پالن کا کافی سامان دے رکھا ہے وہ بھی اپنی آتما کو بھوکھا مار رہے ہیں۔ دُنیاوی عزت کے حصول کے لئے وہ ہر ایک چھوٹے بڑے کی خوشامد کرتے ہیں مگر اصلی عزت کے لئے کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے اپنے شریر کی آسایش کے لئے اونچے اونچے محل اور مندر بنواتے ہیں اُن کی سجاوٹ کے لئے قیمتی جھاڑ دفانوس دری غالیچہ وغیرہ کی قیمتی اور شاندار سامان اکٹھا کیا جاتا ہے مگر آتما کی آسایش کے لئے کچھ بھی یتن نہیں کیا جاتا درحقیقت جو لوگ دُنیاوی آسایش کے سامان رکھتے ہوئے پرماتما کو بھول جاتے ہیں اُن کے لئے دُنیاوی آسایشیں پھل اور

نہیں ہوتیں اُن کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ جس طرح سبز گھاس کے نیچے زہریلا سانپ چھپا رہتا ہے اُسی طرح اِن آسائشوں کی تہ میں دُکھ اور مصیبت باس کر رہی ہے مگر افسوس ہم لوگ دُکھ اور مصیبت کے ہی خریدار ہیں اسی کی پراپتی کے لیے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور حقیقی آسایش کا ہم کو کچھ بھی خیال نہیں یہہ سودا بہت گراں ہے اس میں سراسر گھاٹہ ہے یہہ وہ گھاٹہ ہے جو کبھی پورا نہیں ہوگا۔ دُنیاوی راہ پر چلنے والو سوچو اور غور کرو کہ آپ کا قدم کس طرف جا رہا ہے میں تو آپ کو یہی کہہ رہا ہوں کہ آپ امرت کو چھوڑ کر موت کے منہ میں جا رہے ہو۔ جیوں جیوں آپ کا قدم تیزی سے اس طرف بڑھ رہا ہے تیوں تیوں آپ کی ترشنا بھی ادھک سے ادھک ہوتی جاتی ہے اور جس کی ترشنا کی کوئی حد نہیں وہ کیونکر پرسن ہو سکتا ہے آپ کی آشا کبھی پورن نہیں ہوگی اور اس لئے آپ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہو اور ہلاک کر رہے ہو آپ کی زندگی اسی میں ہے کہ آپ پرماتما کی راہ پر چلو جو اس مارگ پر چل رہے ہیں اُن کی آسایش کو وزن کرو اُن سے جا کر اُن کی اوستھا کی بابت دریافت کرو کیا ہوا اگر وہ مفلس اور ناتواں ہیں مگر وہ اُس بھنڈار کے مالک بن رہے ہیں جو دُنیا میں اور کسی کو نصیب نہیں تھا یاد رکھو دُنیا کی راہ پر چلنے والے آخر خالی ہاتھ رہتے ہیں مگر دھرم کی راہ پر چلنے والے کا دامن ہر وقت بھرپور رہتا ہے اُس کو کبھی بھی مایوسی نہیں ہوتی۔ ابھی وقت ہے آپ بھی اپنے قدم کا رُخ پلٹ لو اور پوری ثابت قدمی اور محبت سے دھرم مارگ کے پاتری بنو۔ پھر آپ کو دُنیاوی اور روحانی آسایشوں میں خود بخود فرق معلوم ہو جاویگا۔ جو لوگ پرماتما کے پیارے بن چکے ہیں جن کی زبان پر ہر وقت اُن کا پوتر نام رہتا ہے اور جو ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی عبادت کر رہے ہیں اُن کو

پرماتما کبھی فراموش نہیں کرتے ہاں وہ اُن کی قدر کرتے ہیں اُن کی آتمائیں خود پرکاش ہو کر روحانی بھید کھول دیتے ہیں۔ اُپنشدوں کے لکھنے والے رشیوں کو آتما کے متعلق یہ گیان کہاں سے حاصل ہوا تھا۔ اگر ذرا وچار کرو گے تو آپ کو پرتیت ہو گا کہ یہ سب کچھ پرماتما کا دان تھا۔ رشیوں نے نفسانیت کو کچل کر اپنے آپ کو پرماتما کے حوالہ کر دیا تھا اور پرماتما نے بھی اپنے سوچھ گیان کا اُن کو ادھیکاری بنا دیا تھا۔ پرماتما سب کے گور وہیں مگر صرف اپنے بھگتوں کو ہی روحانی رموز سے واقف کرتے ہیں وہ ہر وقت اُن کو سکشا دیتے رہتے ہیں پاپ سے اُن کی آتما کو ملامت کر کے چھوڑانا اور نیکی میں مضبوط اور ثابت قدم رہنے کی صلاح دینا۔ دُنیاوی لوگ اِس سکشا کو سُنتے ہوئے بھی بہرے ہو جاتے ہیں مگر ہاں روحانی لوگ اِس کی قدر کرتے ہیں اور اپنے جیون کو اس کے انکول بنا لیتے ہیں ؛

پرماتما پاکیزگی کے کیندر (مرکز) ہیں اُن کا سیوک کیوں نہ پاکیزگی حاصل کریگا۔ اُن کا کلام سوچھ ہے اُن کے شِشّ کا کلام بھی میٹھا اور سوچھ ہو گا۔

بس میرے عزیز تیرے جیون کا مکھیہ اودیش اُس جگت پتی کی نزدیکی حاصل کرنا ہو کیونکہ وہی تیرے متر ہیں وہ ہر وقت کلیان کر رہے ہیں تو اپنی طرف دیکھ کتنا زیادہ تو ملین ہے۔ دُنیاوی لوگ تجھ کو اپنے پاس بٹھانا نہیں چاہتے مگر ہاں وہ دیالو بھگوان تجھ کو اپنے پاس بلا رہے ہیں مگر ایک تو ہی بدبخت کہ جو اُن کی طرف جھُک رہا ہے جن کے دلوں میں تیرے لئے پریم نہیں اور جو ہر وقت تجھ سے نفرت۔ کینہ اور دویش رکھتے ہیں۔ پرماتما پریم مئے ہیں وہ کسی سے نفرت نہیں کرتے خواہ کوئی اُن کی عزت کرے یا نہ کرے وہ سب کی

رکشا کر رہے ہیں تو بھی اُن کے پریم کا بھاگی بن ۔ اور ہم تجھے نسچے دلاتے ہیں کہ اگر
تو ایسا کریگا تو وہ لوگ جو آج تیرے مخالف ہیں اور تجھ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ
رہے ہیں وہ بھی تیرے مداح بن جائینگے ہاں اگر تو پرماتما کی راہ پر چلتا رہا تو تمام
دنیا تیرے چرنوں میں جھکیگی اور تیری سنگت سے اس کٹھن مسافت کے طے کرنے
کا سبق حاصل کریگی جس کو تو اسوقت پورن شردھا اور وشواس سے طے کر رہا
ہے ۔ پرماتما اشیرباد کریں اور آپ کے ہردے کو اتنا نرم بناویں کہ دھرم کا سوچھ
بیج اس میں جگہ پکڑ کر ہرا بھرا ہو اور کلپ برکش کی طرح سب کو سکھ دینے
والا ہو ::

ایشور بھگتوں کی پہچان

ہم لوگ اُس شانتی کی ہر وقت خواہش رکھتے ہیں جو پرماتما اپنے نیک بچوں کو
عطا کرتا ہے مگر اُس شانتی کے حصول کے لئے کچھ بھی کوشش نہیں کرتے
ہم اُس پرماتما کی نزدیکی تو حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر اُس راستہ پر قدم نہیں
رکھتے جس راستہ پر چلنے سے ہم اُن کے نزدیک پہنچ جاویں بھگت بننے
کی خواہش تو ہم میں بڑی زبردست ہے مگر سچا بھگت بننا ہی مشکل ہے ۔ کھجور
کا پھل کھانا تو آسان ہے مگر اُس کا توڑنا ہی مشکل ہے ۔ پھول تو سونگھنا
چاہتے ہیں مگر کانٹوں کی تکلیف کو برداشت کرنا مشکل ہے ۔ ہم اُس کی قدرت
کا مطالعہ تو کرتے ہیں ۔ اُن کی بنائی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر خوش تو ہوتے ہیں
مگر ان چیزوں میں اُس مہان کاریگر کو کام کرتا ہؤا نہیں دیکھتے ۔ علم کیمیا

کا جاننے والا ہر ایک پدارتھ کو علیحدہ علیحدہ اجزا کے بیچ بانٹ دیتا ہے مگر وہ اُس شکتی کو دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا جو اِن کی بناوٹ۔ ملاوٹ اور خوبصورتی میں پائی جاتی ہے اور یہی سب سے مشکل ہے اور اگر یہ مشکل حل ہو جاوے تو پھر شانتی کہاں۔ دُکھ کی حالت میں تو ہم پرماتما کا نام لیتے ہیں مگر سُکھ کے وقت اُس کو بھول کر بھی یاد نہیں کرتے۔ اُن کے دان سے تو لابھ اُٹھاتے ہیں مگر اُس داتا کا اُس دان کے لئے دھنباد نہیں کرتے۔ ہم پرماتما کو پرماتما کی خاطر پیار نہیں کرتے بلکہ اپنے اغراض کے لئے۔ جب تک ہماری اغراض پوری نہ ہو جائیں تب تک ہم اپنے آپ کو بھگت بتائے رکھتے ہیں مگر جب اغراض پوری ہو جاتی ہیں تو ہم پرماتما کو فوراً تیاگ دیتے ہیں۔ چونکہ ہماری بھگتی کی تہ میں اغراض کام کر رہی ہیں اسلئے ہم کو سچی شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ اور تھوڑے سے دُکھ کے آنے پر ہم رونے لگ جاتے ہیں۔ ہم تو سچا بھگت اُسی کو کہتے ہیں جو مصیبت کے وقت بھی اپنے مالک کو یاد کرے اور ہمیشہ اُس کا مشکور رہے اور ہر وقت اُس کی زبان سے یہی نکلتا رہے جس حالت میں رکھو اُسی حالت میں خوش ہوں۔ ایسے بھگت دنیا میں بہت ہی نایاب ہیں جو دُکھ کو بھی پرماتما کی برکت خیال کرتے ہوں۔ ہاں اغراض کے غلام تو ہر جگہ پائے جاتے ہیں وہ شخص جو دُنیا کی محبت میں جکڑا جا چکا ہے وہ دُنیا کا ہی غلام ہے اور جب تک وہ ممتا موہ کے بوجھ کو ہلکا نہیں کریگا تب تک ایشور بھگتی اُس کو پھل دایک نہیں ہوگی۔ اس لئے اگر بھگت بننا چاہتے ہو تو تن من اور سب کو اُس کے ارپن کر دو اپنے آپ کو خواہشوں سے آزاد کرو۔ نفسانیت کے مکروہ پردہ کو چن آچرن اور سچے تیاگ سے چھن بھن

پھر آپ اپنے جیون میں ایک عجیب تبدیلی پاؤ گے۔ اور جیون کے تبدیل ہوتے ہی آپ کی آتما پرسن ہو جائیگی۔ دُنیاوی خوشیوں کے متلاشی دُنیا کے ہی غلام ہوتے ہیں وہ پرماتما کے بن نہیں سکتے کیونکہ پرماتما کا بننے کے لئے اُن کو تیاگی ہونا پڑتا ہے وہ تو پرماتما کے اُسوقت تک سیوک ہیں جب تک اُن کو سُکھ ملتا رہے سُکھ کی نا امیدی پر وہ پرماتما کو بھی جواب دیدیتے ہیں۔ اسلئے مبارک ہے وہ انسان جو بغیر کسی معاوضہ کی امید کے پرماتما کی بھگتی کرتا ہو۔ ایسا نیک سیرت انسان مجسم رشی ہے اور ہر ایک کی پوجا کا پاتر ہے۔ کون اُس کی قیمت پا سکتا ہے۔ دُنیا کے قیمتی جواہرات اور رتن بھی اُس کو خرید نہیں سکتے ہم لوگ اپنے آپ کو کتنے ہی پرہیزگار کیوں نہ بنالیں۔ کتنا ہی شُدھ آچرن کیوں نہ بنالیں کتنا ہی جپ تپ کیوں نہ کرلیں ہم اُسوقت تک نیچے سے اوپر نہیں اُٹھ سکتے جب تک خودی کی زنجیر کو توڑ نہیں لیتے۔ اس لئے اگر ہم سب کچھ جس کو ہم اپنا کہتے ہیں وہ بھی دیدیں مگر اگر ہم فروتنی سے خالی ہیں تو یہ سب کچھ نشپھل ہے۔ روحانی گیان کتنا ہی حاصل کرلو اگر وہ گیان آپ کے جیون میں کوئی بہتر تبدیلی پیدا نہیں کرتا تو اس گیان سے آپ کو کچھ لابھ نہیں ہو سکتا۔ وہ گیان آپ کو پرماتما تک نہیں پہنچا ئیگا۔ دُنیا میں جو کچھ آپ کے پاس ہے اُس کی پرماتما کو ضرورت نہیں یہ سب کچھ آپ کو پرماتما ہی نے دیا ہے پرماتما تو صرف آپ کو چاہتے ہیں اور اگر آپ اُس کے بن جاتے ہو تو پرماتما کے سچے پُتر کہلاتے ہو۔ پرماتما کے جبھی بنو گے جب آپ اپنے دل میں سے خودی کی جڑھ کاٹ ڈالو گے اور خودی کی جڑھ تبھی کٹے گی جب آپ سچے دل سے ایشور کو پیار کرو گے۔ اور جب یہ سب صفات آپ میں موجود ہو جائیں تو اُسوقت بھی آپ کی زبان سے یہی

نکلے ابھی منزل نہیں ہوا ابھی مجھ کو اونچا چڑھنے کی ضرورت ہے جو انسان اپنے آپ کو ایسا بنا سکتا ہے وہ سب سے بڑھ کر دولتمند ہے اُس نے وہ توشہ اکٹھا کر لیا ہے جو اُس کو راحت جاودانی عطا کرے۔ اور سچ پوچھو وہی سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ اُس کی شکتی کا کون اندازہ لگا سکتا ہے کون سی رُکاوٹ اُس کے قدم کو پیچھے ہٹا سکتی ہے۔ دُنیا کی زبردست سے زبردست طاقتیں اُن کی طاقت کا لوہا مانتی ہیں اور جو کچھ پاک خیال کی تعلیم وہ دیتے ہیں اُس کا اثر آنے والی نسلوں پر ہمیشہ رہتا ہے۔ دُنیادار اُن کی پاک تعلیم کو روکنے کے لئے کتنی ہی کوشش کریں مگر اُن کا کلام سب رکاوٹوں کو چیر کر نکل جاتا ہے اور انسانی ہردے میں اثر پیدا کرتا ہے ۔

بس میرے عزیز تو بھی اپنے آپ میں اُس نہان شکتی کو حاصل کرنے کی قابلیت پیدا کر اور تُو اپنی مراد کو ضرور پائیگا۔ ایشور اشیرباد کریں کہ ہم اُن کے ساتھ سچی پریت لگائیں۔ اپنے آپ کو اُن کے حوالہ کرنا سیکھیں۔ اسی میں ہمارا کلیان ہے ؛

ایشور بھگتوں کیلئے ہدایات

پرماتما کی بھگتی اگر سچے دل سے کی جاوے تو ضرور پھل لاتی ہے۔ ایشور اپنے بھگت کی آتما کو پوتر بنا کر سچی خوشی پروان کرتے ہیں وہ آتما جو کبھی پاپ کے کٹھن مارگ پر چل کر اشانت ہو رہی تھی جس کو دنیاوی بھوگوں کی موجودگی شانت کرنے میں اسمرتھ تھی اب وہی آتما پرماتما کی راہ پر چلنے سے پرسن اور شانت پرتیت ہو رہی ہے۔ دُنیاوی ادشدھیوں کا سیون صرف شاریرک روگوں کو دور کر

سکتا ہے مگر روحانی روگوں کے دور کرنے میں یہ سب اوشدھیاں ناکارہ ہیں
ہاں روحانی روگ صرف دہرم مارگ پر چلنے ہی سے دور ہو سکتے ہیں۔ دہرم نہ صرف
آتما کو آروگتا پردان کر کے بلوان بناتا ہے بلکہ ساتھ ہی شاریرک روگوں کے دور
کرنے میں بھی سامرتھ وان ہے جن لوگوں کا جیون دہرم انکول ونییت ہو رہا
ہے وہ جسمانی روگوں سے بھی بچے رہتے ہیں یہہ کوئی بناوٹی بات نہیں آپ اس
کا خود تجربہ کریں اور آپ کو پھر اس صداقت کا پتہ لگیگا۔ دُربل اور اسادہ روگوں
میں پھنسے ہوئے لوگوں کے لئے دہرم رُوپ اوشدھی کا سیون نہایت ہی
کارآمد ہے ہمارا سچا وشواس ہے کہ دُنیا میں جو کچھ دوکھ ہم بھوگ رہے ہیں
وہ سب پاپ ہی کا نتیجہ ہے اگر ہم دھرم کی راہ پر ایک دفعہ قدم رکھ لیں تو
یہ سب دُکھ ہم سے خود بخود الگ ہو جاتے ہیں یہ وہ اوشدھی ہے جو امیر اور
غریب سب کو مفت مل سکتی ہے سخت ہے مگر ہر وسے کو نرم بنا دیتی ہے
کڑوی ہے مگر جیون کو میٹھا بنا دیتی ہے۔ بھاگوان ہیں وہ آتمائیں جو سمت
روگوں سے بچنے کے لئے اس امرت رس کا پان کرتی ہیں۔ اُن ہی کے لئے
یہہ جیون پھلدایک ہے مگر دہرم مارگ کے یاتریوں میں اکثر ہم یہ دوش دیکھتے ہے
ہیں کہ پرماتما کی بھگتی سے وہ ابھیمانی ہو جاتے ہیں۔ جُھکنے کی بجائے وہ دوسروں
کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ بھگتی کا دوش نہیں بلکہ یہ ہمارا
ابھاگ دوش ہے بھگتی نے ہم کو اُتّم پھل پردان کیا تھا مگر ہم اُس پھل کو لے کر
جامہ سے باہر ہو جاتے ہیں اور اپنے سمان کسی اور کو نہیں دیکھتے ہم اپنے کو سب
سے اونچا دیکھتے ہیں اور دوسرے لوگ ہم کو نیچے دکھائی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ
آتما کی پرواز میں یہ دوش بہت ہی بڑی بھاری رکاوٹ ہے اس کی زنجیریں بہت

کڑی ہیں اور مشکل سے توڑی جاتی ہیں۔ اِس لئے اِس زینہ پہ پہنچ کر آتما کو خبردار ہونا چاہیئے اور نمرتا اور سہن شیلتا جو بھگتی کے نکٹ پھل ہیں اُن کو بھول کر بھی کھونا نہ چاہیئے۔ یہ پھل پرماتما نے پرسن ہو کر پردان کئے ہیں اور اِن کو کھو دینا سب سے بڑا بھاری نقصان ہے۔ دنیاوی لوگ بھگتوں کو ان پھلوں سے محروم کرنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتے ہیں اُن کے سامنے اُن کی بھگتی کی مہما اور کیرتی گاین کر کے اُن کے دلوں کو ابھیمان سے بھر دیتے ہیں اس لئے بھگت لوگوں کو ایسے آدمیوں سے خبردار رہنا چاہیئے اور اپنی کیرتی اور مہما کے شبدوں کو بھول کر بھی سُننا نہ چاہیئے اس کے علاوہ بھگت لوگوں کا یہ سُبھاؤ ہونا چاہیئے کہ وہ بھول کر بھی اپنی بھگتی کا کسی سے ذکر اذکار نہ کریں بلکہ ہر وقت اپنے آپ کو حقیر جانتے رہیں اور پرماتما کے شکر گذار ہوں کہ اُن کو پرماتما نے اپنی کرپا سے ایسی اچھی چیز پردان کی ہے جس کے وہ کبھی لایق نہیں تھے۔ بھگت کو ہر وقت اپنی آتما کی موجودہ اور گذشتہ حالتوں کو سمرن کر کے پرماتما کا شُکر گذار ہونا چاہیئے کہ وہ اُس وقت جبکہ اُس کا قدم پاپ کے مارگ پر چل رہا تھا کتنا زیادہ دُکھی اور ناتواں تھا اور کہ اُس کی آتما کتنی زیادہ اشانت اور اُسر بھاؤں سے بھری ہوئی تھی اِس پرکار کا سمرن نہایت ہی لابھدایک ہے اور آتما کو نیچے گرنے سے بچانیوالا ہے۔ اس کے علاوہ بھگتوں کو وشواس رکھنا چاہیئے کہ بھگتی کا اصلی پھل صرف یہی نہیں ہے جو اُن کو مل چُکا ہے بلکہ اصلی پھل اُن کو اُسوقت ملیگا جب وہ اِن مختلف رکاوٹوں کے توڑنے میں کامیاب ہونگے ابھی اُن کے راستہ میں سخت سے سخت رُکاوٹیں موجود ہیں جن کو انہوں نے عبور کرنا ہے کئی دفعہ دُنیاوی دُکھ اُن کی آتما پر حملہ کرینگے دُنیاوی ہنسوں اُن کو

تیاگ جائیں گے اور وہ اس دُنیا میں اپنے آپ کو بیکس اور مفلس دیکھینگے۔ ان ہی مشکلات کو طے کرنے کے لئے نمرتا اور سہن شیلتا پردان کی گئی ہیں یہہ صفات اُس سخت منزل کی تیاری کے لئے ہیں جس کو بھگت نے عبور کرنا ہے بس جو کوئی پہلی منزل پر پُہنچ کر ہی اپنے آپ کو مغرور بنا لیتا ہے وہ دوسری منزل پر قدم رکھنے کا ادھیکاری نہیں اور وہ سب سے زیادہ بدبخت ہے کیونکہ وہ اپنے جیون کے اصلی اودیش سے محروم ہو گیا ہے بھگت کا عین فرض ہے کہ وہ دُنیا میں رہتا ہُوا دُنیاوی کام کرتا ہوُا اپنے فرائض کو نیک نیتی سے ادا کرتا ہوُا پرماتما کا دامن بھُول کر بھی نہ چھوڑے اور نخوت اور غرور کو تیاگ کرنے کے لئے اُس سے پل کی یاچنا کرتا رہے پھر اُس کا قدم اوپر کی طرف بڑھتا رہیگا اور وہ ضرور اپنی مُراد کو پائیگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ بھگتی ہمارے دُنیاوی فرائض کی ادائیگی میں بارج ہوتی ہے اور کہ فرائض کی ادائیگی ہی سچی بھگتی کہلاتی ہے ہم اس سوال کا یہی اُتر دیتے ہیں کہ جن لوگوں کا تعلق پرماتما سے ہوتا ہے وہ اپنے فرائض کو اُن لوگوں کی نسبت جو پرماتما کا بھُول کر بھی نام نہیں لیتے بہت اچھی طرح اور ایمانداری سے ادا کرتے ہیں۔ بھگتی انسان کو اُس کے فرائض سے الگ نہیں کرتی بلکہ فرائض کے ساتھ جکڑ دیتی ہے مَن اور آتما کا پرماتما کے ساتھ سمبندھ نہ ہونے سے کرم دوش یُکت ہو جاتے ہیں اور اس لئے وہ انسان کبھی بھی ایمانداری سے اپنے فرائض کو ادا نہیں کرسکتا جس کا تعلق پرماتما کے ساتھ نہیں ہے۔ فرائض کی ادائیگی میں پریم کا ہونا ضروری ہے مگر پرماتما کے بغیر وہ پریم بھی گھاتک بن جاتا ہے سینکڑوں بچے جو نوجوان ہونے سے پہلے ہی موت کا شکار رہوئے اور

ہو رہے ہیں وہ ناستکوں کے پریم ہی کا نتیجہ ہے۔ ناستکوں نے پرماتما سے
الگ ہو کر پریم کو نہ صرف اپنے لئے گھاتک بنایا بلکہ اپنے عزیز لخت جگروں
کے لئے بھی۔ دُنیاوی عیش و عشرت کے سامان ناستکوں کے لئے
سُکھدائی نہیں ہوتے ہاں آستک لوگ ہی اُن برکتوں سے فیض اُٹھاتے
ہیں اور آستک ہی اُن کا مناسب استعمال کر سکتے ہیں اس لئے یہ خیال کرنا
کہ پرماتما کی بھگتی انسان کے فرائض میں اُلجھن ڈالتی ہے سراسر بھول ہے بھگت
لوگ پرماتما کی امانت میں خیانت نہیں کرتے بلکہ اُس کی سپرد کی ہوئی نعمت کو
اچھی سے اچھی حالت میں رکھتے ہیں اور اُس امانت کے متعلق جو اُن کے
فرائض ہوتے ہیں اُن کو خندہ پیشانی سے ادا کرتے ہیں اور اُن کی ادائگی میں
اگر اُن کو سخت مصیبت کا سامنا بھی کرنا پڑے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں اپنے
فرائض کی بجا آوری میں وہ اپنا ہاتھ نہیں دیکھتے بلکہ اُس جگت پتی کا ہاتھ
دیکھتے ہیں جس نے ان فرائض کے پورا کرنے میں اُن کو مناسب عقل
اور ہمت پردان کی ہے اور جب وہ آپ کسی فرض کو ادا کر لیتے ہیں تو
اُس داتا کے شکر گذار ہوتے ہیں مگر ناستک لوگوں کا یہ حال نہیں چونکہ اُن
کا سب کچھ اپنی عقل اور بُدھی پر ہی دارومدار ہے اس لئے وہ اپنے
فرائض کو ادا کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور اُن کے دل میں سخت بےچینی اور
پریشانی رہتی ہے۔ اور اگر اُن کو اپنے کاروبار میں کامیابی نہ ہو تو فوراً
بے صبر ہو کر رونے لگ جاتے ہیں ہاں دیندار لوگوں کو پوری طاقت سے
کام کرتے ہوئے اگر کبھی ناکامی ہوتی ہے تو وہ دُکھی نہیں ہوتے بلکہ اس
امر کا وشواس رکھتے ہوئے کہ ہر ایک نیک کرم کا نتیجہ پرماتما کے ہی ہاتھ ہے

اور کہ ہر ایک کرم اُس ہی کی پریرنا اور کرپا سے سر انجام پاتا ہے چونکہ ابھی
پرماتما کی یہ اچھیا نہیں کہ ہم کو ہمارے کام میں کامیابی ہو اور یہ سب
کچھ اُسی کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ چاہے کامیاب کرے اور جس طرح اور
جس وقت چاہے اپنی برکتوں سے مالا مال کرسے۔ ایسا اٹل وشواس
رکھتے ہوئے وہ اُس بارگاہ عالی سے نا اُمید نہیں ہو جاتے بلکہ اُن کا قدم
ہمت اور دانائی سے آگے ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ بھگتوں اور ناستکوں
کے عمل میں یہی تو فرق ہے۔ ایک اپنے عمل کی کامیابی میں پرماتما سے
مدد کا خواستگار ہے اور دوسرا صرف اپنی ہی بُھجا بل پر وشواس رکھتا ہے
ایک ناکامیابی پر بھی شانت چیت رہتا ہے اور دوسرا روتا اور پیٹتا ہے
اِس لئے فرائض کی ادائیگی کے لئے بھگتی لازمی امر ہے۔ بھگتی کی منزل
بہت دور ہے مگر اس منزل کے سب ہی خواہشمند ہیں اس سخت اور کڑی منزل
پر وہ قدم رکھ سکتا ہے جس کی بُدھی گیان دوارا نرمل ہو چکی ہے۔ اگیانی
لوگوں کی بھگتی اُن کے لئے سپھلدایک نہیں ہوتی بلکہ اکثر اُن کو نرک گامی بنا
دیتی ہے۔ چونکہ اگیانی لوگ اپنی سمجھ اور عقل کے موافق ہی اپنا اشٹ دیو
بنا لیتے ہیں۔ اِس لئے اکثر وہ اُن عیبوں اور بدیوں میں پھنس جاتے ہیں جن
سے اُن کا باہر نکلنا مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے یہ گناہ اُن کو گناہ پرتیت
نہیں ہوتے بلکہ ثواب دکھائی دیتے ہیں اور اِن کو عمل میں لانا ہی اُن کے
لئے مکتی کا سادھن خیال کیا جاتا ہے ایسے لوگ کبھی بھی انسانی فرائض کو ادا
نہیں کر سکتے اُن میں بھگتی کا بھاو تو موجود ہے مگر اگیان نے اُس پوتر بھاو
کو اِتنا دبا دیا ہے کہ اُس پوتر بھاو کے اوپر ابھرنے کی اُمید نہیں اور

اگیان سے ملی ہوئی بھگتی اُن کو جسمانی اور روحانی سُکھوں سے علیحدہ کر کے
ملیامیٹ کر دیتی ہے اِس لئے جو کوئی بھگت بننا چاہتا ہے اُس کے لئے ضروری
ہے کہ وہ پہلے اُس مارگ کا گیان حاصل کرے جس پر اُس نے قدم رکھنا ہے
ورنہ وہ کبھی بھی اپنی منزل مقصود کو نہ پہنچیگا۔ اور راستہ میں ہی ٹھوکریں
کھاتا پھریگا۔ دُنیاداروں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی عبادت کا خاص وقت
مقرر کریں اور اپنی عبادت کے لئے وقت کی پابندی کا بھی خیال رکھیں تاکہ اُن
کے دُنیاوی فرائض میں اُلجھن نہ پڑے کیونکہ دُنیاوی فرائض کا مناسب ہمیشہ ادا
نہ کرنا سخت گناہ ہے۔ بھگتی کی اچھیا والے کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ عبادت میں
اُن ہی لوگوں کا من ایکاگر ہوتا ہے جن کے دل میں کسی قسم کا فکر نہ ہو اس
لئے اپنے آپ کو تفکرات سے علیحدہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور پرماتما
سے پرارتھنا کرنی چاہیئے کہ وہ اُس کو ایسی شانت اوستھا پردان کریں کہ
عبادت کے وقت اُس کا من ڈانواڈول نہ ہو۔ دُنیا میں بہروپئے بہت
ہیں جو لوگوں کو بھگتی کے وشہ میں اُلٹا گیان سکھاتے پھرتے ہیں ایسے
لوگوں سے ہر وقت بچنا چاہیئے اور اُن کے بنائے ہوئے من گھڑت سادھنوں
کو بھُول کر بھی عمل میں نہ لانا چاہیئے ورنہ وہ کئی ایک جسمانی روگوں میں
پھنس کر اپنے لئے مصیبت کا باعث ہو جائینگے۔ مبتدیوں نے اگیانیوں
کے بس ہو کر بہت نقصان اُٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں اور ہم اُن کو خبردار
کرتے ہیں کہ اگر بدھی وان لوگوں کی صلاح پر عمل نہ کرینگے تو اُن کا بڑی
آسانی سے دھوکا کھانا اور پاش پاش ہو جانا ممکن ہے اس لئے جہاں
تک ممکن ہو سکے آزمودہ کار بھگتوں کی پیروی کرنی چاہیئے اور اگر ایسے

بھگت نہ بن سکیں تو ویدک رشیوں کے بتائے ہوئے سادھنوں کا عمل کریں
ایسا کرنے سے وہ ضرور اپنی مراد کو پائینگے۔ بھگتی کرنیوالے کے لئے ضروری
نہیں کہ وہ عالم اور فاضل ہو البتہ اُسکو اتنا گیان ہونا ضروری ہے کہ جس
کی وہ اوپاسنا کرنا چاہتا ہے اُس کے گن۔ کرم اور سبھاؤ سے واقف ہو
آتما کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں بھگتوں
کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی سنگت سداچاری لوگوں سے رکھیں اور
ساتھ ہی روزانہ آپت پرشوں کی بتائی ہوئی دھرم پستکوں کا پاٹھ کیا کریں
جب مذکورہ بالا ہدایات کے انوسار اپنی آتما کو پوتر بنا کر پرماتما کی طرف
جھکاؤ گے تو آپ اوش کامیاب ہوگے۔ کسی نے سچ کہا ہے فقیرا فقیری
دُور ہے جیسے لمبی اونچی کھجور ہے۔ چڑھ جائیں تو پیویں پریم رس گر جائیں
تو چکنا چُور ہے۔ عشق شروع میں آسان دکھائی دیتا ہے مگر جب معشوق
کے سامنے قربانی کرنی پڑتی ہے تب ہی اس کی قدر معلوم ہوتی ہے ہاں
اُسوقت معلوم ہوتا ہے کہ بھگت کہلانا آسان ہے مگر بھگت بننا بڑا کٹھن
ہے اس زینہ پر اُن ہی کا قدم پہنچتا ہے جو فروتنی اور خود انکاری کی زندگی
بسر کرتے ہوئے خالص نیت اور سچے دل سے ہر وقت اور ہر جگہ اپنے
مالک کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ بس میرے عزیزو بھگتی مارگ میں نہایت شردھا
اور وشواس سے قدم بڑھاؤ اور آنے والی مشکلوں پر کامل فتح حاصل کرنے کے لئے
پرم دیو پرماتما کے چرنوں میں جھکو اور آپ اپنی منزل مقصود کو پہنچ جاؤ گے۔
ایشور اشیرباد کریں اور آپ کو اپنا سچا بھگت بننے میں سہائی ہوں ॥

امرت پھل

دُنیا میں بہت کم انسان آپ کو ایسے ملیں گے جو باوجود دُنیاوی بھوگوں کے پتی ہوتے ہوئے اپنے آپ کو ناچیز خیال کرتے ہوں - ایسی پاک آتمائیں کم وبیش ہر دیش میں پائی جاتی ہیں جو دنیاوی بزرگی اور جاہ و حشمت کو پرماتما کا عطیہ خیال کر کے اپنے آپ کو ان کے بندھن سے آزاد رکھتی ہوئیں ہر جگہ اور ہر وقت اپنے مالک کے شکر گزار ہوں - بھارت ورش کے اتہاس میں سینکڑوں نظیریں ایسی آتماؤں کی ملتی ہیں جنہوں نے خودی اور گھمنڈ کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر اپنے آپ کو بنی نوع انسان کا سچا سیوک بنایا۔ کمزور اور ناتوانوں کی دستگیری کی اور سیوا کے پاک فرض کو ادا کرتے ہوئے ہی اُنہوں نے اس خاکی جسم کو تیاگا در حقیقت اُنہوں نے اپنا تن من اور دھن جگت کی سیوا میں ارپن کر کے اپنی آتما کی پوترتائی کا اعلےٰ سے اعلیٰ ثبوت دیا اور بتایا کہ جو لوگ صرف اپنے لئے ہی زندہ رہتے ہیں وہ جنم مرن کے بندھن میں پھنسے ہوئے بار بار مختلف یونیوں کے قالبوں میں آتے جاتے رہتے ہیں اور اُسوقت تک آزاد نہیں ہوتے جب تک وہ عملی زندگی میں دوسروں کے لئے جینے اور مرنے کا ثبوت نہیں دیتے بھارت ورش کی گری ہوئی حالت میں بھی ہم ایسی نظیریں ہر وقت اپنے سامنے دیکھتے ہیں۔ میں نے بارہا دیکھا ہے کہ کمزور اور بوڑھے انسان گرمی کے موسم میں اپنے کاندھے پر ٹھنڈے

جل کی گاگریں اُٹھائے ہوئے پیاسوں کو پانی پلاتے پھرتے ہیں۔ اندھوں
کی لاٹھی پکڑ کر اُن کو سیدھے راستہ پر ڈالتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ کی
لاگت کے مندر بنوا کر اُن کے فرش پر جگہ بہ جگہ اپنی تصویریں کھدوائیں
تاکہ یاتریوں کا قدم اُن پر پڑے اور اُن کی آتما یاتریوں کے قدموں کی
دھول سے تربیت ہو۔ عام لوگ اُنپر خواہ کچھ ہی دوش لگادیں مگر یہ تو
اُن کو انسانوں کا سیوک خیال کرتا ہوا ہر وقت اور ہر جگہ اُن کی عزت کرنے
کو تیار ہوں خواہ وہ کسی مذہب کے پیرو کار ہوں۔ سچ مچ فروتنی سے
جن کی آتما ڈھپی ہوئی ہے وہی بزرگ ہیں اور وہی خدا رسیدہ کہلاتے
ہیں وہ اُن عالموں سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر عزت کے مستحق ہیں جو اپنی
ودیا کے گھمنڈ میں دوسروں کو ناچیز سمجھتے ہوئے ہر وقت اور ہر جگہ اپنی
ہی پرستش کا خیال رکھتے ہیں۔ اندھوں کی لاٹھی پکڑنا۔ گرے ہوئے
کو اُٹھانا۔ پیاسوں کو پانی پلانا وہ اپنی کسر شان سمجھتے ہیں اپنے دل
دماغ اور جسم کو دوسروں سے زیادہ پوتر خیال کرتے ہوئے چھوٹے
لوگوں کے ساتھ ہم نشین ہونا تک پسند نہیں کرتے ایسے لوگ پرماتما کے
بن نہیں سکتے وقت آئیگا جب اُن کا دل و دماغ جسم اور قابلیت سب
بھسمی بھوت ہو جاویگی اور اُن کا کوئی نام لیوا نہیں رہیگا۔ دُنیا کے تختے
پر ہزاروں لاکھوں مغرور سروں نے قدم رکھا اپنی دولت اور طاقت
کے گھمنڈ میں وہ ہر وقت دوسروں کو نیچا دکھاتے رہے مگر اب وہ
کہاں ہیں۔ کہاں ہے وہ لنکا پتی راون جس کی بازو کی طاقت کے
سامنے بڑے بڑے شہ زور کانپتے تھے۔ کہاں ہے پاپی کنس جس نے

نفسانیت کے بسی بھوت ہوکر اپنی بہن دیوکی کو بندی خانہ میں ڈال رکھا
تھا اور اُس کے کئی ایک بچوں کو پیدا ہوتے ہی زمین پر پٹک خاک میں
ملا دیا تھا۔ کہاں ہے وہ پاپی دریودھن جو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں اپنے
بھائیوں پانڈو کو ہر وقت نیچا دکھاتا رہا۔ کہاں ہیں وہ مغلیہ خاندان کے
شہنشاہ جنہوں نے اپنی بیرحم تلوار سے لاکھوں بیگناہوں کے خون کئے جن
کے ظلم سے بھارت ورش کی دیویوں کو زندہ اگنی میں جلنا پڑا۔ کرشنا
کنواری جیسی دھرم پتنیوں کو زہر کے پیالے پینے پڑے موت نے ان
سب کو خاک میں ایسا ملایا کہ اب اُن کا نام و نشان باقی نہیں۔ راجہ دلیپ
کو گذرے ہوئے ہزاروں سال گذر گئے مگر اُسکا نام ان مٹ ہے اور
بھارت سنتان ع. ت سے اُس کے نام کو یاد کر رہی ہے۔ راجہ بکرم کو گذرے
ہوئے ۲ ہزار سال کے قریب ہوتا ہے مگر اُس کی یادگار قایم ہے اور
بھارت ورش میں اُسکا سمت جاری ہے کیوں صرف اس لئے کہ اُنہوں
نے اپنی پرجا کی بھلائی کے لئے اپنا جسمانی سکھ قربان کر دیا تھا۔ دوسروں
کے لئے کون قربانی کر سکتا ہے صرف وہ جو پرماتما کا ہم نشین بننا چاہتا
ہے پرماتما کا کون ہم نشین ہو سکتا ہے جس کے دل و دماغ میں نخوت اور
غرور کو جگہ نہیں جس نے خودی کو کچل ڈالا ہے وہ کیوں نہ اونچی منزل پر
قدم رکھے کون اُس کو نیچے گرا سکتا ہے۔ قدرت ہم کو سبق سکھاتی ہے
سب سے ہینیشی بنو۔ زبان سے نہیں بلکہ عمل سے آنب کا درخت پھل
لگنے پر جھک جاتا ہے بس اسی طرح آپ بھی طاقت کے ہوتے ہوئے
اتنا جھکو کہ دشمن اور دوست آپ سے یکساں لابھ اُٹھائیں۔ یہ خاکی

جسم اُسوقت پوتر ہوگا جب یہ دوسروں کی بھلائی میں لگیگا کوئی یہ نہ کہے کہ میں خلق خدا کا بھلا نہیں کرسکتا۔ نہیں یہ غلط ہے ہر ایک انسان اپنی طاقت کے انوسار دوسروں کی مدد کرسکتا ہے۔

ایک کمسن بچہ اپنے بوڑھے والدین کی حتی المقدور سیوا کرسکتا ہے ایک عالم اپنی ودّیا سے دوسروں کا بھلا کرسکتا ہے ایک طاقتور اپنی بھُجا بل سے نربلوں کی رکشا کرسکتا ہے ایک نربل بے زبان جانوروں پر دیا کرسکتا ہے وغیرہ وغیرہ مگر ہائے روحانی ترقی کے اس راز کو جانتے ہوئے ہم اس کا صرف زبان سے پرچار کر رہے ہیں اور اپنی عملی زندگی میں اس کے برخلاف چل رہے ہیں۔ اپنے آپ کو ناچیز بتانا اپنی ہستی کو خود انکاری کی زندگی بنانا بہت سخت معلوم ہوتا ہے حالانکہ خود انکاری میں ہی سچا سُکھ ہے یہی دائمی زندگی ہے یہی دشمنوں سے بچاتی ہے یہی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے اور یہی کامل پاکیزگی کا منبع ہے اسی سے آتما کو سچی شانتی نصیب ہوتی ہے جن میں یہ وصف نہیں وہ ناپاک ہیں شریر النفس ہیں اُن کو دائمی زندگی کی اُمید نہیں رکھنی چاہیئے۔ پرماتما کا نیم ہے کہ جو بھرپور ہے وہ خالی کیا جاویگا اور جو خالی ہے وہ بھرا جاویگا جس کے سر پر خودی اور گھمنڈ کا بھوت سوار ہے وہ کب آسایش کی زندگی بسر کرسکتا ہے اور کب اُس کی آتما شانت ہوسکتی ہے ابدی زندگی کی خواہش والے کو اپنے آپ کو فروتنی سے بھرپور کرنا چاہیئے پھر وہ اپنی مراد کو پائیگا۔ پرماتما کے راہ پر چلنے والے کی یہی پریکشا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اپنے آپ کو ناچیز ثابت کرے اور جب یاتری اس کٹھن پریکشا میں کامیابی

حاصل کر لیتا ہے تو پرماتما خود بخود اُس کو اپنی طرف آکرشن کر لیتے ہیں فروتنی کی زندگی بسر کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہاں یہ اُن آتماؤں کا ورثہ ہے جو لگاتار ابھیاس سے نفس کُشی کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں۔

آتما کا اِس اونچی منزل پر قدم رکھنا ایک ہی جنم کا کام نہیں بلکہ کئی ایک جنموں کی محنت کا پھل ہے اِس اونچی منزل پر پُہنچکر آتما کو اپنے سوامی کا درشن نصیب ہوتا ہے۔ سورج کی طرف اکڑ کر کوئی دیکھ نہیں سکتا ہاں سُورج کو دیکھنے کے لئے نیچے گردن جُھکانے کی ضرورت ہے اور اُس ساڈھن کو عمل میں لانے کی اوشکتا ہے جس سے سورج کا عکس پورے طور پر دکھائی دے۔ بس اسی طرح پرماتما کے درشن کے لئے بھی غرور سے نیچے جُھکنے کی ضرورت ہے ساری خودی اور نخوت کو کچل کر ابھیاس کی زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہے جو ایسا کریگا اُسی کے لئے دہرم مندر کا دوار کھُلیگا۔ ابھیاسی کے لئے یہ سارا جگت دہرم مندر بن جاتا ہے اور وہ ہر جگہ اور ہر وقت اپنے محبوب کا درشن کر سکتا ہے بس یہی سب سے اونچی اور پوتر منزل ہے جس پر ہم سب کو قدم رکھنا چاہیئے۔ اس منزل پر قدم رکھنے کے لئے سخت سے سخت مصیبتوں کے درمیان سے گذرنا پڑیگا۔ دُکھ پر دُکھ سہن کرنے پڑینگے اور جو دُکھوں سے ڈر کر پیچھے ہٹ جاتا ہے وہ کب اپنی منزل کو پہنچ سکتا ہے سچ مچ یہہ پینڈا کٹھن ہے یہ منزل ہے بھاری۔ مگر اس کا پھل سب سے میٹھا ہے یہ وہ امرت پھل ہے جس کی تلاش میں سکندر اعظم نے دُنیا کے سمندروں کو چھان ڈالا مگر اُس کا کہیں نام و نشان نہ پایا ہاں یہ امرت پھل اُن آتماؤں کو نصیب ہُوا جنہوں نے یم اور نیم کی منزلوں کو درجہ بدرجہ طے کیا۔ بس روحانی

خوشی کے لیئے جسمانی آسایش کو فراموش کرنے کی ضرورت ہے جو جسمانی آسایش کا خواہشمند ہے اُس کو روحانی آسایش نصیب نہیں ہو سکتی اور جو روحانی آنند کا مُتلاشی ہے اُس کے لئے جسمانی تکالیف کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ اس مارگ پر چلنے والے کی پریکشا کٹھن سے کٹھن ہوتی ہے جیوں جیوں وہ بلندی کے زینہ پر قدم رکھتا ہے تیوں تیوں وہ سخت آزمایش میں ڈالا جاتا ہے آزمایش کے دوارا ہی اُس کی محبت کی پرکھ ہوتی ہے اور جو اپنے امتحان میں کامیاب ہوتا ہے وہی امرت پھل کا حقدار ہے خدا پرستوں کی آزمایش دُنیاوی لوگ بھی کیا کرتے ہیں کبھی کبھی اُسکو تیاگ بھی دیتے ہیں اور سخت سے سخت مصیبت میں ڈالدیتے ہیں مگر خدا پرست انسان ان سب تکالیف کو اپنے محبوب کے پریم میں فراموش کر دکھاتا ہے۔ دُکھ اور مصیبتیں کمزور دل انسان کو نیچے گراکر چکنا چور کر دیتی ہیں مگر وہ جو اپنے پریتم کا دلدادہ ہے جس نے اُس کی نزدیکی حاصل کر کے سچے آنند کا لطف اُٹھا لیا ہے وہ ان دُکھوں سے ڈر کر پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ وہ دُکھوں سے زیادہ فروتن ہو کر اونچا چڑھتا ہے جو لوگ اُس کو دُکھ اور مصیبت میں ڈالتے ہیں اُن کی طرف دھیان نہ دیتا ہوا وہ سیدھا اپنے لکش کی طرف قدم بڑھاتا جاتا ہے چوٹوں پر چوٹیں اُسپر لگتی ہیں مگر اُس کی آتما پرسن ہے اُس میں تبدیلی نہیں ہوتی یہ تمام آزمائشیں اور یہہ دُکھ اُسوقت ختم ہو جاتے ہیں جب آتما امرت پد کو پراپت ہو جاتا ہے۔

مُورکھ انسان نفسانی خوشیوں کا ہی دلدادہ ہے۔ وہ ایندی انسان سے بھی زیادہ تکلیف اُٹھاتا ہے نفس پرستوں کی جب اچھیا پُورن نہیں ہوتی تو وہ سخت دُکھی ہو جاتے ہیں اور ترشنا کے بوجھ کے نیچے ہی کچلے جاتے ہیں

روحانی انسان امرت پد کو پراپت ہوتا ہے اور نفس پرست موت کے منہ میں جاتا
ہے سچ تو یہ ہے کہ روحانی انسان اور نفس پرست دونوں دکھوں میں ڈالے
جاتے ہیں۔ روحانی انسان دکھوں سے وقت پر مکت ہو جاتا ہے مگر نفس پرست
کے دکھوں کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ عقلمند انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت دکھوں
سے چھوٹنے کا یتن کرے نہ کہ دکھوں میں پڑنے کا۔ گھوڑا جب تک سدھارا
نہیں جاتا تب تک اس پر مار پیٹ ہوتی رہتی ہے اور جب وہ سدھر جاتا ہے
تب اس کی سزا بھی ہلکی ہو جاتی ہے۔ بس یہی حال اس انسان کا ہے جو
نفس پرستی کا دلدادہ ہے۔ پرماتما دیالو ہیں وہ اسکا کلیان چاہتے ہیں اور
اس کو سیدھے مارگ پر لانا چاہتے ہیں اس لئے اس کے دکھ بھی اتھاہ ہیں
انسان اپنی اچھیا سے سیدھے راستہ پر قدم نہیں رکھتا بلکہ ونڈ دوارا ہی
اس کے قدم کا رخ پلٹا جاتا ہے اس لئے سرل چت ہو کر اپنی اچھیا سے
دہرم مارگ پر قدم رکھو اور وہ پرماتما آپ کو دکھوں سے مکت کر کے اکشئے سکھ
پردان کرینگے۔ روحانی انسان کو ہر وقت اپنی پریکشا کا خیال رکھنا چاہیئے
اور بڑے یتن سے دہرم اور سادھن کے مضامین میں قابلیت حاصل کرنی
چاہیئے تاکہ وہ اپنے سخت امتحان میں پورا اترے۔ پرماتما اپنے برخوردار
پتروں کو نرمل بناکر اپنی گود میں جگہ دینا چاہتے ہیں۔ اسلئے ہر وقت اندر
اور باہر سے نرمل ہونے کی کوشش کرو۔ بزرگ آریوں کے جیون کا پاٹھ
کرو کتنی اعلےٰ درجہ کی نفس کشی ان میں پائی جاتی ہے کتنا وہ ایشور سے
پریم کرتے تھے جس طرح پروانہ دیپک کی شعاع میں پرسنتا پورہک اپنے آپ کو
دگدھ کر دیتا ہے اسی پرکار بزرگ رشیوں نے پرماتما سے ملاپ کرنے کیلئے

سخت سے سخت دُکھوں کو برداشت کیا ہاں اپنے شریر کو بھی اُن کے پریم میں
جواب دیدیا۔ آپ بھی اُن کے نقش قدم پر چلو اور پرماتما کے پیارے ہونے کی
قابلیت حاصل کرو آپ کا سمست جیون قربانی کا جیون ہونا چاہیئے پرماتما بھیڑ
بکریوں کی قربانی نہیں چاہتے بلکہ وہ آپ کی قربانی چاہتے ہیں اس لئے اپنے آپ
کو اُن کے حوالہ کردو کیونکہ یہ سب کچھ اُن ہی کا ہے اس پر آپ کا کوئی حق
نہیں وہ صرف اُس چیز کو واپس چاہتے ہیں جو اُنہوں نے پرسن ہو کر آپ کے
سپرد کی ہے اگر آپ اُس پربھو کی امانت کو نہایت شکر گذاری سے واپس دینے
کو طیار ہو تو آپ سچ مچ ایماندار ہو اور آپ کی آتما دھرم میں بڑھ رہی ہے
وہ انسان اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے جو پرماتما کی راہ پر نہیں چلتا اُسکو سمرن
رکھنا چاہیئے کہ یہ فانی زندگی مصائب سے بھری ہوئی ہے اور کہ ان مصائب
سے رہائی حاصل کرنا صرف اسی میں ہے کہ ہم پرماتما کی راہ پر قدم رکھیں۔ دُنیاوی
مصائب کا بوجھ قدم بہ قدم بڑھتا جاتا ہے مگر روحانی زندگی بسر کرنیوالے کی
تکالیف دھیرے دھیرے کم ہوتی جاتی ہیں۔ روحانی انسان اپنی تکالیف میں
فرحت حاصل کرتا ہے کیونکہ تکالیف اُسکو پوتر بنا کر پرماتما تک پہنچاتی ہیں۔ مگر
دنیاوی انسان غمگیں اور اوداس رہتا ہے کیونکہ اُس کی آتما ہر وقت ناپاک
ہوتی جاتی ہے۔ اور آتما کی ملینتا سے ہی اُسکو سخت دُکھ ہوتا ہے جو لوگ
اونچی منزل پر چڑھ جاتے ہیں اُن میں یہ خاصیتیں سبھاؤک ہو جاتی ہیں
مثلاً دھرم کا ہر وقت اور ہر جگہ آدر کرنا۔ اندریوں کو دمن کرنا۔ دُنیاوی جاہ و
عزت سے پرے بھاگنا۔ سہن شیل ہونا اپنے آپ کو ہر وقت ناچیز اور حقیر جاننا
بزرگ بننے کی خواہش کو دور کر کے ہر وقت حقیر سمجھے جانے کی خواہش کرنا۔

ہانی اور لابھ میں یکساں رہنا اور اپنے آپ کو ہر وقت اس دُنیا میں مسافر خیال کرنا۔ پرماتما کو حاضر ناظر جانتے ہوئے سُوکشم پاپوں سے بھی اپنے آپ کو بچانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب اوصاف پرماتما اپنی اپار دیا سے اپنے سیوک کو پردان کرتے ہیں کیونکہ یہ برکات خاص اُن ہی کے لئے مخصوص ہیں جو اس کے چرنوں میں جُھک جاتے ہیں ہر ایک انسان کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے اندرونی دشمنوں سے ہی بہت ستایا جا رہا ہے اور ان دشمنوں پر ہی فتح حاصل کرنا بیرتا کہلاتی ہے مگر اِن دشمنوں کو وہی قابو میں رکھ سکتا ہے جس کی آتما میں پرماتما کا باس ہو۔ پرماتما ناپاک ستھان میں باس نہیں کرتے اس لئے اُن کا پریمی اپنے ہردے سے ان سب دشمنوں کو باہر نکال دیتا ہے تاکہ پرماتما کا ستھان پوِتّر رہے اس لئے رشی لوگ فرماتے ہیں پرماتما کے درشن کے لئے ان خوفناک دشمنوں سے پورے استقلال کے ساتھ جنگ کرو۔ اور آپ کو ضرور کامیابی ہوگی۔ ہم سب کے لئے ایسا جیوَن بسر کرنا ضروری ہے کیونکہ اسی میں سچا سُکھ ہے۔ پاپی لوگوں کو سمجھ رکھنا چاہیئے کہ وہ انسانوں سے اپنے پاپ آچرن کو چھپا سکتے ہیں مگر اُس جگت پتی سے وہ اپنے آپ کو کہیں بھی چھپا نہیں سکتے کیونکہ وہ سروویاپک ہو کر ہر ایک آتما میں باس کر رہے ہیں اور سوکشم سے سُوکشم پاپوں کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ دھرم کا جیوَن بنانا بہت ہی کٹھن ہے مگر اُس کا پھل بہت ہی شیریں ہے۔ دھرم جیوَن کے لئے دُکھ اُٹھانے کی ضرورت ہے کیونکہ کوئی اُتم پدارتھ بغیر محنت کے دستیاب نہیں ہوسکتا اور جب تک کوئی دھرم کے لئے دُکھ اُٹھانا نہیں چاہتا تب تک وہ دھرماتما نہیں بن سکتا اور اُس کی آتما میں سچی شانتی اور

سچی خوشی آ نہیں سکتی - وشواس رکھو جب تک انسان اپنی اِس زندگی میں اپنے آپ کو مار نہیں لیتا تب تک اُس میں روحانی زندگی کے نشانات پیدا نہیں ہوتے اپنے آپ کو مارنے سے میری مراد اپنے نفس کو مارنا ہے اور یہی سچی قربانی ہے اور اسی کو پرماتما چاہتے ہیں - بس میرے عزیز تیرے لئے نہایت مناسب ہے کہ تُو دھرم کے مارگ پر ثابت قدمی سے قدم رکھے اور اُن تکالیف کو نہایت صبر اور استقلال سے برداشت کرنا سیکھے جو تیرے راستہ میں آتی ہیں - دُکھ میں نجات ہے اور یہی تیری آزادی کی کُنجی ہے اس لئے دُکھ سے گھبرانا دھرم پنتھ سے پیچھے گرنا ہے اپنی زندگی میں خود انکار کو ہر وقت نشوونما دے کیونکہ جو جُھکیگا سو پھل پائیگا - اپنے دشمنوں کو ہر وقت معافی دینے کے لئے طیار رہ کیونکہ وہ نادان ہیں اُنہوں نے ابھی دھرم کے راہ پر چلنا نہیں سیکھا اور اسی لئے اُن کا من بانی اور شریر میلا ہے جو کچھ جس کے پاس ہوتا ہے وہی دیا کرتا ہے اُن کے پاس کھوٹنا کے سوائے اور کچھ نہیں جو وہ آپ کو دیں جب کبھی دیو یوگ سے وہ دھرم کا دامن پکڑینگے تب وہ تیرے مداح ہوجائینگے اور اُسوقت تجھے اُن کے ہاتھ سے کوئی دُکھ اور تکلیف نہیں پہنچیگی اِس لئے دُنیاوی لوگ اگر تجھ کو تکلیف میں ڈالکر خوش ہونا چاہیں تو تُو اپنی بلند پروازی کا خیال رکھ اور اُن کے ساتھ بحث و مباحثہ اور جھگڑنے کی کوشش نہ کر اپنے آپ کو اُن کے قدموں میں گرا دے اور یہی اُن کے بہتر بنانے کا طریق ہے - جب یہ اوصاف تجھ میں پیدا ہونگے تو تُو ایشور کا پیارا بنے گا اور اپنی مُراد پائیگا - ایشور اشیرباد کریں کہ سنتوں کا ست اپدیش تیرے جیون کے

پھلنے میں سہایک ہو اور تُو خوش ہو کر اس فانی چولے کو تیاگ سکے:

پریم رس

جن آتماؤں نے اپنے آپ کو پرماتما کی طرف پُورے طور پر جھکا لیا ہے - جو پروانہ کی طرح نور الٰہی میں اپنے آپ کو جذب کر رہے ہیں اُن میں الٰہی محبت کی عجیب تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ دُنیا کے دلفریب نظارے رنگا رنگ لباس میں اُن کے سامنے ظاہر ہو کر بھی اُن کی پاک محبت کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتے۔ ظالم لوگ ایسی آتماؤں کے محبت کے رشتہ کو پروردگار عالم سے توڑ کر بزور شمشیر اپنی طرف جھکانا چاہتے ہیں مگر وہ بھی ناکام رہتے ہیں اپنے پریتم کے پیارے دُنیا کو جواب دے دیتے ہیں اُس کی میٹھی لذات سے مُنہ پھیر لیتے ہیں اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں مگر اُس بارگاہ عالی سے منہ نہیں پھیرتے۔ بھارت ورش کی پاک سرزمین پر وقتاً فوقتاً سینکڑوں ہزاروں پوتر آتماؤں نے قدم رکھا جنہوں نے اپنی بے مثال قربانی سے اپنی دلی محبت کا اظہار کیا۔ ہرن کشپ نے اپنے لڑکے پرہلاد کو ایشور بھگتی سے ہٹانے کے لئے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر یہ سب تکالیف اُس معصوم کو پرماتما کا پوتر نام لینے سے ہٹا نہ سکیں۔ سیالکوٹ کے راجہ سالباہن کی استری لونا نامی نے کام کے بسی بھُوت ہو کر پُورن بھگت کو طرح طرح کے پرلوبھن (لالچ) دکھا کر اُس کی محبت کو اپنی طرف کھینچنا چاہا مگر ناکام رہی بھگت پورن نے اپنے پریتم کے لئے دُنیا دی بے عزتی کو گوارا کیا اپنے ہاتھ پاؤں

کٹواے مگر اپنی محبت کے رشتہ کو جو ذات باری سے بندھا ہوا تھا ڈھیلا نہ ہونے
دیا۔ میراں بائی نے پرماتما کے پریم میں اس زہر کو جو اس کے مارنے کے لیے
دی گئی تھی امرت سمجھ کر پیا مگر اپنی دلی محبت کو کم نہ ہونے دیا۔

محبت بڑی چیز ہے ہاں یہ وہ اعلیٰ اور خالص برکت ہے جو وزندار چیز کو
ہلکا اور ناگوار کو خوشگوار بنا دیتی ہے مصیبت کو آسایش میں تبدیل کر دیتی ہے
موت کو خوش نما بنا دیتی ہے۔ انسان اُن ہی چیزوں کی طرف جھکتا ہے جو زیادہ تر
خوش نما اور مفید ہیں۔ اُن ہی کی پراپتی کے لیے دریاؤں اور گھاٹیوں کو عبور کرتا
اُن ہی کی آسایش کے لیے نفس کشی کی زندگی بسر کرتا اور اُن ہی کی نزدیکی
حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کی تکالیف کا سامنا کرتا ہے۔ اس صداقت کے
ثبوت میں آپ اپنی آتما سے سا‏کشی لیں اور آپ کی آتما ہی ہمارے الفاظ کی صحت
کے لیے کافی ہے تاہم ہم اپنے مضمون کے مزید انکشاف کے لیے آپ کی توجہ
بلومنگل کے جیون کی طرف کھینچتے ہیں۔ بلومنگل ایک برہمن کمار تھا کھوٹی سنگت
کے زیر اثر ہو کر اُس کی دوستی ایک بیسوا کے ساتھ ہو گئی محبت اس درجہ بڑھ
گئی تھی کہ دن اور رات اُسی کے مکان پر پڑے رہتے ایک روز کسی مذہبی
رسم کے ادا کرنے کے باعث دن بھر گھر میں رہنا پڑا رات کو فرصت ملی اُسی
وقت اتفاق سے مُردہ لاش دریا میں بہی آتی تھی پریم میں مست ہوئے ہوئے
اُسی کو کشتی بنا سوار ہو بیٹھے اور دریا پار اُتر گئے۔ مکان کا دروازہ بند پایا۔
اور کسی طرف سے اندر جانا ممکن نہ تھا چاروں طرف مکان کے گھومنے لگے۔ اتفاقاً
ایک سانپ دیوار سے لٹک رہا تھا یہ اپنے پریم کے جذبے میں محو ہوئے ہوئے
اُس سانپ کو رسا سمجھے اور پکڑ کر چھت پر جا پہنچے اور جب نیچے اُترنے کا

کوئی راستہ نہ ملا تو صحن میں کود پڑے کودنے کی آواز سنکر بمبوا جاگ اٹھی
بلومنگل کیطرف دیکھ اس سے دریا عبور کرنے چھت پر چڑھنے کے وسایل دریافت
کئے اُن کا جواب سُن کر بمبوا کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر
بلومنگل جی کی اتنی بڑی پریتی پرماتما کے ساتھ ہوتی اس نیک خیال کو ایسے
پیرایہ میں بیان کیا کہ بلومنگل پر بہت اثر ہوا اور رات بھر پرماتما کے بھجن گائیں
میں ختم کرکے صبح ہوتے ہی دُنیاوی تعلقات کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہہ کر
جنگلوں کی راہ لی - جب ناپائدار دُنیاوی پدارتھوں کی پراپتی کے لئے
انسان کو اس طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اُس حقیقی اور سب سے
زیادہ خوش نما محبوب کے لئے جس کی خوبصورتی کی کوئی حد نہیں جس کے
پرکاش کے سامنے نظر ٹھہر نہیں سکتی انسان کیوں نہ کٹھن سے کٹھن مصائب
کو برداشت کریگا - جب معمولی چیزوں کی پراپتی پر ہم ادنےٰ درجہ کے انسانوں
کے تا دم زیست ممنون رہتے ہیں اور ہر وقت اُن کی جان و مال کی رکھشا
کے لئے اپنا خون بہانے کو تیار ہیں تو اُس سب سے بڑے داتا کے لئے جو ہر وقت
اور ہر جگہ ہم کو ہر طرح کی آسایش پردان کر رہا ہے کیوں نہ مشکور ہونگے - اور
کیوں نہ اُس کے دیدار کے لئے دُکھ پر دُکھ سہن کرینگے - دُنیاوی چیزوں
کی محبت بندھن میں پھنسانے والی مگر الٰہی محبت بندھن سے مُکت کرنیوالی
ہے یہی وجہ ہے کہ الٰہی محبت کے خواہشمند اپنے آپ کو مایا روپی جال سے
ہمیشہ اونچا رکھتے ہیں اور ادنےٰ اور ناپایدار چیزوں کی طرف نہیں جھکتے پرماتما
خود اپنے پریم کا پرکاش کرکے اپنے سیوکوں کو اونچا ہی اونچا لے جاتے ہیں
اُن ہی کے پریم میں سچی آزادی ہے جو اُس کے ساتھ اپنے پریم کا رشتہ

جوڑتے ہیں اُن کی آتما کے بنیتر سمست روگوں سے پاک ہو جاتے ہیں اُن کا آتمک بل بڑھ جاتا ہے اور اُن کو دنیاوی عیش و عشرت میں پھنسنے سے بچاتا ہے۔ سچ پوچھ پریم سے بڑھ کر انسان کے لئے اس لوک اور پرلوک میں کوئی بھی چیز زیادہ میٹھی اور خوش نما نہیں۔ پرماتما ہی نے پریم کا بیج انسانی ہردے میں بویا ہے جو دنیاوی چیزوں سے گذر کر پرماتما ہی میں جا ملتا ہے پریم ہی انسان کو نیچے گراتا ہے اور پریم ہی انسان کو مکت کرنیوالا ہے جب یہہ ادنےٰ چیزوں کے لئے ہی مخصوص کیا جاتا ہے تو یہہ گھاتک ہو جاتا ہے اور جب اعلےٰ سے اعلےٰ پریم مئے پربھو کے ساتھ لگایا جاتا ہے تب سکھدائی ہوکر انسان کے لئے موکش کا دوار کھول دیتا ہے پریمی کے سامنے کوئی ایسی رُکاوٹ نہیں جس کو وہ توڑ نہیں سکتا کوئی ایسی مشکل نہیں جس کو وہ حل نہیں کر سکتا۔ پریم ہی انسان کو دھرم میں سنچر کرتا ہے کمزور کو طاقتور بناکر رکاوٹوں کے توڑنے کے لئے سامرتھ پردان کرتا ہے جس کے دل میں پریم ہے وہ ناممکن کو ممکن اور مشکل کو آسان بنا سکتا ہے اور اُس جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں پریم سے شُنیہ ہردے پہنچ نہیں سکتے اور غش کھاکر گر جاتے ہیں۔ پریم ہی کمزوروں کو بلوانوں سے لڑاتا اور مغرور سروں کو نیچا دکھاتا ہے۔ پریمی ہمیشہ جاگرت اوستھا میں رہتا ہے سوتا ہے تو پریم کے خیالات میں اور جاگتا ہے تو پریم کے خیال میں۔ سُوپن میں بھی پریم مجسم صورت میں اُس کے سامنے ہوتا ہے۔ دشوار گذار گھاٹیوں پر قدم رکھتا ہے تھک جاتا ہے مگر پریم اُس کو آگے ہی آگے لے جاتا ہے۔ تکالیف کے بوجھ کے نیچے دب جاتا ہے مگر تنگ نہیں آتا

حیران ہوتا ہے مگر پریشان خاطر نہیں ہوتا۔ مصیبت اُس کے چہرے کو مُرجھا
نہیں دیتی بلکہ جلتی ہوئی مشعل کی طرح اُس کے چہرے کو روشن کر دیتی ہے۔
پریم کی جَے ہے۔ پریم کے سامنے سب ہی سیس جھکاتے ہیں۔ پریم کا متوالا
دُور ہی سے اپنے پریتم کو دیکھ رہا ہے اُس کے رُوم رُوم میں پریتم ہی
پریتم بس رہا ہے اور ہر وقت اُس کے کانوں میں اُس کی آواز سُنائی دے
رہی ہے۔ پریم اِتنا بے انداز اُس میں سما گیا ہے کہ جدھر نظر اُٹھاتا ہے اُدھر ہی
پریتم کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ پریم کی لہریں ہر وقت اُٹھتی ہیں اور اُن ہی
لہروں میں اُس کی آتما غوطہ لگا رہی ہے گویا کہ وہ ہر وقت محویت کی حالت میں
رہتا ہے پریم اُس کو نا اُمید نہیں کرتا بلکہ اُس کو حوصلہ دیتا ہے اور اِسی حوصلہ
میں وہ اپنے آپ کو بھی بھُول جاتا ہے جب زبان سے بولتا ہے تو اُسی کے
گیت گاتا ہے اور اپنے پیارے کے دیدار کے لئے اپنی جان جوکھوں میں
ڈالکر کٹھن سے کٹھن منزلوں کو طے کرتا ہے اپنی جان پر کھیل جاتا ہے
اُس کو اپنے جسم کی کچھ بھی خبر نہیں چوٹوں پر چوٹیں جسم پہ آئیں مگر اُس کو
کچھ بھی تکلیف معلوم نہیں دیتی دُنیا میں جو کچھ اُس کے پاس ہے وہ اپنے
پریتم کے لئے قربان کر چکا ہے ہاں وہ اپنے ہر دسو کو اُسکا ہی خیال کر رہا
ہے اور اپنے آپ کو اُس سے جُدا نہیں سمجھتا۔ پریم میں یہہ وصف ہے کہ وہ
خود غرضی کو باہر نکالکر پھینک دیتا ہے۔ جہاں خود غرضی ہے وہاں پریم
نہیں جہاں اچھا ہے وہاں پریتم کا میل نہیں۔ پریتم انسان کی میٹھی میٹھی
باتوں پر نہیں اوتر آتا بلکہ وہ اپنے پریمی کی نیت کو پرکھتا ہے اور جس
کی نیت پاک ہے پریتم اُسی کو اپنا دیدار بخشتا ہے۔ بس میرے ۶۔ یہ دنیادی

پدارتھوں سے اپنے پریم کو ہٹا کر اُس سب سے خوبصورت پریتم کے ملنے کے لئے قدم اُٹھا اُس کے عشق میں اپنے آپ کو محو کر۔ وہی بڑا سچا مددگار ہے اور اُسی کے پاس پہنچ کر تجھے سچی خوشی نصیب ہوگی۔ عاشق بننا آسان ہے مگر معشوق کو خوش کرنا ہی مشکل ہے۔ اس کٹھن راستہ میں وہی قدم رکھتا ہے جو اپنے سر کو ہتھیلی پر رکھ لیتا ہے اور اپنے پریتم کے لئے ہر طرح کی قربانی کرنے کو طیار رہے۔ بس یہی معشوق کے دیدار کا ذریعہ ہے۔ محبوب کے ملاپ کے لئے عاشق صادق کو دلیر اور دوراندیش بننے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے سامنے سے اُن روکاوٹوں کو توڑ سکے جو اُسکو بلندی کے زینہ پر قدم رکھنے سے روکتی ہیں۔ اس لئے پرماتما سے پریم کرنیوالے ہر وقت یہی بر مانگتے ہیں۔ کہ جہاں کہیں ہم رہیں نربھیہ ہو کر رہیں ہم کو نہ درندوں سے خوف ہو اور نہ ہی ششتردھاری سپاہی سے۔ نہ دُنیاوی بھوگ ہمارے قدم کو پیچھے ہٹا سکیں اور نہ ہی موت کا سرد پ ہمارے لئے خوف کا باعث ہو۔ برہم تیج۔ بل۔ پراکرم اور سہن شکتی ہر وقت ہمارے انگ سنگ رہے۔ جب یہ برکات اُن کو نصیب ہوتی ہیں تو دُنیا میں کون سی طاقت ہے جو اُن کا مقابلہ کر سکے۔ کون سی رُکاوٹ ہے جو اُن کے سامنے ٹھیر سکے۔ دُنیادار اُن کو کتنی ہی تسلی دیں اُن کی تکالیف کو دیکھ کر کتنی ہی اُن کی دلجوئی کریں مگر اُن کو اب ان کی تسکین کی ضرورت نہیں۔ تکالیف اور دُکھ اُن کو خوشی اور شانتی کا سندیسہ دے رہے ہیں اور پرم شانتی کے دوار کو کھول رہے ہیں پرماتما کی بل پرمانما آپ ہی اپنے سیوک کو پردان کرتے ہیں یہ کوئی بازاری چیز نہیں جو مول خریدی جا سکے۔ ہاں یہ وہ اُمل وستو ہے جو صرف اُن

ہی آتماؤں کو نصیب ہوتی ہے جو اپنے آپ کو اس کے ادھکاری بنانے
ہیں۔ ادھکاری وہ ہوتے ہیں جو ثابت قدمی سے دہرم مارگ پر قدم
رکھتے ہیں۔ دہرم مارگ پر اُن ہی کا قدم ٹھیر سکتا ہے جو ہر روز پُورن
پریتی اور شردھا سے جگت پتی کی سُتتی۔ پرارتھنا اور اوپاسنا کرتے ہیں۔ سچی
پرارتھنا اور اوپاسنا اُن ہی کی ہوتی ہے جو نشکام ہوتے ہیں جو دُنیاوی
پدارتھوں کی پراپتی کے لیئے پرماتما کے پوجاری نہیں ہوتے بلکہ اپنے سبھاؤ
سے۔ نشکام پرارتھنا اُن ہی کی ہوتی ہے۔ جن کے ہردول میں دُنیا کی
بجائے پرماتما کے لئے سچی عزت ہو۔ پرماتما کی عزت اور اُن کا پریم اُن ہی
ہردول میں نواس کرتا ہے جو امرت کے خواہشمند ہوں۔ اس لیے جو کوئی
اس مارگ میں قدم رکھنا چاہتا ہے اُس کو اِن تینوں پر عمل کرنا چاہیئے
پھر وہ امرت کا مستحق ہوگا۔ دُنیادار دُنیاوی بھوگوں کی پراپتی پر خوش ہوجاتے
ہیں اپنے اقبال اور خوشحالی کو دیکھ کر مست ہوجاتے ہیں مگر خدا پرست اُن
ہی پدارتھوں کی پراپتی پر پُھول نہیں جاتے کیونکہ یہ سب پدارتھ بدلنے والے
ہیں۔ اِن کی محبت اِن کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹا سکتی۔ بلکہ آگے ہی
آگے بڑھاتی ہے کیونکہ ابھی اُن کی آتما ترپت نہیں ہوئی اور یہ اُسوقت ہوگی
جب وہ آنندمئے اوستھا کو حاصل کرلیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کی راہ پر
چلنے والے دُنیاوی دلفریب چیزوں میں کم دل لگاتے ہیں وہ اِن تحفوں
کی اس قدر پرواہ نہیں کرتے جس قدر اُس بیمثال داتا کی جو چیونٹی سے لیکر
ہاتھی پرینت سب کو مناسب مناسب سُکھوں سے بھر پُور کر رہا ہے۔ اور
جس کی حضوری کے مقابلہ میں یہ بہت ہی ادنےٰ ہیں۔ کرم پھل اٹل ہے

ہر ایک کرم کا کچھ نہ کچھ پھل ہوا کرتا ہے - دُنیاوی بھوگ خاص کرموں کا نتیجہ ہیں جو ہر ایک دُنیادار کر سکتا ہے۔ مختلف پرکار کے شُبھ کرم جن کی ہدایت ہم کو شاستروں میں ملتی ہے خاص خاص نتائج پیدا کرتے ہیں ان سب کرموں میں سے اپنے من کو بدی سے ہٹانا یا یہ کہو شُبھ سنکلپ بنانا بہت ہی زیادہ پوتر کرم کہا گیا ہے اور امرت کی پراپتی اسی ایک کرم کا نتیجہ ہے جن کا من پوتر ہے یعنی راگ اور دویش سے پاک ہے اُن کو پرماتما وہ چیز عطا کرتے ہیں جو دوسروں کو نہیں - یہ سب سے بڑی نیکی ہے جو ایک انسان کر سکتا ہے اور جو یہ شُبھ کرم کماتے ہیں وہی سچے عاشق کہلاتے ہیں۔ اس شُبھ کرم کا پھل پرماتما کا درشن ہے یا یہ کہو موکش کی پراپتی ہے بس میرے عزیز تو ناپاک خیالات سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کر۔ پھر تیرے کرم رفتہ رفتہ اعلیٰ ہوتے جائیں گے اور تُو اپنی مُراد کو پائے گا۔ البتہ ایشر بادکریں کہ اُن کا پریم ہمارا سبھاؤ بنے اور ہم اُن کے پریم کے پاتر بنیں ؞

نیت صاف کیسہ پُر

رشی لوگ جنھوں نے ایکانت سیون کے ابھیاس سے اپنے آپ کو پرماتما کے درشن کا ادھیکاری بنایا ہے وہ ہمارے کلیان کے لئے فرماتے ہیں "نیت صاف کیسہ پُر" ان سیدھے سادے الفاظ میں بڑی بھاری صداقت ہے سچ مچ جن کی نیت صاف ہے اُن کو کہیں بھی گھاٹا نہیں۔ گھاٹا کھوٹی نیت والے کو ہوتا ہے دغابازی۔ فریب۔ ریاکاری وغیرہ وغیرہ

کھوٹی نیت والے کی خاصیت ہے گرگٹ کی طرح ان کی حالت بھی تبدیل
ہوتی رہتی ہے یہہ مطلب کے یار ہیں اپنے مطلب کے لیئے یہ کچھ کے
کچھ بن جاتے ہیں مگر مطلب نکلنے کے بعد پھر اپنے اصلی سروپ میں پرگٹ
ہوجاتے ہیں جس طرح خرگوش دشمن کو سامنے دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کرکے
نشچے کرلیتا ہے کہ اب مجھے کوئی نہیں دیکھتا اسی طرف یہ لوگ بھی خیال کرتے
ہیں کہ اُن کی چالاکی اور ریاکاری کو کوئی نہیں جانتا۔ یہ اُن کی اگیانتا ہے
اُن کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ کوئی انسان بہت دیر تک اپنی اصلیت کو کسی
سے چھپا نہیں سکتا۔ اندھیرے میں ہی پاپ کا پرکاش ہوتا ہے تاریکی میں
ہی یار لوگ غارت گری کرتے ہیں۔ پردے کی آڑ میں ہی بہروپیے اپنی اصلیت
کو چھپا کر نیا سوانگ بھرتے ہیں۔ روشنی میں ان کی دال نہیں گلتی پرکاش
اُن کی اصلیت کو پلٹنے میں مدد نہیں دیتا بلکہ اُن کو اصلی رنگ میں پرگٹ
کر دیتا ہے۔ بہروپیوں سے سنسار بھرپور ہے سیدھے سادے لوگ کمیاب ہیں
بہروپیوں کی سبھا میں سیدھے سادے لوگ مان اور ستکار نہیں پاتے۔ بہروپیوں
سے ہر کوئی ڈرتا ہے سیدھے سادے پرشوں کو پانوں تلے لتاڑا جاتا ہے
بہروپیے چتر کہلاتے ہیں اور سیدھے سادے لوگ مورکھ کہلاتے ہیں انسانی
جیون کے دو پہلو ہیں۔ جسمانی اور روحانی۔ دونوں میں ہی بہروپیوں کا قدم
ہوتا ہے دونوں میں ہی دنیاوی لذات کی پراپتی اُن کا اصلی مقصد ہوتا
ہے۔ اپنے شریر پر بھسم لگانا۔ پنچ اگنی تاپنا۔ دھرم کے کٹھن سادھنوں
کا ابھیاس کرنا یہ سب کچھ پرماتما کی پراپتی کے لئے نہیں ہوتا بلکہ خلق خدا کو
دھوکہ دیکر لوٹنے اور ٹھگنے کا سامان ہے کاش کہ یہ سب سادھن نشکام ہوکر

کے جاننے تو سادھک کو پرماتما سے مِلا دیتے ۔ ان کا سفر بڑا لمبا ہے ان کو
اپنی مسافت طے کرنے کے لئے بڑی بھاری جد و جہد کرنی پڑتی ہے جتنی تکالیف
اور مصیبتیں ان کے حصہ میں آتی ہیں اُن کا عشر عشیر بھی سیدھے سادے
لوگوں کو دھرم کی راہ پر چلتے ہوئے برداشت کرنا نہیں پڑتا ۔ مگر دونوں کی
محنت کا پھل کیا ہے ۔ ایک خالی ہاتھ رہتا ہے اور دوسرا بھرپور رہتا ہے
ایک گمنامی کی زندگی بسر کر جاتا ہے اور دوسرا اپنے پیچھے ہزاروں لاکھوں
مداح چھوڑ جاتا ہے ایک بسنے ہوئے کو اُجاڑ جاتا ہے اور دوسرا اُجڑے
ہوئے کو بسا جاتا ہے ایک اپنے بھائیوں کے لئے مصیبت کا باعث اور
دوسرا اُن ہی کے لئے خوشی کا باعث ہوتا ہے ایک اپنے ساتھ بربادی لاتا
ہے اور دوسرا زندگی ۔ دُنیا میں ہی کپوت اور سپوت ہیں ۔ وہ جو اپنے پِتا
کی حکم عدولی کرتے ہیں وہی کپوت ہیں اور جو عجز اور ادب سے اپنے آپ کو
اپنے پِتا کی عزت اور پریم میں محو کر دیتے ہیں وہی سپوت ہیں ۔ سپوت ہی
پرماتما کے پیارے ہیں وہی امرت پھل کے مستحق ہیں ۔ کپوت سزا ہی کے مستحق
ہیں دُکھ اور مصیبت کی زندگی بسر کرنا ہی اُن کے لئے کافی سزا ہے ۔ پرماتما
کا یہ اٹل قانون ہے کہ جو جیسا کریگا ویسا ہی پھل پائیگا اِس نیم کو کوئی
اُلنگھن نہیں کر سکتا ہم اُن کی سیوا میں اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ دُنیا میں
کوئی ہمیشہ نہیں رہا اور نہ رہیگا ۔ انسان اکیلا ہی جنم لیتا ہے اور اکیلا ہی
یہاں سے جاتا ہے اکیلا ہی اپنے کرموں کا پھل بھوگتا ہے یہاں ہی آ کر
کرم انوسار ہر ایک کو سنسار پراپت ہوا ۔ بھوگ اور سمبندھی ملتے ہیں اور یہاں ہی ہر ایک
انسان سب کو تیاگ جاتا ہے کوئی اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتا ۔ راون جیسے

تاج اور تخت کے والی بندھن شکتی رکھنے والے یہاں سے خالی ہاتھ گئے۔ جب دُنیا میں ہر ایک کا یہ انجام ہے تو کیوں ہم پاپ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کرم پھل کو کوئی پلٹ نہیں سکتا۔ پورشارتھ کرنا ہمارا فرض ہے مگر ہمارے پورشارتھ کی تہ میں دہرم ہونا چاہیئے بس یہی انسانی زندگی کا معراج ہے سنسار نہ صرف کرم کرنیکا میدان ہے بلکہ پھل بھوگنے کا بھی ستھان ہے۔ اپنے کئے ہوئے کا پھل بھوگنے کے لئے آپ کو یہاں ہی آنا ہوگا۔ وہ انسان جو مرت لوک کے بندھن سے اپنے آپ کو مُکت کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے رشی لوگ فرماتے ہیں مادی جگت کے اوپاسک مت بنو کیونکہ مادہ پرستی میں شانتی کہاں۔ دُنیاوی بندھو ایک خاص وقت کے لئے آپ کے بندھو ہیں اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ ان کو آپ کے جیون سے سُکھ ملتا ہے ایک دفعہ ان کو یہہ نشچے دلادو کہ ہمارے جیون سے تم کو کچھ اُمید نہیں رکھنی چاہیئے تو پھر یہہ آپ کے مِتر نہیں رہتے بلکہ دشمن بن جاتے ہیں بس ان کی محبت میں اپنے آپ کو اتنا نہ جکڑ لو کہ ان کی آسایش کے لئے آپ کو آتم ہتیا کرنی پڑے۔ وشواس رکھو آج اگر ایک آپ کا پتر ہے تو کبھی وہ کسی اور کا تھا اور اسی طرح آپ کو بھی چھوڑ کر پھر وہ کسی اور کا بنیگا ان کا دہرم کے ساتھ پالن پوشن کرو کیونکہ یہ انسانی فرض ہے ان کے ساتھ اُس حد تک پیار کرو جتنا ضروری ہے۔ شریر کا تندرست بنانا اِسکو اپنی اصلی حالت میں رکھنا ایشوریہ نیم کا پالن کرتا ہے مگر سینہ زوری اور پاپ سے اِس کا موٹا تازہ بنانا سراسر آتم ہتیا ہے۔ آتم ہتیا سے بچنا ہی تو مرت لوک کے بندھن سے نکلنے کا سادھن ہے۔ برہم پراپتی یا گولک رشی سنیاس دہارن کرنے کے سمیہ جب اپنی

برہم وادنی استری میتری کو اپنا دھن اور سمپتی بانٹنے لگے تو میتری نے پوچھا
ہے سوامن اگر یہ ساری پرتھوی سورن سے پورن ہو تو اس سے مجھے امرت
مل سکتا ہے یا نہیں۔ رشی نے اتر دیا نہیں نہیں دھناڈھ لوگوں کا جیون
جس پرکار وتیت ہوتا ہے تمہارا بھی اسی پرکار وتیت ہوگا۔ دھن سے
امرت کی آشا مت رکھو۔ ان پدارتھوں کے دوارا وہ نِت اور ستّ وستو
مل نہیں سکتی یہ سنکر میتری نے جواب دیا جس کے دوار امرت رس پان نہ
کر سکوں اسکو لیکر میں کیا کرونگی۔

بس اس ایک مثال سے سمجھ لوکہ سنسارک بھوگ ہمارے ہردے کو شانت
نہیں کر سکتے سنسار کی تمام سمپتی ہماری آتما کی اشانتی کو دور نہیں کر سکتی اور
نہ ہی امر بنا سکتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو یا گوک اور مہارشی سوامی دیانند سرسوتی
جی مہاراج وغیرہ آتم درشیوں کو دنیاوی دھن سے اور سورن سے
منہ موڑ کر نفس کشی کی زندگی بسر کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ جنک۔ رامچندر
ہریشچندر آدی چکرورتی مہاراجوں کو راج سنگھاسن چھوڑنے کی ضرورت
نہ ہوتی۔

بس میرے عزیز تو دنیاوی مسافت کو دھرم کے ساتھ طے کر خالص اور
پاک نیت سے اپنے فرائض کو ادا کرتا ہوا اپنے سچے بندھو سے ملنے کی
خواہش کر۔ ٹیڑھی چال چھوڑ دے یہ تیری بربادی کا کارن ہے اور تجھے
ادھر بکارسکے گہرے کنوئیں میں گرائیگی۔ اگر تو دکھ اور مصیبت سے اپنے
آپ کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے تو تو صرف اُس کا دامن پکڑ جس کے زیر سایہ انسان
دکھوں سے مُکت ہو سکتا ہے ہاں جس کا سیوک ہونے سے اس لوک میں

کیرتی اور ریش کی پراپتی ہے بلکہ مرت لوک چھوڑنے کے بعد انسان امریہ پد کو پراپت ہوجاتا ہے۔

دُکھ اور مصیبت پاپ سے پیدا ہوتا ہے اور پاپ کو بھسم کرنے کے لئے پرماتما کا سہارا لیناہی پرم اوشدھی ہے ۔ اور جب تو اس کلیان دایک اوشدھی کا سیون کریگا تو نسندیہہ پرماتما آپ کو پاپ کے حملہ سے بچاکر پوتر جیون پردان کرینگے ۔ وہی پاپ سے بچانیوالے ہیں جن کو وہ پاپ سے مُکت کردے وہی بھاگوان ہیں۔ اور درحقیقت وہی سچا سُکھ بھوگ رہے ہیں تیری زندگی رہی ہیں ہے کہ تو اُس کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ نہیں تو یہ زندگی مصیبتوں کی زندگی ہے اور اس سے موت بہتر ہے تیرے لئے نہایت ضروری ہے کہ تو ہر روز اپنے جیون کا پاٹھ کرے اور اپنے پاپوں کے لئے سخت پشیمانی ظاہر کرے تاکہ تیرا ہردہ پرماتما کے پاس کرنے کے قابل بنے اپنے آپ کو ہر وقت اور ہر جگہ ناچیز بنائے رکھ کیونکہ انسان کی اصلی شرافت اور کریکٹر (چال چلن) کا کرشمہ اُن غریب اور مفلس جھونپڑوں میں ہی نظر آتا ہے جہاں لکشمی نے کبھی بھولکر بھی مُنہ نہیں دکھایا۔ ناچیز لوگوں میں ہی پاکیزگی کی جھلک دکھائی دیتی ہے اپنے آپ کو ناچیز بنائے رکھنا سب سے اعلےٰ نعمت ہے جو صرف اُس انسان کو ملتی ہے جس پر پرماتما کی اپار دیا ہے یہہ برکت اُن ہی آتماؤں کو دی جاتی ہے جو اِس کے سچے طالب ہوکر اُس جگت پتی سے درخواست کرتے ہیں۔ اس برکت کے حصول کے لئے تو اپنے آپ کو پاتر ثابت کر اور یہ تجھے ضرور ہی دیجائیگی - اور جب تک تو اپنے آپ کو اِس بیش بہا نعمت کا ادھیکاری نہیں بنا لیتا تو یہ تجھ کو کبھی بھی نصیب نہ ہوگی

اس برکت کا وہ ادھیکاری ہوگا جو اپنی زندگی کی رفتار میں نیک نیتی سے
کام لیگا۔ پرماتما اِن برکات کو بدکاروں کو نہیں دیتے کیونکہ وہ بدنصیب
ہیں ہاں یہ برکات نیک اور پاک انسانوں کے لئے ہی محفوظ ہیں اگر آپ
اپنے آپ میں نیک بننے کی زبردست خواہش پیدا کر کے اُس کے حصول
کے لئے قدم بڑھاؤ گے وقت آئیگا کہ آپ بالکل نیک اور پارسا ہو جاؤ گے
آپ کی شکل اور صورت سے پارسائی اور فرشتہ سیرتی کا خود بخود اظہار ہونے
لگیگا اور آپ کو بھول کر بھی اس دُنیا کی سخت سے سخت آزمائش میں ناکامی
نہیں ہوگی۔ اس لئے ہر ایک کے لئے جو اس برکت کا ادھیکاری ہونا
چاہتا ہے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے اُن نیک کاموں کا جو اُس سے
ہو چکے ہیں یا وہ کر رہا ہے بھول کر بھی چنتن نہ کرے تاکہ اُس کے
اُن میں ابھیمان نہ بڑھ جاوے جو اُس کی بربادی کا کارن ہو کر اُسکو
نیچے گراوے انسان کو ہر وقت سمرن رکھنا چاہیئے کہ وہ پاپ کے آسیب
سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ پاپ مختلف سُروپ دھارن کرنے کے انسان پر
حملہ کرتا ہے کبھی سختی سے کبھی نرمی سے۔ ہر ایک انسان کسی نہ کسی حد
تک نفسانیت کے نیچے دبا ہوا ہے جب ہماری یہ نازک حالت ہے کہ ہم
ہر گھڑی آن میں دھرماتما سے پشاچ بن جاتے ہیں تو کیوں ہم کو اپنے نیک
کاموں کا ابھیمان کرنا چاہیئے۔ ایک ہی پاپ کا پھل اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ
ہمارے تمام نیکیوں کے پھل کو ملیامیٹ کر دے انسان میں نیکی کرنے کی
شکتی صرف پرماتما ہی سے مل رہی ہے ورنہ یہہ خاکی پُتلا تو پاپ کا استھان
ہے اس لئے مُورکھ ہے وہ انسان جو اپنے نیک کرموں کے پھل پہ نازنہ

کر رہا ہے۔ ہمارا فرض صرف نیک کام کرنا ہے۔ ہماری حیثیت اِس دُنیا میں ایک مزدور کی ہے۔ ہمارا فرض حکم کی تعمیل کرنا ہے اور وہ جو حکم کی تعمیل کر رہا ہے وہ کسی پر احسان نہیں کرتا بلکہ اپنے فرض کو ادا کر رہا ہے اِس لئے اگر ہم میں سے کوئی پراوپکار میں لگا ہوا ہے تو وہ پرماتما کا حکم بجا لا رہا ہے اور اُسکا عوض اُسکو ضرور ہی ملیگا اِس لئے جو کچھ کوئی کرے وہ اُس کی نظر میں بڑی بات معلوم نہ ہو ہاں حکم کی تعمیل اُسکا اُکھ اُدیش ہو اور یہی اُس کے جیون کا لکش ہونا چاہیئے جن کاموں کو تُو نیک اور اچھے سمجھ رہا ہے ممکن ہے وہ اُس پروردگار کی نظر میں ناپاک ہوں اِسلئے کبھی بھی کسی کام پر نازاں ہونے کی ضرورت نہیں۔ سب کچھ پرماتما کی مرضی پر چھوڑ دو پرماتما کی عزت اور اُن کے حکم کا پالن کرنا ہی سعادتمندی ہے۔ اس لئے ہر وقت انسان کو اپنے بُرے کرموں کا چنتن ہی کرتے رہنا ضروری ہے اور اُن سے بچنے کے لئے ہر وقت بدعا ہونا چاہیئے دُنیا میں ہماری کتنی ہی ہانی کیوں نہ ہو کتنا ہی ہمارا جان و مال کا نقصان نہ ہو جاوے یہ نقصان درحقیقت کچھ بھی نہیں ہاں پاپ ہی سب سے بڑا گھاٹا ہے جو کبھی پورا نہیں کیا جاتا اِس لئے بدی اور بدکرداری سے ہمیشہ بچے رہنے کی کوشش کرنا ہی فایدہ مند چیز ہے جو انسان کے ناپاک دل کو شیشہ کی طرح پاک اور صاف کر کے پرماتما کے درشن کے قابل بنا سکتی ہے جب کبھی ہم سے کوئی بدی ہو جاوے تو ہم کو سخت پشیمان ہونا چاہیئے کیونکہ ہم اپنے محبوب سے پرے پھینکے گئے ہیں اور کہ ہم کو اُس محبوب کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے ازسرنو کوشش کرنی پڑیگی مبارک ہیں وہ انسان جو

ایکانت میں بیٹھ کر اپنے مند کرموں کا چنتن کرتے ہوئے سچے ہردے سے
پشچاتاپ کرتے ہیں کیونکہ وہی پوتر بنیں گے اُن ہی کے لئے دھرم کا دوار
کھلیگا اور وہی پرماتما کے پیارے کہلائیں گے۔ ہم کو ہمیشہ یہہ فکر کرنی چاہیئے
کہ ہم پرنتا سے اس فانی چولہ کو تیاگ کریں۔ دقیق مسایل پر بحث کرنے سے
ہم کو کچھ بھی لابھ نہیں ہوگا۔ بحث و مباحثہ سے ہماری آتما اونت نہیں ہوگی
کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آتم درشیوں میں اپنے گیان کا ابھیمان اور غرور بڑھ
جاتا ہے جو اُن کی گراوٹ کا باعث بن جاتا ہے۔ آتم درشی کے لئے ہر وقت
اُسی کام میں لگے رہنا چاہیئے جو اُس کی آتما کو ہر وقت نرمل بناتا رہے۔ پرماتما
کے گیان کو بحث مباحثہ کے لئے مت پڑھو ہاں اپنی آتما کو نرمل بنانے کیلئے
اُن کا پاٹھ کرو خالص نیت سے دھرم کے مارگ میں قدم رکھو۔ عجز اور ادب
سے اُن روحانی مسایل کو عمل میں لاو جن کا پرکاش پرماتما کی اپار دیا سے
آپ کی آتما پر ہوا ہے۔ پرماتما کے پیار سے ہر وقت ڈرتا ہوا نہایت سرگرمی
سے اپنی بدکاریوں کی تلاش کر کہ کتنی دفعہ تُو نے خطا کی ہے اور کتنی دفعہ تجھ کو
نیکی کرنے کا موقعہ دیا گیا اور تُو نے پہلو تہی کی۔ دھرم کے بیرونی نشانات ہی
تیری ایمانداری کا ثبوت نہیں بلکہ تیرا پوتر آچرن تیرے پرکھنے کی کسوٹی
ہے جو لوگ صرف بیرونی نشانات کو ہی دھرم کا معیار سمجھ رہے ہیں وہ غلطی پر
ہیں۔ اُن کی آتما میں کبھی بھی پرماتما کا پرکاش نہیں ہوگا۔ ہاں پرماتما کا پرکاش
اُن کو نصیب ہوگا جنہوں نے اپنے آچرن سے اپنے آتما کی پوترتائی کا اعلے
سے اعلے ثبوت دیا ہے۔ بیرونی نشانات رکھنے والے صرف زبان سے
اُس پرماتما کی ہستی کے قایل ہوتے ہیں مگر اپنے عمل سے ناستک پن کا ثبوت دیتے ہیں

موستوں کی صورت بنا کر کافروں کا کام کرنا اچھا نہیں - بس میرے عزیز ستنوں کا تیرے لئے یہی سندیسہ ہے کہ تو اپنی حقیقت کو سمجھے اور شریر تیاگنے سے پہلے اُس جگت پتی کو جو ہر وقت طرح طرح کی برکتوں سے تجھ کو مالامال کر رہا ہے اور جو ہر جگہ تیری حفاظت کر رہا ہے جاتے پہچانے اور سیس جھکائے ایشور اشیرباد کریں اور تجھ کو روحانی رموز کے سمجھنے کے قابل بنا دیں تاکہ تو جیون کی کٹھن منزل کو ترد گھن سماپت کر سکے ؛

جھکیگا سو پھل پائیگا

جھکو - جھکنا ہی فتح کی نشانی ہے - جو جھکتے ہیں وہ سرسبز رہتے ہیں اور جو اکڑتے ہیں وہ رُنڈ مُنڈ ہو جاتے ہیں - جو جھکیگا اُس پہ ایشور یہ جلال کا پرکاش ہوگا وہی دیوبانی کو سپشٹ سننے کا ادھیکاری ہوگا - وہی موت کے زبردست پنجہ سے چھٹکارا پائیگا - یہ وہ برکت ہے جو ہر ایک کو مفت ملسکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ لوگ اس برکت کے حصول کی پرواہ نہیں کرتے - اپنے آپ کو فروتن بنانا اور سمجھنا ہی تو سب سے زیادہ کٹھن ہے مورکھ انسان دُنیادی جاہ و جلال کو اپنی خاص ملکیت سمجھتا ہوا اس میں اتنا محو ہو رہا ہے کہ اُس کو یہ بھوگنے والا شریر بھی ابدی (لازوال) پرتیت ہو رہا ہے - اور اپنے آپ کو اتنا اونچا خیال کر رہا ہے کہ معمولی انسانوں کے ساتھ ہم نشین اور ہم کلام ہونا اپنی کسرِ شان سمجھ رہا ہے - شاستر کا وچن کہ سب کے ساتھ پریتی رکھو سب کو مِتر کی درشٹی سے دیکھو کر دا پرتیت ہوتا ہے

مگر انجام کیا ہوتا ہے وقت آتا ہے کہ وہ ایشور رچ جو پُنیہ کرموں کے باعث اُس
کے ہاتھ میں تھا جس کو وہ نِت سمجھ رہا تھا دھیرے دھیرے کم ہو جاتا ہے اور
وہ سُکھ رُوپ پرکاش لوپ ہو جاتا ہے یا اُس کی آتما اِس سُکھ کی سامگری کو
بے چینی کی حالت میں غیروں کے حوالہ کر کے اِس شریر رُوپی پنجرے کو چھوڑ جاتی
ہے۔ جب یہ انجام ہے تو وہ انسان سب سے زیادہ مورکھ ہے جو اپنے وقت
شریر اور سامگری کو دوسروں کی بہتری کے لئے ارپن نہیں کرتا۔ دوسروں کی
بہتری کے لئے کون اپنے آپ کو مفید بنا سکتا ہے اِسکا اُتر یہہ ہے جو نفس کُش
ہے۔ جو اِس شریر اور بھبوتی کو پرماتما ہی کی ملکیت سمجھ رہا ہے اور جو نڈر ہو کر
سمت پرکار کی سامگری کو نیم اونسار بھوگ رہا ہے۔ اپنے شریر کو تیندرست اور
بلوان بنانا سُکھ کی سامگری کو اکٹھا کر کے نیم اونسار بھوگنا انسانی فرض ہے
اور جو انسان ایسا نہیں کرتا وہ آتم ہتیارا ہے۔ مگر انسان کو سمرن رکھنا چاہیئے
کہ یہ شریر اور سامگری اُس کو صرف اِس لئے پردان کی گئی ہے کہ وہ حتی المقدور
اوروں کی سیوا میں لگائی جاوے وہ انسان سچ مچ انسان کہلانیکا پاتر
ہے جو اپنے آپ کو کلپ برکش کی طرح بنا لیتا ہے جس کے زیر سایہ دوست اور
دشمن یکساں آرام پاتے ہیں ایسا انسان مجسم رشی ہے اور اُسی کے لئے الیشوریہ
دوار کھلا رہتا ہے جو صاحب نصیب اِس اونچی منزل پر قدم رکھنا چاہتا ہے
اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی اصلیت پر غور کرے اور ایکانت میں اِس
بات پر وچار کرے کہ وہ کیا ہے کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائیگا۔ اُس کے
فرائض کیا ہیں۔ انسانی شریر اُسکو کس مطلب کے لئے پردان کیا گیا ہے۔ وغیرہ
وغیرہ جب ایسا کریگا تو نسندیہہ وہ اپنی آتما میں اِن پرشنوں کا اُتر پائیگا —

اوتر کے ملتے ہی وہ خودی اور نخوت کو تیاگ کر اتنا جُھکیگا کہ اُسکو ہانی اور لابھ کی پرواہ نہیں رہیگی۔ سچ مچ اُسکا جیون نیا ہو جاویگا۔ اور اِس نئے جیون کے ملتے ہی وہ نور الہی کا حقدار ہوگا۔ سورج کی طرف اکڑ کر کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ سُورج کو دیکھنے کے لئے نیچے سر جُھکانے کی ضرورت ہے جب پرانا کی ادنے اسے ادنے اچیزوں کے درشن کے لئے نیچے جُھکنے کی ضرورت ہے تو کیا اُس پربھو کے دیدار کے لئے جس کے تیج کے سامنے پرکرتی سے بنے ہوئے پرکاشمان پدارتھوں کی کچھ بھی حقیقت نہیں کتنا زیادہ نیچے جُھکنے کی ضرورت نہیں۔ بس جو کوئی یہاں پُہنچنا چاہتا ہے اُس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو پرماتما کے حوالہ کر دے۔ اُس بل پتی سے اُسکو بل ملیگا۔ اور اُس کا قدم اتنا زیادہ مضبوط اور سخت ہو جاویگا کہ وہ پیچھے کی طرف نہیں ہٹیگا۔ اُس کی آتما جو کبھی کلپ رہی تھی شانت ہو جائیگی۔ اور اُس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہیگی اِس لئے اُس جگت پتی کا سہارا لو کیونکہ انسان نہایت ہی کمزور ہے اور وہ مارگ جس پر اُس نے قدم رکھا ہے اتنا سخت اور کڑا ہے کہ کمزور انسان اُس پر چل نہیں سکتا۔ جس پرکار ماتا نربل بالک کو اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھاتی ہے اُسی پرکار وہ پرم گورو اپنے شش کو دھرم تتو کا گیان دیکر اُس پر چلنے کی سامرتھیہ پردان کرتے ہیں۔ ہاں شرط یہ ہے کہ یاتری کا ہردہ شردھا۔ وشواس اور پریم سے پُورن ہو۔ بس جو مانگیگا وہ پائیگا۔ جو کھٹکھٹائیگا اُس کے لئے کھولا جاویگا۔ جس پرکار چمک پتھر لوہے کو اکرشن کر لیتا ہے اُسی پرکار پرم دیو پرماتما اُس انسان کو اکرشن کر لیتے ہیں جس کے من۔ اندریہ اور آتما کا رُخ اُس کی طرف ہو۔ اور یہی سب سے کٹھن ہے۔ دُنیا کے دلفریب نظارے

انسان کو اس پرم شکتی کی طرف جُھکنے نہیں دیتے۔ اِسکا کارن یہ ہے کہ انسان اگیانی ہے۔ اگیان نے اُسکو مایا رُوپی جال میں اتنا جکڑ دیا ہے کہ وہ اُس جال سے باہر نکلنے کے لئے اسمرتھ ہے۔ اس مایا رُوپی جال سے نکلنے کا ایک ہی اُپائے ہے کہ انسان کا جیون سچے پوجاریوں کا ہو۔ جب انسان اپنے آپ کو ایسا بنا لیتا ہے تو پھر اُس کی اوستھا اور کی اور ہو جاتی ہے وہ جو کبھی نیچے کی طرف جا رہا تھا اب اوپر کی طرف بڑھ رہا ہے وہ جو کبھی وِشوں کی چمک کو دُور ہی سے دیکھ کر موہت ہو جاتا تھا اب وِشوں کی موجودگی اُس کے شانت چت کو ڈانواڈول نہیں کر سکتی۔ وہ جو موت کے سُروپ کو دیکھ کر کمپائمان ہو جاتا تھا اب وہ اِتنا نِربھیر ہو گیا ہے کہ موت کی موجودگی اُس پر کچھ بھی اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ انسان حیران ہے کہ یہ تبدیلی کہاں سے پیدا ہو گئی۔ کہاں سے یہہ نیا جیون مل گیا جو اُسکو اوپر ہی اوپر لے جا رہا ہے کس نے موت کو سہاونی بنا دیا۔ کس نے اس مرت لوک کو سورگ دھام بنا دیا۔ جب اِس بڑھتی ہوئی آتما میں یہہ پرشن پیدا ہوتا ہے۔ تب اِکسمات اُسکو یہہ اُوتر ملتا ہے۔ اے کمزور انسان تُو میرے ساتھ چمٹ کر بلوان ہو گیا ہے جس پرکار لوہا لکڑی کے سہارے جل پر تیرتا ہے اُسی پرکار تُو بھی میرے سہارے اس مایا رُوپی سمندر پر تیر رہا ہے۔ ہاں اس کے آسیب سے محفوظ ہو گیا ہے۔ تیری خوشی کے بڑھ جانے کا یہی کارن ہے کہ تُو مجھ آنند سُروپ کی پوتر گود میں باس کر رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ موت بھی تجھے شانتی کا سندیسہ سُنا رہی ہے۔ اِس سچے اُپدیش کو سُن کر اُس کی آتما سے دھنیہ دھنیہ کے شبد نکلتے ہیں۔ اور وہ پُکار اُٹھتا ہے یہہ تیری دیا ہے جو

مجھے ہاتھ پکڑ کر آگے ہی آگے لے جا رہی ہے اور مجھے ہر پرکار سے فارغ البال بنا کر دھرم پتھ میں مضبوطی سے چلا رہی ہے۔ اور دھرم پتھ پر چلتے ہوئے مختلف پرکار کی آفتوں اور رکاوٹوں سے ہر جگہ اور ہر وقت رکھشا کر رہی ہے۔ پربھو تیرا پریم لا انتہا ہے تیری دیا اتھاہ ہے ورنہ مجھ کمزور میں یہ شکتی کہاں۔ جب آتما اس پرکار شکرگزاری سے بھرپور ہو جاتی ہے تو پھر اُس پر اس اصلیت کا راز کھل جاتا ہے اور وہ اپنے آپ اور اپنے پرم سہایک کو پہچان لیتا ہے بس جو کوئی اپنے آتما میں اس اکھنڈ شانتی کی پراپتی کا خواہشمند ہے اُس کے لئے یوگی لوگ یہی اپدیش دیتے ہیں تم اپنے نفس سے بیجا محبت مت کرو۔ کیونکہ تمہاری زندگی کا مکھیہ اُدیش اُس جگت پتی کی نزدیکی حاصل کرنا ہے۔ اُسی کے ساتھ محبت کرو۔ اُسی کے ساتھ اپنی آتما کو جوڑو اور اُسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے زندگی بسر کرو۔ یہی سب سے بڑی نعمت ہے جو اس انسان کو نصیب ہوتی ہے جو اس ہدایت پر عمل کرتا ہے۔ انسان کو مشکور ہونا چاہیئے کہ وہ اُس اعلیٰ نعمت کا ادھیکاری بنایا گیا ہے جو اور یونیوں میں باس کرنے والی آتما کو نصیب نہیں ہوتی۔ بس جو کوئی اپنے اس ادھیہ ادھکار کی عزت نہیں کرتا وہ بدبخت ہے اور اُس کے ساتھ وہ سلوک ہوگا جو ایک سرکش کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس ادھیکار کی پراپتی کا پہلا اصول شکرگزاری، فروتنی اور سچی فرمانبرداری ہے۔ اس اصول کو اپنے جیون میں بڑھاؤ پھر وقت آئیگا کہ آپ ادھیہ پرکتوں کے ادھیکاری بنوگے۔ اور یہی اصول آپ کی نجات کا موجب بنیگا۔ اس نیک اصول پر چلنے کی خواہش ہی پیدا کر کے

دیکھ لو کتنی زیادہ آپ کی نیت پاک اور صاف ہونے لگ جاتی ہے۔ اِس
لئے تیرے واسطے نہایت ہی ضروری ہے کہ تُو اپنے سروسو کو اُس کے ارپن
کر دے کیونکہ جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب کچھ اُسی ہی کا پردان کیا
ہُوا ہے وہی روحانی اور جسمانی آسائشوں کا منبع ہے۔ انسانی بل اور
بُدھی اِن برکتوں کے حصول کے لئے ہیچ ہے ہاں جو اُس چشمہ کی طرف
جُھکتے ہیں اُن کے لئے یہ برکات محفوظ ہیں اور اُن ہی کے لئے سچے
سُکھ کے دینے والی ہیں۔ مورکھ انسان اُس جیتی جاگتی جوتی سے مُنہ
پھیر کر اُس کی پردان کی ہوئی برکتوں سے سُکھ اُٹھانا چاہتا ہے مگر
کیا وہ سچا سُکھ حاصل کر لیتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہہ ساگری اُس
کی آتما میں سخت درجہ کی بیچینی اور پریشانی پیدا کر دیتی ہے اور جس طرح
جانور کھاتے پیتے اور مر جاتے ہیں سچ مچ وہ انسان بھی اسی طرح چلا جاتا
ہے۔ بس میرے عزیز اگر تُو آب حیات کا سچا طالب ہے تو نہایت تندہی
سے اپنے مالک کی خدمت بجا لا۔ اپنی کسی شکتی کا ابھیمان نہ کر اور نہ ہی
اپنے نیک کرموں کے باعث اپنے آپ کو سب سے برتر جان۔ کیونکہ یہہ
سب شکتیاں اور یہہ سب نیک کرم اُس ہی کی کرپا کا پھل ہیں اور اسی میں
بڑی آزمایش ہے۔ اور اگر تُو اِس آزمایش میں سے کامیاب ہو کر نکلتا ہے
تو تُو سچ مچ نیک بندہ کہلانیکا مستحق ہے۔ یہہ وہ سچائی ہے جس کا گیان
اور عمل انسان کو پوتّر بنا کر امرت دھام تک لے جاتا ہے۔ ہمیشہ نیچے کی
طرف نگاہ رکھ جن کی نگاہ اوپر کی طرف ہوتی ہے اُن کے دل میں
بیچینی اور جلن پیدا ہو جاتی ہے۔ ہاں جو نیچے کی طرف نظر رکھتے ہیں وہی

شانت چیت رہتے ہیں۔ وہی اٹل رہتے ہیں۔ دُنیا میں ایک سے دوسرا بڑھ کر ہے ایک سے دوسرا بڑھ کر سوکرم کر رہا ہے۔ پھر کیوں تُو اپنے کسی نیک کرم یا خیال پر نازاں ہے۔ تجھے چاہیئے کہ کسی نیکی کو اپنی طرف منسوب نہ کرے بلکہ یہ سب کچھ اُس داتا کی طرف منسوب کرے جس کے اکھنڈ بھنڈار سے یہ برکات سب کو نصیب ہو رہی ہیں۔ جب تُو ایسا کریگا۔ تو اُسوقت تیرے نیک کرموں کا پھل زیادہ اچھا اور خوش نما ہو جاویگا۔ اپنے دِل سے لوگوں کو خوش کرنے کی آرزو تیاگ دے یہی آرزو تجھے بندھن میں ڈال رہی ہے اور یہی آرزو تیرے نیک کرموں کے پھل کو ادنےٰ درجہ کا بنا رہی ہے۔ ہاں تیری ہر وقت اُس جگت پتی کو خوش کرنے کی اچھیا رہے پھر اسکا پھل زیادہ شیریں ہوگا۔ اور تب ہی تجھے سچی شانتی نصیب ہوگی پرماتما اشیرباد کریں اور تجھے سچا گیان پردان کریں تاکہ تُو اپنی اصلیت کو سمجھنے کے قابل بنے۔ اور اُس کی حمد و ثنا میں پرسنّ رہے ::

روحانی آنند

دُنیا میں ہر ایک انسان میں آرام طلبی کی خواہش پائی جاتی ہے ہر ایک انسان یہی چاہتا ہے کہ اُس کو اپنے جسمانی اور روحانی ضروریات کے لئے کچھ بھی کام نہ کرنا پڑے اور ساتھ ہی یہ بھی خواہش رکھتا ہے کہ وہ تمام سامان مکمل طور پر مجھ کو نصیب ہو جائیں جن پر انسانی زندگی کا دار ومدار ہے۔ ایسی خواہش بُزدلی پر دلالت کرتی ہے جو لوگ دوسروں کی محنت سے

ناجایز فایدہ اُٹھاکر اپنا پیٹ پالن کرتے ہیں وہ مہاں پاپی ہیں اور
ہتیارے ہیں جس دیش میں اور جس خاندان میں اس قسم کے خیالات
رکھنے والے لوگوں کا سموہ بڑھ جاتا ہے وہ دیش اور وہ خاندان
ترقی کے زینہ سے گر جاتا ہے اور اُسوقت تک نہیں اُٹھتا جب تک
ایسے لوگوں کو ایک کثیر تعداد میں جنم نہیں دے لیتا جو اپنے باہوبل کے
سہارے اپنا جیون بسر کرنا اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد خیال کرتے ہوں۔
جس دیش اور جس خاندان میں کاہل لوگ زیادہ تعداد میں پائے جائیں
فوراً نتیجہ نکال لو کہ اُس دیش اور خاندان کی دھارمک اوستھا بہت
ہی کمزور حالت میں ہے۔ اور اگر آپ اُس خاندان کو سرسبز بنانا چاہتے
ہو تو سب سے پہلے اُس کی دھارمک اوستھا کو سدھارو۔ دھارمک
اوستھا کے سُدھر جانے پر جسمانی حالت خودبخود سُدھر جاویگی۔ پہلے اس
بات کو معلوم کرو کہ اُس دیش کے رہنے والوں کا اِشٹ دیو کیا ہے
کیونکہ جنکا اِشٹ دیو جتنا زیادہ مکمل اور پوتر ہوگا اُتنا ہی اُس کے
پُوجنے والوں میں پوترتائی وغیرہ کے اوتّم گُن پائے جاویں گے۔ بس
یہی ایک مُلک اور خاندان کی ترقی یا تنزل کے جانچنے کی کسوٹی ہے
بھارت ورش کبھی اونتی کی شکھر پر تھا یہاں کے رہنے والے ہر طرح
سے آسودہ حال تھے۔ کیوں صرف اِس لئے کہ یہاں کے رہنے والے
صرف ایک ایشور اور اُس کی ویدبانی پر وشواس رکھتے تھے پرماتما کے
سوائے کسی اور کے سامنے سیس جُھکانا اُنہوں نے سیکھا ہی نہ تھا اور
اِسکا پھل اقبال۔ تندرستی اور خوشحالی تھی۔ اسوقت اگر یہ سب کچھ ہم

سے چھین لیا گیا ہے تو سمجھ لو ہمارا پرماتما میں سچا وشواس نہیں اور کہ ہم
پرماتما کے سوائے کسی اور کے اوپاسک ہو رہے ہیں۔ اور جب تک پھر پرماتما
کی طرف ہم نہیں جھکتے تب تک ہماری حالت بہتر ہونی ناممکن ہے۔ پرماتما ایک
جیونت جاگرت شکتی ہے جس کی شکتیوں کا کیول گیان ہی ہم کو اونتی کے مارگ
پر لے جاتا ہے۔ اس لئے جو کوئی اپنے آپ کو خوشحال اور سرسبز بنانا چاہتا ہے
اسکو مورتی پوجا چھوڑ کر پرماتما کی شرن لینی چاہیئے۔ جس پرماتما کی سرشٹی میں
ہر ایک چیز ہم کو پورشارتھی بننے کا سبق دے رہی ہے تو اس پرماتما کی سچی
پوجا ہم کو کیا کچھ نہ بناویگی۔ گیان اور کرم اندریہ اس امر کا اظہار کر رہی ہیں
کہ کوئی انسان آلسی اور نکمّا رہنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اور یہ پرماتما
کی عین منشا کے مطابق ہے کہ انسان اپنی اندریوں کی تسلی کے لئے
جائز طریقہ سے مناسب سامان اکٹھے کرے اس لئے وہ انسان جو آرام طلبی
کی خواہش رکھتا ہے وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ آرام طلب اپنے
لوک اور پرلوک دونوں کو بگاڑتا ہے اس دنیا میں وہ غلامی کی زندگی بسر
کرتا ہے اور مرنے کے بعد بوجھ اٹھانے والے جانوروں کی یونی کو
پراپت ہوتا ہے تاکہ جن گھروں کا اس نے مفت میں ان کھایا ہے ان
گھروں میں جاکر ان کی خدمت کر کے اس پاپ سے چھوٹ جاوے جو
حرام خوری کے باعث اس پر لگا ہے یہ کوئی بناوٹی فیصلہ نہیں سمرتی کار
بھی اس فیصلہ میں متفق ہیں اس لئے انسانی جیون ایک سخت ذمہ داری کا
جیون ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ انسانی ذمہ واری صرف پرماتما کی طرف
جھکنے ہی سے پوری کی جا سکتی ہے۔ پرماتما اپنے اوپاسکوں کو پیار کرتے ہیں

اور اپنی دیا اور پریم کی اتنی زیادہ برشا کرتے ہیں کہ اُن کا اوپاسک اُس
کے نیچے دب جاتا ہے اِس لئے اے مردِ خدا اُٹھ تو بھی اپنے مالک کو جان اور
پہچان نہ صرف اِس لئے کہ تجھ کو اپنی ذمہ واری کا گیان ہو بلکہ اس لئے کہ یہہ
انسانی فرض ہے - تجھ کو سمرن رکھنا چاہیئے کہ تُو آرام کے لئے پیدا نہیں کیا
گیا بلکہ محنت کے لئے ہی پیدا ہوا ہے اور وہ محنت صرف تیری جسمانی اغراض کے
پورا ہونے تک ہی محدود نہ رہنی چاہیئے - بلکہ جب تک تیری آتما جنم مرن
روپی سنسار کے بندھنوں سے مُکت ہونے کے قابل نہ ہو جاوے تب تک تُو
سخت محنت سے کام کرتا رہ - وہ لوگ سخت غلطی پر ہیں جو انسانی جیون کا
اودیش کیول شریر کا پالن پوشن کرنا ہی جانتے ہیں یہہ تو جانور بھی کر سکتے
ہیں ایسے لوگ جنم مرن روپی سنسار کے چکر میں ہی گھومتے رہینگے - ہاں
وہ لوگ اِس چکر سے نکل سکیں گے جو اپنی آتما کی رکھشا کے لئے بھی ساتھ
ساتھ محنت کریں گے اور وہی لوگ راہ راست پر ہیں - روحانی آسایش دُنیاوی
خوشیوں سے بہت بڑھ کر ہے - دُنیاوی خوشیوں کا دار و مدار روحانی خوشی پر
انحصار رکھتا ہے جس کو روحانی خوشی حاصل ہے وہی جسمانی خوشی سے جائز
فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور سچ مچ وہی مکمل طور سے سچی خوشی کا لطف اُٹھا رہا
ہے - دُنیاوی لذات بدلنے والی ہیں اور جو اِن کے پیچھے سرگرداں رہتا ہے
وہ بھی اِن کے ساتھ فنا ہو جاویگا اِس لئے سچی خوشی کے متلاشی ہر وقت
روحانی خوشی کے طلبگار رہتے ہیں اور اسی کے حصول کے لئے فکرمند رہتے ہیں
کیونکہ روحانی خوشی کو کبھی زوال نہیں خواہ جسمانی طاقت کتنی ہی کم کیوں نہ ہو جاوے -
روحانی خوشی نیکی سے پیدا ہوتی ہے اور نیکی پرماتما سے آتی ہے - روحانی

خوشی کے متلاشی کو خلق خدا کی بھلائی میں اپنا تن من اور دھن لگانا چاہیے مگر باوجود اِس امر کے اُس کے دل میں پھل کی کامنا نہ رہے اگر پھل کی اِچھیا سے کوئی نیکی کا کام کریگا تو اُسکو اصلی روحانی خوشی میسر نہیں ہوگی۔ اور یہی روحانی خوشی کے متلاشی کی آزمایش ہے۔ روحانی آسایش پرماتما کا ایک بیش بہا عطیہ ہے جو اُس بھاگیوان کو نصیب ہوتا ہے جو اپنے سروسو کو اُس کے چرنوں میں سمرپن کر دیتا ہے۔ اپنی طاقتوں کا بھولکر بھی گھمنڈ نہیں کرتا بلکہ جو کچھ نیکی وہ کرتا ہے اُس کے لئے وہ اپنے مالک کا شکرگذار ہوتا ہے کیونکہ نیکی کرنے کی شکتی اُسی کی پردان کی ہوئی ہے جو لوگ نیکی اور پراوپکار کو اپنی ہی عقل اور شکتی کا نتیجہ جانتے ہیں اور پرماتما کا شکریہ ادا نہیں کرتے وہ درحقیقت اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اُن سے پراوپکار سے لوگوں کا کلیان نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی وہ آستک کہلانے کے مستحق ہیں ہم تو اُس انسان کو سب سے زیادہ بُرا کہتے ہیں جو پرماتما سے شکتی حاصل کرتا ہوا اور اُس شکتی سے دوسروں کا بھلا کرتا ہوا بھی ناشکرہ پن کا ثبوت دے رہا ہے وشواس رکھو جو ایسا کریگا وہ ضرور مصیبت میں گرفتار ہوگا اُسکو کبھی بھی روحانی آسایش نصیب نہ ہوگی۔ اور اُس سے وہ تمام برکات ایک ایک کر کے واپس لی جاوینگی جو پرماتما نے اپنی دیا سے اُسکو پردان کیں تھیں۔ کیونکہ وہ اپنے داتا کو بھول گیا ہے اور احسان فراموش کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہیئے۔ ہم اُس شخص کے سخت مخالف ہیں جس میں خواہ کتنے ہی اوصاف کیوں نہ پائے جاویں مگر اگر اُس کی آتما میں پرماتما کے لئے جگہ نہ ہو۔ اور ہم پرماتما سے ہر وقت یہی پرارتھنا کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی دیا سے اُن کو راہ راست پر لا دیں۔

روحانی خوشی کی شناخت یہی ہے کہ انسان نیکی کرتا ہوا بھی اپنے آپ کو ناچیز
سمجھے اور اپنے گناہوں کا سمرن کرتا ہوا کبھی بھی کسی ایک نیک اوصاف کی وجہ
سے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر نہ جانے۔ وہ نیکی نیکی نہیں جو ہمارے
ہردے میں ابھیمان پیدا کر کے ہماری آتما کی شانتی کو ملیامیٹ کر دیتی ہے
ہم پرماتما سے یہی بر مانگتے ہیں کہ اگر وہ ہم کو نیکی کرنے کی سامرتھ پردان کریں
تو ساتھ ہی ہم کو ناچیز بننے کی سکشا بھی پردان کریں۔ تب ہی ہم بلندی کے
زینہ پر قدم رکھ سکتے ہیں۔ جو دنیاداروں سے عزت کے خواہشمند ہیں جن کے
دلوں میں بزرگ کہلانے کی ہوس ہے اُن کو ایسا کرنے دو مگر جو پرماتما کے بننا
چاہتے ہیں اُن کے لئے تو یہی مناسب ہے کہ وہ فروتنی سے زندگی بسر کریں
اور نیکی کرتے ہوئے اگر گمنام رہیں تو بہت ہی مناسب ہے۔ اپنے آپ کو اور
اپنے کام کو ہمیشہ سب سے ادنیٰ سمجھو اور جب آپ عملی زندگی میں اپنی فروتنی
کا ثبوت دو گے تو بلاشبہ آپ کے لئے اعلیٰ جگہ محفوظ کی جائیگی۔ پرماتما اُن
ہی آتماؤں کو اپنی گود میں جگہ دیتے ہیں جو اپنے آپ کو نیچے جھکا لیتے
ہیں۔ خدادوست میں یہی تو بزرگی ہے کہ جیوں جیوں وہ پوتر ہوتا ہے اُتنا ہی
وہ فروتنی سے بھرپور ہوتا جاتا ہے۔ فروتنی شکرگذاری سے حاصل ہوتی
ہے اور شکرگذار وہی ہوتا ہے جو اپنے آپ کو مفلس اور ناتواں جانتا ہے
پس ہم سب بیکس اور ناتواں ہیں اور صرف اُسی کے فضل کے امیدوار ہیں۔ ہم کو
ہر وقت اُن ہی کے شکرگذار رہنا چاہیئے جو ایسا کرینگے وہی اہنکار کی سخت
چوٹ سے بچینگے۔ اور وہی روحانی برکات سے مالامال ہونگے۔ کیونکہ جو خالی
ہے وہ بھرپور کیا جاویگا اور جو بھرپور ہے وہ خالی کیا جاویگا۔ اسلئے ہر ایک

نیکی کو پرماتما کی طرف منسوب کرتے ہوئے اُس عزت اور شہرت کے خواہشمند مت بنو جو لوگوں سے ملتی ہے بلکہ اُس عزت کی خواہش رکھو جو پرماتما اپنے نیک بچوں کو عطا کرتا ہے۔ آپ کا سداچار۔ آپ کی نیکی اور آپ کی نمرتا تمام لوگوں کو پرماتما کی طرف جھکانیوالی ہو۔ اور یہی سب سے اعلیٰ انسانی فرض ہے۔ جو ہم کو ادا کرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص اپنے آچرن سے ایک بھائی کے دل میں پرماتما کی عزت کو قایم کر سکتا ہے وُہ نہایت ہی مبارک ہے اور اُس نے اپنے جیون کے اصلی اودیش کو سمجھ کر پورا کر دکھایا اور ہم آپ سے یہی خواہش رکھتے ہیں کہ آپ کا آچرن ناستکوں کو آستک بنانیوالا ہو۔ بس میرے عزیزو اُٹھو اور ابھی خدا کی راہ پر چلو یہی زندگی بخشنے والا مارگ ہے۔ ہر وقت اور ہر جگہ پرماتما کی دیا کے پاتر بنو اور اُس کے کسی عطیہ کو ناچیز مت خیال کرو۔ یہاں تک کہ اگر آپ کو خدا کی راہ پر چلتے ہوئے مصیبت اور دُکھ کے درمیان سے گذرنا پڑے تو بھی اُس اوستھا کو پرماتما کی برکت خیال کرو کیونکہ وہ جس حالت میں ہم کو رکھتا ہے وہ عین ہمارے مناسب حال ہے اور اسی میں ہماری بہتری ہے۔ ہمارا کام صرف شکرگذاری ادا کرنا ہے۔ ہماری حیثیت اس دُنیا میں ایک مزدور کی ہے اور وہ مالکوں کا مالک ہم کو جس کام پر لگانا چاہیئے اور جو مزدوری دینی چاہیئے وہ سب ہم کو شکرگذاری کے ساتھ قبول کرنی چاہیئے ہم کو کبھی بھی اپنی حالت پر افسوس نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی دوسروں کو اچھی حالت میں دیکھ کر جلن پیدا کرنی چاہیئے بلکہ سب کچھ پرماتما کی مشکل اچھیا پر چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ وہ جس کو جہاں مناسب سمجھتا ہے رکھتا ہے یہ انسانی اختیار سے باہر ہے۔ پرماتما اشیرباد کریں کہ ہم اُن کے سچے سیوک ہو کر اپنی

جیون یاترا کو سپھل کریں ⁂

حقیقی عزت کے خواہشمند ہو

دنیا میں کون بزرگ ہے۔ کیا وہ جو دھن آڈھ ہے یا عالم یا سفید ریش۔ یہ ایک سوال ہے جو ہر ایک انسانی ہردے میں پیدا ہونا چاہیے کیونکہ اس پرشن کے اوتر ملنے سے ہمارا اپنا کلیان ہے۔ رشی لوگ اس پرشن کا یہ اوتر دیتے ہیں کہ جن لوگوں میں یہ مذکورہ بالا اوصاف پائے جاتے ہیں وہ بھی کسی حد تک بزرگ کہلانے کے مستحق ہیں مگر حقیقی بزرگ وہ ہیں جنکا آتما مہان ہے۔

آتما کی بزرگی انسان کے آچرن سے پرگٹ ہوتی ہے جو پوتر آچرن رکھتا ہے وہی بزرگ ہے اور وہی پوجا کے یوگ ہے۔ دھنوان۔ عالم اور سفید ریش لوگ اگر پوتر آچرن نہیں رکھتے تو وہ بزرگ کہلانے کے مستحق نہیں۔

نیک آدمی کی بزرگی نیک ضمیر کی شہادت میں ہے۔ جو اندرونی طور سے پوتر ہے وہی پوتر ہے نہ کہ وہ جو شریر کو صاف اور ستھرا رکھتا ہے مگر سیاہ باطن ہے۔ بزرگ کی یہ نشانی ہے کہ وہ سہن شیل ہو۔ دکھ میں گھبرا نہ جاوے۔ گھبراہٹ سیاہ باطن میں پیدا ہوتی ہے اور شانتی۔ استقلال پاکیزگی کا نشان ہے۔ جنکا دل صاف ہے اُن کی آسائش کا کوئی ٹھکانا نہیں اور جنکا ہردہ ملین ہے اُن کو آسایش کہاں

جن کی آتما ہر وقت ملامت کر رہی ہو وہ کب سُکھ کی نیند سو سکتے ہیں
پرسن ہو کر وہی آرام کرتے ہیں جن کی آتما پرسن ہے۔ آتما کیونکر پرسن
ہوتی ہے اسکا اوتر یہہ ہے پاکیزگی اور بھلائی سے۔ پاکیزگی اور
بھلائی یہہ دونوں ایک دوسرے کے آشرت ہیں۔ خلق خدا کا بھلا کرنے
سے انسان پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور پاکیزگی اُسکو نیکی کی طرف رجوع
کرتی ہے اور جس انسان میں یہہ دونوں گُن موجود ہوں وہی خوشی کا
مستحق ہے اور پیچ پرماتما کا دوار اُس ہی کے لئے کھُلا ہے۔ ہم
لوگ اسی میں اپنی پرسنتا خیال کر رہے ہیں کہ دُنیاوی بھوگ مکمل طور
پر ہم کو نصیب ہو جائیں اور بس مگر یہہ نہیں سوچتے کہ شریر النفس اور بد باطن
انسان خواہ کتنا ہی عالم اور فاضل کیوں نہ ہو وہ کبھی آرام نہیں پائیگا
جسمانی لذات اُسی انسان کو آرام دے سکتے ہیں جو نیک آچرن رکھتا
ہے بس نتیجہ رکھو آرام کے متلاشی کے لئے اپنے مکروہ جیون کو پلٹنے کی
ضرورت ہے اور جو اپنا خوفناک جیون پلٹنا چاہتا ہے اُس کے لئے
نہایت ضروری ہے کہ وہ پرماتما کی طرف جھُکے۔ کیونکہ پرماتما پوتر تالی کے
اتھاہ ساگر ہیں اُن ہی کے ساتھ میل کرنے سے انسان پوتر ہو سکتا ہے۔
اور اُن ہی کی سنگتی سے پرم شانتی کو پاتا ہے۔ بد باطن انسان کا بیڑہ
بھر کر ڈوبتا ہے اور صاف دل انسان سرسبز اور خوشحال ہوتا ہے۔ جس
پر کار زمین میں ڈالا ہوا بیج دیکایک پھل آور نہیں ہوتا اُسی پرکار پاپ اور
پُن کا بھی پھل تت کال نہیں ملتا۔ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ پاپ کرتے وقت
اندر سے آتما ملامت کرتی ہے اور نیکی کرتے وقت آتما پرسن ہو جاتی ہے۔

جو لوگ پاپ اور پُن کا صرف یہی پھل مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اُن کو پاپی اور
پُن آتما لوگوں کے جیون کا پاٹھ کرنا چاہیئے پھر وہ اِس صداقت کے سامنے
سر جھکا دینگے کہ پاپی انسان کتنا زیادہ زور کے ساتھ مصیبت اور دُکھ
کے نیچے دبایا جاتا ہے اور پُن آتما کس طرح پھلتا پھولتا ہے - پاپی انسان
کدو کی بیل کی طرح بڑھتا ہوا نظر آتا ہے مگر ذرا سی ہوا کے جھونکے
سے وہ جڑھ سے اُکھاڑا جاتا ہے اور ہمیشہ کے لئے اُسکا نام و نشان
مٹ جاتا ہے - پُن آتما دھیرے دھیرے بڑھتا ہے اور اُسوقت
تک قایم رہتا ہے جب تک وہ پاپ کی طرف نہیں جھکتا جب وہ بھی پاپ
کی طرف جھک جاتا ہے تو وہ بھی کچھ کال کے بعد جڑھ سے اُکھاڑا جاتا
ہے - اِس لئے جو کوئی یہہ اچھیا رکھتا ہے کہ وہ اِس دُنیا میں سرسبز رہے
اور خوش ہو کر اِس فانی چولے کو چھوڑے اُس کے لئے نہایت ضروری ہے
کہ وہ اپنے من کی ظلمت کو دور کرے -

خدا دوست انسان کے لئے غریب دل ہونا نہایت مناسب ہے اُس کے
دل میں سب کے لئے پریم ہو - نفرت اور کینہ سے وہ ہر جگہ اور ہر وقت
بچنے کی کوشش کرے کیونکہ جو سب کو مِتر کی نظر سے دیکھتا ہے اور جو
سہن شیل ہے وہی پرماتما کے حضور میں قدم رکھ سکتا ہے اور وہی مصیبت
کے وقت شانت چت رہ سکتا ہے - آتما میں اشانتی - شوک اور بھیہ
کیوں پیدا ہوتا ہے اسکا اُتر یہ ہے کہ جب آتما تموگنی ہوجاتا ہے تو اُسوقت
اسکا رُخ نیچے کی طرف جھک جاتا ہے چونکہ نیچے کی تہ میں فاسد مادہ جمع
رہتا ہے اس لئے آتما بھی اُس مادہ کے سمبندھ میں آکر اپنی اصلیت کو

نشٹ کر لیتا ہے۔ اور وہ تمام پوتر بھاؤ جو اُسکو ادیہ اپچا ئیوالے ہوتے ہیں
اگر بالکل معدوم نہیں ہوجاتے تو دب تو ضرور جاتے ہیں اور جب تک آتما
کے ساتھ کوئی زبردست ٹکر نہیں لگتی اُسوقت تک آتما اِس تحلی تہ میں ہی
پڑا رہتا ہے۔ اس تہ میں کام کرودھ لوبھ موہ اور اہنکار کا زبردست جال
بچھا ہُوا ہے جس میں آتما اولجھ کر اپنے ادیچ اپچا ئیوالی شکتی کو نشٹ کر لیتی
ہے یہاں تک کہ آتما اپنے اصلی ادیش کو بھی بھُول جاتی ہے۔ جب آتما
اس ادنے حالت کو پہنچ جاتی ہے تو اُس میں ابھیمان۔ غصہ۔ خودی۔ اور دیگر
فاسد خیالات جمع ہوتے رہتے ہیں اور جب یہ زیادہ مقدار میں اکٹھے ہوجاتے
ہیں تو آتما کا گھات کر دیتے ہیں یہی آتم ہتیا کہلاتی ہے۔ کمزور ہوئی ہوئی
آتما پاپ کا مقابلہ کرنے میں اسمرتھ ہو جاتی ہے اور اندریوں کے آدھین ہوئی
ہوئی اندھکار کے گہرے کنوئیں میں گرتی ہے۔ جب آتما کی ابھی اس حالت کا گیان
ہوتا ہے تو اُس میں شوک اور بھیہ اور اشانتی پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ وہ اوبر
کے زینہ سے گر کر چکنا چُور ہو چکی ہے اب اُس میں تندرستی کے علامات گم
ہوتے ہُوئے نظر آ رہے ہیں۔ ایک طرف یہہ منداوستھا اور دوسری طرف اگیانتا
نیائے اُس میں بھیہ اور شوک کو بڑھا دیتے ہیں۔ اسلئے رشی لوگ ہدایت
کرتے ہیں کہ انسان کو ہر وقت خبردار رہنا چاہیئے تاکہ اُس کی آتما کا رُخ
نیچے کی طرف نہ ہو جاوے اور فرماتے ہیں دُنیا کے چمکیلے پدارتھوں کے
حد سے زیادہ دلدادہ مت بنو۔ بلکہ پرم دلیو پرماتما کے پیار سے بنو۔ جو دُنیا
سے عزت کی خواہش رکھتا ہے وہ سخت غلطی پر ہے۔ دُنیا میں بہت کم آدمی
ہیں جو آپ کی ذات سے پریم رکھتے ہیں۔ دُنیا خود پرست ہے اور خود غرض

ہے۔ خود پرست کو غیر کی عزت کرنا بہت دُشوار ہے اور جو دنیاوی عزت
کا خواہشمند ہے وہ کیونکر تسلی اور امن سے رہ سکتا ہے جس کو ہر وقت یہ
خیال رہے کہ دُنیا دار اُسکا ادب کریں وہ کیونکر سچائی کی طرف جُھک سکتا
ہے۔ اِس لیے جو کوئی صداقت کے دروازے پر قدم رکھنا چاہتا ہے اور سچی
عزت کا خواہشمند ہے اُس کو دُنیاوی لوگوں کی تعریف سے ہمیشہ بچنا چاہیئے
اُسکو کبھی یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ کون اُس کے قدموں میں سر رکھتا ہے اور
کون اُس کی مذمت کرتا ہے۔ جن آتماؤں میں اس قسم کی ادنےٰ خواہشیں موجود
ہو جاتی ہیں وہ آتمائیں اپنے دل اور زبان کو ایک نہیں بنا سکتیں۔ اُن کے
دل میں کچھ اور ہوتا ہے اور اُن کی زبان میں کچھ اور۔ اُن کی شیریں کلام
اُن کے من کی پوترتا کو ظاہر نہیں کرتی۔ زبان کا مٹھاس صرف دھوکے کی ٹٹی
ہے جس کی آڑ میں وہ اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے جو کوئی سچی
اور قایم رہنے والی عزت کا خواہشمند ہے اُسکو اِس عارضی عزت کی پرواہ
نہیں کرنی چاہیئے اور جو انسان اِس عارضی عزت کا خواہشمند ہے اُسکو سمرن
رکھنا چاہیئے کہ وہ آتم گھات کر رہا ہے اور کہ اُس کے دل میں پرماتما کے
لیے کچھ بھی جگہ نہیں۔ انسان کو ہر وقت اپنے جیون کی پڑتال کرنی چاہیئے
آتما کا آتما ہی ساکشی ہے۔ آپ اپنے آپ کو بخوبی پہچانتے ہو دوسرے لوگ
آپ کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتے اور اگر جانتے ہیں تو بہت کم اس لیے اگر
کوئی آپ کی تعریف کرتا ہے تو آپ اُس کی تعریف سے پاکیزہ تر نہیں ہو جاتے
اور نہ کسی کی ہجو سے بدتر ہو جاتے ہو۔ آپ کو اپنی پاکیزگی کے لیے بیرونی
شہادت کی ضرورت نہیں اپنی آتما سے شہادت طلب کرو۔ اور وہ آپ کو بتائیگی

کہ آپ کیسے ہو۔ لوگوں سے اپنی نیکی کا عوض مت مانگو اور اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو آپ اپنے آپ کو نیکی کے اصلی پھل سے محروم کر رہے ہیں۔ اور یہی نشان آپ کی بربادی کا ہے۔ مگر مبارک ہے وہ انسان جو پھل کی کامنا کو تیاگ کر نیکی کر رہا ہے اور سچ مچ وہی خدا دوست ہے۔ وہی بزرگ اور قابل تعظیم ہے۔ دھن وہ ماتا پتا جن کی سنتان میں نشکام منائیں پائی جاویں۔ دھن وہ دیش جہاں ایسی آتمائیں باس کریں۔ بس میرے عزیز تو پنچ کامناؤں کو تیاگ کر دے یہی تیری اشانتی اور دُکھ کا موجب ہے اور یہی تجھ کو اوپر کی طرف بڑھنے سے روک رہا ہے ؛؛

ناستک لوگ انسانی فرائض ادا نہیں کر سکتے

بزرگ آریہ رشی انسانی جیون کو میٹھا بنانے کے لئے ہر ایک کے ساتھ دھرم انوسار برتاؤ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ دُنیا میں وہی انسان زیادہ پاپ کرتا ہے جو اِن نیک ہدایت پر عمل نہیں کرتا۔ دُنیا میں انسانی تعلقات کے ساتھ ہی اُس کی ذمہ داری بھی بہت زیادہ ہے اور جو انسان دھرم انوسار اپنے اس پاک فرض کو ادا کرتا ہے سچ مچ وہ دِویہ جیون کو پراپت ہو جاتا ہے۔ پرماتما کا دوار اُن ہی آتماؤں کے لئے کھلا ہے جو دھرم کے ساتھ انسانی فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ ہر ایک انسان کو اپنی اُٹھتی ہوئی جوانی کے ایام ہی سے اس امولیہ سکت کا سمرن کرنا چاہئیے اور جیسے وہ اس کی طرف دھیان دیگا تو نسندیہہ اُسکا جیون پوتر ہو جائیگا۔ مثلاً ہمارے اپنے شریر کے

ساتھ کیا تعلقات ہیں۔ والدین کی طرف کیا فرائض ہیں۔ گورو اور شش کا کیا تعلق ہے۔ استری اور پتی کا کیا رشتہ ہے۔ دیور بھاوج اور بھائی بہن کا کیا تعلق ہے۔ ہمسائیوں کے ساتھ ہمیں کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ دیش اور دھرم کی طرف ہمارے کیا فرائض ہیں۔ اپنے آتما کی رکشا کے لئے ہم کو کیا کرنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ فرائض ہیں جو ہر ایک انسان پر لازمی ہیں۔ ان سب پرشنوں کا اوتر آپ اپنی آتما سے پوچھیں آپ کی آتما اگر وہ جاگرت اوستھا میں ہوگی تو ضرور آپ سے پرشنوں کے حل کرنے میں مدد دیگی۔ اور پھر آپ سوچیت ہو جائینگے۔ جو لوگ مکمل طور پر اپنی ذمہ واریوں سے آگاہی حاصل کرنا چاہتے ہیں اُن کو کم از کم شری رامچندر جی کے جیون سے لابھ اٹھانا چاہیئے۔ اُن کے پاک جیون کے پاٹھ سے آپ کو اِن سب فرائض کے ادا کرنیکا سبق ملیگا۔ ہم آپ کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہی انسان اپنی پاک ذمہ واری کو ایمانداری سے ادا کر سکتا ہے جو خدا پرست ہے۔ خدا پرست ہی والدین اور آچارج کو جیتے جاگتے دیوتا سمجھ کر اُن کی سیوا یوگیہ عزت کرتا ہے۔ اپنی استری کو دھرم کا ساتھی خیال کرتا ہوا اُس کے ساتھ دُکھ اور سُکھ بھوگتا ہوا اپنے جیون یاترا کو سماپت کرتا ہے۔ ہاں آستک انسان ہی دوسروں کی بہتری کے لئے دھرم کی بیدی پر اپنے آپ کو قربان کر سکتا ہے۔ آستک انسان میں نفسانیت کہاں۔ نفسانیت اُسی ہردے میں نواس کرتی ہے جہاں پرماتما کو جگہ نہیں۔ جہاں پرماتما باس کرتے ہیں وہاں فرائض کا ادا کرنا دھرم سمجھا جاتا ہے۔ آستک انسان فرائض کی ادائیگی میں دُکھ پہ دُکھ بھوگتا ہے مگر دُکھ اُس کو اِن فرائض سے جدا نہیں کر دیتا بلکہ ان کے ساتھ جکڑ دیتا

ہے۔ اور اُس کا جکڑا رہنا ہی اُس کی آتما کی اونتی کا سادھن ہے۔ فرائض کی زنجیر میں ہی بندھا ہوا انسان اپنے آپ کو پوتر بنا سکتا ہے جس نے دُکھوں سے بھیہ بھیت ہو کر اپنے فرائض کے ادا کرنے سے مُنہ موڑ لیا وہ کائر ہے اور بدبخت ہے۔ اُسکو سمرن رکھنا چاہیئے کہ وقت آئیگا کہ وہ ضرور ان پاک زنجیروں میں جکڑا جائیگا۔ اور کہ وہ ان کو توڑ کر بھاگ نہیں سکتا۔ جیون کی صداشن کی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ آتما کو ایک کے بعد دوسرا جیون دھارن کرنا پڑتا ہے۔ اور جو اس جیون میں اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرینگے وہ زیادہ سختی کے ساتھ دوسرے جیون میں ان فرائض کی سخت زنجیروں میں جکڑے جائینگے۔ یہ ایشور یہ نیم ہے اس نیم کو کوئی اولنگھن نہیں کر سکتا۔ والدین کی ابھدوں پر پانی پھیر کر دیکھ لو آپ کو کیا پھل ملیگا۔ اس دُنیا میں آپ یہ دیکھو گے کہ آپ کی سنتان آپ کے ساتھ ویسا ہی سلوک کریگی جیسا آپ نے اپنے والدین سے کیا ہے۔ والدین کا شراپ آپ کے تمام یگ اور سوکرم کو بھسمی بھوت کر دیگا۔ گورو کا انادر آپ کی پراپت کی ہوئی ودیا کو نسپھل بنا دیگا۔ اپنے ہمسایوں کے ساتھ ظلم کر کے دیکھ لو آپ کبھی سُکھی نہیں رہوگے۔ اپنے بچوں کی جسمانی اور دماغی طاقتوں کو نشوونما کرنے سے پہلوتہی کر جاؤ آپ کو یہیں پھل ملجاویگا۔ دیش اور دھرم کے ساتھ دغابازی کر جاؤ آپ کی آتما کلپتی جائیگی۔ اس لئے رشی لوگ فرماتے ہیں آتما کو ہر وقت جاگرت اوستھا میں رکھو اور آتما جب ہی جاگرت اوستھا کو پراپت ہوگی جب پرماتما کے ساتھ اسکا یوگ ہوگا۔ پرماتما کے ساتھ اسکا یوگ ہوتے ہی وہ چنچل من کو روک کر اندریوں کو اشتر مکھ کرنے میں سامرتھ وان

ہوگی۔ جب من اور اندریہ پاپ سے ہٹ کر پُن کی طرف جھکیں گے تو نسندیہہ انسانی آتما میں شرافت اور پریم کی جھلک دکھائی دیگی۔ اور جیوں جیوں یہہ بڑھیگی تیوں تیوں انسان ہر دل عزیز بنیگا۔ اور جیوں جیوں ہر دلعزیز ہوگا تیوں تیوں اُس کے روحانی اور جسمانی جیون کے سامنے سے رکاوٹیں دور ہوتی جائینگی۔ اور جب رکاوٹیں ٹوٹ جائینگی تو پھر شوکھ کہاں اور جہاں شوکھ نہیں وہاں پرماتما کیوں نہ پرسن ہو کر باس کریں۔ اس لئے سمرن رکھو فرائض کی ادائیگی کے لئے ایشور چنتن ایک پرم سادھن ہے۔ پہلے اپنی آتما میں شانتی حاصل کرو۔ پھر آپ دوسروں کو شانت چت کر سکیں گے پہلے اپنی آپ عزت کرنا سیکھو پھر آپ دوسروں کی عزت کے مستحق بنو گے شانت چت انسان جتنی زیادہ مقدار میں بھلائی کر سکتا ہے اُتنا اور کون کر سکتا ہے۔ ایک تند خو عالم انسان کی نسبت ایک شانت چت انسان بہت زیادہ نیکی کر سکتا ہے تند خو بھلائی کو برائی میں تبدیل کر کے بھلائی کے نیک اثر کو زایل کر دیتا ہے اور انسان کو دوست سے دشمن بنا لیتا ہے اں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی تخریب کا آپ ہی باعث ہو جاتا ہے پانڈو کو اپنے جیون میں مصیبتوں کا مُنہ نہ دیکھنا نصیب ہوتا۔ اگر دروپدی دریودھن کو کٹھور وچن نہ بولتی۔ سچ تو یہ ہے شانت چت انسان جتنا سکھ کی نیند سوتا ہے ویسا اور کون سو سکتا ہے۔ جس انسان نے اپنی میٹھی بانی سے دشمنوں کو دوست بنا لیا ہے اُس کی آسایش کو کون اُلٹ پلٹ کر سکتا ہے۔ اِس لئے رشی لوگ فرماتے ہیں اپنی بانی کا جایز استعمال کرنا سیکھو۔ برہمچاریہ کے کرنیوالے کو "ادم واک واک" یہہ شبد سوچیت کر رہے ہیں اور

بتا رہے ہیں کہ پرماتما کے دوار تک پہنچنے کے لئے اِس بانی کو پوتر بنانے کی ضرورت ہے۔ وہ انسان برہم یگ کا ادھیکاری نہیں اور نہ ہی برہم یگ اُس کو سپھل ہوتا ہے جو اِن پوتر شبدوں پر وچارنہ کرتا ہوا اپنی زبان کی تندی کو نرمی میں تبدیل نہیں کر لیتا۔ اغراض کے آدھین ہو کر اپنی زبان کو شیریں نہ بناؤ۔ وہ انسان سخت سے سخت گناہ کا مرتکب ہو سکتا ہے جو اغراض کے آدھین ہوا ہوا اپنے زبان کے مٹھاس کو وقت کے بموجب کم وبیش کر سکتا ہے۔ ہاں اپنی بانی کو میٹھا بناؤ کیونکہ یہہ آپت پُرشوں کا حکم ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی رکھشا کا پرم سادھن ہے۔ آپ دوسروں پر کیوں نکتہ چینی کرتے ہو آپ کو دوسروں کی آتما میں خراش پیدا کرنے کا کہاں سے حق حاصل ہوا۔ پہلے آپ اپنے آپ کا مطالعہ کرو۔ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھو اگر سچ مچ آپ بیداغ ہو تو بیشک آپ دوسروں کو اُن کے عیب پر گرفت کر کے غیرت دلا سکتے ہو۔ اور اُسوقت آپ کی کٹھور بانی قابل معافی ہے ہاں اگر آپ کا جیون ایسا نہیں تو میں آپ کو کہتا ہوں آپ نہ صرف اپنی آتما کی ہتیا کر رہے ہو بلکہ دوسروں کی آتماؤں کو بھی بے چین کرنا چاہتے ہو۔ آپ پہلے اپنے لئے غیرت مند بنو پھر آپ کو دوسروں کی بھلائی کے لئے غیرت مند ہونا مناسب ہوگا۔ آپ چاہتے ہو کہ اور لوگ آپ کے کٹھور شبدوں کو برداشت کر لیں مگر اگر آپ کی شان میں کوئی شخص کٹھور شبد استعمال کرتا ہے تو آپ گردن زنی کا حکم دینے کو تیار دکھائی دیتے ہو یہہ کیوں صرف اِس لئے کہ آپ خود غرض ہیں۔ آپ کی آتما ملین ہے آپ نے پرماتما کا نام شردھا سے نہیں لیا ورنہ کب ممکن تھا کہ آپ دوسروں کو

سخت ترازو سے اور اپنے آپ کو نرم ترازو سے تولتے۔ آپ اپنے آپ کو قابل معافی سمجھتے ہو کیونکہ آپ اپنے آپ کو عاقل خیال کرتے ہو۔ اور دوسرے لوگ آپ کو جاہل مطلق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے۔ آپ اپنے آپ کو برباد کر رہے ہو۔ آپ نے دوسروں کے جیون کا مطالعہ نہیں کیا اگر کیا ہے تو غلط پیرایہ میں اور یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو دوسروں سے افضل سمجھ کر اُن کی نسبت اُن کی موجودگی یا غیر حاضری میں نا ملایم الفاظ استعمال کر رہے ہو۔ آپ اپنی بزرگی میں اتنے مست ہو کہ آپ کو بھلے اور بُرے میں تمیز نہیں۔ ایک آتم گھاتی آپ کو پیارا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ آپ کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے اور وہ انسان جو اپنی آتما کی ہدایت کے بموجب کام کر رہا ہے وہ آپ کے سامنے ایک رکاوٹ ہے اور آپ اُس کے توڑنے کے لئے اُس کی شان میں سخت سے سخت بدتہذیبی کا ظہور کرتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔ جو لوگ ہمارے دست نگر ہیں اُن سے اپنی عزت کرانا کوئی مشکل کام نہیں مشکل ہے تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو ہمارے اختیار اور فضل کے دایرے سے باہر ہیں وہ کیونکر ہم کو پیار کی نظر سے دیکھ سکتے ہیں۔ اسکا اوتر یہ ہے کہ آپ پہلے اپنی آتما کو صاف کرو خود غرضی کو باہر نکال کر پھینک دو۔ پھر دیکھو کتنے لوگ آپ سے پیار کرتے ہیں۔ جہاں دیپک جلتا ہے وہاں پروانہ خود بخود موجود ہو جاتے ہیں۔ جہاں مٹھائی ہوتی ہے وہاں مکھیاں خود بخود آجاتی ہیں یہ کیول صرف اس لئے کہ اُن کے دلوں کو کشش کرنیکا وہاں کوئی سامان موجود ہو چکا ہے۔ پس آپ بھی دوسروں کے دل اکرشن کرنیکا

اپنی آتما میں سامان حاصل کرو اور وہ سامان آپ کی اندرونی پاکیزگی ہے پاکیزگی یہ وہ صفت ہے جو انسان کو دیوتا بنا دیتی ہے ہاں امرت دہام تک لے جاتی ہے۔ جہاں نیت میں فرق ہو وہاں پاکیزگی کہاں جہاں پاکیزگی نہیں وہاں پرماتما کا باس کہاں۔ پاکیزگی پرماتما سے آتی ہے اور پرماتما کی پراپتی نفس کُشی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ چونکہ ہمارے دلوں میں ناوا جب خواہشوں کی ترنگیں ہر وقت موجزن ہیں اور یہی ہم کو اوپر کی طرف لے جانے سے روک رہی ہیں۔ سچ سچ ہمارا حال اُس پرندے کی طرح ہے جو آسمان پر منڈلا رہا ہو مگر آنکھیں اُس غلاظت کی طرف ہوں جو زمین پر بچھ رہی ہے۔ چاہتا ہے کہ زمین کی تپش سے دور بھاگ جاوے مگر نفسانیت اُسکو زمین پر گرا دیتی ہے۔

سچ سچ ہم زبان سے خدا اور اُس کی پاکیزگی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ہم اُس زینہ پر قدم رکھنا چاہتے ہیں جو نفس کُشوں کے لئے محفوظ ہے۔ جب تک نفسانیت کو کچل کر اپنے آپ کو آزاد نہیں کیا جاتا تب تک بلند پروازی کی اُمید کرنا ایک خام خیال ہے۔ جیمال ہیروں کے گلے میں پہنائی جاتی ہے کایر لوگ اندر ہی اندر جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ ہیرتا حاصل کرنا بڑا کٹھن ہے ہیرتا کی اچھیا والے کو شروع ہی سے سچے ویراگ اور تیاگ کو اپنی آتما میں بڑھانا چاہیئے۔ ہیروں میں ست پریم اور دہرم کا نواس ہوتا ہے جس ہردے میں یہ گُن ایک دفعہ موجود ہو جائیں وہاں شوک اور دُکھ کہاں۔ جس پرکار راجہ کے دیوان خانہ کے اردگرد کی جگہ ہر وقت صاف رہتی ہے اُسی پرکار ہیرپُرشوں کا خاکی جسم دہرم سے

ہر وقت بھرپور رہتا ہے جس پرکار سورج اودے ہوتے ہی سب کو جگا دیتا ہے اُسی پرکار ہر پُرش اپنی آتما کے بل سے کایر لوگوں کو سہارا دیکر اوپر اُٹھاتے ہیں۔ اس لئے جو کوئی اس اُوچہ زینہ پر قدم رکھنا چاہتا ہے اُس کو اپنی نیت صاف اور سادہ بنانی چاہیئے۔ ہمارے باہمی تعلقات کی نوہیں سچی محبت اور اُلفت ہو نہ کہ خود غرضی۔ یہ گُن حاصل کرکے دیکھ لو آپ کی آتما کی پرواز کتنی اُوچیہ ہو جاوے گی۔ اگر انسان خلق خدا کی بھلائی کو اپنے جیون کا اُدیش بنالے اور اُس کی تکمیل کے درپے ہو جاوے اُسکی ہستی پر کون سی طاقت ہے جو اُس کے سامنے رکاوٹ ڈال سکتی ہے اور کون اُس کی آتما کی شانتی میں بگھن ڈال سکتا ہے۔ وشواس رکھو جو لوگ اس پرکار اپنے فرائض ادا کرتے ہیں وہی خدا دوست ہوتے ہیں اگر آپ کا دل سچا اور صاف ہے تو یقین رکھ ہر ایک چیز تیرے لئے زندگی بخشنے والی اور پاک تعلیم کی کتاب ہوگی۔ پرم دیو پرماتما کی رچنا میں جو چیزیں اسوقت آپ کو نکمی اور ناچیز دکھائی دیتی ہیں۔ اُسوقت جبکہ آپ کا دل سچائی کا گھر بنے گا وہ پدارتھ آپ کے جیون کے کار آمد بنانے میں مددگار ہونگے۔ نہ صرف یہی بلکہ پرماتما کی بزرگی اور اُن کے نہال پریم کا اعلےٰ سے اعلےٰ ثبوت دیتے ہوئے تجھ کو بھی خبردار کرینگے کہ اے انسان امرت کا پُتر ہو کر ہماری طرف سے لاپرواہی کرتا ہوا تو موت کے مُنہ میں جا رہا ہے۔ دیا لو بھگوان کے پُتر میں کنٹھورتا کیوں پریم مئے پتا کے پُتر میں حسد اور دشمنی کیوں۔ پرماتما نے ہم کو بھی اس اُتما میں بھیجا ہے تا کہ ہم بھی اپنی حیثیت کے بموجب اپنے فرائض کو

ادا کریں - ہم کو بھی اِس دُنیا میں زندہ رہنے کا حق حاصل ہے پھر تجھ کو کہاں سے حق حاصل ہوا کہ ہماری نیستی کی فکر میں تُو اپنے دل اور دماغ کو خرچ کرے - ہماری بربادی تیری اپنی بربادی ہے - کھیت کو بار آور بنانے کے لیے کھاد کی ضرورت ہے - پھولوں کے باندھنے کے لیے گھاس کی ضرورت ہے - بس اس سے نتیجہ نکال لے کہ تیری آسایش کے لیے ہماری زندگی کی بھی ضرورت ہے - چونکہ تیرا باطن سیاہ ہے اسی لئے نفسانیت سے بھرا ہوا ہے اور جب ایک دفعہ تو اپنے دل کو پاکیزہ بنائیگا تو پھر تو پرماتما کی برکات سے پورا پورا فایدہ اُٹھائیگا - اور جو چیزیں اب تجھ کو نکمی اور غیر ضروری دکھائی دیتی ہیں وہ اُسوقت تیرے لئے مفید دکھائی دینگی - جہاں زہر اپنی جگہ مفید ہے وہاں امرت بھی اپنی جگہ کارآمد ہے - زہر کی نِندا کرنے والو - اُس کی خوبی اور اس کے وصف کسی حکیم سے پوچھو - پھر آپ کو نتیجہ ہوگا کہ وہ پرماتما کتنا وسیع پریم رکھتا ہے جس کی کہ کوئی حد نہیں - اِس لئے خدا دوست بنو - خدا دوست انسان کی یہی نشانی ہے کہ وہ ہر ایک کو مِتر کی نظر سے دیکھتا ہے زہریلے جانور اور پھاڑنے والے درندے خدا پرستوں کی کُٹیا کے ارد گرد باس کرتے ہوئے خدا پرستوں کے لئے دُکھ اور موت کا باعث نہیں بنتے - چونکہ خدا پرست کا باطن صاف ہے اس لئے زہریلے جانور بھی اُس کے نزدیک آکر اپنی نیش زنی یا چیرنے پھاڑنے کی عادات کو تیاگ دیتے ہیں ہاں بد باطن انسان کے لئے یہ ملک الموت کے سروپ میں دکھائی دیتے ہیں - اور یہی وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی ہلاکت کی درپے ہیں سانپ

انسان پر حملہ نہیں کرتا جب تک سانپ کو نشچے نہیں ہو لیتا کہ انسان کی نظر ناپاک ہے۔ اپنی درشٹی کو پوتر بنا لیں تب بل کرلو یہ آپ کے مِتر ہو جائینگے جب آپ کی آتما اس درجہ پر پہنچ جاویگی تو نشچے یہ آپ اپنی آتما میں اکھنڈ شانتی پائینگے۔ اس لئے آتما کو اس اونچے زینہ پر لے جانے کے لیے رشی لوگ یہی ہدایت دیتے ہیں ترشنا کو حد میں رکھو۔ اور نفس کُش بنو۔ نفس کُشی کے یہ معنے نہیں کہ اندریوں کو اُن کے بھوگوں سے علیحدہ کیا جاوے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ دھرم اور نیتی سے ان کو بھوگوں کیطرف جھکایا جاوے جب آپ ایسا کریں گے تب ہی خودی کے مکرو پردہ کو چھن بھن کرنے کی سامرتھ حاصل کر سکیں گے۔ اور جب خودی دور ہو جاویگی تو اویشیہ پرماتما کی کرپا کے پاتر بنو گے۔ اور آپ کا جیون نیا جیون ہو جاوے گا۔

اس لئے جو کوئی اپنے آپ کو پرماتما کے فضل کا بھاگی بنانا چاہتا ہے اُس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ ان مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرے۔ یہی ہمارا آپ کے لئے سندیسہ ہے اور اُسی کی پیروی کے لئے ہم آپ سے نمرتا پورہک التماس کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ انسان ہیں اور انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے موجودہ جیون کی نسبت اپنے آگامی جیون کو ہر وقت بہتر بنانے کی کوشش کرے ؎

انسانی ہمدردی نمایشی ہے

جس انسان نے ایک دفعہ پورن شردہا اور وشواس سے اپنے مالک کے چرنوں میں سیس جھکا لیا ہے ہاں جو اپنی ہر ایک چیز کو اُس داتا کی امانت سمجھ رہا ہے جس کا دل ہر وقت شکر گذاری سے بھرپور ہے وہ کب مصیبت میں بے چین ہو سکتا ہے۔ دُنیا دار خدا پرستوں کو مصیبت میں اُلجھے ہوئے دیکھ کر اُن کی دلجوئی کے لئے اُن کے پاس جاتے ہیں مگر اُن کے چہرے کی بشاشت اُن کو بتا دیتی ہے کہ انہیں انسانی تسلی کی ضرورت نہیں۔ انسان صرف چند الفاظ کے کہنے ہی سے ہمارے زخموں کو درست کرنا چاہتا ہے مگر اُس زخم کو ٹھیک کرنے کی انسان کے پاس کوئی مرہم نہیں۔ انسانی ہمدردی صرف نمایشی ہے اس لئے اب ہم انسانی ہمدردی کے خواہاں نہیں جب تک ہم نے شانتی کے چشمہ کو نہیں جانا اور پہچانا تھا تب تک ہم انسانی مدد کے خواہاں تھے کیونکہ ہم صرف انسان ہی کو اپنا سچا بندھو خیال کرتے تھے مگر اب ہماری وہ حالت نہیں اب ہم کو اصلی بندھو کا پتہ مل چکا ہے پس ہم اب اُسی کی تسلی کے محتاج ہیں وہی جانتا ہے کہ کس طرح اور کب ہم کو شانتی نصیب ہو۔

اے میرے عزیز تُو وشواس رکھ جب الٰہی تسلی کسی کو حاصل ہو جاوے تو پھر انسانی تسلی بالکل ناکارہ اور ناچیز ہو جاتی ہے۔ دُکھ اور سُکھ انسان کے لئے لازمی ہیں کیونکہ انسانی شریر کی بناوٹ اُن اجزا کا

مجموعہ ہے جن کا اثر آتما پر کچھ نہ کچھ کسی نہ کسی صورت میں ہر وقت ہوتا رہتا ہے اس لئے کا برتا کو تیاگ کر رہبیروں کی طرح دکھ کو برداشت کرو۔ ہاں اپنی آتما کو اس درجہ تک لے جاؤ کہ آپ کو دُکھ دُکھ ہی معلوم نہ ہو۔ اور یہہ اُسوقت ہوگا جب آپ کے ہردے میں ستّ کا پُورن رینی سے نواس ہوگا۔ اور ستّ کا پرکاش آتما میں اُسوقت پہنچیگا جب آپ کی آتما اور اُس کی تمام شکتیوں کا رُخ اوپر کی طرف ہوگا۔ خودغرضی آتما کو نیچے کی طرف کھینچ کا دیتی ہے مگر نفس کُشی آتما کو شیشہ کی طرح صاف کر کے پرماتما تک پہنچا دیتی ہے۔ دُکھ آتما کے سامنے سے اُسوقت لوپ ہو جاتا ہے جب انسان ناجایز ترشنا کے بندھن سے اپنے آپ کو مُکت کرتا ہے۔ ترشنا کے بندھن سے مُکت ہونے کی یہی شناخت ہے کہ انسان مان اپمان۔ ہانی لابھ۔ اُستتی اور نندا میں یکساں رہے۔ دُنیا دار اور دیندار میں یہی تو فرق ہے کہ ایک سُکھ کے وقت جامہ میں پھُول جاتا ہے اور دوسرا سمان حالت میں رہتا ہے۔ ایک دُکھ کے وقت اداس اور پریشان اور دوسرا شانت اور پرسنّ رہتا ہے۔ یہ فرق صرف اس لئے ہے کہ ایک نفس پرست ہے اور دوسرا حق پرست۔ اگر سب ہی حق پرست ہو جایئں تو پھر دُکھ کہاں اس لئے جو کوئی اپنے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے اُسکو ایک ہی سچے گورو کی شرن لینی چاہیئے۔ کیونکہ جس کا وہ رہبر ہو جاتا ہے اُس کا سفر آسانی سے کٹ جاتا ہے اور وہ دُکھ اور تکالیف کے اثر سے محفوظ

رہتا ہے ۔ روحانی خوشی کی پراپتی کا یہی ایک راز ہے ۔ جسمانی
خوشی روحانی اوستھا کے ماتحت ہے جس کی آتما میں بےچینی ہو اُس
کو دھن دولت ۔ لذیذ ذائقہ دار بھوگ اور راگ رنگ وغیرہ وغیرہ
کہاں آرام دے سکتے ہیں ۔ اس لئے جو کوئی جسمانی آرام کی خواہش
کرتا ہے اُس کو پہلے روحانی خوشی حاصل کرنی چاہیئے ۔ اور یہی
سب سے مشکل ہے ۔ شیر ببر کو مارنا آسان ہے مگر خودی سے اپنے
آپ کو آزاد کرنا مشکل ہے ۔ جس کے سر پر خودی کا بھوت سوار ہے
وہ شاندار محلوں میں رہتا ہوا بھی کہاں سکھی ہو سکتا ہے ۔
راجہ جنک جیسے مجسم تیاگی سے آپ ناواقف نہیں مکمل ایشورج کے
ہوتے ہوئے وہ دُنیا پر غالب آئے ۔ شری رام چندر جی نے
۱۴ برس تک بستی کے اندر قدم نہ رکھا ۔ راجہ ہریشچندر نے اپنا سرِ دسو
دھرم پر قربان کر دکھایا ۔ راجہ دلیپ نے بے زبان جانوروں کی
رکھشا میں یہ خاکی جسم جس کی خوبصورتی پر ہم موہت ہو
رہے ہیں چیرنے پھاڑنے والے درندوں کے سامنے پیش کر دکھایا
دور کیوں جاتے ہو راجہ بکرم جس کا سمت بھارت ورش میں
جاری ہے اُن مہان آتماؤں میں سے تھا جو اپنی پرجا کی آسائش
میں اپنی آسائش اور پرجا کے دُکھ میں اپنا دُکھ خیال کرتے تھے
پرجا سے دھن لیکر پرجا پالن ہی میں خرچ کرتے تھے ۔ اتہاس
کے صفحے ہم کو بتا رہے ہیں کہ اُس کے دیوان خانہ میں صرف ایک
چٹائی اور پانی کے لئے مٹی کا گھڑا ہوتا تھا ۔ کیوں ان پاک آتماؤں

نے بھوگوں کی موجودگی میں اتنی بڑی لاپرواہی ظاہر کی۔ اسکا انیہ بہہ ہے کہ جو کچھ دُنیا میں انہیں خوش نما اور فرحت بخش معلوم ہُوا اُسے انہوں نے اپنے لئے حقیر جانا۔ آپ مالک بننے کی بجائے دوسروں کو ان کا مالک بنایا۔ اور اپنے جیون دوارا اِس امر کا ثبوت دیا کہ ہر وقت خادم ہوکر رہنا اور ہر قسم کی آسائش کو دوسروں کے لئے قربان کردینا یہی انسانی بزرگی ہے۔ آپ بھی اِن کے نقش قدم چلو اپنی آتما کی پونترتائی کو سب سے اونچی چوٹی پر ایک دفعہ پہنچا دو۔ اور میں آپ کو وشواس دلاتا ہوں کہ بچوں کی پیدائش اور موت آپ کے لئے یکساں ہو جائیگی۔ جن کو آپ اپنے سے اِسوقت جُدا ہوتے ہوئے دیکھ کر رو رہے ہیں پھر اُن کی جدائگی آپ کے لئے رونے کا باعث نہیں ہوگی۔ پرماتما کے پریم میں یہی تو خاصیت ہے کہ جو کوئی اُسکو اپنا دل دیدیتا ہے وہ اور سب کو بھول جاتا ہے اور اپنے پریتم کی محبت میں دُنیا کی محبت کو بھی بھول جاتا ہے۔ اور جب محبت نہ رہی تو دُکھ کہاں۔ جتنا کم یا زیادہ موہ ہوتا ہے اُتنا کم اور زیادہ دُکھ بھی ہوتا ہے۔ بس جس میں فانی پدارتھوں کے لئے ممتا نہیں اُس کو دُکھ کہاں۔ سچ مُچ موہ کے سمان کوئی غم نہیں اور تیاگ کے سمان کوئی آنند نہیں۔ بس جو کوئی اس روحانی خوشی کا متلاشی ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے من کو آتما کا سچا سیوک بناوے کہ آتما کے سامنے وہ کبھی غیر حاضر نہ ہو جب یہ آتما کے سامنے سے غائب جاتا ہے تب ہی بے چینی پیدا کرتا ہے ہاں اُسوقت ہی

آتما کو گھرے کنوئیں میں گرا کر آتما کو اپنے آدھین بنالیتا ہے من کے ویگ کا روکنا ہی نو پرماتما کے درشن کی سیڑھی ہے اِس لئے پیشتر اس کے کہ کوئی شخص خدادوست ہونے کا دعوےٰ کرے اُس کو اس سخت اور کڑی روکاوٹ کو توڑنا چاہیئے۔ یعنی اُسکو اپنے نفس کے ساتھ بہت سخت جدوجہد کرنی چاہیئے اور جہاں تک ہو سکے اپنے آپ کو اسائیشوں کی طرف مایل نہ ہونے دے۔ بلکہ نفس کُش ہو کر سخت سے سخت ریاضتوں کا عادی بنے اور پھر ہم آپ کو نشچہ دلاتے ہیں کہ یہ من آتما کا بندھو بنیگا۔ اور آپ کو اکھنڈ شانتی نصیب ہوگی۔ دُنیا میں جو برکتیں اِس وقت آپ کے پاس موجود ہیں اور مل رہی ہیں اُن پر آپ کا کوئی حق نہیں اُس لئے تو ہروقت اور ہر جگہ اپنے مالک کا شکریہ ادا کرتا رہ اور اپنے آپ کو اِن برکتوں کا پاتر ثابت کر کیونکہ جو انسان شکرگذار ہوتا ہے پرماتما اُس کو ہروقت پرسن رکھتے ہیں اور نہال کرتے ہیں اور وہ جو کیول اپنی عقل اور طاقت پر بھروسہ رکھتا ہے۔ وہ نیچے گرایا جاتا ہے۔ برکات پرماتما کا دان ہیں۔ اس لیئے اس عطیہ پر پھُول نہ جاؤ۔ اور نہ ہی شیخی میں آکر دوسروں کو دُکھ دینے کی کوشش کرو۔ بلکہ ہروقت اور ہر جگہ اپنے آپ کو چھوٹا کئے رکھو۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو وشواس رکھو یہہ آسایش کا وقت گذر جائیگا۔ اور یہ برکات یکے بعد دیگرے جُدا ہونے لگیں گی۔ اور وا تیرے لئے سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔ سرکشوں سے برکات واپس لی جاتی ہیں کیونکہ وہ اُن برکات سے جایز فایدہ نہیں اٹھاتے۔

یہہ اُن کے لئے سزا ہے مگر خدا پرستوں سے جب یہہ برکات واپس لی جاتی ہیں تو صرف اُن کی آزمایش کے لئے اور جب وہ آزمایش میں پورے اُترتے ہیں تو پرماتما اپنے عطیہ کو زیادہ خوبصورت اور بیش بہا بناکر اُن کو عطا کرتے ہیں اس لئے خدا پرستوں کو برکتوں کی علیحدگی پر اعلےٰ سے اعلےٰ نعمتوں کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور مصیبت کے وقت بھی نہایت عاجزی سے پرماتما کی یاد میں مشغول رہنا چاہیئے اپنے دل کو کبھی بھی شکرگذاری سے خالی نہیں ہونے دینا چاہیئے کیونکہ وہ ہم سے بہتر دانا ہے وہ ہمارا سچا رفیق اور مددگار ہے۔ میرا تو یہہ وشواس ہے کہ وہ انسان ہم سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے جو دُکھ کے وقت بھی اپنے مالک کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ہر ایک تبدیلی کو اُس کی منشا اِچھیا پر چھوڑ دیتا ہے۔ کوئی انسان پرماتما کا دیدار حاصل کرنے کے اُسوقت تک لایق نہیں ہوتا جب تک وہ ہر پرکار سے آزمایا نہیں جاتا پس خدا پرستوں کو یہ نسیحہ کر لینا چاہیئے کہ خدا کی راہ پر چلنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ یہ وہ سخت راستہ ہے جس پر کوئی سُوربیر ہی قدم رکھ سکتا ہے بھاگوان ہے وہ منش جو ہر وقت کی آزمایش میں پرکھا جاکر کامیاب نکلا ہے۔ وہی خدا دوست کہلانے کا مستحق ہے۔ اور سچ تو یہ ہے وہی روحانی خوشی اپنے آپ میں انوبھو کر رہا ہے۔ پرم دیو پرماتمن ہم ابھی تک نفس کے غلام ہیں۔ دہرم کی راہ پر ہم چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر ہمارے دل میں یہ اچھیا ہے کہ ہم بھی اُس

روحانی خوشی کو پراپت ہوں جو آپ کے خاص سیوکوں کے لئے محفوظ ہے
آپ اشیرباد کریں ہم کو پاپ کے راستہ سے ہٹا کر دہرم مارگ پر ہاتھ
پکڑ کر چلائیں کیونکہ ہم نربل ہیں۔ اور آپ ہی کی مدد کے محتاج ہیں
آپ کا دوار سب کے لئے کھلا ہے آپ ہر ایک کو ہر جگہ اور
ہر وقت سُنتے ہیں آپ ہماری پرارتھنا سویکار کریں اور ہم کو اس قابل
بنائیں کہ آزمائش کے وقت ہم کو کامیابی نصیب ہو؛

سُکھ کی پراپتی

پیارے پاٹھک۔ فانی انسان اِس مرت لوک میں آکر سُکھ کی اِچھیا
کرتا ہے اور اُس کے لئے پُورن پریتن بھی کرتا ہے یہہ اچھیا سُبھاوک
ہے نہ صرف انسان میں ہی پائی جاتی ہے بلکہ چیونٹی سے لیکر ہستی پرینت
سب جیو جنتو۔ پشو پکشی سُکھ کی اِچھیا رکھتے ہیں اور جیووں کا سُکھ تو صرف
اُن کے کھانے پینے تک ہی محدود ہے مگر انسان کے سُکھ کا دایرہ
اُن جیووں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اس کا باعث یہہ ہے کہ اور سب
جیووں میں تو صرف ایک ہی وشہ ہے اور جب وہ اُن کو پراپت ہو جاتا
ہے تو وہ شانت ہو جاتے ہیں مگر انسان میں پانچوں وشے موجود ہیں
اور اس لئے انسان کو اپنی اِندریوں کی تشٹی کے لئے بڑی جد و جہد کرنی
پڑتی ہے۔ اور جب تک وہ ان سب اندریوں کے وشہ کو پراپت نہیں
ہو جاتا تب تک وہ کلپتا رہتا ہے۔ دُنیا میں جو اتنا زیادہ پاپ پھیل

رہا ہے اور لاکھوں بندگان خدا ایک دوسرے کے ہاتھ سے تہ تیغ کئے
جا رہے ہیں اسکا کارن یہی ہے کہ انسان دوسروں کے سُکھ کی قربانی
سے اپنا دامن بھرپور کرنا چاہتا ہے۔ اپنی اندریوں کی تشٹی کے لئے
اپنے راستہ سے سب روکاوٹوں کو توڑنا چاہتا ہے۔ جو لوگ بلوان ہوتے
ہیں وہ ناجائز وسایل سے بھی اپنی اندریوں کو شانت کر لیتے ہیں خواہ
کتنے ہی انسانوں کی گردن پر اُن کو چھری نہ چلانی پڑے۔ ایسے ہی
لوگوں کا یہ مقولہ ہے "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" مگر نربل جیو
اپنی تمام جد و جہد کرنے کے بعد بھی مشکل سے اپنی ایک یا دو اندریوں
کو شانت کر سکتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس دوسروں کا سُکھ چھیننے کے
لئے کافی بل نہیں۔ راجہ سے لے کر رنک تک سب کا یہی حال ہے
اور سب کے سب جیسے تو دُکھی پرتیت ہو رہے ہیں اور اپنے دُکھ کے
دور کرنے میں سب ہی پُورن پریتن کر رہے ہیں اور کوشش ہو رہی ہے
کہ اور کوئی شخص میرے سُکھ کا حصہ دار نہ ہو۔ جب کسی انسان کو معلوم
ہو جاتا ہے کہ اُس کے سُکھ میں سے غیر شخص بھاگ لے رہا ہے تو وہ
سخت کرودھت ہو جاتا ہے اور اپنے سُکھ کی سامگری کو غیر سے محفوظ
کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر وہ اس کوشش میں ناکام ہوتا ہے
تو سخت سے سخت پاپ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے ہاں ایسا بھی ہوتا ہے
کہ انسان اپنے ہاتھ سے اپنا گلہ کاٹ لیتا ہے یا گھر بار تیاگ جنگلوں
کی راہ لیتا ہے۔ یہ کوئی بناوٹی بات نہیں دُنیا کا اتہاس اس امر کی
بڑے زور سے شہادت دے رہا ہے کہ سُکھ کی پراپتی کے لئے کیا کچھ

نہیں کیا جاتا۔ بھرتری ہری کو جب یہہ نشچہ ہوگیا کہ اُس کے سُکھ کی ساگری
کو دوسرا شخص بھی بھوگ رہا ہے تو اُس نے فوراً اپنا راج سنگھاسن
تیاگ کر جنگلوں کی راہ لی۔ مہابھارت کے گھور سنگرام کی تہ میں بھی
یہی نیَم کام کر رہا تھا دریودھن اپنے سُکھ کی ساگری میں سے پانڈو
کو الگ رکھنا چاہتا تھا اور پانڈو اُس ساگری میں سے حصہ لینے کے
لئے بضد تھے۔ رانی کیکئی اپنے پُتر بھرت جی کو اُس سُکھ کا مالک بنانا
چاہتی تھی جو سُکھ شری رام چندر جی کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ لنکاپتی
راون کو صرف ایک ہی اندریہ کے سُکھ کے لئے اپنے آپ کو اور اپنے بال
بچوں کو قربان کرنا پڑا۔ غرضیکہ دُنیا کے اتہاس میں ہر ایک پہلو میں یہ
شہادت مل رہی ہے کہ ہر ایک انسان سُکھ کی اِچھیا رکھتا ہے۔ چونکہ
انسان نفسانی خوشی کو ہی سچا سُکھ خیال کر رہا ہے اس لئے وہ زیادہ
دُکھ بھی محسوس کر رہا ہے درحقیقت انسان بھول گیا ہے اُس کے
جیون کا سُکھ ان بدلنے والی خوشیوں پر انحصار نہیں رکھتا اگر یہہ اصلی
حالت ہوتی تو وہ بھی اُن کی پراپتی پر شانت ہو جاتا۔ بڑے بڑے
راجہ مہاراجہ جن کو اندریوں کی تشٹی کے سامان مکمل طور پر حاصل ہیں
وہ بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ ہماری آتما شانت نہیں ہے اس سے ہم
اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ سچا سُکھ اندریوں کی تشٹی میں نہیں بلکہ آتما کی
رکھشا میں ہے یہ سارے کلیش اور یہ سارے دُکھ پُکار پُکار کر انسان
کو کہہ رہے ہیں کہ اے بدبخت انسان تو اس اوستھا میں رہنے کیلئے
دُنیا میں نہیں بھیجا گیا تیرا یہ حق نہیں کہ ان فانی خوشیوں کے پیچھے

سرگرداں رہے بلکہ تیرے جیون کا ادویش کچھ اور ہے تیری حالت
اُس پروانہ کی طرح ہے جو ایک چراغ کی روشنی کو شکھد ایک سمجھ کر
اُس کی طرف دوڑتا ہے اور جب اُس کی حرارت سے ایک پانوں جل
جاتا ہے تو دوسرے پانوں سے وہاں تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے
پانوں اور پر سب جل چکے مگر اُس میں ابھی یہ ترشنا باقی ہے کہ وہ
روپ میں لین ہو جاوے - اپنے پاؤں اور پروں کی قربانی سے وہ
کچھ سبق حاصل نہیں کرتا بلکہ اپنے شریر کو بھسم کرنے کو تیار ہے سچ مچ
اے نادان انسان تیرا بھی یہی حال ہے تو بھی باوجود دُکھ بھوگنے اور
بے قرار رہنے کے دُنیاوی چیزوں پہ ایسا مست ہو رہا ہے کہ اُن ہی کو
حاصل کرنے کے لئے تیرا اپنا جیون کافی دکھائی نہیں دیتا تو ہر وقت یہی
اچھیا رکھتا ہے کہ یہہ سکھ کے سادھن مکمل طور پر تجھ کو نصیب ہو جائیں
خواہ تجھ کو کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے اگرچہ تیری یہ کوشش خوشی
اور آنند کی پراپتی کے لئے ہے لیکن تجھ کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جتنا تُو
اُن کے پیچھے بھاگیگا اُتنا ہی یہ تیرے آگے ہی آگے جائینگے - اور
جتنا تُو اپنے آپ کو پیچھے ہٹائیگا اُتنا ہی زیادہ یہ تیری طرف آئینگے -
بس سمجھ لے اِن خوشیوں کے سامان کو حاصل کرنا تو تیرا حق ہے مگر
یہ سامان تب ہی حاصل ہونگے جب تُو تیاگ کے ساتھ اپنا جیون وتیت
کرنا سیکھے گا - ورنہ یہ سانگری تیری کلیتی ہوئی آتما کو شانت کرنے کی بجائے
زیادہ دُکھی کردے گی - تیرا رُتبہ سب سے برتر ہے اور تُو اشرف المخلوقات
ہے تیرے واسطے چیہ شایاں نہیں کہ تُو ادنےٰ درجہ کی چیزوں کی

طرف دوڑے - یہہ سانگری تجھ کو خوش کرنے کی بجائے زیادہ دُکھی کریگی دیکھ تیری کیا حالت ہو رہی ہے اپنی آتما کو شانت کرنے کے لئے ادنےٰ درجہ کے مخلوق کی طرف تو کتنا دوڑتا ہے کبھی باغوں اور سبزہ زاروں میں جاتا ہے کبھی گھر میں پھول سے گملے رکھتا ہے کہ ان کو دیکھ کر تیری آتما سُکھی ہو کبھی پرندوں کو پنجرے میں بند کرتا ہے تاکہ اُن کی میٹھی اور سُریلی آواز تجھ کو پرسن کرے تو ذرہ اپنی طرف دیکھ بے زبان جانور بھی تیرے سمبندھ میں آکر دُکھی ہو رہے ہیں - اس سے تو نتیجہ نکال لے کہ یہہ سب چیزیں تیری آتما کو سُکھی نہیں بنا سکیں - کیا یہہ چرند پرند جن کو قدرت نے آزادی بخشی تھی تیرے سمبندھ میں آکر اپنی آزادی کو نشٹ نہیں کر بیٹھے اور دُکھی نہیں ہوگئے - تو اُن کی حالت زار پر رحم نہیں کرتا کیونکہ تو خود دُکھی ہے تیری آتما شانت نہیں ورنہ کب ممکن تھا کہ تو بے زبان جانوروں کے گلے پر چھُری چلاتا - اور اُن کو صرف اپنی آسایش کا سامان ہی سمجھتا - تیری یہ حالت قابل رحم ہے تو مفید ہونے کی بجائے ہانی کارک بن رہا ہے مثلاً اگر باغ میں جاتا ہے اچھے خوشبو دار پھولوں کو توڑ کر اپنے لئے لینا چاہتا ہے - اپنے سُکھ کے لئے تو ہزار ہا کیڑے پتنگ کو اُن کی خوراک سے محروم کر دیتا ہے اگر تو اچھے خوبصورت پروں والے پکشی دیکھتا ہے تو نشانہ بندوق بناتا ہے صرف اس لئے کہ اِن پروں کی خوبصورتی تجھ کو سُکھی بنا سکتی ہے اگر تجھ کو یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ پرند تیرے لئے خوش ذائقہ اور مقوی غذا ہیں تو تو ان کو مار کر

کھانا چاہتا ہے اور انیک پرکار کے اوزار اور جال اُن کے پکڑنے کے لئے بناتا ہے چراگاہیں اور شکارگاہیں بناتا ہے۔ تیرا یہ سلوک صرف بے زبان جانوروں کے لئے ہی نہیں بلکہ تُو اپنے ابنائے جنس کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کرتا ہے۔ جہاں تُو کسی کے پاس دھن یا اور کوئی عمدہ چیز دیکھتا ہے تو اُس سے اُسکے مالک کو محروم کر کے اپنے قبضے میں لانے کی کوشش کرتا ہے کمزور انسان کو تو مکر اور فریب سے دھوکہ دیکر اپنا مطلب نکالتا ہے اور جو تجھ سے بلوان ہیں اُن کے لئے تُو بندوق اور توپ ڈھالتا ہے تاکہ وہ تیرے سامنے اپنا سر نگون کریں اور تجھ کو پرسنّ کرنے کے لئے اپنی سُکھ کی سامگری تجھ کو دیں۔ یہہ سب کچھ اِس لئے ہے کہ کسی طرح سے تجھ کو سُکھ اور آنند مل سکے لیکن سُکھ نہیں ملتا۔ اُلٹا زیادہ دُکھی ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو دوسروں کے لئے مفید بنانے کی بجائے اُلٹا نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ تیری یہ حالت صرف اگیان کی وجہ سے ہی ہے کاش کہ تجھ کو آتما اور اُس کے تعلقات کا سچا رتھ گیان ہوتا تو تو ضرور اپنے اُدیش کو معلوم کر لیتا۔ اور تجھ کو سچا سُکھ نصیب ہو جاتا۔

نفسانی خواہشوں نے تجھ کو اتنا دبا رکھا ہے کہ تیری آتما کی آواز بھی مدہم پڑ گئی ہے اور وہ شُو کشم جو اس میں اس کے علاوہ موجود تھے وہ اتنے دب گئے ہیں کہ اُن کے اوپر اُبھرنے کی بھی امید نہیں مثلاً ہر ایک انسان یہ جانتا ہے کہ جتنا دُکھ اُس کو اپنے چیز کے کھوئے جانے یا چھین لئے جانے پر ہوتا ہے اُتنا ہی دُکھ دوسرے انسان کو

ہوتا ہے جیسی تکلیف تجھ کو بندی خانہ میں پڑنے سے ہوتی ہے ویسی ہی دوسرے کو بھی ہوتی ہے مگر تو دوسروں کی تکلیف کی پرواہ نہ کرتا ہُوا صرف اپنے ہی آرام کو مدنظر رکھتا ہے اور یہی وجہ تیرے دُکھ کی ہے تیری خواہشوں نے تیری آتما کے نیتروں کو بند کر دیا ہے اور تو اِس قابل نہیں رہا کہ تو اصلیت کو سمجھ سکے۔ اندھوں کی طرح تو چاروں طرف سُکھ کے لئے بھٹکتا پھرتا ہے اور چونکہ تمام چیزیں تجھ کو اپنے سے ادنےٰ دکھائی دیتی ہیں اِس لئے تُو زیادہ دُکھ بھی محسوس کر رہا ہے۔ خودی نے تجھ کو اندھا کر رکھا ہے اور جب تک خودی کو اپنے سے باہر نہیں نکالیگا تب تک سچے سُکھ کی سیڑھی پر قدم نہیں رکھ سکتا۔ خودی سب بُرائیوں کی جڑھ ہے جس آتما میں اسکا آسن بچھ جاتا ہے اُسکو یہ اتنا اندھا کر دیتی ہے کہ وہ ہر وقت یہی اچھیا رکھتا ہے کہ دُنیا میں جو کچھ وہ چاہے وہ سب اُس کو حاصل ہو جاوے لیکن اس میں سے نکل کر کچھ باہر نہ جاوے دُنیا میں سب سے زیادہ وہی انسان پاپ کرتا ہے جس پر خودی کا بھُوت سوار ہے۔ سچ تو یہ ہے انسان کی آتما پر خودی کا پردہ ہی چڑھا ہوا ہے جو اس کو سُکھ کی نیند سونے نہیں دیتا۔ اور اُسکو ہر وقت نیچے کی طرف لے جا رہا ہے اور جب تک اس پردہ کو چھن بھن کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی تب تک آتما شانت نہیں ہوگی۔ اس لئے جو کوئی سچے سُکھ کی خواہش رکھتا ہے اُسکو ایشور کا وشواسی ہونا چاہیئے کیونکہ جو سُکھ اُس جگت پتی کے چرنوں میں بیٹھ کر مل سکتا ہے۔ وہ اِس فانی جگت میں اور کہیں نہیں مل سکتا۔ گورونانک دیو فرماتے ہیں۔

"نانک دکھیا سب سنسار سو سُکھیا جو نام آدھار" ایشور کی طرف جھکنے ہی سے خودی کا سیاہ بادل جس کے زیرسایہ آتما کے نیتر بند ہوگئے ہیں دور ہوتا ہے اور انسان پرم شانتی کو پراپت ہوتا ہے۔ آتم درشی لوگ بھی یہی فرماتے ہیں شانتی کا چشمہ تیری اپنی آتما میں موجود ہے تو ایک من ہوکر اُس کی تلاش کر تب ہی تیری کلپتی ہوئی آتما کو شانتی نصیب ہوگی۔ اپنی اِندریہ کو انتر مکھ کرنا سیکھ اور آتم رکھشا میں پرنور کوشش کر پھر تجھ کو اُس چشمہ کا درشن ہوگا۔ ملین آتماؤں کو اس شانت مئے چشمہ سے ایک بوند بھی نہیں ملیگی۔ کیونکہ یہ پاک آتماؤں کے لئے محفوظ ہے۔ جیوں جیوں تُو پاکیزگی کا درجہ حاصل کرتا جائیگا تیوں تیوں تیری آتما کے سُوکشم نیتر کھلتے جائینگے اور جیوں جیوں نیتر کھلینگے تیوں تیوں تو سچا سُکھ اپنے آپ میں پائیگا۔ اسلئے سچے سُکھ کے متلاشی بیرونی اشیار کو حقیر جانتے ہوئے باطنی اشیار میں دل لگاتے ہیں۔

اپنی آتما کو ہر وقت صاف کرتے جاؤ پھر آپ پرماتما کے درشن کے ادھیکاری بنوگے۔ اور اُسکا آسن اپنی آتما میں بچھا پاؤگے آتما ہی پرماتما کے باس کا استھان ہے جس پر کارِناپاک ستھان میں کوئی انسان قدم رکھنا نہیں چاہتا اُسی پرکار ناپاک آتما میں بھی پرماتما باس نہیں کرتے۔ اس لئے مبارک ہے وہ انسان جو اپنی آتما کو پرماتما کے باس کرنے کے لائق بناتا ہے کیونکہ وہی اُن کے درشن کا ادھیکاری ہوگا۔ اور اُس ہی آتما میں ایشور جلال کا پُورن پرکاش ہوگا۔ وشواس رکھو وہ انسان

سب سے زیادہ سُکھی ہے جو اپنی آتما میں اپنے مالک کا درشن کر رہا ہے۔ جن لوگوں کے پاس دُنیاوی بھوگوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں یدی اُن کے پاس پرماتما کے پوتر نام کا دھن نہیں تو وہ مہاں کنگال ہیں کیونکہ وہ دُنیاوی بھوگوں کو اپنے شریر کے ساتھ ہی چھوڑ جائینگے اور یہاں سے خالی ہاتھ جائینگے۔ اُن کو نہ اِس دُنیا میں شانتی نصیب ہوئی اور نہ موت کے بعد۔ اس دُنیا میں اُن کی آتما ترشنا کے بوجھ کے نیچے دب کر کلپتی رہی اور موت کے وقت ایک طرف بھوگوں کی جدائی اور دوسری طرف آنیوالی مصیبتوں کا نظارہ اُن کو دیا کل کرتا رہا ہاں یہ حق آتم درشیوں کا ہی ہے کہ وہ جیتے جاگتے ہوئے بھی اپنی آتما میں شانتی پاتے ہیں۔ اور موت کے وقت بھی وہ پرسن ہو کر اپنے چولے کو تیاگتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنا سیس ایک دفعہ پرماتما کے چرنوں میں جھکا لیا ہے جن آتماؤں نے ایک دفعہ اپنے سوامی کا درشن کر لیا ہے وہ اِس لوک میں کب دُکھی ہو سکتے ہیں۔ اُن کی جسمانی ضروریات کو وہ جگت پتی ہر وقت پورا کرتا رہتا ہے اور ہر موقعہ پر وہ اپنے سیوکوں کی رکھشا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ آتم درشی فانی انسانوں کی مدد کے محتاج نہیں رہتے کیونکہ وہ ہر وقت اپنے سر پر اپنے سوامی کا ہاتھ دیکھتے ہیں۔ فانی انسان کبھی نہ کبھی اپنی مدد سے مایوس کر دیتا ہے مگر جگت پتی کبھی بھی مایوس نہیں کرتا۔ سرکش لوگ بھی اگر شردھا سے اپنا سیس ایک دفعہ جھکا لیں تو وہ بھی نہال ہو جاتے ہیں۔ اسلئے کمزور انسان کی مدد کا بھروسہ چھوڑ کر

تُو میری طرف آ۔ پھر تیری آتما میں اکتھ شانتی کا پرکاش ہو گا۔ یاد رکھ
تُو یہاں مسافر ہے تیرا یہاں ہمیشہ کے لئے قیام نہیں جس اوستھا کو تُو
ابدی سمجھ رہا ہے وہ جلدی تبدیل ہو جائیگی اس لئے اپنے دل کو
بدلنے والی چیزوں سے ہٹا کر ابدی پدارتھ کی طرف لگا پھر دیکھ کتنی
بے انداز شانتی نصیب ہو گی۔ یہہ تجربہ کی بات ہے اور تیرا عین فرض
ہے کہ تُو اس مجرب نسخہ کو ایک دفعہ آزمالے۔ مسافروں کا یہ فرض ہے کہ
وہ اپنی مسافت کو ثابت قدمی سے طے کریں اگر وہ اپنے راستہ میں
آنیوالی اشیاء کے ساتھ دل لگا بیٹھینگے تو وہ اپنی منزل مقصود پر وقت
نہیں پہنچینگے۔ خبردار اگر تُو نے اپنے آپ کو ان کی طرف جھکا لیا تو یقین
رکھ تُو بھی ان کے ساتھ نشٹ ہو جائیگا۔ تو راستہ کی دل بہلانیوالی
چیزوں پر کیوں فریفتہ ہو رہا ہے ان میں وہ سُکھ نہیں جو تیری کلپتی ہوئی
آتما کو شانت کر سکے تیری آتما اُسوقت پرسن ہو گی۔ جب تُو اپنی منزل
کے انجام پر پہنچیگا۔ وہاں پہنچتے ہی تُو اُس پرکاش کو دیکھیگا جس کے
درشن کرتے ہی تیرے اندر سے دھن دھن کے شبد نکلیں گے۔ اگر تیری
آتما اتنی کمزور ہے کہ تُو اپنے آپ کو ان بدلنے والی چیزوں سے ہٹا نہیں
سکتا تو کم از کم تیرے لئے یہ ضروری ہے کہ تُو اُن مہاتماؤں کے جیون کا
چنتن کرے جنہوں نے دھرم مارگ پر چلتے ہوئے سخت سے سخت نفس کشی
کی زندگی بسر کی اور آنیوالی نسلوں کے لئے جو اس مارگ پر چلنے کی سامرتھ
نہیں رکھتے تھے کارآمد ہدایات چھوڑیں۔ ایسا کرنے سے کبھی نہ کبھی تُو
اس قابل بنے گا۔ کہ اُن کے نقش قدم چل کر اپنی آتما کو شانت کر سکے۔

اُن کی مصائب تیرے لئے سُکھ کا سادھن ہونگی اور جب کبھی تُو دھرم کے راستہ پر چلیگا تو تیری مسافت آسانی سے طے ہو جاویگی۔ اس بات کو ہمیشہ سمرن رکھو کہ جو لوگ دھرم مارگ کے یاتری ہوتے ہیں اُن کو دُنیاوی لوگوں سے بہت کچھ کشٹ اُٹھانا پڑتا ہے۔ لوگ اُن پر دوش لگاتے ہیں اور کبھی کبھی اُن کے ہلاک کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ناجایز وسایل سے اُن کو مصیبت میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں مگر یاتری کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کی نِندا اور تکلیف سے گھبرا کر اپنے پوتر مارگ کو نہ چھوڑ جاوے بلکہ اس بات کا وِشواس رکھے کہ دُنیا میں جتنے مہان آتما بزرگ ہو چکے ہیں وہ سب کے سب نیچ آتماؤں کی وجہ سے مصیبتوں میں ڈالے گئے بھلا اگر رشی سوامی دیانند سرسوتی جی جیسے پوتر آتماؤں نے فانی انسانوں کے ہاتھ سے ظلم سہے تو تجھ کو کیوں افسوس کرنا چاہیئے تیری اُن کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہے۔ اور اس لئے تجھ کو کبھی یہ شکایت نہ کرنی چاہیئے کہ تُو لوگوں کے ہاتھ سے ستایا جا رہا ہے۔ دُکھ ہی دھارمک انسان کے پرکھنے کا سادھن ہے اور اس لئے اگر تُو اِس ناقابل برداشت جور و ستم کو برداشت کر سکتا ہے تو وشواس رکھ تیرا قدم دھرم مارگ میں آگے بڑھ رہا ہے۔ جب سوامی دیانند جیسے مہاتماؤں کے ہزاروں دشمن تھے تو بھلا تو کب امید کر سکتا ہے کہ سب لوگ تجھ کو مِتر کی نظر سے دیکھیں گے۔ اسلئے تو نہایت ثابت قدمی سے آگے چلتا رہ۔ جو لوگ آج تیری جان کے دشمن ہیں وہ کبھی نہ

کبھی تیرے مداح بنیں گے۔ اگر تجھ کو اپنی زندگی میں اُن کے ہاتھ سے آرام نہ مل سکے تو مایوس نہ ہو۔ صفحۂ ہستی پر تیرا نام ستاروں کی طرح چمکتا رہیگا اور آنے والی سنتانیں تجھ کو نیکی سے یاد کرینگی۔ اگر تو دھارمک لوگوں کے ساتھ ہم نشین ہونا چاہتا ہے تو اپنے آپ کو اس قابل بنا کہ لوگوں کی نِندا تیری آتما کو بے چین نہ کر سکے۔ اگر تو ایسا نہیں کرتا تو صبر کے زریں تاج سے اپنے آپ کو محروم کر رہا ہے۔ اگر تجھ کو دُنیا کی بے ثباتی کا ایک دفعہ یقین ہو جاوے تو پھر تجھ کو سُکھ اور دُکھ یکساں پرتیت ہوگا۔ اور اگر تیری کوئی مخالفت کریگا تو تو پرسن ہوگا۔ کیونکہ دھرم کے مقابلہ میں تو نے اپنے آپ کو ناچیز بنالیا ہے۔ اب خودی اور نخوت کا سایہ تیری آتما سے ہٹ چکا ہے اب تجھ کو ہانی اور لابھ یکساں پرتیت ہو رہا ہے۔ اب تو اس چشمہ کی طرف جا رہا ہے جس کی ایک بُوند تیری کلپتی ہوئی آتما کو شانت کرے گی۔ وشواس رکھ یہہ اوستھا اُن ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو دل کے غریب ہیں اور اپنی آتما میں گہرا غوطہ لگاتے ہوئے بیرونی چیزوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ تو دھرم مارگ کا یاتری بنے۔ اپنے آپ کو اس قابل بنا کہ تیرا من بیرونی چیزوں سے ہٹ کر روحانی برکتوں کی طرف جھکے یہ صرف تیری آتما کی بلپتا ہی ہے جو تجھ کو سُکھ کی نیند سونے نہیں دیتی جب یہہ صاف ہوگی تو اُسوقت تجھ کو سچا سُکھ نصیب ہوگا۔ بس میرے عزیز تو اس بات کی پرواہ نہ کر کہ کون تیرا مددگار رہے یا کون تیرے مخالف ہے

تُو اپنے کرتب کا پالن کرتا جا پرماتما تیرے سہایک ہیں وہ تجھے ہر طرح سے تسلی دیں گے۔ اپنے آپ کو اوجل بنا اور وہ مالکوں کا مالک تیری ضرور ہی رکھشا کریگا۔ کیونکہ وہ اپنے بھگتوں کے رکھشک ہیں جس انسان کا وہ مددگار ہو دُنیا میں کس کی سامرتھ ہے کہ اُسکو بے چین کر سکے۔ اگر تُو شانتی سے دُکھ اُٹھائیگا تو وہ انتریامی تیری مدد کرینگے۔ دُکھ اور مصیبت سے آزاد کرنا اُس کے اختیار میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس طرح اور کس وقت تجھ کو آزاد کر کے سُکھی کیا جاوے۔ اِس لئے تُو اپنے آپ کو اُس کے سپرد کر دے پھر تُو نہال ہوگا اور پرسن ہوگا۔ تجھ کو اُن لوگوں کا مشکور ہونا چاہیئے جو تیرے عیب تجھ کو بتا رہے ہیں وہ تیرے دشمن نہیں بلکہ تیرے وفادار دوست ہیں۔ اور تجھ کو پاک ہونے کے لئے خبردار کر رہے ہیں۔ اور تیرے دماغ سے ابھیمان کو دور کر کے تجھ کو اس قابل بنا رہے ہیں کہ تُو اپنے آپ کو ناچیز خیال کرے۔ اور جب تک تُو اپنے آپ کو نیچے نہیں گراتا تب تک تُو روحانی زندگی میں ترقی بھی نہیں کر سکتا۔ بس ہم نے تیرے کلیان کے لئے تیرا فرض تجھ کو بتا دیا ہے اور اب تیرا اختیار ہے خواہ تُو اُسے قبول کر یا نہ کر تیرا کلیان تیرے اپنے ہاتھ میں ہے اور تُو نے ہی اس سے لابھ اُٹھانا ہے تُو ہی اپنی رکھشا کر اور اپنی منزل مقصود پر پہنچنے کی سخت کوشش کر۔

121/12

رشیوں کا سندیسہ

انسانی جیون ایک ذمہ داری کا جیون ہے جہاں انسان اپنے کٹنب کا
پالن پوشن اپنا فرض سمجھتا ہے وہاں اُسکا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے مالک
کو جانے پہچانے اور اُسکا شکریہ ادا کرے یہ کیوں صرف اس لئے کہ انسان
کرتگھنتا کے دوش سے بچا رہے۔ احسان فراموشی ایک سخت گناہ ہے۔
جو ناقابل معافی ہے پرماتما کے احسان ہم پر اتنے اننت ہیں کہ انسانی
جبھہ میں سامرتھ نہیں کہ وہ اُن کا بیان کر سکے۔ ہم اُن کے ایک بھی
اوپکار کا بدلہ نہیں دے سکتے۔ ہم آپ کو یہہ نہیں بتانا چاہتے کہ اُن
کے ہم پر کیا کیا اوپکار ہیں کیونکہ آپ اُن سے ناواقف نہیں اور آپ
اپنے جیون میں اُن کی دیا سے ہر وقت لابھ اُٹھا رہے ہیں ہم صرف یہ کہتے
ہیں کہ وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں جس کے ہردے میں اپنے
مالک کے لئے ذرا بھی پریم نہیں۔ شاید آپ کہیں گے کہ کیا پرماتما کا نام
لینا ہی اُن کے پریم کا ثبوت ہے اور ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ پرماتما کے
گن گاین کرنے سے کیا فایدہ - کیا پرماتما بھی خوشامد پسند ہیں اسکا اُتر یہہ
ہے پرماتما کا نام عزت سے لینا نہایت ہی اچھا ہے پرماتما خوشامد پسند
نہیں اُن کے گن ورتن کرنے سے ہمارا اپنا کلیان ہے۔ ہمارے جیون میں
اُن کے نزدیک جا کر اور اُن کا پوتر نام اوچارن کرکے نیک تبدیلی پیدا
ہوتی ہے اگرچہ پرماتما کو اُن کے گن ورنن کرنے سے کچھ لابھ نہیں البتہ

انسان اپنے آپ کو اچھی طرح سے جان لیتا ہے اور اپنے پاپوں کا وزن
کرسکتا ہے چونکہ پرماتما پوتر سروپ ہیں اور جو پوتر ہوتا ہے اُس کے
پاس بیٹھنے والے کو بھی پوتر ہونا پڑتا ہے اس لئے پرماتما کی سنگتی اور اُن
کا پوتر نام اوچارن کرنا انسانی جیون کو اوچیہ بنا کر پرماتما کے درشن کا
ادھیکاری بناتا ہے اور یہہ خوشامد نہیں کہلاتی بلکہ ایسا کرنا انسانی فرض
ہے آپ کو اِس صداقت کا اُسوقت پتہ لگیگا جب آپ ایشور کے
اوپاسک بنوگے۔ جب انسان اونے درجہ کے فانی انسانوں کی خوشامد
کرنے سے بہت کچھ لابھ اُٹھا سکتا ہے تو کیا آپ کو پرماتما کے گُن گاین سے
کچھ بھی لابھ نہیں ہوگا۔ نہیں ضرور ہوگا۔ یہ ہمارا نشچیہ ہے اور جو کریگا
سو پھل پائیگا اس لئے مبارک ہے وہ انسان جو ایشور یہ پریم کے
لئے اُن کا دھنیاد کرتا ہے اور اپنے آپ کو اُن کی پُوجا کا پاتر بناتا ہے
پرماتما کی پُوجا کے پاتر ہونے کے لئے یہہ نہایت ضروری ہے کہ اوپاسک
کے ہردے میں اپنے حقیقی اور اعلیٰ محبوب کے لئے سچی شردہا۔ عزت اور
پریم ہو۔ اور وقت پر سب کچھ اُس کی خاطر قربان کر دے۔ جو ایسا
کرتا ہے وہی خدا دوست کہلاتا ہے اور وہی اُس پربھو کی برکات کا
بھاگی بنتا ہے۔ انسان کو ہر وقت سمرن رکھنا چاہیئے کہ دُنیاوی لوگوں
کی محبت ناپائدار اور جلدی بدلنے والی ہے مگر پرماتما کی محبت کو کبھی
زوال نہیں۔ جہاں دُنیاداروں کی محبت کی تہ میں اغراض کام کر رہی
ہیں وہاں پرماتما کا پریم نشکام ہے اس لئے مناسب ہے کہ ہم بھی اپنے
تمام اندریہ۔ من اور آتما کو اُس پربھو کے پریم میں محو کر دیں تاکہ ہم اُس پاپ

ہے بچیں جو ایک احسان فراموش کو ہوتا ہے - برخلاف اس کے جن کی
تمام شکتیوں کا رُخ دُنیا اور اُس کی فنا ہو جانے والی لذات کی طرف
جھکا رہیگا وہ سمرن رکھیں کہ وہ بھی ان فانی چیزوں کے ساتھ فنا ہو جائیں
گے۔ اس لیے ہمارا عین فرض ہے کہ ہم اُس پُرش کے ساتھ اپنے
پریم کا رشتہ جوڑیں جو ہمارا کبھی تیاگ نہیں کرتا اور وہ صرف پرماتما ہی ہے
دُنیاوی لوگ ہم کو تیاگ کر دیتے ہیں ہاں وہی ایک دیوتا ہے جو ہر وقت
ہمارے انگ سنگ رہتا ہے خواہ ہم اُس کو جانیں یا نہ جانیں مگر وہ ہر
وقت ہمارے سر پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے۔ زندگی اور موت کا وہی ایک
وفادار ساتھی ہے۔ دُنیا میں ہم ایک کے ساتھ پریم کرتے ہیں مگر جب تک
اُس محبوب کو ہماری صداقت کا پورا یقین نہیں ہو جاتا تب تک ہم اُس
کے وصل سے محروم رہتے ہیں۔ ٹھیک یہی حال ایک پرماتما کے اُپاسک کا
ہے جب تک پرماتما کا اُپاسک اپنے جیون کے ہر ایک پہلو میں پرکھا
نہیں جاتا تب تک وہ پرماتما کے درشن کا ادھیکاری نہیں بنتا۔ اسلیے
جو کوئی اُس جگت پتی سے پریم کرنا چاہتا ہے اُس کے لیے ضروری بلکہ
لازمی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اِس سخت اور کڑی آزمایش میں ڈالے پھر
وہ اپنی مراد کو پائیگا۔ دُنیاوی محبوب اور اُس پاک بالذات محبوب میں
زمین اور آسمان کا فرق ہے جب دُنیاوی محبوب کسی رقیب کی برداشت
نہیں کر سکتا تو بھلا اُس سب سے اعلیٰ شکتی کے پاس فانی پدارتھوں کی
محبت میں جکڑے ہوئے آپ کہاں پہنچ سکتے ہیں جب یہ حال ہے تو کیا
ہمارا فرض نہیں کہ ہم پریم کے رشتہ کو دُنیا سے ہٹا کر اُسکے ساتھ مضبوط کریں۔

جو ایسا کر سکتا ہے وہی اپنی آتما میں اُس مہان شکتی کا درشن کر سکتا ہے
بس میرے عزیز تیرے دل میں اُس سچے محبوب کے لئے پوری جگہ
ہو اور پھر ہم تجھ کو نسیحت دلاتے ہیں کہ تجھے ضرور اُسکا وصل نصیب
ہوگا۔ تیرا کلیان تیرے اپنے ہاتھ میں ہے اور تو نے ہی اکیلے اپنے
نیک کرموں کا انعام حاصل کرنا ہے اگر تو راہ راست پر ہے تو
تیرے لئے مبارک ہے ورنہ تیری تباہی کا وقت نزدیک آگیا اور
تو ضرور برباد ہو جاویگا۔ وہ آدمی اپنا آپ دشمن ہے جو پرماتما کی اپنے
جیون میں تلاش نہیں کرتا اگر تمام دُنیا اور اُس کے تمام دشمن جمع
ہو کر اُس کو نقصان پہنچانا چاہتے تو وہ اتنا اُسکو نقصان نہ پہنچا سکتے
جتنا ایک ناستک انسان پرماتما سے بے مکھ ہو کر اپنے آپ کو نقصان
پہنچا سکتا ہے۔ پرماتما سے علیحدہ ہو کر سکھ کہاں۔ دُنیا کے میٹھے
بھوگ تب ہی سکھدائی ہوتے ہیں جب انسان کے ہردے میں پرماتما
کا پریم ہو۔ پرماتما بھوگوں کے جایز استعمال کا گیان پردان کرتے
ہیں اور جب گیان کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے تب بھوگ مزیدار ہو جاتے
ہیں نہیں تو انسان بھوگوں کو نہیں بھوگتا بلکہ بھوگوں کی خوراک
بن جاتا ہے۔ شاستر کار اِس صداقت کی تائید کرتے ہیں اگر شبہ ہو تو
منو سمرتی کا مطالعہ کریں جو لوگ شاستروں کو نہیں پڑھ سکتے اُن کے
لئے گورو گوبند سنگھ جی کا پرمان اُن کے اپنے الفاظ میں پیش کر
دیتے ہیں۔ گورو صاحب فرماتے ہیں:۔
"متر پیارے نوں حال مُریداں دا کہنا۔ تُدھ بن روگ رضائیاں دا اوڑھن

نال نواساں دے رہنا۔ سول صراحی تے خنجر پیالہ بنگ قصاباں دے
سہنا۔ یار ڑے دا سانوں سنتھر چنگیرا بھٹھ کھیڑیاں دا رہنا"۔

یہ شبد زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی میں
کتنی دھان عزت اور کتنا گہرا پریم اس جگت پتی کے لئے تھا اور اگر
ان کو اپنے مشن میں کامیابی نصیب ہوئی تو صرف پرماتما کے ساتھ پریم
کرنے سے کیونکہ وہ بل ہنی بل کا داتا ہے کایر اور نربل لوگ اگر
ایک دفعہ اس کی طرف جھک جائیں تو وہ بھی شیر ببر ہو جاتے ہیں۔
اس لئے مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنی نفسانیت کو اپنے پریتم
کے پریم میں محو کر دیا ہے اور جو اپنی آتما میں اپنے پوجنیہ گورو کا اپدیش
سن رہے ہیں۔ ان ہی کے لئے یہ جیون سپھل ہو رہا ہے اور وہ
اسی جیون میں اس جگت پتی کے درشن کر رہے ہیں۔ جو آتمائیں دھرم
کی راہ پر اپنا قدم نہیں رکھتیں ان کے دکھ اتھاہ ہیں اور وہ موت کے
بعد بھی شانتی کو پراپت نہیں ہونگی۔ دنیا میں جب تک وہ زندہ ہیں
"ایشور" کے نام سے پکارے جا رہے ہیں اور موت کے بعد ان سے
وہ سلوک ہوتا ہے جو ایک باغی رعایا سے ہوتا ہے۔ پوتر آتماؤں کے
لئے دکھ دکھ نہیں بلکہ ان کے لئے کلیان دا ایک او شدھی ہے اور
"اس اوستھا میں گھبرا نہیں اٹھتیں بلکہ شانت چت رہتی ہیں۔
پاپی اور پن آتماؤں میں یہی تو فرق ہے کہ ایک روتا ہے چلاتا ہے اور
دوسرا پرسن ہو رہا ہے۔ پن آتما اس امر کا وشواسی ہے کہ پرماتما
ہم سب ہیں اور اس لئے دنیا دی دکھ اسکو پرماتما سے جدا نہیں کرتا

بلکہ نکرٹ گامی بناتا ہے ہاں پاپی لوگوں کے لیئے پرماتما ظالم اور
انیائی پرتیت ہو رہے ہیں کیونکہ وہ خود دوسروں کے ساتھ بے انصافی
اور ظلم سے سلوک کرتے رہے ہیں۔ پاپی لوگوں کا خدا قہّار اور جبّار
ہے ہاں پُن آتماؤں کا مالک دیالو اور پیارے دمیش ہے درحقیقت
انسانی جیون پرماتما سے علیحدہ ہو کر ایک خوفناک جیون بن جاتا ہے اور
اُس کے ہردے میں فاسد خیالات بھر جاتے ہیں جو اور مسافروں کو
بھی بے چین کر دیتے ہیں۔ اُن کی بے چینی اور گریہ زاری کو دیکھ
رشی لوگ اپنی سمادھی کے اننت سُکھ کو تیاگ مصیبت زدوں کی مدد کو
آ رہے ہیں۔ اور خبردار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ ارے احمقو
تم موت کے مُنہ میں جا رہے ہو اپنے آچرن کو پوتر بناؤ یہہ جیون
اور یہہ وقت تمہارے ہاتھ نہیں آئیگا۔ جن کے تم متوالے ہو رہے
ہو وہ رتن نہیں بلکہ کوڑیاں ہیں۔ امرت نہیں بلکہ زہر ہے۔ زندگی
دینے والے نہیں بلکہ موت کے مُنہ میں لے جانیوالے ہیں۔ اُن کی
چمک تم کو دھوکہ دے رہی ہے اب بھی سمجھو ورنہ ہاتھ ملتے رہ جاؤگے
یہہ وہ گھاٹہ ہے جو کبھی پورا نہیں ہوگا۔ اب بھی وقت ہے کہ تم پرماتما
کی راہ پر چلو۔ ایک دفعہ چل کر دیکھ لو تم کو وہ آنند ملیگا جو کبھی خواب
میں بھی نصیب نہ ہُوا ہو۔ سچ مچ پرماتما کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہی تو
سچا بہشت ہے ورنہ یہ دوزخ ہے۔ وشواس رکھو اگر آپ کا سیس
پرماتما کے چرنوں میں جھکا ہُوا ہے تو تر لوکی میں کون سی شکتی ہے
جو تمہارا بال بینکا کر سکتی ہے۔ پرماتما کی نزدیکی حاصل کرنا ہی ایک بہشت ہے

ن ہے جس کے تُل اور جس سے بڑھ کر اور کوئی ہو نہیں سکتی ۔

جس نے اس دولت کی خواہش کر کے یتن نہیں کیا وہ احمق ہے اور
پنا آپ دشمن ہے ۔ ہم تو اُسی انسان کو انسان سمجھتے ہیں جو اپنی آتما کی
ہر وقت رکھشا کر رہا ہے اور اس خاکی پنجرے سے آزاد ہونے کی کوشش
کر رہا ہے کیا ہوا اگر میں اس دُنیا میں غریب ہوں مگر میں آپ کو وشواس
دلاتا ہوں کہ چونکہ میری نیت صاف ہے میرے ہردے میں پرماتما کا سچا
پریم ہے اِس لئے میں اپنی آتما میں وہ سُکھ دیکھ رہا ہوں جو ایک چکرورتی
راجہ کو بھی نصیب نہیں ۔ اب بتاؤ ہم دونوں میں سے کون نادار ہے ۔
بس اسی سے نتیجہ نکال لو ۔ کون دانا ہے اور کون احمق ہے ۔ ہم آپ کو
دھوکا نہیں دیتے آپ خود تجربہ کر لو اپنی نیت کو صاف کر کے دیکھ لو آپ
کتنے خوشحال ہو جاتے ہو ۔ جگت پتی کے ساتھ پریم بڑھا کر دیکھ لو آپ
کی آتما کتنی پرسن ہو جاتی ہے ۔ ہم تو صرف یہی کہتے ہیں آپ کی یہ ہوشیاری
اور یہ تیز فہمی اگر اچھے راستہ پر آپ کو نہیں لے جاتی تو آپ بھٹکے
جا رہے ہو ۔ اور آپ سے وہ انسان ہزار درجہ بہتر دانا ہے جو اپنی
آتما کا خون نہ کرتا ہُوا اپنی جیون یاترا کو سماپت کر رہا ہے ۔ آپ اُس
کو بیوقوف کہتے ہو کیونکہ وہ مکر اور فریب میں آپ کی طرح چتر نہیں مگر
ہم تو اُسی کو چتر اور چالاک کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ ایک گہری غار میں
اپنے آپ کو لے جا رہے ہو اور وہ اپنے آپ کو سلامتی کی منزل پر
پہنچا رہا ہے ۔

خدا کی راہ پر چلنے والو ۔ خبردار آپ کی آتما کی پوترتائی کہیں آپ

کے ہردے میں ابھیمان نہ پیدا کردے اِس جگہ آپ کی آتما کا امتحان
ہے اگر آپ اس زینہ پر پہنچ کر گر گئے تو پھر آپ کا کوئی ٹھکانا نہیں اس
لئے جہاں تک ہوسکے کبھی اپنے پوتر آچرن کا ناجائز ابھیمان نہ
کرو۔ اگر آپ ایسا کرینگے تو آتما کی وہ بے انتہا شانتی جو ہزاروں
کے ابھیاس کے بعد آپ کو نصیب ہوئی ہے دور ہو جاویگی اور آپ کو
پھر از سرِ نو اُس شانتی کے لئے تپ کرنا پڑیگا۔

دُنیا داروں سے عزت کی خواہش مت رکھو جو اِن خواہشوں میں پھنس
چکا ہے وہ مشکل سے آزاد ہوگا اور اُس کو پرماتما کا درشن کہاں
نصیب ہوسکتا ہے۔ اِس لئے صرف اُس کے پیارے بنو۔ اور اُسی
کے پاس بیٹھنے کے لئے پوتر آچرن بناؤ۔ وہی ایک سچا مِتر ہے۔ جو
پریم وہاں ہے وہ اور کہیں نہیں۔ میری تو اُس کے بغیر زندگی
حرام ہے اور جب میں کبھی اُسکو نہیں دیکھ لیتا تو مجھ کو چین نہیں
آتا۔ مجھ کو تو اُس کے سمان اور کوئی سچا ہتیشی دکھائی نہیں دیتا
مجھ کو ہر جگہ سے یہی آواز نکلتی ہوئی سُنائی دے رہی ہے۔ مجھ پر کامل
وشواس رکھو۔ سروسو مجھ پر قربان کردو۔ درحقیقت وہ میرا اور
سب کا پُشت پناہ ہے اُس کی خوشی میری زندگی اور اُس کی ناراضگی
میری موت ہے۔ مجھ کو اِس امر کی کچھ پرواہ نہیں کہ کون میرا دشمن
ہے میں تو یہی کوشش کر رہا ہوں کہ وہ مجھ سے کبھی ناراض نہ ہو
میرے عزیزو۔ کیا آپ بھی اُس کے قدرشناس بنوگے۔ اور اپنے
بزرگوں کے نقشِ قدم چل کر اُس پریم کے بھاگی بنوگے جو ایک ایشور

کے پیارے کو نصیب ہو رہی ہے - مَیں آپ سے یہہ نہیں کہتا کہ آپ دُنیا
کو چھوڑ دو نہیں ہرگز نہیں ہاں میں کہتا ہوں دُنیا سے دھرم کا رشتہ
باندھو مگر پرماتما کی خاطر آپ دُنیا کو بھی جواب دے دو - کیونکہ دُنیا
آپ کی پُوجا کی اُس درجہ تک پاتر نہیں جس درجہ تک اِس دُنیا کو
بنانیوالا ہے - اُسی کے شُکر گذار بنو وہی آپ کے پریم کا پاتر بنے
کیونکہ وہ سب سے افضل ہے -

آپ اُسیوقت تک بندھن میں ہو جب تک دُنیا کے دلدادہ ہو اور
جب اِس بندھن کو توڑ دو گے تب ہی سچی آزادی نصیب ہو گی - اس
لئے اپنی آتما کو صاف کر کے اُس جگت پتی کے رہنے کے لایق بناؤ -
آتما اُس کا گھر ہے - آپ کی زبان سے جو الفاظ نکلیں وہ آپ کے ہردے
کی صداقت کو پرگٹ کریں - آپ کا ہردہ اور زبان ہر وقت اور ہر جگہ ایک
ہو جب یہہ برکت آپ کو نصیب ہو گی تو نشچہ رکھو آپ پرماتما کے
فضل کے بھاگی بنو گے - اور پھر وہ آپ کو مرت لوک سے نکال کر
امرت دھام میں پہنچا دینگے - ہاں مرت لوک میں رہتے ہوئے بھی آپ
امرت رس پان کرو گے - اُس کے فضل کے ہر وقت امیدوار رہو کیونکہ
جس پر وہ پرسن ہو جاتے ہیں اُسکو وہ کیا کچھ نہیں بنا دیتے - کسی
نے سچ کہا ہے - ؎

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار

ہم آپ کو پھر ایک دفعہ خبردار کر دیتے ہیں اُس محبوب کے ملاپ

کے لئے سخت سے سخت جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ ہاں موت کے مُنہ میں بھی جانے کی ضرورت ہے اگر آپ اِس ناقابل برداشت دُکھ کو سہن کر سکتے ہو تو سچ مچ آپ عاشق صادق ہو اور آپ کے لئے اُس کی پریم سے گود ہر وقت خالی ہے۔ ہاں صرف آپ ہی کے لئے محفوظ ہے عشق ہو تو حقیقی عاشق ہونا چاہیئے۔ اس سوا جتنے ہیں عاشق اُن پر رونا چاہیئے۔

پرماتما اشیرباد کریں اور آپ کی آتما سچائی کا گھر ہو تاکہ آپ اُس سُکھ کے پاتر بنیں جس کی تلاش میں آپ کے بزرگوں نے نفس کُشی کی زندگی بسر کی اور اپنے جیون کو اُس کی پاک یاد میں سماپت کیا۔

شکر گذاری کے بھاؤ

میرے مالک میرے پالک۔ میرے گورو۔ میرے داتا اور بدھاتا میں آپ کی پوجا کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کے چرنوں میں اپنا سیس جھکانا چاہتا ہوں۔ آپ کی امرت بانی کو سُننا چاہتا ہوں۔ میں نے غلطی سے اب تک آپ کے پردان کئے ہوئے من۔ بانی اور شریر کو اُن چیزوں کی طرف جھکائے رکھا جو کہ ظاہرا طور پر خوبصورت اور رنگین پرتیت ہوتی تھیں مگر واستو میں وہ میری موت کا باعث تھیں۔ اُس حالت میں بھی جب کہ میں آپ سے سرکش تھا اور بھُول کر بھی آپ کا نام نہیں لیتا تھا تیری دیا کا مینہ مجھ پر برستا رہا۔ میں آپ کی دیا سے لگاتار ناجائز فایدہ اُٹھاتا رہا اور پاپ ہی کو پیار کرتا رہا۔ آخرش تو نے مجھے پاپ سے چھوڑانے کے لئے رودر رُوپ دھارن کیا اور مجھے مختلف پرکار کی مصائب میں سے گذرنا پڑا۔ اُن تکالیف میں گذرتے ہوئے بھی مجھے تیرا رکھشا رُوپی ہاتھ ہر وقت اپنے اوپر دکھائی دیتا رہا۔ تیرے ست اوپدیش کا شانت رس میری تڑپتی ہوئی آتما کو تریپت کرتا رہا۔ وقت آیا میں نے اپنے آپ کو سمبھالا اور تیری مدد سے اپنی گری ہوئی اوستھا کو درست کیا۔ اور مجھے اس امر کی زبردست خواہش ہوئی کہ وہ جو میرا اسکھ اور دُکھ میں ساتھ دیتا رہا ہے اُس کو جانوں پہچانوں اور اُس ہی کے چرنوں میں سیس جھکاؤں۔ اُسی

ہی کی خدمت کروں - اُسی ہی سے سچا پریم کروں اور وہ تو ہی ہے - تیرے درشن میں - تیرے پوتر نام میں - تیری نزدیکی حاصل کرنے میں جو مٹھاس ہے وہ اور کہیں نہیں - اُس مٹھاس کو بیان کرنے کی مجھ میں سامرتھ نہیں - میری خواہش عملی صورت اختیار کر رہی ہے اور میری آتما شانت جل پر تیرتی ہوئی سچے آنند کو انوبھو کر رہی ہے میرا ہردہ تیرے پریم سے بھرپور ہوتا جاتا ہے اور موت جو کبھی میرے لئے ڈراونی تھی وہ اب سکھدائی پرتیت ہو رہی ہے - مجھے اب اس امر کی مطلق پرواہ نہیں کہ کون میرا دشمن یا دوست ہے - کیونکہ تیرے سوائے میرا اور کون بھلا کر سکتا ہے - جس پر تیری دیا ہو اُس کو کون دُکھ دے سکتا ہے - مجھے اب دُنیا کے خوش کرنے کی پرواہ نہیں - دُنیا کو خوش کرنے کے لئے میں نے بہت کوشش کی مگر یہ خوش نہ ہوئی - پرنتو سچ دُنیا بے وفا ہے اور تو ہی سچا وفادار دوست ہے جو بھٹکتے ہوئے کو آرام دیتا ہے - تیری ہی کرپا سے مجھے یہ شانت اوستھا پراپت ہوئی - تیری محبت اتھاہ ہے - تیرا پریم اکھنڈ ہے میں اپنے آپ کو بدبخت سمجھونگا اگر تجھے بھول جاؤں -

جب میں اپنے کرموں پر درشٹی ڈالتا تھا تو مجھے ہرگز یہ خیال نہیں تھا کہ میں کبھی اس پاپ کے اتھاہ دلدل سے نکل سکونگا - مجھے اس گہری غار سے نکلنے والا کوئی وفادار مِتر دکھائی نہیں دیتا تھا - پاپ کی کالی گھٹا اتنی زور سے بڑھ رہی تھی کہ مجھے اپنی ہستی کا فکر تھا - مجھے ہرگز اُس رحمت کی امید نہیں تھی جو تو نے اپنی

پر دیا ہے مجھ پر کی - سچ مچ تیری مہربانی اور محبت میری امید سے کہیں بڑھ کر
ہے - میں آپ کے اِس اُپکار کا کہاں بدلہ دے سکتا ہوں - میرے پاس کون
سی چیز ہے جو میں آپ کی نذر کر سکوں - یہ سب کچھ جو میرے پاس ہے وہ تو
تیرا ہی دان ہے - اسلئے میں تیرے ہی دان کو تیرے چرنوں میں سمرپن
کر کے نہایت عجز و انکسار سے ملتجی ہوں کہ مجھے ایسی شانت اوستھا
پردان کریں کہ تیری پوجا میں یہ آتما جھکی رہے - جس طرح چاتک پتھر کی پوجے
سے پریتی ہے جس طرح چکور چندر کی روشنی کو دیکھ کر پرسن ہوتا ہے - جس
طرح پروانہ چراغ کی شعاع پر مست ہوتا ہے اُسی طرح یہ شریر اور آتما
تیری عزت میں جھکی رہے - مچھلی جل کے نہ ملنے سے تڑپ اُٹھتی ہے
بس اسی طرح میرے دل میں بھی آپ کے لیے پریم ہو - اور جب تک میں
تجھے نہ دیکھ لوں تب تک مجھے سخت بے چینی رہے - مجھے بل پردان کرو - کہ
برہم ادنسار ہر ایک آشرم سے گذرتا ہوا سنیاس آشرم کو پراپت ہو سکوں
اور اُسوقت سب کچھ چھوڑ کر اور دُنیا کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار
کر لوں - تیری پُوجا مجھ پر ہر اوستھا میں لازمی ہے - تب ہی میں ہر ایک قسم
کے بُرے اثر سے بچ سکتا ہوں - تیری پوجا اور تیری عزت کرنے میں میرا
کچھ خرچ نہیں ہوتا اور اس لئے ایسا کرنا میرے لئے بڑی بات نہیں ہاں
بڑی اور عجیب بات یہ ہے کہ تُو نے نہایت مہربانی سے میرے جیسے نالائق
اور عاجز کو اپنے چرنوں میں سویکار کیا - اور نہایت محبت سے مجھے
اس آتما کو ہمنشیں بنا یا جس کا دامن تیری نزدیکی حاصل کرنے سے پوتر
ہو چکا ہے - درحقیقت میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کرتا میں تو ہر وقت آپ

ہی کو اپنی سیوا میں دیکھتا ہوں - پرتھوی سے لیکر سورج پرینت جدہر نظر
اُٹھاتا ہوں اُدہر ہی تیری دیا کا ظہور دیکھتا ہوں - تیری ایک ہی مہربانی کا شکریہ
ادا کرنے کے لئے میں اسمرتھ ہوں - یہہ آیو یہ تمام جیون تیری شکرگذاری کیلئے
ناکافی ہے - مجھے تو اس امر کا سخت رنج ہے کہ کیوں میں نے منش جیون کو
نسپھل کھو دیا اور ایک منٹ بھی تیری شکر گذاری میں اپنا سر نگوں نہ کیا -
اگرچہ مجھ سے تیری تعریف ہو نہیں سکتی - ایسا کرنے میں میری زبان اسمرتھ ہے
تاہم میرا فرض ہے کہ اپنی ساری طاقت سے تیری عزت کروں اور تیری پوجا
سے دل نہ چراؤں - یہی میں چاہتا ہوں اور تو نہایت مہربانی سے میری اس
منگل اچھیا کو پورن کر - میرے لئے یہی سب سے بڑھ کر نعمت ہے کہ
میں اپنے آپ کو تیرا سمجھوں اور تیری خاطر دنیاوی جاہ و جلال کو ہیچ سمجھوں
سچ مچ میں تیرا ہوں مگر تو میرا نہیں ہے - تیرا مجھ پر پورن ادھیکار ہے
مگر تجھ پر کسی کا ادھیکار نہیں - تو سب سے برتر ہے اور اس لئے جو تیری
نزدیکی حاصل کر لیتا ہے وہ بھی دنیا سے اونچا ہو جاتا ہے - دنیا سے اونچا
رہنے میں ہی سچی خوشی اور دائمی زندگی ہے - اور میں اپنے آپ کو نہایت ہی
مبارک خیال کرونگا - اگر یہ برکت مجھے نصیب ہوگی - میں سمجھتا ہوں کہ اس
برکت کے حصول کے لئے مجھے کتنی کچھ قربانی کرنی پڑیگی - تمام جسمانی عیش و
آرام کو ترک کرنا ہوگا - تیرے ملاپ کے لئے مجھے تنگ راستہ پر چلنا پڑیگا
اور دنیاوی تفکرات کو بھی بھلانا پڑیگا - اگرچہ ایسا کرنے میں اسوقت میں
اسمرتھ ہوں مگر مجھ کو تیری اپار دیا سے ہر وقت یہ امید پڑتی ہے کہ تو مجھے
ایسا کرنے کے لئے ضرور ہی بل پردان کریگا - جس نے تیرے دوار کو کھٹکھٹایا

اس کے لئے تیرا دوار کھُل گیا جس نے تجھے ڈھونڈنے کی کوشش کی اُس کو تیرا درشن نصیب ہو گیا۔ حقیقت راستے کو تیرے دوار سے بھکشا ملی۔ نانک دیو تیری مہربانی سے مالا مال ہُوا۔ اور اس لئے مجھے بھی پُورن وشواس ہے کہ میں تیرے دوار سے خالی ہاتھ نہیں آؤں گا۔ میری پرارتھنا ضرور ہی سویکار ہوگی۔ یہہ میرا اٹل وشواس ہے۔

آپ اشیرباد دیں کہ ایسا ہی ہو تا کہ یہہ خاکی پُتلا پوتّر ہو۔ سورن اگنی کے میل سے پوتر ہوتا ہے اور آتما آپ کے درشن سے۔ اس لئے پربھے ہاتھ میری نہایت ادب سے آپ کے چرنوں میں یہی پرارتھنا ہے کہ یہہ آتما آپ کی طرف بڑھتی ہوئی آپ سے اتنی نزدیک ہو جاوے کہ اس کو اپنی ہستی کا بھی گیان نہ رہے۔ آپ کرپا کر کے سویکار کریں۔ اوم شم ؛

بھجن

ماتُ تُوہی گورو تات تُوہی مِرت بھرآت تُوہی دھن دہان بھنڈارو

ایشُ تُوہی جگدیش تُوہی مم شیش تُوہی پرلج راکھن ہارو

راوان تُوہی۔ اُمراداں تُوہی مَن بھاؤ تُوہی۔ مم نین کے تارو

سار تُوہی۔ کرتار تُوہی گھربار تُوہی۔ پریوار ہمارو

میٹھے وچن

(۱) مبارک ہے وہ خاندان - خوش قسمت ہے وہ اولاد جس کے ماں باپ دھارمک اور عالم ہوں (شست پتھ براہمن)

(۲) جو ماں باپ اور آچارج اولاد اور شاگردوں کو ڈانٹا کرتے ہیں وہ گویا اپنی اولاد اور شاگردوں کو اپنے ہاتھ سے آبحیات پلا رہے ہیں (مہابھاشیہ)

(۳) وہ ماں باپ اپنی اولاد کے پورے دشمن ہیں جنہوں نے اُن کو تحصیل علم نہ کروائی ؛

(۴) جو بالک پورن برہمچرج کو دھارن کر کے ودیا ابھیاس کرتے ہیں وہ سب قسم کے دُکھوں سے آزاد ہوکر دھرم - ارتھ - کام اور موکش کو حاصل کرتے ہیں (رچھاندیوگیہ اُپ نشد)

(۵) ماتا پتا اور عالموں کی سیوا کرنے سے عمر - علم - شہرت اور طاقت ہمیشہ بڑھتی ہیں (منوبھگوان)

(۶) جو وید اور وید کے مطابق آپت (راست باز) پُرشوں کی تصانیف کی بیقدری کرتا ہے وہ وید کی بے ادبی کرتا ہے ایسے شخص کو قوم - ذات اور ملک سے باہر کر دینا چاہیئے (منوبھگوان)

(۷) دُنیا میں جتنی قسم کی خیرات ہے یعنی پانی - اناج - گائے - زمین - کپڑے - تِل - سونا اور گھی وغیرہ ان سب خیراتوں سے وید وِدّیا کا دان سب سے افضل ہے - (منوبھگوان)

(۱۲) دیرگھ سندھیا (دیر تک پرماتما کی بھگتی کرتے رہنا) سے آیو۔ بل۔ بدھی اور تیج بڑھتا ہے۔

(۱۳) جو لوگ پاپ سے دھن اوپارجن کرتے ہیں وہ دھن اور ایشور ج کنجروں اور کلالوں کے کام آتا ہے۔

(۱۴) بلوان لوگوں کے لئے گرہست آشرم سورگ دھام ہے۔ دھرم۔ دھن ودیا۔ سمبندھی اور رشتہ کی آر وگتا بل کہلاتے ہیں۔

(۱۵) زندگی کے مقصد وانسانیت کے معراج کو پیش نظر رکھو۔ اور استقلال ابھیاس اور ویراگ سے اس تک پہنچنے کی کوشش کرو۔

(۱۶) اپنے آپ کو بے غرضانہ اصول کا پابند بناؤ۔ اپنے ہمجنسوں کی خدمت کرو۔ خودی اور خودپسندی کو قوم کی خدمت کی ویدی پر قربان کر دو۔ تب تم سمجھ جاؤ گے کہ کرم ہی سچی پرستش ہے اور یہی گیان کے دروازہ کے کھولنے کی کنجی ہے ٭

(۱۷) اپنی اچھیا کو ایشوریہ اچھیا کے انکول بناؤ۔ اور ان کی ہمیشہ پڑتال کرتے رہو اور دیکھو کہ یہ خواہشیں نفسانیت کے لئے تو پیدا نہیں ہوئیں اگر نفسانی لذات کے لئے ہیں تو ان کو فوراً کچل ڈالو۔ اور اگر ایشوریہ جلال اور عزت کے لئے ہیں تو ان کو بڑھنے دو ٭

(۱۸) ہمیشہ اپنے دل کے اندر اس طرح غور کیا کرو۔ یہ لڑکے بالے اور خانہ داری کے تعلقات میرے اپنے نہیں بلکہ ایشور کے ہیں۔ میں صرف ان کا داس ہوں۔ اس نے ان کے پالن پوشن کا میرے سپرد کیا ہے۔ ان کی تعلیم کا فکر رکھنا۔ ان کی آئندہ زندگی کے بہتر بنانے کی کوشش کرنا ایشور کی

آگیا کا پالن کرنا ہے - یہاں میں صرف ایشور کا کام کرتے آیا ہوں - میرا اپنا کچھ نہیں ہے - سب اُس کا ہے اور اُسی کا رہیگا - جس وقت تم ایسا سوچنے لگو گے - تم آزاد بن جاؤ گے اور تمہارے سب بندھن خودبخود کٹ جائیں گے - (رام کشن پرم ہنس)

(۱۹) سانپ بڑا زہریلا جانور ہوتا ہے - جو شخص اس کے پاس جاتا ہے فوراً ہی کاٹ کھاتا ہے - کوئی اُس کے زہر سے محفوظ نہیں رہتا - مگر سپیرے سانپوں کے پالنے اور ان کے کمزور پہلوؤں سے واقف ہونے کی وجہ سے اُن کو بس میں کر رکھتے ہیں - کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے کہ متعدد سانپ ان کے جسم سے لپٹے رہتے ہیں اور اُن کا کچھ نقصان نہیں کرتے - کوئی کمر سے لٹکا ہے کوئی ہاتھ سے لپٹا ہے کوئی سر کا جوڑا بنا ہُوا ہے - اسی طرح جو لوگ اس سانپ رُوپی سنسار کا گیان رکھتے ہیں اُن کو یہ نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ اُسکا کچھ بگاڑ کرسکتا ہے - اصلی چیز گیان ہے گیان حاصل کر لو پھر یہ سنسار معصوم بن جائیگا ؛

(۲۰) زمین کو سب لوگ پاؤں سے روندتے ہیں - مگر پرتھوی سب کو جگہ دیتی ہے - یہہ سادھوؤں کے لکشن ہیں - وہ تکلیف پانے پر بھی اپنی خاص عادات کو نہیں چھوڑتے ؛ (اگور دتاترے)

(۲۱) پہاڑ زمین پر قایم ہیں اُن پر کانٹے - کیٹلے - درخت سب اُگتے ہیں - اور پر اوپکار کے لئے قایم ہیں - سادھو بھی اسیطرح دُکھ برداشت کرکے اپنے قاعدوں پر ثابت قدم رہتے ہیں اور

سنسار کا اوپکار کرتے رہتے ہیں ؎ (ایضاً)

(۲۲) درخت دوسروں کی مرضی کے تابع ہیں۔ لوگ اُن کے پھل پھول توڑتے ہیں۔ لکڑی جلاتے ہیں۔ چھپڑی کاٹ لے جاتے ہیں۔ مگر درخت اُن کو سایہ دیتا ہے۔ پانی برسانے میں مدد کرتا ہے۔ اسیطرح لوگ سادھوؤں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں۔ مگر سادھو اُن کا بھلا ہی کرتے رہتے ہیں ؎ (ایضاً)

(۲۳) ہوا۔ جنگل ہو یا میدان۔ گرم ہو یا سرد۔ سب جگہ چلتی رہتی ہے اور سب کے اثرات۔ خوشبو۔ بدبو۔ گرمی۔ سردی بہم پہنچاتی رہتی ہے مگر بالطبع آزاد ہے۔ نہ وہ گرم ہے نہ سرد۔ نہ خوشبودار ہے نہ بدبودار۔ اسیطرح آتما جسم میں مقید رہ کر اُس کے فرائض کو انجام دیتا ہے اور اپنی خاصیت سے آزاد ہے ؎ (ایضاً)

(۲۴) آکاش سب میں محیط ہوتا ہوا بھی سب سے علیحدہ ہے جسم کے اندر جسم کے باہر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں وہ نہ ہو۔ اسیطرح وہ زبردست طاقت جو ذرہ ذرہ کی ترکیب و ترتیب کا انتظام رکھتی ہے محیط کُل ہونے پر بھی کوئی اُس کا شریک و عدیل نہیں ہے۔ یوگی ان دونوں کی ماہیت کو سمجھ کر دُنیا میں اس طرح رہے جیسے کنول پانی کے درمیان رہ کر بھی آلایش سے پاک رہتا ہے۔ برہم اور آکاش یہ سبق سکھلاتے ہیں ؎ (ایضاً)

(۲۵) جس طرح گائے اپنے بچّے کی دُور سے رکھوالی کرتی ہے۔ جس طرح گھڑیال ریت میں انڈے دیکر پانی کے اندر سے اُسکو سیتا ہے

اسیطرح بھگت جن کو پرماتما کا سمرن کرنا چاہیئے۔ (ایضاً)

(۲۶) سمندر باہر سے خوش اور بھیتر سے گنبھیر ہے نہ وہ برسات میں بھرتا ہے نہ قحط میں خشک ہوتا ہے اسی طرح گیانی اپنے عادات و حرکات میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ دُنیا کی کامیابی و ناکامیابی اُن کے دل کو خوشی و رنج نہیں دیتی :: (ایضاً)

(۲۷) پروانہ چراغ کی جھلملنے والی روشنی کو دیکھ کر مر جاتا ہے۔ اسی طرح نادان مایا کا موہنی رُوپ دیکھ کر موت کے مُنہ میں جاتے ہیں۔ انسان مایا سے بچتا رہے۔ کیونکہ اُس کی خوبصورتی میں زہر چھپا ہوا ہے :: (ایضاً)

(۲۸) بھونرا پھُول کی پنکھڑیوں سے رس لیکر اُن کے حُسن کو بدنما نہیں کرتا۔ نہ کسی ایک پھُول سے تعلق رکھتا ہے۔ گیانی اپنی زندگی بھونرے کی طرح بسر کرے اور دُنیا کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہنچائے و نہ کسی خاص چیز سے تعلق رکھے :: (ایضاً)

(۲۹) جس منش میں نہ وِدّیا ہے نہ تپ ہے نہ دان۔ نہ شیل۔ نہ کوئی گُن اور نہ دھرم ہے وہ پرتھوی پر بوجھ ہیں اور منش کے رُوپ میں جانور ہو کر پھرتے ہیں :: (بھرتری جی)

(۳۰) جس قوم کے بہت سے لوگ شُور بیر ہیں اور دھرم کا سہارا لئے ہیں وہی دُنیا میں سُکھ سے رہتے ہیں اور بڑا ایشر پاتے ہیں :: (بھگوان ویاس)

(۳۱) انسانی زندگی کبھی مکمل نہ بنتی اگر انسان کو انسان بنانیوالا دھرم اُس کے ساتھ نہ ہوتا :: (دھرشی سوامی دیانند سرسوتی)

مصنف کی دیگر تصانیف

سورگ کی سیڑھی قیمت ۱۲ر

یہہ کتاب عام میں دہرم پرچار کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ دہرم کی زندگی بسر کرنے کے لئے اِسکا پاٹھ نہایت ہی لابھدایک ہے۔ نوجوان ودیارتھیوں کے لئے یہ سچے دوست کا کام دیتی ہے ⁂

[چند اخبارات کی رائے]

ہندوستان مطبوعہ ۷ ستمبر ۱۹۰۶ء

لالہ دینا ناتھ جی اڈیٹر اخبار ہذا اِس طرح لکھتے ہیں :- "سورگ کی سیڑھی" کے عنوان سے لالہ شہزادہ رام نے ۱۰۰ صفحہ کی ایک مختصر مگر قابل دید کتاب لکھی ہے۔ مصنف صاحب اس سے قبل "مکتی کا ستیہ گیان" نامی کتاب لکھکر سوچنے والی پبلک میں کافی عزت حاصل کر چکے ہیں اور اب امید ہے کہ اِن کی نئی تصنیف اِن کی عزت میں اضافہ اور اس فایدہ مندی میں جو بحیثیت مصنف کے اُن کی ذات سے بنی نوع انسان کو ممکن ہے بہت کچھ بیشی کریگی۔ کتاب کا پہلا باب اِن الفاظ سے شروع ہوتا ہے "دہرم مندر پر قدم رکھنے کے زینے"۔ اور ان الفاظ سے ہی ظاہر ہے کہ مصنف کسطرح خیالات کی شستگی الفاظ کی خوبصورتی سے بڑہانا جانتا ہے وغیرہ وغیرہ

آریہ گزٹ پنجاب لاہور مورخہ ۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء

"سورگ کی سیڑھی" مصنفہ لالہ شہزادہ رام صاحب سبھاسد آریہ سماج انارکلی لاہور
قیمت ۳٠ر ۔ ضخامت ۹۸ صفحہ

لالہ شہزادہ رام کی یہ دوسری کتاب ہے۔ جنہوں نے "مکتی کے ستیہ گیان" کو پڑھا ہے اُن کو شاید بتلانے کی ضرورت نہ رہی ہوگی کہ یہ کتاب اُسی قسم اُسی مذاق اور اُسی طرح کی خوبیوں کا ایک دوسرا انبار اور تازہ رسالہ ہے جو دہرم کے اصلاحی۔ سداچار کے شائق اور پاک زندگی بسر کرنے کے خواہشمند آدمیوں کے مطالعہ کے قابل ہے ؎

پرکاش لاہور مورخہ ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۰۶ء

"سورگ کی سیڑھی" مصنفہ لالہ شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج لاہور یہ ایک نہایت ہی دلچسپ اور سبق آموز کتاب ہے۔ دہرم مندر پر قدم رکھنے کی سُرخی سے یہ کتاب شروع ہوتی ہے۔ زیادہ خوبی کی بات اِس میں یہہ ہے کہ مصنف نے جو کچھ اِس میں لکھا ہے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ ویدوں اور شاستروں وغیرہ ست پُستکوں کا سہارا لیکر لکھا ہے اِس میں جو اپدیش ہیں گویا امرت کے گھونٹ ہیں۔ ہر شخص کو یہ کتاب ضرور دیکھنی اور اس پر عامل ہونا چاہیئے۔ جو مقبولیت کہ مصنف کی پہلی کتاب کو حاصل ہو چکی ہے اُس سے اُمید پڑتی ہے کہ پبلک اسکی خوب قدردانی کریگی۔ وغیرہ وغیرہ ؎

ستیہ اوپکارھی بریلی

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۰۶ء

"سورگ کی سیڑھی" مصنفہ لالہ شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج لاہور انارکلی بغرض ریویو موصول ہوئی - اس کتاب کی خوبیاں اسکے نام اور مضامین سے خود ظاہر ہیں - زیادہ تحریر کی ضرورت نہیں - جو مضامین اس میں درج ہیں واقعی وہ سادھن ایسے ہیں جن سے جیو آتما کی اونتی ہو سکتی ہے اور پرم آنند کو بھوگ سکتا ہے - ہر ایک گرہستی کے مطالعہ کے لایق ہے وغیرہ وغیرہ ::

آریہ مسنیجر لاہور فروری ۱۹۰۷ء

سورگ کی سیڑھی مصنفہ لالہ شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج لاہور یہ کتاب "مکتی کے ستیہ گیان" نامی کتاب کا ضمیمہ ہے اور مفید روحانی ہدایات سے بھرپور ہے اور جو لوگ لوک اور پرلوک کے سدھار کا خیال رکھتے ہیں وہ اسکو پسند کرینگے وغیرہ وغیرہ ::

قیمت ۲ ؍ مُکتی کا ستیہ گیان قیمت ۲ ؍

یہ کتاب روزانہ پاٹھ کے لائق ہے۔ اسکی خوبی اسکے دیکھنے سے ہی معلوم ہوسکتی ہے
میرے پاس اس کتاب کے متعلق کئی ایک سجنوں نے پرشنسا پتر بھیجے ہیں جن
میں سے صرف دو تین بطور نمونہ بمعہ ریویو اخبارات آپ کی اطلاع کے لئے
یہاں درج کرتا ہوں۔

(۱) خلاصہ چٹھی لالہ منشی لال ایم۔اے سابق اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ
سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور حال گورنمنٹ پنشنر لاہور مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء
"میں نے "مکتی کے ستیہ گیان" کو بغور مطالعہ کیا۔ یہ کتاب نوجوانوں کو دھارمک بنانے
کے لئے نہایت ہی مفید ہے مصنف نے اس کتاب کو نہایت ہی قابلیت سے
لکھا ہے۔ اس کے مضامین نہایت ہی زوردار اور پرتاثیر ہیں۔ یہ کتاب ہر ایک
نوجوان کے مطالعہ کرنے غور کرنے اور عمل کرنیکے لائق ہے" وغیرہ وغیرہ

(۲) پنڈت جگت سنگھ ہیڈ اوپدیشک دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور
اخبار آریہ گزٹ لاہور مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۵ء میں اس کتاب کی بابت اسطرح
لکھتے ہیں:۔ "لالہ شہزادہ رام نے ایک پُستک بنام "مُکتی کا ستیہ گیان" رچی ہے
جو اتی اُتم پُستک ہے۔ اُپنشدوں کے اننت بھاوُں کو اس میں قلمبند کیا
گیا ہے۔ اور میں سفارش کرتا ہوں کہ جو لوگ سنسکرت نہیں جانتے وہ اس
کو ضرور پڑھیں۔ نہایت پریم پورتا بھگتی مارگ کی کتاب ہے۔ اردو جاننے والوں
کیلئے تو سودھیار کا کام دے سکتی ہے ؛

[اخبارات کی رائے]

(۱) دیانند اینگلو ویدک کالج میگزین اکتوبر اور نومبر ۱۹۰۵ء

ہمارے پاس ایک چھوٹی سی کتاب بنام "مکتی کا ستیہ گیان" مصنفہ لالہ شہزادہ رام برائے ریویو پہنچی ہے۔ مصنف آریہ سماج کا مشہور ممبر ہے جو اپنی سادگی۔ پاکیزگی۔ سرگرمی۔ بھگتی اور غور و فکر کی عادات کے باعث عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے یہ کتاب مذہبی کتب کے گہرے مطالعہ کا نتیجہ ہے اور جس کی خصوصیت یہہ ہے کہ یہہ ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی ہے جس نے ایک خاص درجہ تک شاستروں کی پوتر اور اعلیٰ تعلیم سے فیض اٹھایا ہے۔ یہ کتاب ۴ فصلوں میں منقسم ہے اور سادہ اور زوردار الفاظ میں مختلف مضامین مثلاً آتما اور پرماتما کا سروپ اور پرماتما کے درشن کا اوپائے۔ جیون کا پرواہ۔ سادھن اور پھل۔ ایکانت سیون اور ک جیون۔ کرم چکر۔ پاپوں کا سمرن اور پشچاتاپ اور موت کا سمرن وغیرہ وغیرہ وشئوں پر بحث کی گئی ہے جس کے پاٹھ سے کوئی آدمی اپنی آتما کو اوُنت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور ہم کو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہہ کتاب بہت سی آتماؤں کو جو مایوسی اور تفکرات میں دبے ہوئے ہیں شانتی دینے والی ہوگی :

(۲) آریہ گزٹ پنجاب مطبوعہ ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں شریمان بابو شیو برت لال ایم۔ اے ایڈیٹر اخبار ہذا اسطرح لکھتے ہیں۔ یہ کتاب آریہ سماج کے لٹریچر میں اگر پہلی نہ کہی جاوے تو بھی نہایت وثوق کی نظر سے دیکھے جانیکے قابل ہے اسکے مطالعہ سے ہم کو جو کچھ خوشی حاصل ہوئی اسکا بیان نہیں ہو سکتا۔ آتمک جیون بسر کرنے کیلئے اس قسم کے رسالوں کی جیسے آجکل ضرورت محسوس کیجا رہی ہے وہ سب کو معلوم ہے مگر اس طرف کمتر آدمیوں کی توجہ ہے۔

شکر ہے لالہ شہزادہ رام جی نے اسکی ابتدا کردی اور آیندہ ہم امید کرینگے۔ اس قسم کی ضروری مذہبی کتابوں کے لکھنے کا رواج ہم میں بھی شروع ہو جاویگا۔ کتاب زیر ریویو ۱۴ ابواب میں منقسم ہے اور آتما اور پرماتما کے سروپ سے آغاز کرتے ہوئے مصنف نے سادھن پھل کرم چکر۔ ایکانت سیون۔ شانتی۔ پاپ وغیرہ کا مفصل بیان داخل کیا ہے جو مطالعہ کرنے پر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم اُمید کرتے ہیں یہ کتاب مقبول اور پبلک پسند ہوگی اور لوگ اس سے روحانی لابھ اُٹھاوینگے ؛

(۳) ستیہ دھرم پرچارک جالندھر شہر مطبوعہ ۱۲ کاتک سمت ۱۹۶۲ میں شریان نہاتما منشی رام جی اپنی قلم سے اس طرح لکھتے ہیں :۔

"مکتی کا ستیہ گیان" بزبان اردو۔ چھپائی اور کاغذ وغیرہ عمدہ ہیں۔ مصنفہ لالہ شہزادہ رام سبھاسد آریہ سماج انارکلی لاہور۔ مصنف کو چونکہ میں ذاتی طور پر جانتا اور اُن کے سداچار کو ع۔ ث کی نگاہ سے دیکھتا رہا ہوں۔ اسلئے میں نے اس رسالہ کو بڑے پریم سے مطالعہ کیلئے کھولا۔ سرسری مطالعہ سے ہی مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ یہ رسالہ ایک بھاری ضرورت کو پورا کر سکیگا اور ودوان پبلک کے لئے سوادھیائے کے لئے اسوقت کوئی بھی عمدہ پُستک نہیں ہے۔ لالہ شہزادہ رام جی کے اوپدیش دل سے نکلے ہوئے معلوم دیتے ہیں اور چونکہ اُنہوں نے بجائے خود ہاتھ پیر مارنے کے اپنے پُراتے بزرگوں کو ہی اپنا سہارا بنایا ہے اس لئے وہ دوسروں کی آتما کے لئے نیک ہدایات بیان کرتے ہیں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ میں اس پُستک کی ایک ایک جلد خریدنے کے لئے ہر آریہ پُرش کو پریرنا کرتا ہوں ؛

میٹھے وچن

(۱) جس خاندان میں استری سے پتی اور پتی سے استری ہمیشہ پرسن رہتے ہیں اُسی خاندان میں سکھ۔ دولت اور شہرت ہوتی ہے اور جہاں لڑائی جھگڑا ہوتا ہے وہاں دُکھ۔ افلاس اور بُرائی ہی رہتی ہے ؛

(منو بھگوان)

(۹) انسان کو چاہیئے کہ رات کے چوتھے پہر یا چار گھڑی رات باقی رہتے اُٹھے۔ ضروریات سے فارغ ہو دھرم اور ارتھ (نیکی اور دولت کے حصول کی تدابیر)۔ جسمانی بیماریوں کا تدارک اور پرمیشور کا دھیان کرے اور کبھی بُرا کام نہ کرے ؛

(ایضاً)

(۱۰) بدچلن آدمی دُنیا میں نیک لوگوں میں بُرا سمجھا جاتا ہے دُکھ بھوگتا اور ہمیشہ بیماریوں میں مبتلا ہو کر تھوڑی عمر ہی زندہ رہتا ہے ؛ (ایضاً)

(۱۱) سب کو مفصلہ ذیل عیبوں سے بچنا چاہیئے :-

(۱) چوپڑ کھیلنا۔ جوا کھیلنا (۲) دن میں سونا (۳) شہوت انگیز باتیں یا دوسروں کی بُرائی کرنا (۴) عورتوں سے زیادہ صحبت رکھنا (۵) نشئی اشیاء مثلاً شراب۔ افیون۔ بھنگ۔ گانجہ۔ چرس وغیرہ کا استعمال کرنا (۶) آوارہ پھرنا (۷) فضول خرچی کرنا (۸) سخت کلامی کرنا (۹) فحش کتابوں کا پڑھنا (۱۰) چوری کرنا ؛

انتم نویدن

پیارے پاٹھک۔ میری آپ سے نمرتا پُورک یہی پرارتھنا ہے کہ آپ روزانہ اِن پاکیزہ خیالات کا جو اِس کتاب میں درج ہیں پاٹھ کریں۔ اور اگر یہ خیالات آپ کے دلپسند ہوں تو اِن پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ مَیں نے خود ابھی تک کچھ نہیں سیکھا جو آپ کو سکھا سکوں۔ یہ خیالات جو مَیں نے آپ کی پیش نظر کئے ہیں صرف اُس گُورو کا پرساد ہے جو سب کو سکشا دے رہا ہے ورنہ میری لیاقت تو کچھ بھی نہیں۔ مَیں نے کسی پر احسان نہیں کیا البتہ اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور اگر آپ اِن خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرینگے تو میری آتما آپ کو اشیرباد دیگی ؛

آپ کا مِتر

شہزادہ رام

کلرک اکونٹنٹ جنرل آفس پنجاب لاہور

بنگال

کے

مشہور

سوشل ریفارمر۔ مصنف۔ تعلیم پھیلانیوالے اور ہمدرد انسان

پنڈت ایشور چندر ودیاساگر

کا

جیون چرتر

مرتبہ

مادھو رام بی۔اے

وکیل انبالہ

سنہ ۱۹۰۵

رفاہِ عام سٹیم پریس لاہور میں چھاپا گیا

دوسرا ایڈیشن ۱۰۰۰ جلد قیمت ۶/

میں

اِس چھوٹی سی کتاب

کو

اپنے فراخ دل۔ مہربان اور بزرگ دوست

لالہ مرلی دھر وکیل انبالہ

کی

خدمت میں بڑے ادب سے پیش کرتا ہوں

مادھو رام

دیباچہ

مجھے شروع سے بڑے بڑے آدمیوں کے جیون چرتر پڑھنے کا شوق
رہا ہے کیونکہ نیک صحبت کی طرح اس قسم کا مطالعہ انسان کی زندگی پر
نیک اثر ڈالتا ہے۔ انگریزی زبان میں تو مہاں پرشوں کی نسبت بیشمار
کتابیں موجود ہیں انگریز نوجوان ان کتابوں کو پڑھتے ہیں اور اپنی زندگی
کے سُدھار کے لیئے ان سے روشنی حاصل کرتے ہیں مگر ہماری زبان
میں ایسی کتابیں بہت کم ہیں سنہ ۱۸۸۲ و ۸۳ء میں لالہ نتھو رام نند مرحوم اڈیٹر
اخبار کوہ نور نے اپنے اُردو رسالہ ریفارمر میں چند مہاں پُرشوں کے
مختصر حالات لکھے تھے۔ پھر اُنہوں نے راجہ رام موہن رائے کی مفصّل
سوانح عمری لکھی۔ ان کے بعد ہمارے اُلو العزم بھائی لالہ لاجپت رائے
وکیل نے سوامی دیانند سرسوتی۔ سیوا جی۔ گیری بالڈی میزینی اور سری کرشن
کے جیون چرتر لکھ کر پنجابی نوجوان پر بڑا احسان کیا ہے۔ انہی دنوں
میں لالہ رگھوناتھ سہائے نے بابو کیشب چندر سین کی سوانح عمری بہت

عمدگی سے لکھی ہے۔ موجودہ زمانہ کے بڑے آدمیوں میں سے بابو کیشب چندر سین اور سوامی دیانند سرسوتی پنجابیوں میں اچھی طرح مشہور ہیں کیونکہ یہ دونوں صاحب پنجاب میں خود آچکے ہیں اور اُن کے ہم خیال لوگ یہاں موجود ہیں۔ پنڈت ایشور چندر نہ کسی مذہب کے پرچارک تھے اور نہ کسی نئے مذہبی فرقہ سے ان کا تعلق تھا وہ بنگال سے باہر سوائے بنارس کے اور کہیں نہیں گئے اور اُن کی زندگی کے واقعات بہت عرصہ بنگالی تحریر میں بند رہے۔ اس لئے بنگال سے باہر ان کے حالات کا اچھی طرح معلوم ہونا مشکل تھا۔ قریباً چار سال ہوئے جب بابو سری چرن چکرورتی نے ان کی سوانح عمری انگریزی زبان میں لکھی تو بنگال سے باہر بھی ان کی فضیلت کی دھاک پہنچی۔ میں نے بھی اس انگریزی کتاب کو پڑھا اور ارادہ کیا کہ اس عظیم الشان شخص کی زندگی کے حالات اپنے پنجابی بھائیوں کو سناؤں۔ مجھے افسوس ہے کہ طاعون اور دیگر وجوہات نے مجھے کلکتہ جانے نہ دیا اس لئے جو واقعات اس کتاب میں درج ہیں وہ ودیا ساگر کی بنگالی سوانح عمری کا جو بابو چنڈی چرن بنرجی اور ودیا ساگر کے چھوٹے بھائی پنڈت شمبو چندر ودیا رتن نے جُدا جُدا لکھی ہے اپنے بنگالی دوستوں سے ترجمہ سُن کر اور بابو سری چرن چکرورتی کی کتاب کو خود پڑھ کر درج کئے ہیں ان تینوں مصنفوں کا میں تہ دل سے مشکور ہوں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ آج کل کے مشہور بنگالی صاحبوں سے ودیا ساگر کے حالات دریافت کروں مگر ناکامیاب ہوا۔ بڑے بڑے آدمیوں سے مایوس ہو کر میں نے

بابو راج کرشن بنرجی اور بابو اما چرن گھوس کو خط لکھے۔ بابو راج کرشن بنرجی
ودیا ساگر کے دوست اور پریزیڈنسی کالج کلکتہ میں سنسکرت کے اسسٹنٹ
پروفیسر تھے اب پنشن پاتے ہیں۔ بابو اما چرن گھوس بیرسنگھ میں ودیا
ساگر کے مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر تھے اور اب میٹراپالی ٹن سکول میں ٹیچر
ہیں ان دونوں صاحبوں نے ودیا ساگر کو بڑے ادب سے یاد کیا اور
اُن کے متعلق میرے سوالات کا مفصل جواب دیا۔ میں ان کا بھی بڑا
ممنون ہوں۔ ودیا ساگر کے بھائی پنڈت شمبھو چندر نے بھی بڑی
مہربانی سے خط لکھ کر مجھے چند ضروری واقعات سے آگاہی بخشی۔ اب
یہ چھوٹی سی کتاب پبلک کی نذر ہے امید ہے کہ اس کے پڑھنے والے
میری طرز تحریر کو نظر انداز کر کے ودیا ساگر کے کارناموں کے سامنے
سر جھکائینگے اور ان کی نیک مثال سے سبق حاصل کر کے اپنے ہموطنوں
کی بہبودی کے لئے حسب توفیق کوشش کرینگے ٭

انبالہ — مادھو رام

دوسرا ایڈیشن

مجھے نہایت خوشی ہے کہ ودیاساگر کی ذات بابرکات کی عظمت روز بروز لوگوں کے دلوں میں زیادہ گھر کر رہی ہے۔ مسٹر رومیش چندر دت نے جو آجکل ہندوستان کی اہل قلم جماعت میں اول درجے پر ہیں انگلستان کی اِن سائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ودیاساگر پر آرٹیکل تحریر کیا ہے جس میں لائق مصنف نے اُس اثر کو جو ودیاساگر کی کوششوں سے انیسویں صدی کے پچھلے نصف حصے میں ہندوستان کی تعلیمی اور سوشل حالت پر ہوا نہایت خوبی سے ظاہر کیا ہے سنہ ۱۹۰۲ء میں بابو سوبل چندر متر نے انگریزی زبان میں ودیاساگر کی ایک نئی سوانح عمری لکھی ہے اور اُس کا دیباچہ مسٹر رومیش چندر دت کے پرزور قلم سے ہے یہ کتاب بابو سری چرن چکرورتی کی لکھی ہوئی سوانح عمری کی نسبت ضخامت میں زیادہ اور لیاقت میں کم ہے بابو سوبل چندر بدھوا بواہ کے سخت مخالف ہیں۔ چند واقعات میں نے اس کتاب سے بھی لئے ہیں اور میں بابو صاحب مذکور کا مشکور ہوں۔ اس سال ایکٹ سنہ ۱۸۵۶ء (جس نے بدھوا بواہ کو ہندؤں میں جائز قرار دیا) کی سالگرہ کے دن تمام ہندوستان کے

بڑے بڑے شہروں مثلاً بمبئی - مدراس - الہ آباد وغیرہ میں جلسے ہوئے
اور چیدہ چیدہ شخصوں نے ودیاساگر کی پبلک خدمات کا بیان بڑے
ادب سے کیا - کلکتہ میں ودیاساگر کی موت کا سالانہ جلسہ ماہ جولائی
کے اخیر میں بڑے دھوم دھام سے ہوا - اُس کے میر مجلس مسٹر
رومیش چندر دت تھے - مسٹر دت - بابو سرندروناتھ بنرجی اور مسٹر
نوگندر ناتھ گھوس پرنسپل میٹراپالی ٹن کالج و اڈیٹر اخبار انڈین
نیشن نے نہایت معقول تقریروں میں ودیاساگر کی اعلیٰ زندگی
کے حالات بیان کرنے کے بعد نوجوانوں کو نصیحت کی کہ اُن کو
ودیاساگر سے سبق حاصل کرنا چاہئے - اور قربانی کی نیک صفت کو
اپنی طبیعت میں داخل کر کے اپنے ملک کی ضروریات کو صدق دلی
سے پورا کرنا چاہئے - اُس کے بعد یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ میں ودیاساگر
کی پیدائش کی تاریخ پر جلسہ کیا گیا - مسٹر نوگندر ناتھ گھوس میر مجلس
نے اس موقعہ پر بھی قابل تعریف تقریر کی - کلکتہ کے مشہور اخبار
سٹیٹسمین نامی مورخہ ۲۹ - جولائی سنہ ۱۹۰۴ء میں ایک ہمدردی سے
پُر آرٹیکل ودیاساگر کے متعلق شائع ہوا - اور الہ آباد کی ہندوستان
ریویو مطبوعہ اگست سنہ ۱۹۰۴ء میں بڑی لیاقت سے ودیاساگر کی
خدمات ملکی کا ذکر کیا گیا اور لوگوں پر ظاہر کیا گیا کہ ملک کا سُدھار
ودیاساگر جیسے عالم باعمل ہی کر سکتے ہیں - اسی طرز پر ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء
کے رسالہ 'زمانہ' نامی میں جو بریلی سے شائع ہوتا ہے منشی
دیانرائن نگم بی اے اڈیٹر نے ایک قابل قدر آرٹیکل میں

ودیاساگر کی نیک زندگی کے حالات پبلک کے سامنے پیش کئے ہیں۔
خوش قسمتی سے دسمبر سنہ ۱۹ء میں مجھے کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میں
بابو راج کرشن بنرجی سے ملا۔ بابو صاحب ودیاساگر کے دلی دوست
تھے۔ اور اُس قابل یاد زمانہ میں سے جس میں بدھوا بواہ کا اول پرچار
ہوا گذر چکے تھے۔ پہلا بدھوا بیاہ سکیا سٹریٹ میں اُن کے مکان
پر ہی ہوا تھا۔ وہ میرے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آئے اور
عرصہ تک ودیاساگر کا ذکر خیر کرتے رہے۔ بعد ازاں میں ودیاساگر
کے بیٹے بابو نارائن چندر بنرجی سے ملا۔ وہ مجھے کلکتہ لائبریری سے
جو سکیا سٹریٹ میں ہے اپنے مکان پر جو وہاں سے قریب ہے
لے گئے۔ یہ ایک مختصر سا مکان ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ ودیاساگر
اپنے آرام کے لئے بہت کم روپیہ خرچ کرتے تھے۔ دوسری منزل
پر ایک طرف ودیاساگر کی مشہور انگریزی لائبریری موجود ہے۔
دوسری طرف سنسکرت کی قلمی کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ پاس
ہی اُن کی اپنی اور اُن کے ماتا پتا کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔
اس پاک مجمع میں میں اپنی ناچیز ہستی کو بھول گیا اور ودیاساگر
کی زندگی کی تمام کہانی میرے سامنے آموجود ہوئی۔ اُس مکان
کی موجودہ بے رونق اور سنسان حالت دیکھ کر مجھے وہ زمانہ یاد آیا
جبکہ وہاں چشمہ فیض جاری تھا اور کلکتہ کے بڑے اور
چھوٹے آدمی وہاں پہنچکر ودیاساگر کی قدمبوسی کرنا اپنا
فخر سمجھتے تھے۔ اگرچہ وہ مکان اب بے رونق ہے۔ مگر بدھوا بواہ

بنگالی لٹریچر اور تعلیم کے باغ جو ودیاساگر نے محبت سے لگائے تھے وہ سب ہرے بھرے ہیں اور ہمارے ملک کو نیک پھل و پھول دے رہے ہیں
بابو نارائن چندر نے اپنے پتا کی بنگالی کتابیں بطور تحفہ مجھے دیں اور وعدہ فرمایا کہ ان کی زندگی کے واقعات ظاہر کرنے میں وہ خوشی سے میری مدد کرینگے۔

اس کتاب کے مضمون کے متعلق جو نئی باتیں مجھ کو معلوم ہوئی ہیں وہ میں نے اس ایڈیشن میں داخل کر دی ہیں امید ہے کہ پہلے ایڈیشن نے میرے ہموطنوں کو ودیاساگر کے حالات سے اچھی طرح واقف کر دیا ہے اور وہ ضرور اُس بزرگ کی نیک مثال کو اپنے سامنے رکھیں گے اور اُس کی زندگی کے دلچسپ اور حوصلہ بڑھانیوالے واقعات کو ملک کے نوجوانوں تک پہنچانے کی کوشش کرینگے۔

مادھو رام
انبالہ شہر

پیدائش اور بچپن

بنگال کے ضلع مدناپور میں ایک چھوٹا سا گاؤں بیرسنگہ نامی ہے۔
اُنیسویں صدی کے شروع میں ٹھاکرداس بنرجی ایک غریب نوجوان برہمن
اپنے ماں باپ سمیت وہاں رہتا تھا۔ اُس زمانے میں انگریزی تعلیم کا بڑے
بڑے شہروں میں بھی کچھ انتظام نہ تھا چھوٹے دیہات کا تو کیا ذکر ہے۔
اس وجہ سے ٹھاکرداس بنرجی کی تعلیم بہت کم تھی۔ شروع شروع میں اُس
کو دو روپیہ ماہوار کی نوکری ملی۔ کچھ عرصہ بعد پانچ روپیہ مہینہ ہو گیا آخرکار
آٹھ روپیہ ماہوار پر کلکتہ میں ایک دکان پر وہ نوکر ہوا اُس وقت ٹھاکرداس
کی عمر ۲۴ سال کی تھی مفلسی کی وجہ سے اُس کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی
اب بھگوتی دیوی سے اُس کی شادی ہو گئی۔ ٹھاکرداس بڑا مستقل مزاج
محنت کش اور حوصلہ والا آدمی تھا۔ بھگوتی دیوی فیاضی اور دیا کا غیر معمولی نمونہ
تھی دوسروں کو خوش دیکھ کر خوش ہوتی تھی اُن کو دُکھی دیکھ کر آپ دُکھی ہوتی
تھی۔ اُس کا دل یہی چاہتا تھا کہ سب لوگ فارغ البال اور خوش رہیں اور
جہاں تک اُس سے ہوتا تھا وہ اوروں کی مدد کرتی تھی۔ بھگوتی دیوی کی
نیک نیتی اس وجہ سے ہم کو غیر معمولی معلوم دیتی ہے کہ ہمارے ملک

میں صدیوں کی جہالت سے لوگوں کے خیالات میں بڑا تنزل آگیا ہے۔ ہم کو بہت استری اور پرش ایسے ملتے ہیں کہ جو دوسروں کی سہائتا کرنا تو درکنار اُن کو کھاتا پیتا بھی نہیں دیکھ سکتے اگر اُن کے کسی ملنے والے کی ترقی ہوتی ہے تو اُن کم بختوں کے آگ لگ جاتی ہے۔ اگر کسی پڑوسی کے بیٹا پیدا ہوتا ہے تو اُن کا تنگ دل خاک ہوجاتا ہے بجائے اس کے کہ ایشور سے اپنے لئے برکت مانگیں وہ دوسروں کی اچھی حالت دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتے ہیں اور بجائے اپنی زندگی سُدھارنے کے دوسروں کو بُری حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں اِن باتوں کو مدنظر رکھ کر ہمیں ماننا پڑیگا کہ بھگوتی دیوی میں ایک غیر معمولی دیا بھاؤ تھا۔ بھگوتی دیوی جیسی دیالو ماں اور ٹھاکرداس جیسے مستقل مزاج باپ کے ہاں ۲۶ ستمبر ۱۸۲۰ء کو ایشور چندر پیدا ہوئے۔ ماں کی دیالتا اور باپ کی مستقل مزاجی کا اجتماع اس مہان پُرش کی زندگی میں جو جو رنگ لایا وہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ سُنتے ہیں کہ جب ایشور چندر اپنی ماتا کے گربھ میں تھے تو وہ بالکل دیوانہ ہوگئی تھی ایک جوتشی نے اُن کی ماں کی جنم پتری دیکھ کر کہا کہ اس سمے گربھ میں ایک مہان پرش ہے جب تک وہ گربھ میں ہے اُس کے تیج سے اُس کی ماں کو تکلیف رہیگی اُس کی پیدایش کے بعد وہ بھلی چنگی ہوجاویگی۔ معلوم نہیں جوتشی کی یہ رائے کہاں تک ٹھیک ہے میں نے ڈاکٹروں سے بھی دریافت کیا وہ اس بات کی تائید نہیں کرتے کہ نیک یا بد بچہ پیٹ میں ہونے سے کوئی عورت دیوانہ ہوسکتی ہے ایشور چندر کا دادا رام جے بنرجی اُن دنوں میں تیرتھ جاترا کر رہا تھا خواب

بس ایک غیب کی آواز نے اُس کو کہا کہ تو دیس پردیس کیوں مارا پھرتا ہے
اپنے گھر واپس جا تیرے خاندان میں ایک شور بیر بچہ پیدا ہوا ہے وہ
تیرے کُل کے نام کو روشن کریگا اور نبی نوع انسان کو آرام دے گا۔
ایشور چندر کے پیدا ہونے کے بعد اُن کے گھر میں قدرے فارغ البالی
ہوگئی اُن کے باپ کو آٹھ روپیہ سے دس روپیہ ماہوار تنخواہ ملنے لگی
چونکہ وہ اپنے باپ کے پہلے ہی بیٹے تھے اس لئے ایشور چندر کے
والدین ان کو بہت پیار کرتے تھے چھوٹی عمر میں ایشور چندر بڑے
کھلاڑی اور شوخ تھے۔ تمام محلہ اُن کے ہاتھ سے تنگ تھا۔ ساتھ ہی
طبیعت کے بڑے ضدی تھے کیا مجال کہ جس طرح کوئی کسی کام کو کہے
اُسی طرح کر دیں ہمیشہ اُلٹے ہی چلتے تھے باپ نے بہتیرا مارا پیٹا مگر ضد
کہاں جائے بعض اوقات اُن سے اگر کوئی کام کرانا ہوتا تھا تو اُن سے
کہتے تھے کہ فلاں کام مت کرنا۔ ممانعت سُن کر وہ ضرور ہی اُس کام کو کرتے
تھے۔ چھوٹی عمر میں اُن کی ضد سے اُن کے ماں باپ بہت سی دفعہ نہایت
دق ہوتے ہونگے مگر جب بڑے ہوئے تو اُس ضد نے اُن کو ایسا
مستقل مزاج بارعب اور آن والا آدمی بنایا کہ سرکاری ملازمت کے
زمانہ میں اُنھوں نے بڑے بڑے سرکاری افسروں کا مُنہ پھیر دیا اور
بدھوا بواہ کے کام میں باوجود لوگوں کی سخت مخالفت کے وہ اپنے
ارادے سے بالکل نہ ہٹے ✤

پانچویں برس کے ختم ہونے پر ان کو پاٹھ شالہ میں بٹھایا گیا اور پھر
تھوڑے عرصہ کے بعد اُن کو کالی کانت چٹرجی کے سپرد کیا گیا۔ ایشور چندر

ایک غیر معمولی شاگرد تھے۔ کالی کانت اُس وقت ایک غیر معمولی اُستاد تھا وہ ایشور چندر کو اپنے بیٹے کی طرح پیار کرتا تھا دونوں میں گہری محبت ہو گئی۔ کالی کانت اپنے شاگرد کی ذہانت دیکھ کر حیران ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر ضرور مہاں پُرش ہوگا شاگرد پیچھے سے مہاں پُرش ہوا اور اپنے اُستاد کو محبت سے یاد کرتا رہا اور موقعہ بہ موقعہ اُس کی مدد بھی کی ایشور چندر نے تین برس میں کالی کافت کے پاس اتنا علم حاصل کر لیا جو اُس وقت پاٹ شالہ میں کسی لڑکے کو نصیب نہیں ہوتا تھا۔ کالی کانت چاہتا تھا کہ ایشور چندر جیسے ذہین لڑکے کو ضرور کلکتہ میں اعلےٰ تعلیم کے لئے بھیجنا چاہیئے۔ اُس وقت ٹھاکر داس کو کلکتہ میں دس روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی تھی جب ایشور چندر کو نواں سال شروع ہوا تو گھر کے صلاح مشورہ کے بعد کالی کانت اور ٹھاکر داس اُنہیں ساتھ لے کر کلکتہ کو روانہ ہوئے۔ باون ۵۲ میل کا سفر تینوں نے پیدل طے کیا ایشور چندر راستے میں خوشی خوشی چل رہے تھے اور نئی دُنیا کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ ایک جگہ میل کا پتھر آیا اُنہوں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ چکی جیسی چیز کیا ہے ٹھاکر داس نے کہا کہ یہ چکی نہیں اِس پتھر پر شہروں کا فاصلہ لکھا ہُوا ہے۔ کلکتہ پہنچ کر ایک دن ٹھاکر داس دُکان پر حساب کی میزان لگا رہا تھا ایشور چندر پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے کہا کہ اگر مجھے رقمیں بتا دو تو میں جوڑ دونگا ٹھاکر داس نے کہا کہ تم انگریزی ہندسے نہیں جانتے میزان کس طرح لگاؤ گے اُنہوں نے جواب دیا کہ راستے میں میل کے پتھروں پر جو ہندسے لکھے ہوئے تھے اُن کو دیکھ کر

انگریزی ہندسے سیکھ گیا ہوں یہ بات سُن کر اُن کو رقمیں بتائی گئیں اور
اُنہوں نے جھٹ سب کی میزان لگادی ؛

کلکتہ اور طالب علمی کا زمانہ

ٹھاکرداس کی اپنی تعلیم تو بہت کم تھی مگر وہ چاہتا تھا کہ اُس کا بیٹا
اعلےٰ تعلیم حاصل کرے اس لئے کلکتہ میں آکر پہلے پہل تو یہ صلاح ہوئی کہ
ایشور چندر کو ہندو کالج میں داخل کیا جائے کیونکہ وہاں انگریزی بھی
پڑھائی جاتی تھی۔ مگر وہاں پانچ روپیہ ماہوار فیس تھی۔ ٹھاکرداس بھی
ارادے کا پکّا تھا اُس نے کہا کہ میں پانچ روپیہ تو لڑکے کی فیس میں
دے دیا کرونگا اور باقی پانچ روپیہ میں اپنا گذارہ کرونگا مگر بعد میں سب
کی یہی رائے ہوئی کہ ایشور چندر کو سنسکرت کالج میں پڑھایا جائے۔
یکم جون ۱۸۲۹ء کو ایشور چندر سنسکرت کالج میں دیاکرن کی پہلی جماعت
میں داخل ہوئے۔ ششماہی امتحان کا نتیجہ ایسا اچھا رہا کہ اُن کو پانچ روپیہ
ماہوار وظیفہ ملنے لگا۔ سالانہ امتحان میں بھی وہ اپنی جماعت میں اوّل
رہے۔ تین سال میں اُنہوں نے دیاکرن ختم کیا اور سالانہ امتحانوں
میں اوّل نکلتے رہے۔ جب وہ بارہ برس کے ہوئے تو کاب شاستر
جس کو انگریزی میں لٹریچر کہتے ہیں شروع کرنے کا وقت آیا۔ پروفیسر
جیگوپال ترک النکار نے ان کو ایسی چھوٹی عمر میں لٹریچر پڑھانے سے
انکار کر دیا ایشور چندر نے کہا کہ اگر مجھے لٹریچر نہیں پڑھایا جائیگا۔

تو میں کالج چھوڑ دونگا آپ میرا امتحان لے کر دیکھ لیں کہ میں کاب شاستر
سمجھ سکتا ہوں یا نہیں پروفیسر نے ان کو بھاٹی کوہی کے چند شلوک
ترجمہ کے لئے دئے اُنھوں نے عمدہ طرح سے ترجمہ کر دیا پروفیسر حیران
ہوگیا اور خوشی سے کاب پڑھانے لگا۔ پہلے سال میں اُنھوں نے
رگھوونس۔ کمار سمبھو۔ راگھو پانڈو اور کچھ حصہ امرکوش ادی وہاں کا
پڑھا۔ اور بھاٹی کوہی کے پانچ سو شلوک حفظ یاد کئے۔ سالانہ امتحان
میں اوّل انعام ان کو ملا۔ دوسرے سال اُنھوں نے ماگھ۔ بھاردی۔
میگھدوت۔ شکنتلا۔ وکرم اُروسی۔ اُترچرت۔ دس کمار چرت۔ کادمبری۔
مدرا راکشش وغیرہ کتابیں پڑھیں اور سالانہ امتحان میں اوّل انعام
حاصل کیا ایسی چھوٹی عمر میں اُن کا اِن کتابوں کو پڑھنا ایک غیر معمولی
بات تھی مگر وہ بڑے کتابی کیڑے ہی نہ تھے سنسکرت کو اُس عمر میں
وہ ایسی صفائی کے ساتھ لکھتے اور بولتے تھے جیسے کہ ۱۳-۱۴ برس کی
عمر کا بنگالی لڑکا اپنی مادری زبان بولتا ہے۔ پندرہ برس کی عمر میں
اُنھوں نے النکار شاستر۔ ساہت درپن اور ایسے ہی اور بہت بڑے
بڑے گرنتھ پڑھے۔ ساتھ ہی وہ ان کتابوں کے متعلق تارا کانت
ودیا ساگر تارا ناتھ ترک واچسپتی جیسے بڑے پنڈتوں کے ساتھ
بحث کیا کرتے تھے۔ اُس وقت اُن کو آٹھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ ملا۔
اگرچہ اُن کا ذہن بڑا تیز تھا اور اُن کی یادداشت بھی بڑی اچھی تھی
مگر اُن کا پتا ٹھاکر داس ان کی پڑھائی میں بڑا ساعی تھا وہ ایشورچند
کو بہت مارتا پیٹتا تھا اور جب رات کو دفتر سے آکر اپنے بیٹے کو سویا

بڑا پایا تو آگ بگولہ ہو جاتا تھا باپ کے ڈر کے مارے ایشور چندر اپنی
آنکھوں کو تیل لگا لیا کرتے تھے تاکہ اُس کے آنے سے پہلے اُنہیں نیند
نہ آجاوے۔ یہ حال تو اُن کی دماغی محنت کا تھا۔ ٹھاکر داس کی تنخواہ
تھوڑی تھی مگر اُس کو کلکتہ اور بیر سنگھ دونوں جگہ کا خرچ اُٹھانا پڑتا تھا
وہ کلکتہ میں کوئی نوکر نہ رکھ سکتا تھا۔ ایشور چندر کا چھوٹا بھائی دینا
بندھو بھی تعلیم کے لئے کلکتہ آگیا ایشور چندر صبح ہی اُٹھ کر گنگا
اشنان کے لئے جاتے تھے اور واپس آکر برتن مانجتے چوکا لگاتے
اور روٹی پکاتے تھے بعض اوقات اُن کو روٹی ملتی تھی بعض اوقات
نہیں ملتی تھی کئی دفعہ سبزی نہ ملنے کی وجہ سے نمک سے ہی روٹی کھاتے تھے۔
کئی دفعہ دھیلے کے چنے اور دھیلے کے بتاشے پانی میں ملا کر کھا لیتے تھے کبھی
ایک دن روٹی پکا لیتے تھے اور دو دن کھا لیا کرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ جس
شخص کو پرماتما نے بعد میں لاکھوں روپیوں کا مالک بنایا اور سینکڑوں آدمیوں
کو اُس کے ذریعہ سے فیض پہنچایا اُس نے اُس شخص کو چھوٹی عمر میں اتنی تکلیف
کیوں دی۔ اگر غور سے سوچیں تو اس معاملہ میں ایشور پرماتما کی بڑی حکمت
معلوم ہوتی ہے۔ ایشور چندر کا برہم چرج اُن کی آئندہ زندگی کے لئے
نہایت ضروری تھا وہ ان تکلیفوں کو جھیل کر دنیا کے غریبوں کی مصیبت
کو اچھی طرح سمجھنے لگ گئے چھوٹی عمر کے افلاس نے اُن کے دل میں
اچھی طرح سے اس بات کو بٹھا دیا کہ روپیہ کے بغیر اچھی تعلیم حاصل نہیں
ہو سکتی روپیہ کے بغیر روٹی اور کپڑا میسر نہیں آتا اور روٹی کپڑے
اور تعلیم کے بغیر دنیا میں بڑا دکھ ہے۔ ایشور چندر نے وظیفے سے

ٹھاکر داس کو مدد ملتی تھی مگر اُن دنوں میں بھی یہ فیاض لڑکا اپنے وظیفے میں سے اور لڑکوں کو مدد دیئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ان کی ذہانت کو دیکھ کر سنسکرت کالج کے پرنسپل نے اُن کو جج پنڈت کے امتحان میں شامل ہونے کی اجازت دلوائی اُس زمانہ میں ضلع کی عدالتوں میں دھرم شاستر کے اصول بتانے کے لئے سرکار کی طرف سے ایک پنڈت ہوتا تھا اُس کو جج پنڈت کہتے تھے۔ جج پنڈت کا امتحان بڑا سخت تھا اچھے اچھے لائق آدمی دو سال میں اُس امتحان کے لئے تیار ہوتے تھے کیونکہ امتحان کے لئے نیائے شاستر۔ درشن۔ اور سمرتی کے بڑے بڑے گرنتھ پڑھنے پڑتے تھے۔ ایشور چندر نے صرف چھ ماہ میں تیاری کی اور سترہ سال کی عمر میں اس سخت امتحان کو پاس کر کے اوّل درجہ کے جج پنڈت کا سرٹیفکٹ حاصل کیا۔ امتحان پاس کرنے کے بعد شہر کملا کے جج پنڈت کا عہدہ اُن کی نذر کیا گیا مگر اُن کے باپ نے اُن کو گھر سے دور بھیجنے سے انکار کر دیا۔ پھر اُنہوں نے سنسکرت کالج میں ویدانت اور درشن شاستروں کا مطالعہ کیا۔ اُس وقت شاستر ارتھ کرنے میں ان کو بڑی مہارت تھی اُن کی بحث سُن کر شمبھو چندر واچسپتی کہا کرتے تھے کہ آپ تو ایشور ہیں۔ ۱۸۳۹ء میں ان کو سَو روپیہ انعام سنسکرت نثر میں اور پچاس روپیہ سنسکرت نظم میں سب سے عمدہ مضمون لکھنے کے صلہ میں ملا۔ سنسکرت زبان سے ان کو خاص اُنس تھا وہ ہمیشہ ایسی کتابوں کی تلاش میں رہتے تھے جو بازار میں دستیاب نہیں ہوتی تھیں ایسی

کتابوں کو یا تو خرید لیتے تھے یا اپنے ہاتھ سے اُن کی نقل کر لیتے تھے
اس طرح اُن کا دستخط اچھا ہو گیا اُن کی لیاقت بڑھ گئی اور تحریر میں
بھی اُن کو بڑی مہارت ہو گئی۔ اس وقت کی مشق نے تمام عمر اُن کو
مضامین لکھنے میں سہولیت رہی۔ سنسکرت کالج میں انگریزی نہیں
پڑھائی جاتی تھی صرف سنسکرت کی ہی تعلیم سے ایشور چندر اُس
وقت ایسے ہوشیار معاملہ فہم اور فراخ دل تھے کہ انگریزی داں لوگ
ان کی بزرگی کے سامنے حیران تھے۔ اُن کے اُستاد جن میں جے نرائن
ترک پنچ آنند جیسے ودوان شامل تھے اُن کی لیاقت سے بڑے ہی
خوش تھے جب وہ کالج کی تعلیم ختم کر چکے تو کالج کی طرف سے ان کو
ودیا ساگر کا اعلےٰ اور قابل فخر خطاب عطا ہوا +

سرکاری ملازمت

۱۸۲۵ء میں ودیا ساگر کی شادی دینومی دیوی سے ہو گئی تھی۔
علاوہ ازیں اُن کے بھائیوں کا خرچ بھی بڑھ رہا تھا۔ گھر کا خرچ چلانے
کے لئے ۱۸۴۱ء میں ودیا ساگر نے فورٹ ولیم کالج میں پچاس ۵۰ روپیہ
ماہوار پر ہیڈ پنڈت ہونا منظور کیا۔ وہاں وہ انگریزوں کو بنگالی
اور سنسکرت پڑھایا کرتے تھے اُس وقت ودیا ساگر جیسا کہ اوپر ذکر
ہوا صرف سنسکرت ہی جانتے تھے۔ فورٹ ولیم کالج میں ان کو انگریزی
جاننے کی ضرورت معلوم ہوئی کیونکہ انگریزوں سے بات چیت کرنے

کے لیئے انگریزی جاننا ضروری اور مناسب تھا۔ دیس ہیتیشی بابو سرندر ناتھ بنرجی کے پتا بابو درگا چرن بنرجی اُن دِنوں میں ان کے دوست تھے اُنھوں نے ودّیا ساگر کو انگریزی سیکھنے میں بڑی مدد دی بابو درگا چرن بنرجی کی انگریزی لیاقت کے آدمی اُس زمانہ میں بنگال کے اندر تھوڑے تھے اُن کی سہائیتا اور اپنی محنت سے ودّیا ساگر نے تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزی نوشت و خواند میں ایسی لیاقت پیدا کر لی جیسی آج کل بی۔ اے پاس کردہ طالب علموں کی ہوتی ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں نوکر ہوتے ہی ودّیا ساگر نے اپنے پتا سے کہا کہ اب آپ نوکری چھوڑ دیجئے۔ وہ بیس روپیہ ماہوار تو اپنے پتا کو دینے لگے اور باقی تیس روپیہ ماہوار میں اپنا اور اپنے دو سگے بھائیوں اور پانچ چچا زاد بھائیوں اور نوکروں کا گذارہ کرتے تھے۔ رابرٹ کسٹ صاحب جو پنجاب میں اعلےٰ عہدہ پر رہ چکے ہیں شروع شروع میں ودّیا ساگر کے شاگرد تھے اُنھوں نے پنڈت جی کو دو سو روپیہ کا انعام ایک سنسکرت شلوک بنانے پر دیا ودّیا ساگر نے اُس میں سے پچاس روپئے سنسکرت کالج میں بطور انعام دے دئے۔ ودّیا ساگر ہمیشہ گربہ کشتن بروز اوّل کے اصول پر کام کرتے تھے۔ فورٹ ولیم کالج میں اُن کو سول سروس پاس کردہ انگریزوں کا ہندی و بنگالی میں امتحان لینا پڑتا تھا۔ مارشل صاحب مینجر کالج نے اُن سے کہا کہ آپ امتحان میں نرمی کیا کریں کیونکہ ناکامیاب ہونے سے امتحان دینے والوں کا بڑا نقصان ہوتا ہے ودّیا ساگر نے فوراً انکار کر دیا

اور پھر کبھی مارشل صاحب نے ایسی نامناسب سفارش اُن سے نہ کی۔ ۱۸۴۶ء میں وہ سنسکرت کالج کے اسسٹنٹ سکرٹری مقرر ہوئے اور ان کا چھوٹا بھائی دینا بندھو اُن کی جگہ فورٹ ولیم کالج میں ہیڈ پنڈت ہو گیا۔ سنسکرت کالج میں ودّیا ساگر نے خود تعلیم پائی تھی وہ دل و جان سے اُس کالج کے خیر خواہ تھے اس عہدہ پر مقرر ہو کر انہوں نے بہت سی بیقاعدگیاں جو اُس وقت کالج میں تھیں دور کیں۔ تعلیمی مضامین پر اُن کی رائے بڑی پختہ تھی۔ ہر ایک بات پر کالج کے افسروں سے اُن کی نوک چوک رہتی تھی آخرکار تھوڑے ہی عرصہ میں اُنہوں نے اس عہدہ سے استعفاء دے دیا۔ ایک دوست نے اُن سے کہا کہ پنڈت جی نوکری کیوں چھوڑتے ہو نوکری چھوڑ کر کیا کرو گے اُنہوں نے کہا کہ اگر کچھ اور نہیں ہو سکیگا تو دُکان کھول کر آلو بیچونگا۔ مگر جہاں میری رائے کی قدر نہیں میں وہاں نہیں رہ سکتا۔ اُس زمانہ میں بجائے ڈائرکٹر محکمہ تعلیم کے بنگال میں (تعلیم) ایجوکیشن کونسل تھی مسٹر موٹ اس کے سکرٹری تھے اور بابو رسمے دت سنسکرت کالج کے سکرٹری تھے ان دونوں صاحبوں نے بہتیرا چاہا کہ ودّیا ساگر استعفاء نہ دیں مگر ودّیا ساگر کا ارادہ ایسا ویسا نہ تھا ایک بات کہ کر وہ کبھی پیچھے ہٹنے والے نہ تھے کالج سے علٰحدہ ہو کر اُنہوں نے سنسکرت ڈیپازیٹری اور سنسکرت پریس کھول دیا اور کتابیں لکھنی شروع کر دیں۔ شروع ۱۸۴۹ء تک اُنہوں نے کوئی نوکری نہیں کی اُس سال بابو دُرگا چرن بنرجی جو

فورٹ ولیم میں ہیڈ رائٹر تھے مڈیکل کالج میں داخل ہوگئے اور اُن کی جگہ فروری ۱۸۴۹ء میں ودیا ساگر اسّی روپیہ ماہوار پر ہیڈ رائٹر مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۸۵۰ء میں ودیا ساگر پھر سنسکرت کالج میں نوّے روپیہ ماہوار پر سنسکرت لٹریچر کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ اِس عہدہ پر مقرر ہوکر اُنھوں نے گورنمنٹ کے حکم سے سنسکرت کالج کے انتظام اور طریقہ تعلیم پر ایسی معقول اور مدلّل رپورٹ لکھی کہ جس سے نہ صرف ان کی لیاقت انتظام ہی ظاہر ہوتی ہے بلکہ سنسکرت ودیا کی مختلف شاخوں سے کمال واقفیت بھی ثابت ہے۔ اِس رپورٹ کو جو باریک حرفوں میں قریباً بیس صفحوں پر چھپی ہوئی ہے پڑھکر ہر ایک شخص کو یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ودیا ساگر سوشل ریفارم وغیرہ کو چھوڑکر اپنا تمام وقت سنسکرت کے مطالعہ میں ہی صرف کرتے تو اُس ودیا کے کیا کیا رتن وہ اپنے ہموطنوں کے سامنے پیش نہ کرتے اس رپورٹ سے ودیا ساگر کا سکہ گورنمنٹ کی نظروں میں جم گیا۔ اُن کا بول بولا دیکھ کر تھوڑے دنوں کے بعد بابو رَسمی دت نے اپنے عہدہ سے استعفاء دے دیا۔ کالج کے سکرٹری اور اسسٹنٹ سکرٹری کا عہدہ ٹوٹ گیا اور اُن کی جگہ ایک سَو پچاس روپیہ ماہوار پر ودیا ساگر سنسکرت کالج کے پرنسپل ہوگئے۔ بیشک ودیا ساگر بہت ہی لائق آدمی تھے کہ باوجود اُن کی اختلاف رائے اور ضد کے بار بار ان کو سنسکرت کالج میں لانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ پرنسپل ہوکر تو سنسکرت کالج کا سارا انتظام ودیا ساگر کے ہاتھ میں آگیا مگر اس کالج کے انتظام میں ان کو بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں اوّل تو جتنے پروفیسر تھے وہ قریباً سب ودیا ساگر کے

اُستاد رہ چکے تھے اُن پر حکومت کرنا بڑا مشکل تھا۔ یہ پنڈت صاحبان وقت کے پابند نہ تھے سب کے سب دیر سے آتے تھے ودّیا ساگر کے لئے ناممکن تھا کہ وہ اس بیقاعدگی کو دیر تک جائز رکھیں۔ کالج کے کھلنے کے وقت وہ کالج کے دروازہ میں کھڑے ہو جاتے تھے اور جو کوئی اُستاد دیر سے آتا تھا اُس سے کہتے تھے کہ آپ اب آئے ہیں۔ پنڈتوں کو یہ بات ناگوار گذری مگر وہ تاڑ گئے کہ یہ ودّیا ساگر ہیں ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے ایک ہفتہ میں سب اُستاد وقت پر آنے لگ گئے مگر پنڈت جے نرائین ترک پنچ آنند ہمیشہ دیر سے آتے تھے وہ بڑے آتش مزاج آدمی تھے ودّیا ساگر بھی ان کا ادب کرتے تھے اور ان کا حوصلہ نہیں پڑتا تھا کہ پنڈت جے نرائین کو یہ کلمہ کہیں کہ آپ اب آئے ہیں مگر ساتھ ہی اُنہوں نے کالج کی درستی کا پکّا ارادہ کر لیا تھا اس لئے جس وقت پنڈت جے نرائین کالج میں آتے تھے ودّیا ساگر جا کر دروازہ میں کھڑے ہو جاتے مگر اُن سے ہرگز نہ کہتے جب دو چار دفعہ یہ معاملہ ہوا تو پنڈت جے نرائین خفا ہو کر بولے کہ تم خاموش کیوں کھڑے ہو جو بات تمہارے دل میں ہو سو کہو چپ رہنے سے کیا فائدہ ہے اگر تم میری دیر سے ناراض ہو تو میں کل کو وقت پر آجاؤنگا ٭

۲۔ ودّیا ساگر نے سنسکرت کالج سے خود بڑا فائدہ اُٹھایا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اُن کے ہموطن اس کالج سے ہمیشہ فائدہ اُٹھاتے رہیں کئی دفعہ گورنمنٹ کا ارادہ ہوتا تھا کہ اس کالج کو توڑ دے۔ اس

ڈر سے ودّیا ساگر نے تھوڑی فیس کالج کے لڑکوں پر لگا دی تاکہ خرچ کا خیال کر کے گورنمنٹ اس کالج کو نہ توڑے +

۳- کالج میں آتے ہی اُنھوں نے دیکھا کہ سنسکرت کی گرامر یعنی ویاکرن کا پڑھنا ودیارتھیوں کے لئے بڑا مشکل ہے۔ بیچارے لڑکے مگدبودھ اور پانی جیسی مشکل کتابوں کو پڑھتے تھے۔ ودیا ساگر نے اس مشکل علم کو آسان کرنے کے واسطے اوپ کرمنکا ویاکرن وکومدی ویاکرن کے چار حصّے تیار کئے تاکہ بتدیوں کو آسانی سے گرامر آجاوے۔ علاوہ اس کے اُنھوں نے مہابھارت۔ رامائن اور پنچ تنتر میں سے عمدہ عمدہ کہانیاں اکٹھی کر کے رجوپاٹھ حصّہ اوّل و دوم و سوم بنایا۔ اِن کتابوں سے سنسکرت کی تعلیم بہت آسان ہو گئی اور نہ صرف بنگال میں بلکہ پنجاب میں بھی یہ کتابیں مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں +

۴- اس کالج میں گرمی کے موسم میں تعطیل نہیں ہوتی تھی ودّیا ساگر نے گورنمنٹ کو لکھ کر گرمی کی تعطیل کالج کے لئے منظور کرائی +

۵- ودّیا ساگر اپنے ملک کے سچے خیر خواہ تھے وہ اچھی طرح سے سمجھتے تھے کہ انگریزوں کے زمانے میں صرف سنسکرت پڑھنے سے بہت فائدہ نہیں ہو سکتا۔ قوم کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ سنسکرت کے ساتھ انگریزی کی تعلیم بھی لڑکوں کو دی جاوے اور ہندوستان میں کمزوریوں میں انگریزی زبان کے ذریعہ سے جوش

ڈالاجائے۔ ہندوستانی لوگ انگریزی تعلیم پاکر نہ صرف روزی کمائینگے بلکہ اور ملکوں کی تاریخ پڑھ کر معلوم کرینگے کہ قومیں کس طرح بنتی ہیں کس طرح ترقی کرتی ہیں اور کس طرح عروج پر پہنچتی ہیں اور موجودہ زمانہ میں باقی قومیں کیا کام کر رہی ہیں۔ ودیاساگر کا یقین تھا کہ انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہندوستان کے مُردہ جسم میں ضرور حرارت آئیگی اس لئے ودیاساگر نے سفارش کی کہ سنسکرت کالج میں انگریزی کی تعلیم شروع کی جاوے یہ سفارش منظور ہوئی اور پرسنو کمار سرودھکاری انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے ÷

۶۔ اُس زمانہ میں صرف برہمن اور ویدذات کے لڑکے سنسکرت کالج میں پڑھا کرتے تھے شودروں کے لڑکے داخل نہیں ہو سکتے تھے مگر ذات پات کا تعصب شودروں تک محدود نہ تھا۔ وَیدذات کے لڑکوں کو ویدانت اور دھرم شاستر پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ ودیاساگر کا فراخ دل اس ممانعت کے برخلاف بھڑک اُٹھا۔ انہوں نے ایک پُرزور درخواست ایجوکیشن کونسل کے پاس بھیجی اور لکھا کہ یہ نامناسب فرق کالج سے دور کیا جاوے اور شودروں کے لڑکوں کو بھی کالج میں داخل کیا جاوے کیونکہ اگر برہمنوں کے سوا سنسکرت اور کسی کو نہیں پڑھائی جا سکتی تو فرنگیوں کو برہمن کیوں سنسکرت پڑھاتے ہیں اور اگر راجہ آدھا کانت دیو (جو شوبھا بازار کے خاندان میں سے تھے اور ذات کے شودر تھے) گھر پر برہمن نوکر رکھ کر سنسکرت پڑھ سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ باقی شودروں

کو سنسکرت نہ پڑھائی جاوے اور یہ بات بالکل بے معنی ہے کہ وید
ذات کے لڑکے ہندو شاستر کا ایک حصّہ پڑھیں اور باقی حصّہ اُن
کو نہ پڑھایا جاوے۔ ان دلیلوں کا جواب کیا ہو سکتا تھا۔ سنسکرت
کالج میں ذات پات کی تمیز نہ رہی وید ذات کے لڑکے کل شاستر
پڑھنے لگے اور کتنے ہی شودروں نے بی اے۔ ایم اے کا امتحان
اس کالج سے پاس کیا۔ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ودیاساگر
کی لیاقت اور حسن انتظام کی وجہ سے ان کی تنخواہ تین سو روپیہ
ماہوار ہو گئی۔ ودیاساگر اُس وقت گورنمنٹ کے ملازم تھے مگر
یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ کسی سے نہ ڈرتے تھے نہ کسی کی خوشامد کرتے
تھے اُنہوں نے کبھی کسی سرکاری افسر کو اس بات کی جُرأت ہونے
نہیں دی کہ اُن کی بے ادبی کرے وہ ترکی بہ ترکی کے لئے ہمیشہ
تیار رہتے تھے سب لوگ جانتے تھے کہ پنڈت جی کا مقابلہ کرنا
مشکل ہے۔ ایک دفعہ کسی کام کے لئے وہ ہندو کالج کے پرنسپل
کر صاحب کے پاس گئے وہ میز پر پاؤں رکھ کر کرسی پر بیٹھا ہوا
تھا۔ جب ودیاساگر پہنچے تو اُس نے نہ اُن کو سلام کیا نہ بیٹھنے کو
کرسی دی ودیاساگر کھڑے کھڑے بات چیت کر کے رخصت
ہوئے۔ کچھ دنوں بعد صاحب مذکور کو کسی کام کے لئے سنسکرت
کالج میں ودیاساگر کے پاس آنا تھا ودیاساگر نے اُس
کے آنے سے پہلے اپنے کمرہ میں سے سب کرسیاں
نکلوا دیں اور آپ میز پر پاؤں رکھ کر کرسی پر بیٹھے رہے۔

جب کر صاحب اُن کے کمرہ میں آیا تو اُنھوں نے نہ اُس کو سلام کیا نہ کرسی سے اُٹھے۔ کر صاحب مجبوراً کھڑا رہا اور تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا مگر ودیا ساگر کے اس سلوک سے وہ جل گیا اور اُس نے موٹ صاحب سکرٹری ایجوکیشن کونسل سے ودیا ساگر کی بڑی سخت شکایت کی موٹ صاحب نے ودیا ساگر سے جواب طلب کیا اُنھوں نے جواب میں ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون خلاصتاً یہ تھا کہ انگریز لیاقت اور اخلاق میں آج کل سب سے اعلےٰ سمجھے جاتے ہیں اور چونکہ میں باربیرین (وحشی) ہوں میں نے مناسب سمجھا کہ انگریزوں کی رسم کے موافق میں بھی کر صاحب کے آنے پر اُسی طرح بیٹھوں جس طرح کہ کر صاحب اُس وقت بیٹھے ہوئے تھے جب کہ میں ان کے پاس گیا تھا۔ میں نے یہ طریقہ کر صاحب سے ہی سیکھا ہے اگر میرے سے غلطی ہوئی تو اُس کے ذمہ دار کر صاحب ہیں۔ موٹ صاحب یہ بے خوف جواب پڑھ کر نہایت ہی خوش ہوا اور اس نے کر صاحب سے کہا کہ تم ودیا ساگر سے صلح کر لو۔ وہ سنسکرت کالج میں ودیا ساگر کے پاس آیا اور دونوں نے ہاتھ ملائے۔ ایسے معاملہ کے بعد کسی سرکاری افسر کی کیا مجال تھی کہ اُن کی بے ادبی کرتا سب لوگ جانتے تھے کہ وہ بڑے بیڈھب آدمی ہیں *

۱۸۵۵ء میں پنڈت جی کو ضلع ہُگلی۔ مدناپور۔ ندیا اور بردوان کے مدرسوں کا انسپکٹر بھی بنایا گیا۔ بحیثیت پرنسپل سنسکرت کالج ان کو تین سو روپیہ ماہوار اور بحیثیت انسپکٹر دو سو روپیہ ماہوار

ملتے تھے اُن کی کل تنخواہ اب پانچ سو روپیہ ماہوار تھی اگرچہ کالج کے انتظام میں وہ ہمیشہ سختی کرتے تھے مگر کالج کے باہر وہ بالکل بدل جاتے تھے اور لڑکوں سے بڑی بے تکلفی سے مِلتے جُلتے تھے۔ ایک دفعہ وہ کسی کام کو گھر سے باہر گئے واپس آتے تک کالج جانے کا وقت قریب آگیا اُنہوں نے سمجھا کہ گھر جا کر کالج پہنچنا مشکل ہوگا وہ جھٹ ایک ایسی جگہ چلے گئے جہاں کئی طالب علم رہتے تھے لڑکوں کا کھانا تیار تھا ودیا ساگر بھی اُن کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے اور سب کی تھالیوں میں سے تھوڑی تھوڑی چیز لے کر کھاتے رہے اور ہنسی مذاق کی باتیں سُنا کر لڑکوں کو ہنساتے رہے ×

ودیا ساگر بنگال کی انگریزی اور بنگالی سوسائٹی دونوں میں بڑے مشہور تھے لارڈ ہارڈنج لارڈ ڈلہوزی اور لارڈ کیننگ ان کی عزت کرتے تھے بڑے بڑے بنگالی ان کی بات مانتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی قایم ہوئی اور ۳۹ ممبر سینٹ کے مقرر ہوئے جن میں چار ہندو تھے اور دو مسلمان۔ ودیا ساگر۔ رام گوپال گھوس۔ رما پرشاد رائے۔ پرسنو کمار ٹھاکر ہندو ممبر تھے۔ ودیا ساگر مضمون بنگالی۔ ہندی۔ اوڑیا اور سنسکرت کے ممتحن بنائے گئے اور جب کلکتہ یونیورسٹی کی کانووکیشن کا پہلا جلسہ ہوا تو اُس میں گورنر جنرل کے برابر ایک طرف ودیا ساگر کو بٹھایا گیا اور دوسری طرف لارڈ بشپ کو لفٹنٹ گورنراں بنگال سے تو ودیا ساگر کا بڑا گہرا تعلق تھا اور بیتھون صاحب جو گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر اور تعلیم نسواں کے

بڑے مددگار تھے ودیا ساگر کے دلی دوست تھے ؎

کیا وجہ تھی کہ ایسے ایسے آدمی اُن کی طرف کھچے آرہے تھے۔
اول تو یہ بات تھی کہ اُس زمانہ میں انگریز بڑے فراخ دل اور ملنسار ہوتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ جن ہندوستانیوں کی عزت لوگ کرتے ہیں اُن کی وہ بھی قدر کریں۔ علاوہ اس کے ودیا ساگر اپنے برتاؤ میں ہمیشہ بے غرض تھے اور اپنے لئے کسی سے کچھ نہ مانگتے تھے اُن کی کوشش اور نیت یہی ہوتی تھی کہ اُن کے ہموطنوں کو فائدہ پہنچے۔ اُن کی کوشش صرف سنسکرت کالج کے انتظام تک محدود نہ تھی غریبوں کو روٹی کپڑا دینا مریضوں کو دوائی دینا طالب علموں کی مدد کرنا دیہات میں لڑکے اور لڑکیوں کے مدرسہ جاری کرنا کتابیں لکھنا اور بدھوا بواہ کا پرچار کرنا ودیا ساگر کا اُس وقت ہر روز کا کام تھا۔ آگے چل کر ان کا مفصل حال معلوم ہوگا کیا گورنر جنرل کیا لفٹننٹ گورنر کیا راجہ کیا دکاندار ہر روز سنتے تھے کہ یہ مہان پرش ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اپنی قوم کی آیندہ ترقی کی بنیاد مضبوط کر رہا ہے۔ ساتھ ہی اس دھرماتما کی زندگی کیسی سیدھی سادی تھی اوروں کو ہزاروں روپیہ دیتے تھے مگر آپ موٹے کپڑے کی چادر اور دھوتی پہنتے تھے کیا مجال تھی کہ اُن کی طبیعت سے کسی طرح کا غرور ٹپک جائے اُنھوں نے کلکتہ سے کچھ فاصلہ پر مقام کرمتار میں اپنے رہنے کے لئے مکان بنایا ہوا تھا جب کبھی کلکتہ میں رہتے رہتے تھکان معلوم ہوتی تھی تو کرمتار چلے جاتے تھے۔ ایک دفعہ وہاں

گئے ہوئے تھے اُن کے مہتر نے آکر کہا کہ پنڈت جی مہترانی کو ہیضہ ہوگیا۔ ودّیا ساگر اپنی دوائی کا بکس لیکر اس کے ساتھ ہولئے اور تمام دن اُس عورت کا علاج کرتے رہے اور جب تک کہ اُس کو آرام نہ ہوا وہ اُس مہتر کے گھر میں بیٹھے رہے ٭

ایسے دھرماتما ایسے سخی ایسے پراوپکارک ودّیا ساگر ہوں تو کب ممکن ہو سکتا تھا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ سرکاری افسر اور دیش کے راجہ مہاراجہ ودّیا ساگر کا ادب نہ کریں اور ہر ایک ضروری معاملہ پر ان کی رائے نہ لیں اس وقت ودّیا ساگر کی عمر چالیس برس کی نہیں ہوئی تھی اگر وہ تبھی مرجاتے تو باوجود چھوٹی عمر کے ملک کی تاریخ میں ایک نام نامی چھوڑ جاتے ٭

ایجوکیشن کونسل ٹوٹ گئی اور اُس کی جگہ محکمۂ تعلیم کے ڈائرکٹر کا عہدہ قائم کیا گیا اور ینگ صاحب پہلا ڈائرکٹر مقرر ہوا یہ شخص بڑا ضدی تھا اُس کے لئے یہ ناممکن تھا کہ ودّیا ساگر کے ساتھ اُن خیالات میں جو ہندوستان کی ترقی کے متعلق ان کے دل میں جوش مار رہے تھے ہمدردی کرے ودّیا ساگر نے بحیثیت انسپکٹر دیہات میں بے شمار سرکاری ورنیکلر مدرسہ کھول دئے تھے۔ ڈائرکٹر صاحب نے حکم دیا کہ مدرسے نہ کھولے جاویں ودّیا ساگر کب مانتے تھے معاملہ گورنمنٹ تک پہنچا اور ودّیا ساگر کے حق میں فیصلہ ہوا۔ اب ودّیا ساگر خوب زور شور سے مدرسے کھولنے لگے مگر ڈائرکٹر سے اُن کی رنجش زیادہ ہوتی گئی لڑکیوں کے بہت سے مدرسہ بھی

لفٹنٹ گورنر صاحب کے زبانی حکم سے ودّیاساگر نے دیہات میں کھول دئے تھے مگر ڈائرکٹر نے اِن مدرسوں کے بِل پاس کرنے سے انکار کردیا اور چونکہ اس وقت گورنمنٹ عالیہ انگلستان میں تبدیلی کی وجہ سے گورنمنٹ ہند کی تعلیمی پالیسی میں تبدیلی ہوگئی تھی اس لئے لفٹنٹ گورنر ودّیاساگر کی مدد نہ کرسکے۔ ودّیاساگر نے ان مدرسوں کا کل خرچ اپنی جیب سے دیا ÷

انسپکٹر ہونے کے بعد ودّیاساگر نے سرکاری مدرسوں کی بابت اپنی سالانہ رپورٹ لکھ کر ڈائرکٹر صاحب کو دی ڈائرکٹر صاحب نے کہا کہ اس رپورٹ میں نمک مرچ لگادو تاکہ رپورٹ سے یہ ظاہر ہو کہ محکمہ تعلیم کے لوگ بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں۔ ودّیاساگر نے کہا کہ جو کچھ میں نے رپورٹ میں لکھا ہے سب سچ ہے میں اس میں کچھ کمی بیشی نہیں کرسکتا چاہے کوئی خوش ہو یا ناراض ہو ڈائرکٹر نے بڑا اصرار کیا ودّیاساگر استعفا دینے پر تیار ہوگئے جبراً قہراً ڈائرکٹر کو وہی رپورٹ منظور کرنی پڑی۔ ہمیشہ ڈائرکٹر سے ودّیاساگر کا اختلاف رہتا تھا وہ اعلےٰ دماغ اور فراخ دل والے آدمی تھے۔ ینگ صاحب جیسے کم عقل اور تنگ دل افسر کے ماتحت کام کرنا نہیں چاہتے تھے مگر لفٹنٹ گورنر ہالیڈے صاحب ودّیاساگر کو پرچاتے رہتے تھے۔ اور نوکری چھوڑنے سے باز رکھتے تھے مگر تابکے۔ ہندوستان کی سوشل اور تعلیمی ترقی پکار پکار کر ودّیاساگر کو کہہ رہی تھی کہ سرکاری نوکری کے بندھنوں میں رہ کر آپ اپنے ہم وطنوں کی ٹھیک طور سے

سیوا نہیں کرسکتے۔ ودیا ساگر کا دل اپنے اصلی کام کی طرف بے اختیار کھچا جارہا تھا سچ ہے کہ جب ایشور پرماتما کسی پُرش کو کسی خاص کام کے لئے دُنیا میں بھیجتے ہیں تو وہ پُرش بے اختیار اُسی کام کی طرف جھُکا چلا جاتا ہے۔ ودیا ساگر دنیا کے دُکھوں کو ہر روز دیکھتے تھے۔ ہزاروں بھوکوں اور ننگوں سے ہر روز ملتے تھے۔ بیماروں کی گریہ وزاری سے اُن کے دل کو چوٹ لگتی تھی اگیاں اور اودیا کے زور کو دیکھ کر وہ بڑے اوداس ہوتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اپنے تن من دھن سے استری پُرش کے دُکھ کو کم کریں۔ ایسا شخص کب تک نوکری کے جھگڑوں میں رہ سکتا تھا۔ ایک دفعہ ڈائرکٹر نے ودیا ساگر سے کہا کہ آپ ہندو کالج کے پرنسپل کے پاس جاکر سنسکرت کالج کے استعمال کے لئے دو کمرہ مانگ لیں۔ ودیا ساگر نے کہا کہ میں وہاں اکیلا جانا نہیں چاہتا اگر آپ چلیں تو آپ کے ساتھ میں بھی چلونگا۔ ڈائرکٹر نے کہا کہ آپ ہی جائیں۔ ودیا ساگر نے پھر انکار کیا۔ آخر کار ڈائرکٹر نے نہایت خفا ہو کر کہا کہ آپ کو اکیلا ہی جانا پڑیگا۔ اُس کو معلوم نہ تھا کہ ودیا ساگر جیسے آزاد منش کو معمولی آدمیوں کی طرح دھمکانا آسان نہیں ودیا ساگر نے فوراً ایک ٹکڑا کاغذ پر اپنا استعفاء لکھ کر ڈائرکٹر کے ہاتھ میں دے دیا اور زبانی کہا کہ مجھے امید ہے کہ آئندہ جو کام میں کرنا چاہوں اُس کے کرنے کے لئے مجھے مجبور نہیں کیا جائیگا۔ ڈائرکٹر استعفاء پڑھ کر ہکا بکا رہ گیا معاملہ لفٹنٹ گورنر تک پہنچا اُنھوں نے ودیا ساگر کو گھر پر بُلایا۔ لفٹنٹ گورنر ودیا ساگر کی اصلی قدر

کو جانتے تھے۔ اُنہیں اچھی طرح سے معلوم تھا کہ ایسا دیانت دار اور لائق
ملازم سرکار کو مِلنا مشکل ہے اُنہوں نے وِدیا ساگر سے بہتیری میٹھی باتیں
کیں مگر اُن کا اِرادہ پکّا تھا آخر نومبر ۱۸۵۸ء میں وِدیا ساگر ۳۸ سال کی
عمر میں سرکاری ملازمت سے علیحدہ ہو گئے اور پھر کبھی سرکاری نوکری
اُنہوں نے نہیں کی۔ سر جیمس کالول اُس وقت بنگال کے چیف جسٹس
تھے اُنہوں نے وِدیا ساگر کو کہا کہ آپ ہائی کورٹ میں وکالت کریں
ہم آپ کو ہندو و محمڈن لاء کے امتحان سے بری کر دینگے مگر اب وِدیا ساگر
دوسروں کی مرضی کے تابعدار ہونا بالکل نہیں چاہتے تھے توکّل بخدا
کر کر گھر میں آ بیٹھے۔ معمولی لوگ اُس وقت کہتے ہونگے کہ یہ شخص
بالکل پاگل ہے جو اتنی بڑی تنخواہ اور اتنے بڑے عہدہ کو چھوڑتا
ہے پانچ سو روپیہ ماہوار تو بڑی بات ہے سو پچاس روپیہ کے
عہدہ کے لئے معمولی دنیادار کیا کیا خوشامد نہیں کرتے کیا کیا بے عزتی
برداشت نہیں کرتے اپنے ہم وطنوں پر ظلم کرتے ہیں مگر حکّام کی
جوتیاں صاف کرنا اُن سے گالیاں کھانا اور دن رات بے بُلائے
اُن کے بنگلوں پر بیٹھے رہنا باعث فخر سمجھتے ہیں مگر یہ لوگ اُس فرقہ
میں سے نہیں ہیں جو خُدا کی درگاہ سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے
کے لئے وقتاً فوقتاً بھیجے جاتے ہیں۔ معمولی آدمیوں کی نظر میں
وِدیا ساگر کا اپنے اعلےٰ عہدہ سے علیحدہ ہونا ایک نادانی کا کام معلوم
ہوتا ہوگا مگر وہ غائبانہ طاقتیں جو انسان کے دل میں اچھے ارادے
پیدا کرتی ہیں اُس دن ہندوستان کو اس بات پر مبارکباد دے رہی

ہونگی کہ ودّیا ساگر جیسا دلیر اور خدا ترس آدمی اُس کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہوا +

تصنیفات

جس اعلےٰ درجہ کی علمیت زبان سنسکرت میں ودّیا ساگر نے حاصل کی اُس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اپنی ہمّت کی بدولت وہ زبان انگریزی سے بھی خوب واقف ہو گئے تھے انگریزی مصنفوں کے خیالات اُن کو معلوم تھے۔ اُن کی طبیعت میں دُنیا کی بھلائی کے خیالات اُمڈے آرہے تھے ان سب باتوں نے ان کو اعلےٰ درجہ کا مصنف بنا دیا۔ ودّیا ساگر کی شروع جوانی کے دنوں میں بنگال میں انگریزیت کا بڑا زور ہو رہا تھا۔ ہندو شاستروں سے ناواقف انگریزی خواں بنگالی نہ صرف عیسائی مذہب کو ہی اچھا سمجھتے تھے بلکہ اپنے ملک کی ہر ایک چیز کو بُرا سمجھتے تھے انگریزی کے عشق میں بنگالی زبان سے نفرت کرتے تھے۔ کوٹ پتلون کے چاؤ میں بنگالی پوشاک سے دور بھاگتے تھے۔ اس سیلاب میں بڑے بڑے بنگالی صاحبان جن میں بہت سے ودّیا ساگر کے دوست تھے بے اختیار بہے جا رہے تھے ایسے نازک وقت میں ودّیا ساگر جو اپنے ملک کے سچّے خیر خواہ تھے کس طرح خاموش رہ سکتے تھے اُن کی پُرزور قلم حب الوطنی اور ہندو طبیعت اس طوفان کا زور توڑنے کو تیار ہو گئی۔ اُن کی تحریر نے بنگالی

زبان کا بول بالا کر دیا اور لوگوں پر ثابت کر دیا کہ ہندؤں کی کتابوں میں بڑے بڑے رتن ہیں۔ لوگ اُن کی کتابوں کو پڑھ کر حیران ہونے تھے اور مانتے تھے کہ بیشک بنگالی زبان ہر ایک طرح کے خیالات ادا کر سکتی ہے ودیا ساگر کا طرز تحریر بعض جگہ ایسا پُر زور اور دلچسپ ہے کہ کتاب کو ختم کئے بغیر چھوڑنا مشکل ہے +

جس زمانے میں ودیا ساگر نے اپنی کتابیں لکھیں اس سے پہلے بنگالی زبان میں اس قسم کی کتابیں بالکل موجود نہ تھیں اور سرکار اور رعایا دونوں کو ایسی کتابوں کی بڑی ضرورت معلوم ہوتی تھی جن میں اخلاقی مضامین عمدگی سے لکھے ہوں اور جن کو چھوٹی عمر کے لڑکے پڑھ سکیں۔ یہ بنگال کی بڑی خوش قسمتی تھی کہ ودیا ساگر جیسا عالم اور نیک خیال شخص اس ضرورت کو دور کرنے کے لئے تیار ہوا۔ اُنہوں نے اپنی کتابوں سے بنگالی لڑکوں کو نہ صرف بنگالی لکھنا پڑھنا سکھایا بلکہ دنیا میں روشنی پھیلانے کے لئے جو ولولے اُن کے دل میں جوش مار رہے تھے ان کا سبق بھی مناسب طور سے خوب دیا +

ودیا ساگر کی کتابیں حسب ذیل ہیں :-

سنہ ۱۸۴۷ء میں بیتال پچیسی۔ یہ کتاب ہندی بیتال پچیسی کا لفظی ترجمہ ہے۔ گورنمنٹ نے اس کتاب کی سو جلدیں تین سو روپیہ میں خریدیں اور لوگوں نے بھی کتاب کی بڑی قدر کی +

سنہ ۱۸۴۸ء میں تاریخ بنگال سراج الدولہ کے شروع عہد سے انگریزوں کے آنے تک۔ یہ کتاب مارش مین صاحب کی تاریخ کی

طرز پر ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن تھوڑے ہی عرصہ میں بک گیا +

۱۸۵۰ء میں جیون چرتر یا سوانح عمری کا مجموعہ۔ اس میں گیلی لیو کوپرنیکس۔ نیوٹن۔ ہرشل وغیرہ مہاپُرشوں کے جیون کا حال لکھا ہے تاکہ پڑھنے والوں کے دلوں میں سائنس کا شوق اور تحقیقات کا مادہ پیدا ہو +

۱۸۵۱ء میں بودھ اودے۔ تعلیم کی پہلی کتاب +

۱۸۵۲ء میں (۱) نیتی بودھ۔ یہ کتاب چیمبرز کی مارل کلاس بک کا ترجمہ ہے۔ (۲) اوپکرمینکا ویاکرن۔ اس کتاب سے سنسکرت گرامر کا پڑھنا چھوٹے لڑکوں کے لئے آسان ہو گیا پہلے اُن کو مگدبودھ امر کوش وغیرہ مشکل کتابیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ (۳) رجو پاٹھ حصہ اوّل و دوم و سوم۔ اس میں رامائن مہابھارت اور پنچ تنتر میں سے عمدہ عمدہ کہانیاں اکٹھی کی ہیں +

۱۸۵۵ء میں۔ شکنتلا اور بدھوا بواہ +

۱۸۵۶ء میں۔ ورن پریچا کے دو حصہ۔ کتھا مالا اور چرت بالی یہ کتابیں چھوٹی عمر کے لڑکوں کے لئے مفید ہیں +

۱۸۵۷ء میں۔ چرتاولی۔ جس میں راسکو۔ ھائن وغیرہ بڑے آدمیوں کے جیون چرتر ہیں +

۱۸۶۱ء میں۔ سیتا بن باس +

۱۸۶۴ء میں۔ اکھن منجری (کہانیوں کی کتاب)۔ اتر چرت۔ ورنتی بلاس۔ یہ پچھلی کتاب شیکسپیر کی بھول بھلیاں کی طرز پر

لکھی ہے +

سنہ ۱۸۶۹ء میں۔ ویاکرن کومدی +

سنہ ۱۸۷۱ء میں میگدوت و شکنتلا کی شرح +

ان میں سے بہت سی کتابیں ہندی انگریزی یا سنسکرت کتابوں کا ترجمہ ہیں مگر ودیا ساگر جیسا رحم دل اور فیاض طبع آدمی ان کتابوں میں نئے خیال ڈالے بغیر کس طرح رہ سکتا تھا۔ ودیا ساگر کی نثر نظم کا اثر رکھتی ہے سچ ہے کہ جس نثر سے پڑھنے والے کے دل میں دیا بھاؤ پیدا ہو اور عمدہ عمدہ خیالات زور ماریں تو وہ نثر نظم ہی ہو جاتی ہے ایسا کون شخص ہے جس نے سیتا بن باس کو پڑھا ہو اور آنسو نہ بہائے ہوں۔ ایسا کونسا ہندو ہے جو شکنتلا جیسی ہندو کہانی کو پڑھے اور انگریت کے ولولہ کو نہ بھول جائے۔ بدھوا بواہ میں تو ودیا ساگر نے غضب ڈھایا ہے اُنھوں نے یہ کتاب صرف تحریر کے لطف کے لئے نہیں لکھی تھی۔ ہندو بدھواؤں کی تکلیف نے ودیا ساگر کے دل کو پاش پاش کیا ہوا تھا اُنھوں نے بڑی بڑی کتابوں کو مطالعہ کر کے اس مضمون پر موافق اور مخالف رائیں اکٹھی کیں اور اپنی طبیعت کے کل زور کو اس پُر درد مضمون کے اظہار میں لگایا۔ بدھواؤں کی مصیبتوں کا نقشہ اس کتاب میں ودیا ساگر نے خوب کھینچا ہے +

ودیا ساگر کی کتابوں کی عمدگی اور خوبی کا اندازہ اس بات سے لگ سکتا ہے کہ یہ کتابیں بنگال کے کل مدرسوں میں پڑھائی جاتی

تھیں اور بعض تو اب تک نہ صرف بنگال میں بلکہ پنجاب میں بھی پڑھائی
جاتی ہیں ودیا ساگر کو کئی سال تک اپنی کتابوں سے تین ہزار روپیہ ماہوار
کی آمدنی ہوتی رہی۔ ان کتابوں کی بدولت ودیا ساگر نے لاکھوں روپیہ
کمائے اور دل کھول کر ملک کی سیوا میں خرچ کئے۔ بابو بنکم چندر چٹرجی
جو خود بڑے بھاری مصنف تھے ودیا ساگر کی طرز تحریر کی ہمیشہ
بڑی تعریف کرتے تھے۔ بنگال کے مشہور شاعر مائیکل مدھو سودن دت
نے ایک چھٹی میں بابو راج نرائن بوس پریزیڈنٹ آدی براہمو سماج
کو یہ الفاظ لکھے تھے "میں نے اپنی کتاب ودیا ساگر کو ڈیڈی کیٹ
کی ہے۔ میں کئی وجوہات سے ودیا ساگر کو آج کل کے زمانہ کا اول
آدمی سمجھتا ہوں اُمید ہے کہ آپ یہ سُن کر خوش ہونگے کہ میری بلینک
ورس کی نسبت ودیا ساگر اچھی رائے دیتے ہیں اگرچہ وہ اُس کو ابھی تک
اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے۔ میرے لئے اُن کی تعریف بڑی بات ہے
کیونکہ وہ کسی کی خوشامد کرنے والے نہیں"۔ مائیکل مدھو سودن دت
کی شاعری بڑی اعلےٰ درجہ کی تھی۔ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ
جب اتنا بڑا مصنف ودیا ساگر کی رائے کی ایسی قدر کرتا تھا تو
ودیا ساگر خود کیا ہی اچھے لکھنے والے ہونگے۔ اگرچہ ودیا ساگر کی
کتابوں کو لکھے ہوئے بہت عرصہ گذر گیا مگر ان کتابوں کو اہل بنگال
اب تک بڑے لطف سے پڑھتے ہیں اور اُن کی فروخت سے معقول
آمدنی ہوتی ہے۔ آج کل بنگالی زبان بڑی ترقی پر ہے مگر اس ترقی کی
بنیاد رکھنے والوں میں راجہ رام موہن رائے کے بعد ودیا ساگر

کا کام بڑے اعلےٰ درجہ کا ہے*

تعلیمی کام

جن شخصوں نے راجہ رام موہن رائے کے بعد بنگالیوں کی تعلیم میں روپئے اور ہمت سے مدد کی اُن میں ودّیا ساگر سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ آریہ ورت میں جہاں پراچین زمانہ میں بڑے بڑے وِدوّان ہوا کرتے تھے ہزاروں برس کے دماغی اندھیرے کی وجہ سے لوگوں کی زندگی کے ہر پہلو میں ایسے نقص ہو گئے تھے کہ جن کا خیال کر کے ملک کا کوئی خیر خواہ بھی آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکتا تھا ملک میں تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دھرم کے معنی بھول گئے اور دھرم نے جاہلوں کی زندگی میں وہ بھیانک شکل اختیار کی کہ جس کو دیکھ کر سیکڑوں تعلیم یافتہ ہندوستانی عیسائی بن گئے اور یہی نہیں کہ اُنہوں نے صرف مذہب ہی تبدیل کیا بلکہ ہر ایک بات میں وہ اپنی پُرانی سوسائٹی کے پکتے دشمن ہو گئے۔ کیا سوسائٹی کے لئے یہ نقصان تھوڑا تھا۔ اودّیا کی وجہ سے لوگ نہ صرف تجارت کرنے کے ناقابل ہو گئے بلکہ اپنے چھوٹے چھوٹے بیوہاروں میں بھی اعتبار کے لائق نہ رہے۔ بدقسمتی سے انقلاب زمانہ نے ہندوستان میں جہاں اور کچھ نقصان کئے یہ نقصان سب سے بڑا کیا کہ لوگوں کے دلوں میں جو رہی سہی عزت عورتوں کی تھی وہ بالکل دور کر دی لوگ عورتوں کو

کسی کام کے لائق نہ سمجھتے تھے ان کو تعلیم کس طرح ہوتی۔ عورتوں کو تعلیم نہ ہونے سے نہ صرف عورتیں ہی جاہل رہیں بلکہ مردوں کی جہالت کو بھی ترقی ہوئی۔ غرضیکہ جس وقت انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت سنبھالی کیا مرد کیا عورت سب اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے انیسویں صدی کے شروع میں راجہ رام موہن رائے اور ڈیوڈ ہیر صاحب نے مدرسہ کھول کر تعلیم کا کام شروع کیا۔ راجہ رام موہن رائے بڑے باکمال صاحب حوصلہ اور ملک کے سچے خیر خواہ تھے۔ ڈیوڈ ہیر صاحب ہندوستانیوں کے پکے دوست خدا ترس اور مالدار شخص تھے۔ ان دونوں مہاں پُرشوں نے بنگال کی جہالت دور کرنے میں بڑی کوشش کی۔ ان کے بعد بنگال کی خوش قسمتی سے مسٹر بیھتون صاحب گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر ہو کر کلکتہ میں آئے ایشور پرماتما اُس دھرماتما انگریز کی روح کو شانتی دیں۔ آج کل کے انگریزوں کا ہندوستانیوں سے جو سلوک ہے اُس کو دیکھ کر یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ ڈیوڈ ہیر صاحب بنگالی لڑکوں کو پڑھانے میں اور اُن کے ساتھ محبت کرنے میں بنگالیوں سے بڑھ کر تھے اور بیھتون صاحب ایسے اعلےٰ افسر ہو کر بنگالی لڑکیوں کے ساتھ اس طرح کھیلتے تھے جیسے کہ اپنے بچوں سے کھیلتے ہیں۔ ان مہربان انگریزوں نے نہ صرف ہندوستانیوں کو ہی فائدہ پہنچایا بلکہ انگریزی سلطنت کی بنیاد کو ہندوستان میں مضبوط کر دیا۔ آج کل انگریزوں کے دماغ میں اتنا غرور ہے کہ تعلیم یافتہ ہندوستانی جن کو ذرا بھی اپنی عزت کا خیال ہے

انگریزوں سے ہمیشہ دور رہتے ہیں اور اگر کوئی یورپین حاکم مصلحتاً کسی اچھے کام کو شروع کرتا ہے تو تعلیم یافتہ ہندوستانی خوشی خوشی اُس میں شامل نہیں ہوتے۔ بیتھون صاحب کا آنا ودیا ساگر کے لئے بڑا غنیمت ہوا۔ ودیا ساگر اپنے ملک کی جہالت کو دیکھ کر اُداس ہوتے تھے کیونکہ اُن کا یقین تھا کہ تعلیم کے بغیر کوئی ملک کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا اور تعلیم لڑکیوں کو بھی ویسی ہی ہونی چاہیے جیسی کہ لڑکوں کو۔ ودیا ساگر اور بیتھون صاحب و دیگر دوستوں کے مشورے سے ۱۸۴۹ء میں ہندو بالِکا ودیالہ (جس کو بعد میں بیتھون سکول کا نام دیا گیا) بابو دکشنے رنجن مکرجی کے مکان پر کھولا گیا اور ودیا ساگر اس سکول کے آنریری سکرٹری مقرر ہوئے۔ اُنھوں نے بیتھون صاحب کی اس سکول کے متعلق بڑی مدد کی اور اُن کی کوشش کی وجہ سے بابو رام گوپال گھوس۔ پنڈت شمبھوناتھ (جو بعد میں کلکتہ ہائیکورٹ کے جج ہوئے)۔ پنڈت تارا ناتھ ترک النکار۔ پنڈت مدن موہن ترک النکار اور اور بہت سے شخص اپنی لڑکیوں کو بیتھون سکول میں بھیجنے لگے۔ شروع شروع میں لڑکیوں کو گاڑی میں بٹھا کر سکول میں لیجایا کرتے تھے۔ ودیا ساگر نے اُس گاڑی پر منو سنہتا کا شلوک جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کو بھی لڑکوں کی طرح پڑھانا چاہیئے کھدوا رکھا تھا۔ اس مدرسہ کے کھلنے پر لوگوں نے اُس کی بڑی مخالفت کی استری سکشا کے مددگاروں کو ذات سے نکالنے کی دھمکیاں دیں مگر ودیا ساگر اور اُن کے دوست اِن باتوں سے کب ڈرتے تھے مگر

افسوس ہے کہ جلد ایک بلاے ناگہانی اُن کے سر پر نازل ہوئی۔ یہ نیک کام ابھی شروع ہی ہوا تھا کہ مسٹر بیتھون صاحب جو صدق دل سے ہندوستانیوں کا بھلا کرنا چاہتے تھے اور جن کی محبت کا بیتھون سکول ایک جزوی اظہار تھا ۱۸۵۱ع میں اچانک دو تین دن بیمار رہ کر مر گئے ✣

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

اُن کے مرنے کی خبر سُن کر بنگال کے لوگ ہکے بکے رہ گئے سیکڑوں بنگالی لڑکے اُس فراخ دل اور فرشتہ سیرت انگریز کے جنازہ کے ساتھ ماتم کرتے ہوئے گئے۔ ودیا ساگر کی تو بیتھون صاحب سے گہری دوستی تھی وہ تو صاحب کے مرنے کی خبر سُن کر بچوں کی طرح روئے اور کیوں نہ روتے۔ جن شخصوں نے کسی اچھے کام کا بیڑا اُٹھایا ہے اور جن کو اُس کام سے سچا پریم ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب اُن کا کوئی متر جو اُس کام میں اُن کا بڑا سہائیک تھا اِس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اُن کو کیا کچھ تکلیف نہیں ہوتی۔ سچا پریم درحقیقت اُن شخصوں میں ہی ہوتا ہے جو کسی نیک کام میں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں اور ایسی حالت میں جدائی سے پس ماندگان کو بڑا رنج ہوتا ہے۔ بیتھون صاحب کے مرنے کے بعد گورنر جنرل نے بیتھون سکول کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ سیسل بیڈن صاحب سکول کے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے اور ودیا ساگر بدستور سکرٹری رہے۔

کئی سال کے بعد گورنمنٹ کا منشا ہوا کہ بیتھون سکول کو بند کر دیا جائے۔ اس بارہ میں سر ولیم گرے لفٹنٹ گورنر بنگال نے ودیا ساگر کی رائے پوچھی۔ ودیا ساگر جیسے خیر خواہ ملک کب گوارا کر سکتے تھے کہ استری سکشا کے کارج کو کمزور کیا جائے۔ اُنہوں نے اپنی چٹھی موخرہ یکم اکتوبر ۱۸۶۷ء میں لفٹنٹ گورنر صاحب کو لکھا کہ "بیتھون سکول کی بابت میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں کہ جس قدر روپیہ اس پر خرچ ہوتا ہے اُس کے مقابلہ میں سکول کے نتائج اچھے نہیں ہیں مگر پھر بھی میں یہ صلاح نہیں دے سکتا کہ سکول کو بالکل بند کر دیا جاوے جس نیک خیال بزرگ (بیتھون صاحب) کے نام سے یہ سکول مشہور ہے اُس نے جو خدمات استری سکشا کے کارج میں کیں اُن کی یادگار یہ سکول ہے اور اس لئے گورنمنٹ کا فرض ہے کہ اس سکول کی مدد کرے۔ علاوہ ازیں یہ ضروری ہے کہ کلکتہ میں لڑکیوں کا ایک بہت عمدہ سکول جاری رہے تاکہ لڑکیوں کے جو مدرسے دیہات میں قائم ہوں اُن کے لئے وہ نمونہ کا کام دے۔ ہندوستانی سوسائٹی میں بیتھون سکول نے بڑا عمدہ اثر کیا ہے اور درحقیقت اُس کی وجہ سے کلکتہ کے اضلاع متصل میں استری سکشا کے واسطے راستہ صاف ہو گیا ہے۔ میری رائے میں یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ اس سکول پر جو روپیہ خرچ ہوا ہے وہ ضائع نہیں ہوا"۔

گورنمنٹ ودیا ساگر کی رائے کی بڑی قدر کرتی تھی اس لئے بیتھون سکول قائم رہا۔ ۱۸۶۹ء میں بوجہ زیادتی کام کے وہ بیتھون

سکول سے علیحدہ ہوئے *

مس کارپنٹر نے یہ تجویز پیش کی کہ بیتھون سکول کے متعلق ایک زنانہ نارمل سکول اس غرض سے کھولا جاوے کہ وہاں عورتیں مدرسہ پڑھانے کا کام سیکھیں سر ولیم گرے لفٹننٹ گورنر بنگال اور دیگر چند معزز یورپین افسر۔ اور بابو کیشب چندر سین۔ بابو من موہن گھوس مسٹر دوج اندرناتھ ٹیگور وغیرہ ہندوستانی صاحبان اس تجویز کے حق میں تھے مگر ودیا ساگر اس تجویز کے مخالف تھے۔ یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ آیا زنانہ نارمل سکول کا جاری کرنا مناسب ہے یا نہیں ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ ودیا ساگر اس کے ممبر تھے۔ اسی اثناء میں بابو کیشب چندر سین نے براہمو سماج ہال میں جلسہ کر کے فوراً یہ فیصلہ کر دیا کہ زنانہ نارمل سکول جاری کرنے کے لئے گورنمنٹ سے درخواست کی جاوے ودیا ساگر کو یہ دیکھ کر کہ ایسا ضروری معاملہ اس سرسری طور سے طے کیا گیا بڑا رنج ہوا اور وہ خود کمیٹی کی ممبری سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اس عمل کے لئے اُنھوں نے بابو کیشب چندر سین وغیرہ کو اپنی چھٹی مورخہ ۳ دسمبر ۱۸۶۶ء میں کافی وجوہات دیں *

جب گورنمنٹ میں نارمل سکول مذکور جاری کرنے کے حق میں درخواست پہونچی تو لفٹننٹ گورنر صاحب نے خط لکھ کر ودیا ساگر کی رائے اس معاملہ میں دریافت کی۔ ودیا ساگر نے یکم اکتوبر ۱۸۶۷ء کو یہ جواب لکھا۔ "جناب من۔ آپ سے ملنے کے بعد میں نے اس معاملہ پر بہت غور کیا ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی سلاح بھی دریافت کی ہے۔ مجھے

بات مشکل معلوم ہوتی ہے کہ بیتھون سکول کے متعلق یا اس سے علیحدہ طور پر ہندوستانی زنانہ استاد تیار کرنے کی تجویز کامیاب ہو یا ہندو سوسائٹی کے لوگ اس سے خوش ہوں۔ آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جب معزز ہندوستانی آدمی لڑکیوں کو دس گیارہ برس کی عمر کے بعد مدرسہ میں نہیں بھیجتے تو وہ زیادہ عمر کی عورتوں کو اپنے گھر سے باہر استاد کا کام کرنے کے لئے کس طرح اجازت دیں گے۔ میری رائے میں گورنمنٹ کو اس قسم کا سکول نہیں کھولنا چاہیئے۔ اگر کوئی اور شخص چاہے تو وہ ایسا مدرسہ کھول سکتا ہے۔ اور گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اس شخص کی مدد کرے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں لڑکیوں کے لئے زنانہ اُستادوں کی ضرورت اچھی طرح محسوس کرتا ہوں اور اگر ہمارے لوگوں کی سوشل تعصبات اس تجویز کے برخلاف نہ ہوتے تو میں ضرور اس کی تائید کرتا،، ودیا ساگر کی رائے تھی کہ لڑکیوں کی تعلیم ابھی شروع ہوئی ہے۔ لوگ اُس کے بھی مخالف ہیں اگر فوراً بڑی عمر کی عورتوں کو اُستاد بنانے کی تجویز پر تیزی سے عمل ہؤا۔ تو لڑکیوں کی تعلیم کو سخت نقصان پہونچیگا +

بابو وکشنے نرنجن مکرجی نے جو کوشش اور مدد بیتھون سکول کی کی وہ بڑی شکریہ کی مستحق ہے۔ جس زمین پر بیتھون کالج بنا ہوا ہے وہ بابو صاحب نے مفت دی تھی اُس وقت اُس زمین کی قیمت چودہ ہزار تھی۔ بیتھون صاحب نے بھی ہزاروں روپیہ اس سکول کے واسطے دئیے اور اُن کے ایک لاکھ روپیہ سے بیتھون کالج کی

عالیشان عمارت تیار ہوئی۔ ان کی مہربانی کا شکریہ جتنا کیا جائے کم ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ودیا ساگر کی بیس سال (۱۸۴۹ء لغایۃ ۱۸۶۹ء) کی بے غرض محنت سے نہ صرف بیتھون سکول قائم ہوا بلکہ اُس کو بڑی رونق ہوئی۔ ودیا ساگر کا پُرانے خیالات کے لوگوں میں بڑا رسوخ تھا اُنہوں نے اُن لوگوں میں استری سکشا کا پرچار بڑے زور شور سے کیا اور یہ اُن کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ استری شکسا نے بنگال میں بہت جلد ترقی کی ۔

اگرچہ ودیا ساگر کا ۱۸۶۹ء کے بعد بیتھون سکول سے تعلق نہیں رہا تھا مگر وہ سکول کی ترقی کو دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوتے تھے۔ یہ سکول بعد میں کالج بن گیا اور وہاں کی لڑکیاں بی اے اور ایم اے کا امتحان پاس کرنے لگ گئیں۔ جب مس چندر مکھی بوس نے بیتھون کالج سے ایم اے کا امتحان پاس کیا تو ودیا ساگر بہت خوش ہوئے اُنہوں نے اُس کو مبارکباد کی چھٹی لکھی اور شیکسپیر کی کل کتابیں انعام کے طور پر اُس کی نذر کیں۔ اپنے مرنے سے تھوڑا عرصہ پہلے ودیا ساگر ایک لڑکی کو بیتھون کالج میں داخل کرنے گئے۔ وہاں مس چندر مکھی بوس پرنسپل اور باقی اُستادوں نے ودیا ساگر کی بڑی تعظیم کی۔ ایک بوڑھی عورت نے جو کالج میں بہت عرصہ سے ملازم تھی۔ ودیا ساگر سے بیتھون سکول کے ابتدائی زمانے کا ذکر کیا ودیا ساگر پُرانی باتوں کو یاد کرکے اداس ہو گئے اور بیتھون صاحب کی سٹیچو (مورت) کے پاس بہت عرصہ کھڑے رہے۔ اُن کی آنکھوں

سے بے اختیار آنسو جاری تھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے
دوست بیتھون صاحب کو یاد کر رہے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اگر
بیتھون صاحب اس وقت زندہ ہوتے تو وہ اس کالج کو ہرا بھرا دیکھ
کر کیسے خوش ہوتے۔ بعد ازاں اپنے چلنے سے پیشتر ودیا ساگر نے
کچھ روپے مس بوس کو اس غرض سے دئے کہ کالج کی لڑکیوں میں
مٹھائی تقسیم کی جائے ۔

۲۔ ودیا ساگر نے اپنے گاؤں بیر سنگھ میں بھی لڑکیوں کا ایک
مدرسہ کھول دیا۔ وہاں کاغذ قلم سلیٹ اور کتابیں لڑکیوں کو مفت
دی جاتی تھیں اس مدرسہ میں بیر سنگھ کے سوا نزدیک کے
دیہات کی لڑکیاں بھی پڑھنے آتی تھیں اس مدرسہ کا خرچ
۳۰ ماہوار تھا ۔

۳۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ہالیڈے صاحب لفٹنٹ گورنر بنگال
کے کہنے سے ودیا ساگر نے دیہات میں قریباً سو مدرسے لڑکیوں کے
کھول دئے تھے۔ ہر ایک مدرسہ میں دو پنڈت اور ایک عورت نوکر
تھی اور لڑکیوں کو کاغذ قلم سلیٹ مفت دی جاتی تھی جب ودیا ساگر
نے ان مدرسوں کا خرچ گورنمنٹ سے مانگا تو ڈائرکٹر نے بل پاس
کرنے سے انکار کر دیا۔ لفٹنٹ گورنر صاحب اس معاملہ میں بے اختیار
تھے کیونکہ گورنمنٹ ہند ان مدرسوں کا خرچ اُٹھانا نہیں چاہتی تھی۔
ہالیڈے صاحب، ودیا ساگر کو کہنے لگے کہ چونکہ آپ نے یہ مدرسے میرے
کہنے سے کھولے ہیں اس لئے آپ مجھ پر مدرسوں کے خرچ کی بابت

نالش کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے آج تک کسی اور شخص پر اپنے روپیہ کی نالش نہیں کی آپ پر کس طرح کر سکتا ہوں میں خود اپنی جیب سے ان مدرسوں کا خرچ ادا کر دونگا۔ پھر ودیا ساگر نے چار ہزار روپیہ قرض لے کر ان سکولوں کا پچھلا خرچ ادا کر دیا اور بیس سکول رکھ کر باقی سکول توڑ دیئے۔ ان سکولوں کے جاری رکھنے میں راجہ پرتاب چندر سنگھ بہادر ساکن کاندی۔ بابو ساردا پرشاد سنگھ ساکن جگدگھی سر سیسل بیڈن اور سر بارٹل فریر نے ودیا ساگر کو مدد دی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ سکول بڑی رونق پر ہو گئے۔ یہ حال ودیا ساگر کی چھٹی مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۶۴ء سے ظاہر ہوتا ہے جو اُنہوں نے سر بارٹل فریر کو لکھی تھی۔ مضمون چھٹی کا یہ ہے " جناب من۔ آپ یہ بات سُن کر بیشک نہایت خوش ہونگے کہ لڑکیوں کے دیہاتی مدرسے جن کی مدد کے لئے آپ نے بڑی مہربانی سے چندہ دیا تھا عمدہ طور سے ترقی کر رہے ہیں۔ کلکتہ کے اضلاع متصل میں لوگ لڑکیوں کی تعلیم کو پسند کرنے لگ گئے ہیں اور وقتاً فوقتاً نئے گرل سکول بھی جاری ہو رہے ہیں "۔ ان کے سوا اور مدرسہ بھی لڑکیوں کے واسطے کھولے گئے جن میں آدھا خرچ گورنمنٹ دیتی تھی۔ اس طرح ودیا ساگر کی ہمت سے لڑکیوں کی تعلیم کا نیک کام بنگال میں مستقل طور سے جڑ پکڑ گیا۔ اور اب بنگال میں لڑکیوں کی تعلیم جو کچھ پھول پھل لا رہی ہے یہ سب ودیا ساگر کی محنتوں کا نتیجہ ہے ÷

لڑکوں کے مدرسے } ۱۔ جب ودّیا ساگر مدرسوں کے انسپکٹر تھے تو اُنہوں نے گورنمنٹ کے حکم سے بہت سے ورنیکلر مڈل سکول دیہات میں کھول دئے چونکہ وہ آپ تعلیم پھیلانا چاہتے تھے اس لئے وہ گورنمنٹ کے حکم کی تعمیل بڑے شوق سے کرتے تھے۔ اِن مدرسوں کا خرچ سرکار کے ذمہ تھا مگر اُستادوں کا انتخاب ودّیا ساگر کے سپرد تھا۔ اُس زمانہ میں جغرافیہ۔ حساب۔ تاریخ اور سائنس کو بنگالی میں پڑھانے والے اُستاد مشکل سے ملتے تھے۔ ایک دفعہ ودّیا ساگر ایک دیہاتی مدرسہ کا امتحان لے رہے تھے اُنہوں نے ایک لڑکے سے پوچھا کہ زمین کی کتنی حرکتیں ہیں اور زمین سورج کے گرد کتنے عرصہ میں گھومتی ہے۔ لڑکے نے کہا کہ زمین حرکت نہیں کرتی اور سورج زمین کے گرد خود گھومتا ہے۔ ودّیا ساگر یہ جواب سُن کر حیران ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ تعلیم ماسٹر صاحب کی ہے۔ اُنہوں نے فوراً ماسٹر سے پوچھا کہ کیا زمین سورج کے گرد نہیں گھومتی۔ اُس نے کہا کہ کیا زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ ودّیا ساگر نے جواب دیا کہ زمین ۲۴ گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد گھومتی ہے۔ یہ زمین کی روزانہ گردش ہے۔ اور ۳۶۵ دن میں سورج کے گرد گھومتی ہے اور یہ زمین کی سالانہ گردش ہے۔ یہ بات سن کر ماسٹر صاحب نے کہا کہ اگر زمین گردش کرتی ہے تو کرنے دو ہمیں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اُستادوں کا یہ حال دیکھ کر ودّیا ساگر نے گورنمنٹ کو مشورہ دیا کہ کلکتہ میں ایک نارمل سکول کھولنا چاہیئے۔ گورنمنٹ نے اس تجویز کو پسند کیا اور کلکتہ میں نارمل سکول کھولا گیا تاکہ دیہاتی مدرسوں کے واسطے اُستاد

تیار کئے جاویں۔ ودیاساگر اس سکول کے مینجر مقرر ہوئے اور اُن کی سفارش سے بابو اکشی کمار دت جو مشہور مصنف تھے ہیڈ ماسٹر بنائے گئے۔

۲۔ ۱۸۵۳ء میں ودیاساگر نے اپنے گاؤں بیرسنگھ میں لڑکوں کا مدرسہ کھولنے کی تجویز کی۔ جو زمین مدرسہ کے لئے خریدی گئی تھی اُس کو درست کرنے کے لئے وقت پر مزدور نہ ملے۔ ودیاساگر اپنے بھائیوں سمیت کدال ہاتھ میں لے کر اُس زمین کو صاف کرنے لگ گئے۔ بعد ازاں ایک ہزار سے زیادہ روپیہ اپنے باپ کو مدرسہ کا مکان بنانے کے واسطے دے کر آپ کلکتہ چلے آئے جس وقت مکان تیار ہوا تو مدرسے کا نام اُنہوں نے اپنی ماں کے نام پر بھگوتی ودیالہ رکھا۔ تھوڑے عرصہ میں طالب علموں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی اس مدرسہ کے واسطے ودیاساگر کو قریباً تین سو روپیہ ماہوار دینا پڑتا تھا۔ اُسی سال ودیاساگر نے مزدوروں کے واسطے بیرسنگھ میں ایک نائٹ سکول کھول دیا۔ وہاں طالبعلموں کو کاغذ کتابوں کے سوا حقہ پینے کے واسطے تمباکو بھی دیا جاتا تھا۔ بیرسنگھ کے مدرسہ میں پڑھ کر بہت سے لڑکے ودیاساگر کے طفیل کلکتہ میڈیکل کالج میں داخل ہوئے۔

۳۔ شروع شروع میں کلکتہ میں لڑکوں کی تعلیم کے لئے یا تو سرکاری مدرسے تھے یا پادریوں کے سکول تھے مگر سرکاری مدرسوں میں فیس اتنی زیادہ تھی کہ غریب آدمیوں کے لئے وہاں پڑھنا ناممکن تھا

پادریوں کے سکولوں میں ہندو دھرم کی توہین ہوتی تھی اور لڑکوں کے عیسائی بن جانے کا اندیشہ تھا وہاں بھی لوگ اپنے لڑکوں کو بھیجنا نہیں چاہتے تھے اس لئے کلکتہ کے معزز بنگالی اس فکر میں تھے کہ ہندؤں کے واسطے ایک ایسا مدرسہ کھولا جاوے جہاں تعلیم عمدہ ہو اور ہندؤں کے دھرم کی بیقدری نہ ہو۔ اس لئے بڑے مشورہ کے بعد ۱۸۵۹ء میں بابو ٹھاکر داس چکرورتی۔ مادھو چندر دھر۔ پتت پون سین۔ گنگا چرن سین۔ جادو چندر پالت۔ وِشنو چرن ادیا اور شاما چرن ملک نے ہندو بالکوں کے لئے کلکتہ ٹریننگ سکول کے نام سے ایک مدرسہ کھولا۔ جیسا ہندوستانیوں کا قاعدہ ہے تھوڑے ہی عرصہ میں اس سکول کے منتظموں میں نااتفاقی ہو گئی۔ ودیا ساگر مدرسوں کے انسپکٹر اور سنسکرت کالج کے پرنسپل رہ چکے تھے اور بیتھون سکول کے سکرٹری تھے سب لوگ جانتے تھے کہ مدرسوں کے جاری کرنے میں ان کا تجربہ سب سے بہتر ہے اس لئے یہ سکول بھی ان کے سپرد کیا گیا اپریل ۱۸۶۱ء میں ودیا ساگر نے اس سکول کی انتظامیہ کمیٹی بنائی آپ اُس کے سکرٹری بنے راجہ پرتاب چندر سنگھ بہادر پریذیڈنٹ بنائے گئے اور بابو رام ناتھ ٹھاکر۔ بابو ہیرا لال سیل۔ بابو رام گوپال گھوس۔ رائے بہادر ہر چندر گھوس ممبر بنے۔ اور مدرسہ کا نام میٹراپالیٹن انسٹیٹیوشن رکھا گیا۔ ۱۸۶۴ء میں انتظامیہ کمیٹی نے یونیورسٹی میں درخواست دی کہ اس سکول کو کالج بنا کر ایف اے اور بی اے کے امتحان میں طالب علم بھیجنے کی اجازت ہو جائے۔ یونیورسٹی والے اس بات کو

کب مانتے تھے کہ ہندوستانی لوگ کالج کا انتظام کر سکتے ہیں اور ہندوستانی
اُستاد آیف اے اور بی اے کے امتحان کے لئے لڑکوں کو پڑھا سکتے
ہیں اس لئے یہ درخواست نامنظور ہوئی۔ پہلے پہلے ودّیاساگر کے دوست
اور انتظامیہ کمیٹی کے ممبر سکول میں روپیہ سے مدد دیتے تھے مگر بعد
میں راجہ پرتاپ چندر سنگھ بہادر مرگئے اور باقی لوگ علیحدہ ہوگئے
اس لئے ۱۸۶۸ء سے سکول کا کل خرچ ودّیاساگر کے ذمہ ہوگیا اُنہوں
نے بابو کرسٹوداس پال اور دوارکاناتھ مترجج کلکتہ ہائیکورٹ کو اپنے
ساتھ سکول کے انتظام میں شامل کیا۔ اور ۲۸ جنوری ۱۸۷۲ء کو ایک
درخواست یونیورسٹی میں پھر اسی غرض سے دی کہ سکول کو کالج بنانے کی
اجازت دی جائے۔ اُسی روز ودّیاساگر نے ایک چھٹی اپنے ایک انگریز
دوست کو جو یونیورسٹی کے سینٹ کا ممبر تھا لکھی یہ چھٹی بڑی پُرزور ہے
اور ظاہر کرتی ہے کہ ودّیاساگر اپنی قوم کے سچے خیرخواہ تھے اور
ہندوستانیوں کی ترقی کے لئے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ اپنی تعلیم کے
کام کو ہندوستانی اپنے ہاتھ میں لیں۔ اُس خط میں ودّیاساگر لکھتے ہیں
کہ ہماری درخواست پر بعض شخص یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہندوستانی
آیف اے اور بی اے کی جماعتوں کو نہیں پڑھا سکتے اُس کے جواب
میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سنسکرت کالج میں ہندوستانی پروفیسر بی اے
تک تعلیم دیتے ہیں ہم بھی اپنے کالج میں ویسے ہی لائق آدمی ملازم رکھیں گے
جیسے کہ سنسکرت کالج میں ہیں۔ اگر ہم کو تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ زبان
انگریزی پڑھانے کے واسطے انگریزی پروفیسر ضرور رکھنا چاہیے تو

ہم کسی انگریز کو مقرر کر دینگے۔ بہت سے اشخاص یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کالج کے پروفیسروں کو کیا تنخواہ دینگے اس کی بابت میرا یہ جواب ہے کہ تنخواہ کا فیصلہ ملازم اور مالک آپس میں کر سکتے ہیں غیر شخص کو اس بات سے کچھ تعلق نہیں نہ یونیورسٹی کا ایسا کوئی قاعدہ ہے کہ جس کے مطابق کالج کے پروفیسروں کو خاص تنخواہ دینی چاہیئے۔ میں نے اپنی عمر کا بہت سا حصہ مدرسوں کے انتظام میں خرچ کیا ہے اس لئے آپ اطمینان رکھیں کہ اُستادوں کے مقرر کرنے میں اور اُن کی تنخواہ کے معاملہ میں مَیں مدرسہ کی بہتری کو مدنظر رکھونگا۔ پریزیڈنسی کالج میں فیس بڑی زیادہ ہے۔ متوسط درجہ کے لڑکے وہاں نہیں پڑھ سکتے اور چونکہ لوگ پادریوں کے کالجوں کے مخالف ہیں اُن کے لڑکے وہاں بھی تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہمارے کالج سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ مدرسہ کا انتظام جج دوارکاناتھ متر۔ بابو کرسٹوداس پال اور میرے ہاتھ میں ہے اور سکول فنڈ میں اس وقت کالج جاری کرنے کے لئے کافی روپیہ ہے اگر کمی ہوگی ہم اپنے پاس سے خرچ کرنے کو تیار ہیں"۔

یہ درخواست منظور ہوئی اور ایف اے کے امتحان میں لڑکے بھیجنے کی اجازت ہوگئی۔ ۱۸۷۹ء میں کالج کے لڑکوں کو بی اے کے امتحان میں اور ۱۸۸۲ء میں بی ایل کے امتحان میں شامل ہونے کی اجازت ہوئی۔ جب کالج میں لڑکوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی تو ودیاساگر کی یہ رائے ہوئی کہ اپنے نج کے خوبصورت مکان کو توڑ پھوڑ

کر کالج کے کام کے لئے درست کرلیں مگر دوستوں نے کہا کہ آپ اپنے رہنے کے مکان کو کیوں خراب کرتے ہیں اس لئے اُنھوں نے کالج کے واسطے تیس ہزار روپیہ میں زمین خریدی اور پھر ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ کی لاگت سے کالج کی عالیشان عمارت تیار کی۔ یہ کل روپیہ ودیا ساگر نے اپنی ذاتی ذمہ داری پر لیا تھا۔ جب کالج کی تعمیر کے واسطے اُن کو قرضہ لینے کی ضرورت ہوئی تو اُنھوں نے زر قرضہ میں کالج کی زمین کو مکفول کیا اور دستاویز میں تحریر کیا کہ " قرضخواہ اپنے روپیہ کو اراضی مکفولہ اور میری دیگر جائداد سے وصول کر سکتا ہے اور میں اور میرے وارثان اس دستاویز کی شرایط کے پابند ہیں " اس کالج کو قائم کرکے ودیا ساگر نے ہندوستانیوں کو نیا راستہ دکھایا اول تو کالج میں فیس تین روپیہ ماہوار تھی اور ہندوستانی لڑکے تھوڑے سے خرچ میں وہاں پڑھ سکتے تھے ساتھ ہی اُنھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ہندوستانی پروفیسر بھی اعلےٰ درجہ کے کالج کو چلا سکتے ہیں۔ شروع شروع میں انگریز لوگ ہنس کر کہتے تھے کہ ہندوستانیوں سے کالج چلانا مشکل ہے۔ مگر ودیا ساگر کہتے کم تھے اور کرتے زیادہ تھے اُنھوں نے کالج میں ایسے ایسے لائق آدمی پڑھانے کے واسطے رکھے اور ایسا اچھا انتظام کیا کہ گورنمنٹ کالج اور پادریوں کے کالجوں کا مُنہ موڑ دیا اور میٹرا پالیٹن انسٹیٹیوشن اول درجہ کا کالج بن گیا۔ ۱۸۸۵ء کے گزٹ میں گورنمنٹ نے اس کالج کی بڑی تعریف کی۔ ودیا ساگر غریبوں کے ساتھ تو بڑی نرمی کرتے تھے مگر کالج کے انتظام میں

اُنہوں نے اپنے بیگانے کی کبھی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اُن کا دادا سرجو
کمار ۱۸۷۶ء سے اس کالج کا پرنسپل تھا۔ ودیا ساگر کو کسی طرح سے یقین
ہوگیا کہ سرجو کمار کالج کا حساب ٹھیک پیش نہیں کرتا۔ اُنہوں نے
۱۸۸۸ء میں باوجود اُس کی تیرہ سالہ خدمت کے اُس کو کالج سے
علیحدہ کردیا۔ اُن کی لڑکی نے اُن کے سامنے بڑی گریہ وزاری کی مگر
اُن کا ارادہ اٹل تھا اُنہوں نے کسی کی بات نہ مانی وہ کہتے تھے کہ کالج
میرے گھر کی چیز نہیں ہے۔ میں پبلک کے سامنے اُس کے اچھے
انتظام کا جوابدہ ہوں جس شخص پر مجھے اعتبار نہیں میں اُس کو ایسی
ذمہ واری کی جگہ نہیں رکھ سکتا۔ اُنہوں نے نوگند رونا تھ گھوس
پرسنو کمار لاہری اور سارد ارنجن راے جیسے لایق آدمیوں کو اُس کالج
میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ودیا ساگر
آدمی کو خوب پرکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کون آدمی کس کام کے لایق
ہے۔ ودیا ساگر کی عمدہ مثال دیکھ کر ملک کے خیر خواہوں نے کلکتہ میں
البرٹ کالج۔ سٹی کالج اور رپن کالج کھول دئیے جن میں ہندوستانی
اُستاد ہیں اور تھوڑی فیس پر ہزاروں امیر غریب نوجوان اعلےٰ تعلیم حاصل
کرکے روزی کماتے ہیں۔ جب تک ودیا ساگر جیتے رہے میٹرا پالیٹن کالج
اُن کے ہاتھ میں رہا۔ اُنہوں نے اس کالج میں بہت سا روپیہ خرچ کیا
مگر اُس کے فنڈ سے کبھی ایک پیسہ نہیں لیا۔ اگر فنڈ میں روپیہ زیادہ
ہوتا تھا تو وہ کالج کی لائبریری کے واسطے کتابیں خریدتے تھے اس
کالج کے متعلق ایک سکول بھی ہے اور اُس کی تین شاخیں ہیں۔ اول۔

شام پاکھر برانچ جو جنوری ۱۸۷۴ء میں کھولی گئی۔ دوم۔ باؤ بازار برانچ جو ۱۸۸۵ء میں کھولی گئی۔ تیسری۔ بڑا بازار برانچ جو ۱۸۸۷ء میں کھولی گئی۔ آج کل ودیا ساگر کے بیٹے نراین چندر بنرجی اس کالج کے مالک ہیں بابو سرندر ناتھ بنرجی منتظم اور نگندر ناتھ گھوس پرنسپل ہیں اور یہ بنگال کا بڑا مشہور کالج ہے +

ودیا ساگر تعلیم کے سچے حامی اور خیر خواہ تھے وہ اُن شخصوں میں سے نہ تھے جو دوسروں کے کام کو ہمیشہ بُری نظر سے دیکھتے ہیں اور جب تک کہ کوئی سکول یا ہسپتال خاص اُن کے زیر انتظام نہ ہو اُس کے لئے ایک پیسہ بطور چندہ دینا یا کلمہ خیر کہنا گناہ سمجھتے ہیں۔ جب ڈاکٹر مہندر لال سرکار نے سائنس کی ترقی کے لئے کلکتہ میں لکچر گاہ بنانا تجویز کیا تو اُس کے لئے ودیا ساگر نے فوراً ایک ہزار روپیہ چندہ ڈاکٹر مذکور کو دیا اور جب ضلع مدناپور کے سب ڈویژن گھٹال کے سکول کے لئے مکان بنایا گیا تو اُنھوں نے پانچ سو روپیہ اپنی جیب سے دیا۔ علاوہ ازیں ودیا ساگر نہ صرف آپ ہی روپیہ خرچ کر کے تعلیم پھیلاتے تھے۔ بلکہ اپنے دستوں کو بھی ہمیشہ یہی راے دیتے تھے کہ ملک میں تعلیم پھیلاؤ۔ راجہ پرتاب چندر سنگھ بہادر ساکن کاندی ودیا ساگر کے بڑے متر تھے اور ہر ایک کار خیر میں اُن کو مدد دیتے تھے۔ راجہ صاحب نے ودیا ساگر کے مشورہ سے موضع کاندی میں ایک اوّل درجہ کا انگلو ورنیکلر سکول مع عمدہ لائبریری کے قائم کیا اس مدرسہ کا انتظام ودیا ساگر کے ہاتھ میں تھا۔ ودیا ساگر نے سات

برس تک اس مدرسہ کا انتظام کیا مگر بعد وفات راجہ صاحب مذکور وہ اُس کے انتظام سے علیحدہ ہو گئے +

سارداپرشاد سنگھ ساکن موضع جگدگی ضلع بردوان میں بڑا امیر زمیندار تھا چونکہ اُس کا کوئی بیٹا نہ تھا لوگ اُس کو یہ صلاح دے رہے تھے کہ کسی لڑکے کو متبنیٰ کر لو۔ ودیا ساگر سے بھی اُس نے اس معاملہ میں رائے پوچھی اُنہوں نے کہا کہ جس لڑکے کو متبنیٰ کروگے شاید وہ بدمعاش ہو جائے اور تمہاری جائداد کو ضائع کردے اس لئے یہی مناسب ہے کہ کسی کو متبنیٰ کرنے کی بجائے تم اپنی دولت کو ایسی خیرات میں خرچ کرو جس سے تمہارا نام ہمیشہ کے لئے قائم رہے۔ سارداپرشاد سنگھ نے ودیا ساگر کی نصیحت پر عمل کیا اور اپنے گاؤں میں ایک فری مدرسہ اور خیراتی ہسپتال قایم کیا +

بابو بہاری لال مکرجی ساکن موضع بایچی ضلع ہُگلی بڑا دولت مند شخص تھا اُس کی جائداد بہت بڑی تھی مگر اُس کے لڑکا کوئی نہ تھا اُس کو بھی لوگوں نے متبنیٰ بنانے کی ترغیب دی۔ جب اُس نے ودیا ساگر سے رائے پوچھی تو اُنہوں نے کہا کہ تم اپنی جائداد کو رفاہ عام کے واسطے وصیت کر جاؤ۔ بابو بہاری لال نے ودیا ساگر کی رائے پر عمل کیا اور وصیت کی کہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپیہ سے میری موت کے بعد ایک انگلو سنسکرت سکول اور خیراتی ہسپتال میرے گاؤں میں قائم کیا جائے وصیت کرنے کے بعد بہاری لال مر گیا اور سرکار کی نگرانی میں مدرسہ اور ہسپتال اُس کے گاؤں میں قایم کئے گئے +

مہارانی سرنومئی کا خاوند راجہ کرسٹوناتھ ودیا ساگر کا بڑا دوست تھا اور اُس کی نیت تھی کہ بنگال میں ایک ایسی یونیورسٹی قائم کرے جہاں یورپ کے لائق آدمی ۔سائنس ۔منطق ۔لٹریچر اور تاریخ پڑھانے کے لئے رکھے جائیں ۔راجہ صاحب موصوف نے اپنے وصیت نامہ میں تحریر کیا کہ میری کل جائداد سے ایک یونیورسٹی قائم کی جائے اور میری استری کو صرف ۔۔۔ روپیہ ماہوار گذارہ کے واسطے دیا جاوے مگر افسوس ہے کہ راجہ صاحب موت ناگہانی سے مر گئے اور وصیت مذکور عدالت ہائیکورٹ سے اس وجہ پر منسوخ ہوئی کہ وصیت کرنے کے وقت راجہ صاحب کے ہوش حواس درست نہ تھے *

کورٹ آف وارڈس سکول

اگرچہ ودیا ساگر گورنمنٹ کی ملازمت سے علیحدہ ہو گئے تھے مگر چونکہ ان کو تعلیم کا بڑا تجربہ تھا گورنمنٹ وقتاً فوقتاً تعلیمی مضامین پر ان کی رائے لیتی رہتی تھی :-

۱۸۵۵ء میں نابالغ رئیسوں اور راجاؤں کی تعلیم کے لئے گورنمنٹ نے یہ سکول کلکتہ میں قایم کیا ہے ۔مشہور ڈاکٹر راجندر لال متر اس کے پہلے ڈائرکٹر تھے ۔مگر اس سکول کی تعلیم تسلی بخش نہ تھی ۔۱۸۶۳ء میں گورنمنٹ نے ودیا ساگر کو اس سکول کے سہ ماہی معائنہ کا کام سپرد کیا انہوں نے چند دفعہ معاینہ کرنے کے بعد اس سکول کی تعلیم اور انتظام کے متعلق گورنمنٹ میں رپورٹ بھیجی ۔پھر گورنمنٹ نے ان سے درخواست کی کہ آپ اس سکول کی موجودہ حالت پر مفصل رپورٹ دیں ۔ذیل کا خط

گورنمنٹ کی طرف سے ودیا ساگر کے پاس اس رپورٹ کے لئے آیا۔
"مورخہ فورٹ ولیم - ۱۸ نومبر ۱۸۶۴ء

بنام پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر۔

جناب من گورنمنٹ بنگال نے بورڈ آف ریونیو سے درخواست کی ہے کہ وہ آپ سے وارڈس سکول کے متعلق ۱۸۶۳ و ۱۸۶۴ء کی بابت مفصلہ ذیل باتوں پر رپورٹ لیں۔ طالب علموں کی تعداد۔ ترقی۔ سلسلہ تعلیم جسمانی تعلیم۔ صحت۔ خوراک۔ خرچ وغیرہ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی اپنی رپورٹ جلدی سے تیار فرما دیں اور آئندہ بھی ہر ایک سال کی بابت ایسی رپورٹ گورنمنٹ میں روانہ کرتے رہا کریں *

میں ہوں آپ کا تابعدار
سکرٹری بورڈ آف ریونیو"

ودیا ساگر نے اپنی رپورٹ جنوری ۱۸۶۵ء میں گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کردی۔ وہ اپنی رائے ظاہر کرتے وقت اس بات کی کبھی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ گورنمنٹ یا اس کے افسران سے خوش ہونگے یا ناراض ہونگے۔ کل امورات پر مشورہ دینے کے بعد اُنہوں نے اپنی رپورٹ میں مفصلہ ذیل الفاظ لکھے۔ "میں نے جو تجاویز پیش کی ہیں اُن پر میں نے بڑا غور کیا ہے اور میرا یقین ہے کہ اگر ان تجاویز پر عمل درآمد ہوگا تو یہ سکول ضرور ترقی کریگا۔ اس سکول کے ٹیچر ایسے شخص ہونے چاہئیں جو اچھی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تعلیم میں تجربہ کار اور بدعادتوں سے بری ہوں۔ سکول کا انتظام ہیڈ ماسٹر کے سپرد ہونا چاہیئے۔ اس طرح

انتظام کرنے سے اس سکول کی نسبت لوگوں کی موجودہ واجبی بدگمانی دور ہو جائیگی اگر سکول کا انتظام ایسا ہی رہا جیسا کہ اب ہے تو مجھے اس سکول کے بند ہونے سے کچھ افسوس نہ ہوگا۔ کیونکہ آج کل جو رئیس زادے اس سکول سے تعلیم حاصل کر کے نکلتے ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اس سکول کی سخت بدنامی کا باعث ہے۔ اور جن امیروں نے اس سکول میں تعلیم نہیں پائی ان کا چال چلن اس سکول کے تعلیم یافتہ رئیسوں کی زندگی سے واقعی بہتر ہے۔" گورنمنٹ نے ودیا ساگر کی بہت سی تجاویز منظور کیں مگر ڈاکٹر راجندر لال متر سے ان کی سخت ناچاقی ہو گئی۔ اور اس وجہ سے کچھ عرصہ کے بعد ودیا ساگر نے وارڈس سکول کے معائنہ کے کام سے علیحدگی اختیار کر لی +

یونیورسٹی یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کلکتہ یونیورسٹی کے قائم ہونے پر ودیا ساگر یونیورسٹی کے فیلو بنائے گئے تھے۔ ودیا ساگر جیسے مشہور تجربہ کار شخص کا یونیورسٹی میں ممبر ہونا بڑا غنیمت تھا اُن کی علمیت اور پبلک خدمات کی وجہ سے سب لوگ اُن کی عزت کرتے تھے۔ ایک دفعہ یونیورسٹی میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ سنسکرت کی تعلیم سکول اور کالجوں میں بند کی جاوے۔ ودیا ساگر سنسکرت کے بڑے فاضل تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ سنسکرت کی تعلیم کے بغیر ہندوستان کی قدیم تاریخ کا جاننا ناممکن ہے اور سنسکرت میں اعلےٰ خیالات فلاسفی اور پوئٹری موجود ہیں۔ اس لئے یہ بالکل نامناسب ہے کہ سنسکرت کی تعلیم کو بند کیا جاوے۔ یہ بات سُن کر یونیورسٹی کے باقی ممبر قائل ہو گئے اور سنسکرت کی تعلیم بدستور جاری رہی +

ٹیکسٹ بُک کمیٹی ایک دفعہ محکمہ تعلیم کے ڈائرکٹر نے ودیاساگر سے درخواست کی کہ آپ ٹیکسٹ بُک کمیٹی کے ممبر ہو جاویں۔ ودیاساگر نے کہا کہ میری بہت سی کتابیں سرکاری مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہیں اگر میں ٹیکسٹ بُک کمیٹی کا ممبر ہو گیا تو میری کتابوں پر آزادانہ بحث نہ ہو سکیگی اور تعلیم کے کارج کو نقصان پہنچیگا۔ اس لئے میں کمیٹی مذکور کا ممبر ہونا نہیں چاہتا +

ابتدائی کتابوں کا سلسلہ ودیاساگر کی کتابوں سے پہلے بنگالی زبان میں کوئی ایسا سلسلہ کتابوں کا موجود نہ تھا جس میں پہلی کتابیں آسان ہوں اور پھر مشکل۔ ودیاساگر نے ورن پریچہا حصہ اوّل و دوم سے لے کر سیتا بن باس تک چھوٹے لڑکوں کی پڑھائی کے لئے سلسلہ وار کتابیں تیار کیں۔ یہ کتابیں بنگال کے تمام مڈل سکولوں میں جاری ہوئیں۔ ان کے علاوہ رجو پاٹھ۔ اوپ کرمنکا ویاکرن اور کومدی ویاکرن نے لڑکوں کی پڑھائی میں بڑی مدد دی۔ یہ کتابیں بنگال کے سواء اور صوبوں میں بھی پڑھائی جاتی تھیں +

یہ ابتدائی کتابیں ودیاساگر نے بابو پیارے چرن سرکار کے مشورے سے لکھی تھیں بابو صاحب موصوف نے ایسی ہی کتابیں انگریزی میں لکھیں +

چھاپہ خانہ ودیاساگر اپنے ملک کے سچے خیر خواہ تھے اور تعلیم کو ملک کی ترقی کا ٹھیک ذریعہ سمجھتے تھے۔ اُن کی طالب علمی کے زمانہ میں ودیارتھی لوگ سنسکرت کی کتابوں کو چھاپہ خانہ

نہ ہونے کی وجہ سے ہاتھوں سے لکھتے تھے اس دقّت کو دور کرنے کے لئے ۱۸۴۹ء میں اُنہوں نے سنسکرت پریس کھولا جس میں سنسکرت کی عمدہ عمدہ کتابیں جو پہلے کہیں نہ مل سکتی تھیں چھاپنی شروع کیں اُس کے ساتھ اُنہوں نے سنسکرت پریس ڈیپازیٹری کھول دی جس میں سنسکرت پریس کی چھپی ہوئی کتابیں فروخت ہوتی تھیں۔ سنسکرت پریس اور ڈیپازیٹری قایم کر کے ودّیا ساگر نے اپنے ملک میں تعلیم کو بڑی مدد دی۔ آج کل تو چھاپہ خانے سب جگہ جاری ہیں مگر اپنے زمانہ میں چھاپہ خانہ کی ضرورت کو محسوس کرنے اور چھاپہ خانہ قایم کرنے میں ودّیا ساگر اوّل تھے +

سنسکرت پریس ڈیپازیٹری اب تک کلکتہ کے بازار کارنوالس سٹریٹ میں موجود ہے مگر اس سے ودّیا ساگر اپنی زندگی میں قطع تعلق کر چکے تھے۔ اُن کی کتابیں اب کلکتہ لایبریری واقع سُکیا سٹریٹ میں فروخت ہوتی ہیں +

اِصلاحِ قوم

ہندوستان میں سینکڑوں برس ستی کا رواج جاری رہا۔ جہانتک میں سمجھ سکتا ہوں یہ رواج ایک اعلےٰ اصول پہ مبنی تھا۔ جب کوئی مرد اور عورت ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں اور سالوں ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ

ایک جان ہو جاتے ہیں تو کب ممکن ہے کہ مرد ہمیشہ کے لئے اس جہان سے کوچ کر جائے اور اُس کی پیاری استری جس کے لئے پتی برتا ہونے سے بہتر اور کوئی پرستش نہیں۔ جس کے لئے اُس پتی کے سواء نہ کوئی مددگار ہے نہ ہو سکتا ہے اور جس کو اُس پتی نے دُکھ اُٹھا کر آرام دیا اِس دُنیا میں اُس پتی کے بغیر رہ سکے۔ سچی اور گہری محبت ہر ایک دھرم کا اصول ہے۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ عورت کے واسطے کتنے خطرے ہیں۔ اِس لئے اگر پاکدامن عورتیں اپنے پتی کے بغیر اِس دنیا کو اندھیرا دیکھ کر اُس جلتے ہوئے پتی کی چتا میں کود پڑیں تو کچھ تعجب نہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک عورت اِس قربانی کے لائق نہیں۔ اس قربانی کا خیال انسان کے دل میں خود بخود پیدا ہوتا ہے آپ کسی کو ایسی قربانی کے لئے مجبور نہیں کر سکتے۔ اس قربانی کے لئے اعلےٰ درجہ کی آتمک اور دھارمک تعلیم کی ضرورت ہے۔ قوموں کی تاریخ میں وہ وقت کہ انسان اپنے خیالات کے واسطے جان کو قربان کرتے ہوئے کچھ پرواہ نہ کریں۔ کبھی کبھی ہوتا ہے ہندوستان کے لوگ بھی ایک زمانہ میں اُس آتمک بلندی پر پہنچے تھے اور دنیا کی خوشی کو اپنے اودیش کے مقابلہ میں ہیچ سمجھتے تھے۔ سینکڑوں شور بیر راجپوت استریاں جن کو معلوم تھا کہ اُن کے پتی جُدھ میں ضرور مارے جائینگے اپنے آپ کو آگ میں ڈال کر خاک بن جاتی تھیں۔ مگر وہ زمانہ چلا گیا لوگوں کے خیالات اور حوصلے پست ہو گئے ایسی حالت میں یہ امید کرنا کہ ہر ایک عورت اپنی خوشی سے خاوند

کے ساتھ ستی ہوگی۔ بالکل خلاف عقل تھا لکیر کے فقیر اصول کی تہ کو نہ سمجھ کر
زمانے کی بدلی ہوئی رنگت کو نہ دیکھ کر سینکڑوں معصوم عورتوں کو زبردستی
جلاتے تھے۔ یہ قبیح رسم صدیوں جاری رہی معلوم نہیں کہ ان مظلوم
عورتوں کی فریاد سے ہندوستان پر کیا کیا تباہی آئی ہے۔ اس خوفناک
حالت کو دیکھ کر راجہ رام موہن رائے نے واویلا کیا۔ گورنمنٹ کے
افسر بھی دل سے اس جبر کو بند کرنا چاہتے تھے مگر غیر قوم والے ہو کر
مذہبی دست اندازی سے گریز کرتے تھے۔ جب رام موہن رائے جیسے
عالم معزز اور بارسوخ شخص نے ستی کے رواج کی مخالفت کی تو گورنمنٹ
کے قانون نے اس ظالم رسم کو بند کیا بیوہ عورتیں ستی ہونے سے تو بچ
گئیں مگر قوم کے اگیان اور ادھرم کی وجہ سے اُن کی زندگی تلخ ہونے
لگی۔ بدھواؤں کے سُکھ کے لئے اوّل تو یہ ضروری ہے۔ کہ ہمارے
لوگوں کے خیالات اور چلن اعلےٰ درجہ کے ہوں تاکہ رشتہ دار اُن
کے کھانے پینے کی مدد کریں۔ اور غیر لوگ اُن کی پاکدامنی کی حفاظت
کریں۔ دویم یہ بھی ضروری ہے کہ بیوہ عورتیں اپنی زندگی پرماتما کی
یاد میں گذاریں اور دُنیا کی تکلیف کو تکلیف نہ سمجھیں۔ مگر سب لوگ
جانتے ہیں کہ مُلک کی افلاس اور اودیا کی وجہ سے اور سرکار انگریزی
کے قانون کی مدد سے ہمارے لوگوں کے خیالات میں عورتوں کے
متعلق کیسا تنزل آگیا ہے۔ بدھواؤں کے ساتھ بعض سجن پُرش
اچھا سلوک کرتے ہیں۔ مگر بہت سے لوگ جن میں کنبے کی دوسری
استریاں بھی ہوتی ہیں بُرا سلوک کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

اگر زیادہ خوفناک حالتیں وقوع میں نہیں آئیں بدھواؤں کی زندگی بڑی تلخ تو ہو جاتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جو عورتیں شادی کے کئی سال بعد بیوہ ہوتی ہیں۔ اور صاحب اولاد ہیں۔ اُن کو زیادہ جائے شکایت نہیں یہ بات بے شک ٹھیک ہے مگر یہ ماننا پڑیگا کہ جن عورتوں کے خاوند شادی کے بعد فوراً مر گئے ہیں اور جنہوں نے خاوند کا مُنہ تک نہیں دیکھا اُن کی حالت بے شک قابل رحم ہے ؀

ودیاساگر نے بہت سی فرشتہ سیرت عورتیں دیکھی تھیں۔ وہ عورتوں کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے استری سکھشا کی سہائتا کی اسی وجہ سے جب کبھی وہ عورتوں کے دُکھ کو دیکھتے تھے۔ اُن کا دل کانپتا تھا۔ شمبھو چندر واچسپتی ودیاساگر کے اُستاد تھے اُن کی عمر بڑی تھی اُنہوں نے ودیاساگر سے کہا کہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں تمہاری کیا رائے ہے ودیاساگر نے کہا کہ آپ بہت بوڑھے ہیں آپ ہرگز شادی مت کریں۔ مگر مرد چوں پیر شود حرص جواں مے گردد۔ شمبھو چندر نے بیاہ کرا ہی لیا۔ بیاہ کے بعد ودیاساگر اُن کے گھر گئے۔ اور اُن کی بیوی کے پاؤں پر سر رکھ کر پرنام کیا۔ شمبھو چندر نے کہا کہ تم اپنی ماتا سے بات چیت کرو۔ ودیاساگر نے جب اُس عورت کا منہ دیکھا تو وہ نہایت ہی ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ تم نے اس لڑکی کی زندگی برباد کر دی ہے اب کبھی اس گھر میں نہیں آونگا۔ اور نہ تمہارے گھر کا پانی پیونگا۔ بیاہ کے تھوڑے عرصہ بعد واچسپتی جی مر گئے اور ودیاساگر کو اُن کی بیوی کے بدھوا ہونے پر نہایت ہی

دُکھ ہوا۔ وہ بدھواؤں کی تکلیف ہمیشہ دیکھتے تھے۔ اور دل میں کہتے تھے کہ اس دُکھ کو دور کرنے کے لئے ضرور کچھ اُپائے کرنا چاہئے۔ ایشور پرماتما بھی اُن کے ارادے کو پکا کرنے کے سامان کر رہے تھے۔ ایک دفعہ بیر سنگھ میں ودیا ساگر اپنے باپ کے ساتھ مردانے مکان میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے ایک بدھوا لڑکی اپنی ماں کے ساتھ ودیا ساگر کی ماں کے پاس آئی اُس لڑکی کا حال سُن کر بھگوتی دیوی کو بہت رنج ہوا وہ ودیا ساگر کے پاس آئی اور رو رو کر کہنے لگی۔ کہ اے بیٹا تم اتنے ودوان ہو۔ تم نے اتنے شاستر پڑھے ہیں کیا چھوٹی عمر کی بدھواؤں کی دوسری شادی کے واسطے شاستروں میں کوئی اجازت نہیں ہے۔ ماتا کا یہ بچن ودیا ساگر کے دل میں بجلی کی طرح لگا اور اُنہوں نے ارادہ کر لیا کہ جو ہو سو ہو یہ کام ضرور کرونگا۔ اُنہوں نے فوراً شاستروں کا مطالعہ شروع کر دیا اور جب پاراسر سنہتا میں بدھوا بواہ کی اجازت مل گئی تو وہ خوشی سے چلا اُٹھے کہ مل گیا مل گیا +

بدھوا بواہ کے متعلق پاراسر سنتھا میں یہ شلوک ہے۔ "جو استری اپنے پتی کے مرنے کے بعد برہم چرج (تپسیا اور ایشور دھیان) کرتی ہے وہ برہم چاریوں کی طرح سورگ میں جاتی ہے۔ جب کسی استری کے پتی کی خبر کئی برس تک نہ آوے یا اُس کا پتی مر جاوے۔ فقیر یا پاگل ہو جاوے یا ذات سے خارج ہو جاوے تو وہ استری دوسری شادی کر سکتی ہے۔" یہ شلوک دیکھ کر ودیا ساگر نے اپنے باپ سے کہا۔ کہ شاستروں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی بدھوا برہم چارنی بنے تو اچھا ہے

اگر برہم چاری نہ بن سکے تو دوسری شادی کر سکتی ہے۔ یہ بات سُن کر اُن کے پتا خوش ہو گئے۔ ودیا ساگر نے بدھوا بواہ کے مہان کام کو شروع کرنے سے پہلے بڑا سوچ بچار کیا وہ اچھی طرح سے جانتے تھے کہ لکیر کے فقیر اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو بڑا ستائینگے آخر کار اُنھوں نے اپنی ماتا کی بچن اور شاستروں کی اجازت کے سامنے دنیا کی مخالفت کو ہیچ سمجھا اور کاتک بدی چوتھ ۱۸۵۵ء کو ایک رسالہ شایع کیا جس کا نام یہ تھا "آیا بدھوا بواہ کا رواج جاری ہونا چاہئے یا نہیں"۔ اس رسالہ میں اُنھوں نے بدھوا بواہ کی تائید میں شاستروں کے شلوک درج کئے۔ اس کتاب کا چھپنا تھا کہ تمام بنگال میں شور مچ گیا۔ اور یہ کتاب اتنی بکی کہ ایک ہفتہ میں دو ہزار کاپیوں کا پہلا اڈیشن ختم ہو گیا۔ دوسرا اڈیشن تین ہزار کاپیوں کا چھپا۔ پھر دس ہزار کاپیاں اور چھپوائیں۔ یہ سب کتابیں جلدی سے بک گئیں۔ سب طرف سے ودیا ساگر پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لوگ کہتے تھے کہ ودیا ساگر نے اپنی سنسکرت کی ودیا کو خاک میں ملا دیا۔ ان دنوں میں جہاں کہیں ودیا ساگر جاتے تھے لوگ چاروں طرف سے ان کو گھیرتے تھے کوئی گالیاں دیتا تھا کوئی دھمکاتا تھا مگر وہ کچھ پرواہ نہ کرتے تھے۔

ایشور چندر گپت اور دسرتھی رائے نے جو اس وقت بنگال کے مشہور شاعر تھے کئی گیت بدھوا بواہ کے برخلاف بنائے۔ سب لوگ یہ گاتے پھرتے تھے تمام اخبار بدھوا بواہ کے مضمون سے

پڑھتے۔ گھر گھر میں اس مضمون پر چرچا تھا۔ اس کتاب کے چھپنے سے پہلے کلکتہ کے ایک غریب آدمی شاماں چرن لوہار نے اپنی بدھوا لڑکی کا دکھ دیکھ کر پنڈتوں سے بدھوا بواہ کی بابت رائے پوچھی تھی۔ اُس وقت کلکتہ میں کاشی ناتھ ترک النکار۔ بھواشنکر ودیارتن رام تو لو ترک سدہانت۔ ٹھاکر داس چوڑامینی اور مکت رام ودیا باگیس سمرتی جاننے والے پنڈت تھے۔ اُنہوں نے یہ رائے دی کہ شودروں میں بدھوا بواہ جائز ہے۔ مگر جب ودیا ساگر نے سب ذاتوں کے لئے بدھوا بواہ کا پرچار کیا تو ان پنڈتوں نے رائے بدل لی اور ودیا ساگر کے جواب میں بدھوا بواہ کے برخلاف رسالے نکالے۔ گنگا دھر کویراج مرشد آباد نے بڑے زور شور سے بدھوا بواہ کے برخلاف لکھا۔ جیسور ہندو دھرم سبھا اور کلکتہ دھرم سبھا جیسے سبھاؤں نے بھی ودیا ساگر کا جواب دیا۔ جب ودیا ساگر نے دیکھا کہ باوجود شاستر کی اجازت کے پنڈت اور باقی ہندو سوسائٹی جس کے سرغنہ راجہ رادھا کانت دیو تھے بدھوا بواہ کے مخالف ہیں تو اُنہوں نے پھر ایک اور کتاب بدھوا بواہ کی تائید میں چھاپی۔ اور اُس میں پنڈتوں کے اعتراضوں کا جواب دے کر نہایت رنج سے لکھا کہ مجھے امید تھی کہ اس دیش کے لوگ شاستروں کی پیروی کرتے ہیں مگر اب مجھے معلوم ہو گیا کہ بدرسموں کے غلام زبان سے شاستروں کی عزت کرتے ہیں مگر اُن کے حکم کی پرواہ نہیں کرتے +

معمولی ہردلعزیز آدمی جو کسی کو ناراض کرنا نہیں چاہتا لوگوں کی مخالفت دیکھ کر بدھوا بواہ کے کارج کو کسی مناسب وقت کے لئے ملتوی کر دیتا۔ مگر ودیا ساگر کو لوگوں کی مخالفت نے بجائے ڈھیلا کرنے کے بدھوا بواہ کا پکا مددگار بنا دیا۔ اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اس دنیا میں ظلم ہو رہا ہے۔ اور جو لوگ ظلم کرتے رہتے ہیں۔ ان کو اگر روکا جائے تو وہ روکنے والے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اس لئے اس ظلم کو دور کرنے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ بدھوا بواہ میں اگر میں ہمت نہ کروں تو اور کون کریگا۔ اُدھر اُن کے ماں باپ کہہ رہے تھے کہ اے بیٹا اس نیک کام میں قدم پیچھے نہ ہٹانا چاہیئے لوگ کتنا ہی بُرا کیوں نہ کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر اپنی کمزوری سے ہم بھی تمہیں چھوڑ دیں تم اس مہان کارج کو نہ چھوڑنا۔ ماں باپ ہوں تو ایسے ہی ہوں۔ بہادر لوگ اسی طرح دوسروں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں ÷

ودیا ساگر نے بدھوا بواہ کی تائید میں دوسری کتاب لکھنے کے بعد اس معاملہ پر بحث کرنی چھوڑ دی۔ پھر اُنہوں نے اپنی دونوں کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے اُس کو اپنے انگریز دوستوں میں تقسیم کیا۔ اس انگریزی کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو بد رواج کا غلام دیکھ کر ودیا ساگر سخت غمگین تھے اُنہوں نے اس کتاب کو بڑے دردناک الفاظ سے ختم کیا ہے میں ذیل کے فقرے بطور نمونہ درج کرتا ہوں۔ "اے رواج تیری طاقت کیسی زبردست ہے

الفاظ اُس کو ادا نہیں کر سکتے تو اپنے غلاموں پر بڑے زور سے حکومت کرتا ہے تو نے شاستروں کو اور نیک زندگی کو خاک میں ملا دیا اور نیک و بد کی تمیز کو نابود کر دیا۔ تیرے غلام ایسے اندھے ہو رہے ہیں کہ جو کام شاستروں کے حکم کے مطابق ہے وہ اُس کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور جو عمل شاستروں کے مخالف ہے۔ اُس کی عزت و پیروی کرتے ہیں۔ اے میرے ہم وطنو تم کب تک جھوٹی باتوں کے پیچھے لگے رہو گے۔ تمہاری حالت نہایت خراب ہے اگر تم اپنے شاستروں کے مطلب کو سمجھو گے اور اُن کے حکم کی پیروی کرو گے تو ضرور تمہارے ملک کی بدنامی دور ہو سکتی ہے مگر متواتر عمل نے تمہاری عقل کو ایسا اندھا اور تمہارے دل کو ایسا سخت کر دیا ہے کہ اب تمہارے لئے بیکس بدھواؤں پر رحم کھانا ناممکن ہے۔ تم شاید یہ خیال کرتے ہو کہ ہر ایک عورت اپنے پتی کے مرنے کے بعد فوراً انسانی کمزوریوں سے بری ہو جاتی ہے اور انسانی خواہشیں اُس پر اثر نہیں کرتیں۔ مگر روزانہ تجربہ تمہاری اس غلطی کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔ جس ملک کے مردوں میں دیا بھاؤ۔ انصاف اور بے انصافی کی تمیز۔ اور نیک اور بد کے جانچنے کی طاقت نہ ہو اور جہاں کے مرد فضول رسموں کا ادا کرنا عین فرض اور اعلےٰ درجہ کی نیکی سمجھیں ایشور کرے کہ ایسے ملک میں کوئی استری پیدا نہ ہو۔ اے استری جاتی ہندوستان میں تیری قسمت دکھ سے بھرپور ہے"

۴ ر اکتوبر ۱۸۵۵ء کو ودیا ساگر نے اس غرض سے کہ بدھوا بواہ کو جائز

قرار دینے کے لئے قانون بنایا جاوے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں عرضداشت
بھیجی اس کے برخلاف راجہ راداہاکانت دیب نے عرضداشت مورخہ
۱۱ مارچ ۱۸۵۶ء جس پر قریباً چالیس ہزار ہندوؤں کے دستخط تھے
گورنمنٹ میں پیش کی۔ ایک اور ایسی ہی عرضی ندیا۔ تربینی۔ بھاٹ پاڑا۔
بنس باڑیا۔ کلکتہ اور دیگر مقامات کے لوگوں کے دستخط ہوکر پنڈت سری رام
شرومنی کی طرف سے بھیجی گئی غرضیکہ نئے قانون کے برخلاف چالیس سے
زیادہ عرضیں ساٹھ ہزار آدمیوں نے دستخط کرکے گورنمنٹ میں بھیجیں۔
جن میں پرانے خیال کے پنڈتوں نے اپنی عقل کی مطابق وید منوسمرتی
مہابھارت۔ آدت پران وغیرہ کے حوالے سے بدھوا بواہ کو کلجگ
میں ناجائز ثابت کرنے کی کوشش کی اور ودیاساگر کو حقارت سے
ماڈرن پنڈت کا نام دیا ہے۔ وایسرائے کی کونسل میں بڑی بحث کے
بعد ایکٹ ۱۵ ۱۸۵۶ء پاس ہوا اس کے ذریعہ سے بدھوا بواہ ہندؤں
میں جائز قرار دیا گیا۔ اور بدھوا بواہ کی اولاد مستحق وراثت مانی گئی۔
ودیاساگر کی کوشش سے پہلا بدھوا بواہ ۷ دسمبر ۱۸۵۶ء کو سکیا
سٹریٹ میں بابو راج کرشن بنرجی کے مکان پر پنڈت سوریش چندر
ودیارتن اور سری متی کالی متی دیوی کا ہوا۔ سوریش چندر ودوان اور
اونچی ذات کے کولین برہمن تھے اور جج پنڈت کے عہدہ پر نوکر تھے۔
کالی متی دیوی بھی کولین برہمنی تھی اور اس وقت اس کی عمر دس برس
کی تھی۔ بیر بواہ بڑے دھوم دھام سے ہوا۔ جن کوچوں میں سے نوشہ
کی پالکی گذرتی تھی ان میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پولیس کا پہرہ موجود

تھا تاکہ فساد نہ ہو۔ پالی کی دونوں طرف ودیا ساگر اور اُن کے دوست موجود تھے۔ اس موقعہ پر بنگال کے بڑے بڑے پنڈت بلائے گئے تھے۔ شادی کے وقت بابو رام گوپال گھوس بابو دوار کا ناتھ مترجج کلکتہ ہائیکورٹ پنڈت شمبھو ناتھ جج کلکتہ ہائیکورٹ بابو ہرچندر گھوس و دیگر بڑے بڑے آدمی موجود تھے۔ دولہن کو ایک ہزار روپیہ کا سنہری زیور دیا گیا اور دوستوں کی بڑی بھاری دعوت کی گئی قریبًا پانچ ہزار روپیہ اس بواہ پر خرچ ہوا۔ شادی کے وقت ہزاروں آدمیوں کا اژدہام تھا۔ دوسرا بواہ کایستھوں میں ہوا لڑکی کی عمر بارہ سال کی تھی۔ تیسری شادی میں بھی فریقین کایستھ تھے۔ لڑکی کی عمر بدھوا ہونے کے وقت دس برس کی تھی۔ دوسرے بواہ کے وقت چودہ برس کی تھی دولہا بابو راج نرائن بوس پریزیڈنٹ آدمی براہمو سماج کا چچیرا بھائی تھا۔ چوتھی شادی میں دولہا بابو راج نرائن کا چھوٹا بھائی تھا۔ دولہن کی عمر ۱۴ سال کی تھی۔ اس طرح ۱۸۵۶ء میں چار شادیاں ہوگئیں۔ بابو راج نرائن بوس نے ان شادیوں میں بڑی ہمت کی لوگوں نے اُن کو بہت ستایا مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی۔ ۱۸۵۷ء میں بوجہ غدر کے اس کام کو روکنا پڑا کیونکہ لوگوں نے افواہیں پھیلا دیں کہ بدھوا بواہ کی وجہ سے غدر ہوا ہے۔ غدر کے بعد ودیا ساگر نے یہ کام پھر شروع کر دیا۔ ۱۸۵۸ء میں پانچواں بدھوا بواہ ہوا۔ جس میں دولہا اور دلہن ذات کے برہمن تھے پہلی شادی کے وقت دلہن کی عمر ۳ سال کی تھی۔ دوسری شادی کے وقت ۸ برس

کی تھی۔ یہ پانچ شادیاں کلکتہ میں ہوئیں۔ ودیا ساگر کی ماں چاہتی تھی کہ دیہات میں بھی بدھوا بواہ کئے جا دیں اس واسطے یہ کام دیہات میں بھی شروع کیا گیا۔ سنہ ۱۸۵۸ء سے سنہ ۱۸۶۵ء تک رام جیون پور۔ چندر کونا۔ شولا۔ سری نگر۔ کالکاپور۔ کھیر بائی۔ رائی کہا۔ سری رام پور۔ جاؤ گرام وغیرہ دیہات میں کتنی ہی بدھوا بواہ ہوئے۔ جن میں سے ۲۱ اکیس بواہ ایسے ہوئے جن میں دولہا اور دلہن ذات کے برہمن تھے باقی دولہا اور دلہن کایستھ اور دوسری ذاتوں کے تھے ودیا ساگر کی ماں ہمیشہ اس فکر میں رہتی تھی کہ وہ عورتیں جن کی دوبارہ شادی ہوئی تھی۔ کسی طرح لوگوں کی نظروں میں حقیر نہ سمجھی جائیں۔ اور اپنے آپ کو ذات سے گرا ہوا خیال نہ کریں۔ اس لئے بھگوتی دیوی اُن میں سے ایسی عورتوں کے ساتھ جو ذات کی برہمن تھیں ایک ہی تھالی میں کھانا کھاتی تھی اور جب ودیا ساگر کے گھر میں برہمنوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا تو کھانا پروسنے کا کام ان عورتوں کے سپرد ہوتا تھا۔

پنڈت شیوناتھ شاستری پریزیڈنٹ سادھارن براہمو سماج کلکتہ مسٹر مالاباری کے رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ مطبوعہ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء میں ودیا ساگر کی کوششوں کی نسبت جو انہوں نے بدھوا بواہ کے متعلق کیں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ سنہ ۱۸۵۵ء میں پنڈت ودیا ساگر نے بدھوا بواہ کے مضمون پر اپنی کتاب شائع کی۔ اس کتاب کا چھپنا ایسا تھا جیسے کہ ہندو سوسائٹی کے قلعے میں توپ کا گولہ آپڑا۔

تمام بنگال میں بحث مباحثہ کی آگ لگ گئی اور قدیمی تعصبات کا زور جاگ اُٹھا۔ بدھوا بواہ کے مددگاروں اور مخالفوں میں فتنہ برپا ہوگیا ۵۶-۱۸۵۵ء میں ودیا ساگر نے بدھوا بواہ کا بڑے زور سے پرچار کیا اور گورنمنٹ سے بدھوا بواہ کو جائز قرار دینے کے لئے قانون بنوایا۔ ۱۸۵۶ء کے آخیر مہینے میں اُن کی مدد سے پہلا بدھوا بواہ کلکتہ میں ہوا۔ ہم وہ دن کبھی نہیں بھولینگے۔ جب ودیا ساگر پولیس کی حفاظت میں دولہا کو اُس مکان پر لائے جہاں کہ اُس کی شادی ہونی تھی تو تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں تمام کلکتے کے لوگ موجود تھے اور ہم نے جو کہ آیندہ زمانے کے ریفارمر تھے ودیا ساگر کو دیکھ کر بڑے جوش سے تالیاں بجائیں۔ اُس کے بعد ودیا ساگر نے رفتہ رفتہ بڑے حوصلے اور رعب داب کے ساتھ کئی بدھواؤں کی شادی کرائی اور اگرچہ اُن کو صرف کثیر کرنا پڑا مگر اُنہوں نے مخالفت کا زور کم کر دیا اور آہستہ آہستہ تعلیم یافتہ بنگالیوں کی بڑی تعداد بدھوا بواہ کی مددگار بن گئی " بدھوا بواہ کے پرچار سے ودیا ساگر نے بہت سے لوگوں کو اپنا دشمن بنالیا۔ ایک دفعہ تو اُن کے مخالفین نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اُن کو جان سے مار ڈالیں مگر ودیا ساگر کے ساتھ بہت سے آدمی تھے۔ اس لئے وہ بچ گئے۔ اِن بدھوا بواہوں کا خرچ بہت تھا۔ ہر ایک شادی پر سینکڑوں روپیہ لگتے تھے۔ ودیا ساگر اس بات کے سخت مخالف تھے کہ کوئی شخص زیور پہنے مگر چونکہ بدھواؤں کی عمر چھوٹی ہوتی تھی۔ اس لئے ان کو اور اُن کے ماں باپ کو خوش کرنے

کے لئے شادی کے وقت دُلہن کو اچھا قیمتی سُنہری زیور دیا جاتا تھا اور ایسا انتظام کیا جاتا تھا کہ شادی کے بعد دولہا اور دُلہن اپنا گذارہ کر سکیں اور بھوکے نہ مریں۔ شروع شروع میں راجہ پرتاب چندر سنگھ بہادر بابو ہیرالال سیل۔ کالی پرسنو سنگھ سارداپرشاد رائے وغیرہ دوست بدھوا بواہ کے کارج کے لئے ودیا ساگر کو چندہ دیتے تھے۔ مگر اُن میں سے چند شخص تو مر گئے اور باقی نے رفتہ رفتہ روپیہ دینے سے انکار کر دیا اس لئے ودیا ساگر کو کل خرچ خود اُٹھانا پڑا۔ اور قرضہ نے اُن کو ایسا زیر بار کیا کہ وہ پھر گورنمنٹ کی ملازمت کرنے کو تیار ہو گئے۔ وہ پریزیڈنسی کالج میں سنسکرت پروفیسر ہونا چاہتے تھے۔ بشرطیکہ انگریز پروفیسروں کی برابر ان کو تنخواہ ملے۔ سنسکرت کے ہندوستانی پروفیسر کو انگریز پروفیسروں کے برابر ہندوستان میں تنخواہ ملنا ناممکن ہے۔ اس لئے ودیا ساگر دوبارہ سرکاری ملازمت میں داخل نہ ہوئے۔ اس وقت اُن کے دوست بابو پیارے چرن سرکار پروفیسر پریزیڈنسی کالج نے ایجوکیشن گزٹ میں بدھوا بواہ کے متعلق ودیا ساگر کی ہمت کی بڑی تعریف کی اور لوگوں سے اپیل کیا کہ اس موقعہ پر ودیا ساگر کی مدد کریں۔ جب اس تحریر کا حال ودیا ساگر کو معلوم ہوا تو وہ نہایت خفا ہوئے اور فوراً اُنہوں نے پیارے چرن سرکار کو لکھا کہ میں بدھوا بواہ کی خرچ میں کسی شخص کی مدد نہیں چاہتا اگر کوئی شخص میرے پاس روپیہ بھیجیگا تو مجھے بڑی تکلیف ہوگی۔ اور خود پچاس ہزار روپیہ قرض لے کر بدھوا بواہ کی وجہ سے جو روپیہ

اُن کے سر پر چڑھ گیا تھا۔ وہ بیباق کردیا۔ ہم حیران ہیں کہ اس موقعہ پر ودیا ساگر کی فیاضی کی تعریف کریں یا اُن کے حوصلہ کی۔ درحقیقت اس نیک کام سے ان کو سچا پریم تھا۔ اور وہ اُس کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کو تیار تھے۔ بدھوا بواہ کی بابت ودّیا ساگر کی تعریف میں کتنے ہی گیت بن گئے۔ جو لوگ گاتے پھرتے تھے۔ اُن میں سے چند مع ترجمہ کے ذیل میں درج کرتا ہوں :۔

वे चें था क विद्यासागर, चिर जीवि हये
सदरे करे छो रिपार्ट , विध वदरे हवे विये।
कवे हवे रामन दिन , प्रचार हवे प आइन।
देशे देशे जे लाय जे लाय, वेरो वेह कुम ।
विधवा रमरगी र विये, लेगे जावे धूम ।
सधवादरे स डे. जावो , वरगा डाला माथायेलये
आर कने भाविस लोसई, ईश्वर दियाछेन सइ ।
एवार बुझि इ श्वरे च्छाय, पति प्राप्त हई ।।
राधा कान्त मना भ्रान्त , दिलन नाको सई।
लोक सुरवे शुने आमरा आछि लोक लाज भये।
एकादशी उपसेर जवाला करीते लागित लाला।
घुचे जावे से सब जवाला जुडावे जीवन ।।

۱۔ اے ودّیا ساگر آپ کی عمر بڑی ہو۔
آپ نے سرکار میں درخواست دی ہے کہ بدھواؤں کا بیاہ ہوا کرے

وہ دن کب آدیگا کہ ایسا قانون بن جائے۔
ور دیس دیس اور ضلع ضلع میں حکم بھیجا جائے۔
ور بدھواؤں کی شادی بڑے دھوم دھام سے ہو۔
بیاہ کے دنوں میں ہم اپنے سر پر شگون کی چیزیں رکھ کر سوہاگن
ورتوں کے ساتھ خوشی میں شامل ہونگی۔
اے سہیلی اب تو کیوں فکر کرتی ہے ایشور نے ہمارا مددگار پیدا
کردیا ہے۔
اب ایشور کی (دیا ساگر کی) مہربانی سے ہم کو پتی مل جائیگا۔
راجا رادھا کانت اپنی غلطی سے بدھوا بواہ کا مخالف ہے۔
یہ بات سُن کر ہم کو ابھی برادری سے ڈر لگتا ہے۔
اکادشی کے برت سے ہمارے سر میں درد ہوتا تھا۔
یہ سب تکلیفیں دور ہو جائینگی اور ہم اپنی زندگی آرام سے بسر کرینگی

दि दि फिरे छे कपाल
पति मले पति हवे
घुचिवे ज स्जाल ॥
ठें डी छे डे घत राडी
परिव सवे ढा काई साडी
काने दिव झुम को ढेंड़ी
खेना प हाल ॥
कातेर स्व सूप प कादपी

गरबत वई उपवासी
सेढार गलाय दिये फांसी
करिव नाकाल
विद्या सागर विधि पडे
राडेर् बाधन दिलेन छिंडे
आर आर यत गला दंडे
सव् वढा वैताल ॥

۲- اے بہن اب ہمارے اچھے دن آگئے ہیں۔
پتی کے مرنے کے بعد ہم کو دوسرا پتی مل جائیگا۔
اور ہماری سب تکلیفیں دور ہوجائینگی۔
بدھواؤں کو میلے کچیلے کپڑے پہننے نہیں پڑینگے۔
بلکہ ہم ڈھاکہ کی عمدہ ساڑھی پہنینگی۔
اپنے کانوں میں ہم جھمکے اور ڈنڈیاں ڈالینگی۔
ہماری موجودہ خراب حالت آیندہ نہ رہیگی۔
موت کی طرح ڈرانے والی اکاوشی،
ہم کو بھوکا مارا کرتی تھی۔
اب اکاوشی کے گلے میں پھانسی ڈال کر
اُس کو ذلیل کرو۔
ودیاساگر نے شاستر پڑھ کر
بدھواؤں کی تکلیفوں کو دور کردیا۔

اور باقی سب برہمن ناکارے ہیں

۳- اے بیرحم پرمیشور-

निदय विधात :	۳- اے بیرحم پرمیشور-
कनरे हमारे	ہم کو کیوں
भारते पाठाले	عورت بناکر
रमणी करे ॥	بھارت میں بھیجا ہے-
भारत पुरुष	بھارت کے مرد
आत्म सुखरत	اپنے سکھ میں لولین ہیں-
रमणी दुखेते	عورتوں کے دکھ سے
कातर न हेरे	ان کو دُکھ نہیں ہوتا-
वैधव्य यन्त्रणा	بدھواؤں کا دکھ
तारत जानेना	وہ نہیں جانتے
भार्य्या वियोगे	بیوی مرنے پر
अन्येते मजरे ॥	مرد دوسری شادی کر لیتے ہیں
हे विद्या सागर	اے ودّیا ساگر
केशव किंकर	اور کیشب کیا کرتے ہو
हये अग्रसर	آگے بڑھکر
पद: खनापरे	اس دُکھ کو دور کرو-

یہ لاگیت شانتی پور کے جولاہوں نے دھوتیوں کے کناروں پر بنانا شروع کر دیا- یہ دھوتیاں ودیا ساگر پاڑ ادھوتی کے نام سے مشہور ہو گئیں اور دو گنے تگنے داموں پر بکیں-

بدھوا

۱۸۵۹ء میں زیر انتظام بابو کیشب چندر سین جو براہمو سماج
کے رکن اعظم تھے بدھوا بواہ ناٹک کا تماشا دکھایا گیا۔ بڑے بڑے
لوگ اُس کو دیکھنے کے لئے گئے۔ پنڈت ودیا ساگر بھی کئی دفعہ گئے
اور بدھوا کی مصیبت کا نقشہ دیکھ کر اُنہوں نے زار زار آنسو بہائے
بدھوا بواہ کا شبھ کارج ودیاساگر کو تمام عمر عزیز رہا۔ ان کی زندگی میں
اُن کی مدد سے قریبًا سو بدھوا بواہ ہوئے۔ جو کچھ کماتے تھے اُس پر
لگاتے تھے۔ اور اپنی برادری کی دھمکیوں سے بالکل نہ ڈرتے تھے۔
۱۸۷۰ء میں جب اُن کا پتر نارائن چندر ایک بدھوا سے شادی
کرنے لگا تو اُنہوں نے اپنے بھائی شمبھو چندر کو یہ چٹھی لکھی وہ آپ
لکھتے ہیں کہ اگر نارائن چندر کسی بدھوا سے شادی کریگا تو ہمارے
رشتہ دار ہم کو ذات سے نکال دینگے۔ اس کے متعلق میں صرف یہ
لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ نارائن اپنی مرضی سے بدھوا کے ساتھ شادی
کرنے لگا ہے۔ یہ ارادہ اُس نے میرے کہنے سے نہیں کیا۔ اس نیک
ارادہ سے نارائن نے مجھے عزت بخشی ہے اور اب وہ سوسائٹی میں
میرا بیٹا کہلانے کا مستحق ہے۔ میں نے اپنی عمر میں بدھوا بواہ جیسا شبھ
کام اور کوئی نہیں کیا نہ مجھے اُمید ہے کہ اُس سے اور بہتر کام میں
کر سکونگا جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں نے اس نیک کام میں خرچ کر دیا۔
اگر ضرورت ہو تو اپنی جان بھی دینے کو تیار ہوں۔ اس عمدہ کام کے
مقابلے میں رشتہ داروں کی جُدائی کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر رشتہ دار دل
اور برادری کے ڈر سے میں اپنے بیٹے کو بدھوا بواہ سے روکوں تو

میرے جیسا بزدل اِس دُنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ میں بڑا خوش نصیب
ہوں کہ میرے لڑکے نے بدھوا سے شادی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔
میں رواج کا غلام نہیں ہوں جو کچھ کہ میں اپنے ملک کے لئے اچھا
سمجھتا ہوں اُس کے کرنے میں مجھے اِس بات کی بالکل پرواہ نہیں
کہ دوسرے لوگ مجھے کیا کہتے ہیں۔ اگر برادری کے ڈر سے کوئی
رشتہ دار ناراض اُن سے یا مجھ سے علیحدہ ہونا چاہے تو مجھے اور ناراض اُن
کو اُس کی قطعی پرواہ نہیں ہے۔"

قوم کے سدھارنے والا آدمی تو اپنے وقت پر مر جاتا ہے۔ مگر
اُس کے خیالات زندہ رہتے ہیں اور رفتہ رفتہ تمام ملک میں پھیل
جاتے ہیں بنگال میں ودیا ساگر کی مثال سے براہمو سماج نے
بدھوا بواہ کے نیک کام کو اختیار کیا۔ بمبئی میں شیر دل وشنو شاستری
پنڈت اور اُن کے نوجوان دوست مہادیو گوبند رانا ڈے (جو بعد
میں جج ہائی کورٹ بمبئی ہوئے) اور دیگر بہادر لوگوں نے بدھوا بواہ
کا پرچار شروع کیا اُن کی کوشش سے بمبئی میں پہلا بدھوا بواہ
۱۸۶۹ء میں ہوا۔ عالی حوصلہ بے باک۔ اور عالم باعمل ہونے کی
وجہ سے وشنو شاستری پنڈت بمبئی احاطہ کے ودیا ساگر کہلاتے
تھے اُنھوں نے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر بدھوا بواہ کے مضمون
پر پُرانے فیشن کے پنڈتوں سے بڑے بڑے شاستر ارتھ کئے۔
اور کوئی دقیقہ اِس کار خیر کی بُنیاد مضبوط کرنے میں باقی نہ رکھا
یہاں تک کہ مخالفین کے سامنے نیک مثال قائم کرنے

کے لئے اُنہوں نے خود ایک بدھوا سے شادی کی۔ اگرچہ شریف ذاتوں میں بدھوا بِواہ کا رواج بمبئی احاطہ میں کم ہے مگر تاہم سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ چھوٹی عمر کی بیواؤں کی شادی ضرور ہونی چاہئے یہی حال دیگر صوبجات کا ہے۔ مدراس احاطہ کے ودیا ساگر راؤ بہادر ویرا سالنگم پان ٹولو ہیں پہلے وہ شہر راجا مندری میں رہتے تھے۔ آج کل پریزیڈنسی کالج مدراس میں زبان تیلوگو کے پروفیسر ہیں۔ اُنہوں نے بدھوا بواہ کے پرچار میں تن من دھن سے ایسی کوشش کی ہے اور ایسی ایسی تکلیفیں برداشت کی ہیں کہ اگر کوئی اہل قلم چاہے تو اُن کے کارناموں سے ایک دلچسپ ناول لکھ سکتا ہے۔ اِن کی صدق دلی نے بہت سے لوگوں کو ان کا ہم خیال اور مددگار بنا دیا۔ ان کی ہمت سے مدراس احاطہ میں پہلا بدھوا بواہ ۱۸۷۹ء میں ہوا۔ اور اس کے بعد اس نیک کام کا سلسلہ برابر جاری رہا ہے۔ ۱۹۰۳ء کے دسمبر میں جب میں مدراس گیا تو میری دلی خواہش تھی کہ اس بزرگ کے درشن کروں مگر اُن دنوں میں بارش ایسی متواتر اور زور سے ہوئی کہ مجھ کو مجبوراً ان سے ملے بغیر واپس آنا پڑا۔ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ میں منشی بختاور سنگھ اڈیٹر آریہ درپن ساکن شاہ جہاں پور بدھوا بواہ کے پرچار پر دلدادہ ہیں۔ ان کی کوشش سے وقتاً فوقتاً شریف خاندانوں میں کم عمر بدھواؤں کی شادیاں ہوتی رہتی ہیں اور بدھوا بواہ کے مددگاروں کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے۔ پنجاب میں آریہ سماج بدھوا بواہ کی معاون ہے اور خوش قسمتی سے جو لوگ کسی خاص مذہبی فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔

اس نیک کام کے مددگار ہیں۔ دیوان سنت رام صاحب جو اکال گڑھ ضلع
گوجرانوالہ کے معزز کھتری خاندان کے رکن اور گورنمنٹ سروس میں منصف
تھے۔ اپنی بیوہ لڑکی کی دوسری شادی کر کے عمدہ مثال قائم کر چکے ہیں۔
اُنہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ بدھوا بواہ کے لئے ایک سوسائٹی
بھی بنائی ہے۔ جس کے سکرٹری اُن کے عزیز لالہ چندر بھان ایم۔ اے
ہیں۔ اور اب کھلم کھلا اخباروں میں اشتہار نکلتے ہیں کہ فلاں شخص
بدھوا سے شادی کرنا چاہتا ہے یا فلاں بدھوا لڑکی کے لئے
بر کی ضرورت ہے آج کل یہ شادیاں پنجاب میں اور دوسرے صوبوں
میں نقارے کی چوٹ ہوتی ہیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ جس زمانہ میں
ودیا ساگر نے بدھوا بواہ کا کارج شروع کیا۔ اُس وقت بنگال میں
اُن کی بڑی مخالفت ہوئی۔ بڑے بڑے امیر جن کی لڑکی بدھوا ہو
جاتی تھی۔ اپنے لخت جگر کے دکھ کو دیکھ کر بدھوا بواہ کو رائج کرنے
کے لئے ہزاروں روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہوتے تھے مگر بے سمجھ
لکیر کے فقیر خلقت کے مقابلہ کرنے کا حوصلہ کون کر سکتا تھا۔ باوجود
انگریزی تعلیم کے آج کل بھی بنگال کی حالت عجب طرح کی ہے
جو لوگ نئے خیالات کے ہیں۔ اُن کا پرانے فیشن کے آدمیوں
سے کچھ تعلق نہیں۔ ودیا ساگر کے زمانہ میں تو تعلیم بہت کم تھی۔ اور
اس لئے بدھوا بواہ کی مخالفت کا زور بہت زیادہ تھا۔ مگر دھن ہے
ودیا ساگر اور اُن کے مددگاروں کے حوصلہ کو کہ باوجود اس مخالفت
اور خرچ کے اُنہوں نے اس نیک کام کو جاری رکھا۔ ودیا ساگر

کی کوششوں کے اب تک بزدل لوگ بے بنیاد اعتراض بدھوا بواہ کے خلاف پیش کرتے ہیں *

جون ۱۸۸۸ء میں بنگ درشن نامی بنگالی اخبار میں بدھوا بواہ کے متعلق مفصلۂ ذیل مضمون شائع ہوا تھا " لوگ کہتے ہیں کہ بدھواؤں کی زندگی بڑی مصیبت کی ہوتی ہے۔ ہماری رائے میں یہ بیان درست نہیں۔ اگر یہ بات درست بھی ہو کہ بدھواؤں کو سخت تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں تاہم چونکہ کل سوسائٹی کو اس رواج سے فائدہ ہے۔ ان تکالیف کی دور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر چند بدھواؤں کی تکلیف کا دور نہ کرنا بے رحمی میں داخل ہے تو نئے قانون کے ذریعہ سے ہزاروں آدمیوں کو نقصان پہنچانا سخت ظلم ہے۔ اگر بدھوائیں کبھی کبھی پارسائی کا راستہ چھوڑ دیتی ہیں تو کیا شادی شدہ عورتیں ایسا نہیں کرتیں۔ ہم لوگ بڑے نرم مزاج ہیں اور ہم نے صرف رحم دل ہونا ہی سیکھا ہے۔ ہم انصاف کی سختی کو برداشت کرنا نہیں چاہتے "

مجھے افسوس ہے کہ اس مضمون کے لکھنے والے نے یا بابو سوبل چندر متر نے جنہوں نے اس مضمون کو بدھوا بواہ کے مددگاروں کے برخلاف اپنی کتاب میں بڑے جوش سے نقل کیا ہے۔ کسی طرح ظاہر نہیں کیا کہ بدھواؤں کی مصیبتیں باقی سوسائٹی کے لئے کس طرح مفید ہیں اور بدھوا بواہ کے مددگار رحمدلی کو انصاف پر کس طرح ترجیح دے رہے ہیں۔ جو ہمت و دیا ساگر نے بدھوا بواہ اور رفاہ عام کے دیگر کاموں میں ظاہر کی اس کی بابت ۱۸۸۰ء میں

گورنمنٹ کی طرف سے اُن کو سی۔ آئی۔ اے کا خطاب ملا۔

کولین برہمنوں میں شادی کا رواج

کولین برہمنوں میں بہت عورتوں سے شادی کرنے کا رواج برسوں سے جاری تھا۔ یہ خراب رسم رفتار زمانہ کے ساتھ ایسی عام ہو گئی تھی کہ کوئی شخص اس کو بُرا نہیں سمجھتا تھا مگر اس رواج سے اِن برہمنوں کی عورتوں پر بڑی سختی ہوتی تھی۔ کیونکہ چالیس پچاس بیویوں کا گذارہ کرنا ہر ایک آدمی کے لیے مشکل ہے کولین برہمن شادی کے بعد اپنی بیویوں کو گھر سے نکال دیتے تھے بعض کا تو منہ تک نہیں دیکھتے تھے۔ اگر اُن کا کوئی خسر زیادہ روپیہ دیتا تھا تو اُس کی لڑکی کو اپنے گھر میں رکھتے تھے۔ ودیا ساگر کولین [illegible] کی بیرحمی کے حالات ہر روز سنتے تھے۔ اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں ایسے واقعات دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوتے تھے۔ اُن کے گرد کالی کانت چٹرجی نے بھی بہت شادیاں کی تھیں اُس کی ایک بیوی اپنی اٹھارہ سالہ لڑکی کو لے کر ودیا ساگر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اس لڑکی کے خاوند کے چالیس بیویاں ہیں وہ صرف اُن کے پاس جاتا ہے۔ جن کے ماں باپ اس کو کچھ دھن دیتے ہیں۔ میرے پاس روپیہ نہیں اس لئے میری لڑکی بدھوا کی طرح رہتی ہے۔ میرا بھی کوئی گذارہ نہیں کرتا کیونکہ کالی کانت کا بھی یہی حال ہے۔ یہ بات سُن کر ودیا ساگر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور انہوں نے اُن عورتوں سے کہا کہ اب تم کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اُس کے بعد اُنہوں نے کالی کانت کو بلا کر کہا کہ مجھ کو تمہاری کارروائی پر

افسوس ہے۔ اگر تم اِن عورتوں کی حفاظت کرو تو میں اپنی گرہ سے اُن کا خرچ دیتا رہونگا۔ اُس نے یہ بات منظور کر لی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد ودیاساگر کو معلوم ہوا کہ کالی کانت نے ان عورتوں کو پھر گھر سے نکال دیا یہ بات سُن کر ودیاساگر کو بہت دُکھ ہوا ۔

ودیاساگر نے اپنے دل میں کہا کہ ایک ایک بیمار کا علاج کرنے سے بیماری کا دور کرنا (یا) ہونا مشکل ہے۔ اس بیماری کو کل سوسائٹی سے دور کرنا چاہئے۔ جب تک کولین برہمن چالیس پچاس عورتوں سے شادی کرتے رہینگے۔ اُن کی بیویوں کا بُرا حال رہیگا۔ اس لئے ایسی شادی کے رواج کو جڑ سے اُکھیڑنا چاہیئے۔ دسمبر ۱۸۵۵ء میں ودیاساگر نے اس رواج کو دور کرنے کی غرض سے ایک سوسائٹی بنائی اور ایک عرضداشت جس پر مہاراجہ مہتاب چندر بہادر ساکن بردوان۔ راجہ ستیش چندر ساکن ندیا۔ راجہ پرتاب چندر سنگھ بہادر ساکن کاندی اور بہت سے ذی عزت آدمیوں کے دستخط تھے گورنمنٹ میں اس غرض سے بھیجی کہ کولین برہمنوں کی ذات سے ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کا رواج قانوناً بند کیا جائے۔ سر سِسل بیڈن صاحب جو اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا کے رکن اعظم تھے۔ اس عرضداشت کے معاون تھے مگر چونکہ ودیاساگر ان دنوں میں بیمار ہو گئے اور ۱۸۵۷ء کے غدر کا اندیشہ تھا۔ اس عرضی سے کچھ فائدہ نہ نکلا مگر ودیاساگر کسی کام کو ادھورا نہیں چھوڑتے تھے۔ ۱۸۶۲ء میں راجہ دیو نرائن سنگھ ساکن بنارس

گورنر جنرل کی کونسل کے ممبر ہوئے۔ ودیا ساگر نے اُن کی مدد سے
کولین برہمنوں کے شادیوں کے متعلق قانون پاس کرانا چاہا مگر
راجہ صاحب مذکور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کونسل سے علیحدہ
ہو گئے۔ اور قانون پاس نہ ہو سکا۔ ۱۸۷۱ء میں ودیا ساگر نے ایک
کتاب جس کا نام یہ تھا۔ "آیا مردوں کی زیادہ شادیوں کی رسم بند
ہونی چاہیئے" بنگالی میں شایع کی۔ اُنھوں نے اس کتاب میں
شاستروں کا پرمان دے کر ثابت کیا کہ کسی مرد کی ایک ہی وقت
میں ایک سے زیادہ بیویاں نہیں ہونی چاہئیں۔ اور جتنے کولین
برہمن اُس وقت بنگال میں رہتے تھے۔ اُن کے نام مع اُن کی بیویوں
کی تعداد کے اس کتاب میں درج کیے۔ اس کتاب کے نکلتے ہی
بنگال میں کہرام مچ گیا۔ ۱۸۷۲ء میں ایک اور کتاب اس مضمون
پر لکھی اور پھر بڑا شور ہوا۔ کولین برہمن تو ودیا ساگر کے جانی
دشمن ہو گئے مگر وہ کسی کی مخالفت کی کیا پرواہ کرتے تھے۔ اگرچہ
کوئی خاص نتیجہ اُس وقت ودیا ساگر کی کوشش سے ظاہر نہیں
ہوا۔ اور وہ اس بات سے نہایت غمگین ہوئے۔ مگر آہستہ آہستہ
لوگوں کے خیالات میں فرق آنے لگا۔ کولین برہمن بھی سمجھنے لگ
گئے کہ یہ رسم بڑی دُکھ دائک ہے اور رفتہ رفتہ اُنھوں نے اس
خراب رسم کو کم کر دیا۔

براہمو سماج میں شادی کا قانون } اس مضمون پر کہ آیا براہمو سماج کے طریقہ

سے شادیاں قانوناً جائز ہیں یا نہیں براہمو سماج کے دونوں فرقوں
میں بڑا اختلاف تھا آدی براہمو سماج والے کہتے تھے کہ ہندو شاستروں
کے مطابق یہ شادیاں جائز ہیں نئے قانون کی ضرورت نہیں۔ مگر
کیشب چندر سین کا فریق کہتا تھا کہ ہندو شاستروں کی رو سے براہمو
سماج کی شادیوں کا جواز نہایت مشتبہ ہے اس لئے مناسب
ہے کہ براہمو سماج کی رسم کے مطابق جو شادیاں ہوں اُن کو جائز
قرار دینے کے لئے نیا قانون بنایا جائے۔ بنگال کے پنڈت آدمی
براہمو سماج کے برخلاف تھے۔ اُنہوں نے بنارس کے پنڈتوں کو
اپنی طرف کرنا چاہا۔ بابو کیشب چندر سین کے کہنے سے ودیا ساگر نے
بابو لوک ناتھ متر کو جن کا بنارس کے پنڈتوں میں بڑا رسوخ تھا چھٹی
لکھی جس کا مضمون یہ تھا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ براہمو سماج میں براہمو
شادیوں کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا ہے۔ میری رائے میں یہ
نہایت ضروری ہے کہ ان شادیوں کو جائز قرار دینے کے لئے
قانون بنایا جاوے۔ اگر قانوناً براہمو شادیاں جائز نہ ہوں تو نہ عورتوں
کو اپنے خاوندوں کی جائداد میں حصہ ملیگا اور نہ اولاد کو اپنے والدین
کی جائداد میں۔ چونکہ ہندو شاستروں کے مطابق یہ شادیاں جائز
نہیں اس لئے براہمو عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے
قانون کا ہونا ضروری ہے۔ میں براہمو سماج کا ممبر نہیں ہوں اور
مجھ کو معاملہ زیر بحث سے کچھ تعلق نہیں۔ مگر چونکہ براہمو شادیاں
ہو رہی ہیں۔ اس لئے اُن شادی شدہ عورتوں اور اُن کی اولاد

کی آیندہ بہبودی کے لئے کوئی قانون ضرور بننا چاہئے۔ بابو کیشب چندر سین کے کہنے سے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ کوشش کر کے بنارس کے پنڈتوں کی رائے آدی براہمو سماج کے حق میں نہ ہونے دیں۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ بنارس کے پنڈت خود ہی آدی براہمو سماج کی رائے سے اتفاق نہ کرینگے مگر پھر بھی خبردار رہنا مناسب ہے۔" آخر کار بابو کیشب چندر سین کی کوشش سے ایکٹ نمبر ۳۔ ۱۸۷۲ء پاس ہوگیا جس کی رو سے براہمو مرد اور عورتوں کی شادیاں جائز قرار دی گئیں +

شراب نوشی کی مخالفت } بابو پیارے چرن سرکار شراب نوشی کے سخت مخالف تھے۔
اُن کی کوشش سے بنگال ٹمپرنس سوسائٹی قائم ہوئی۔ اُنہوں نے انگریزی اور بنگالی میں رسالے لکھ کر شراب نوشی کے برخلاف خوب پرچار کیا۔ ودّیا ساگر نے جو اُن کے بڑے دوست تھے اس کام میں بابو پیارے چرن سرکار کی بڑی مدد کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ودیا ساگر ہر ایک طرح سے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے تیار رہتے +

دیاساگر

میں حیران ہوں کہ ودیا ساگر کی فیاضی کا حال کہاں سے شروع کروں اور کہاں ختم کروں۔ ودیا ساگر کی فیاضی طرح طرح سے ظاہر

ہوتی تھی۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اُنہوں نے ملک میں سکول اور کالج قائم کئے۔ بدھوا بواہ کا اُتم کارج ہاتھ میں لیا اور باوجود دقتوں کے نبھایا۔ اگر وہ سوا ان دو باتوں کے اور کچھ نہ کرتے تو بھی ملک کے مہاپُرشوں میں گنے جانے کے اچھی طرح سے لائق تھے۔ مگر تعلیم کا پھیلانا اور بدھواؤں کا بواہ کرنا اُن کی فیاضی کا جُزوی اظہار تھا ان کے دل میں بنی نوع انسان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اُن کے لئے ناممکن تھا کہ وہ کسی شخص کو تکلیف میں دیکھیں اور حسب توفیق اُس کی مدد نہ کریں۔ چھوٹی عمر میں جب اُن کو آٹھ روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا تھا تب بھی وہ وظیفے کا روپیہ اپنے ودیارتھی ساتھیوں کی مدد میں خرچ کرتے تھے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو اپنے گاؤں میں جا کر سینکڑوں روپیہ کے کپڑے غریبوں میں تقسیم کرتے تھے۔ جب سیر کے لئے جایا کرتے تھے تو ہمیشہ بیس بائیس روپیہ کی دوانیاں چونیاں لے کر نکلتے تھے اور اپاہجوں کو دیتے تھے۔ بعض اوقات وہ اپنی دھوتی اور چادر بھی کسی غریب کو دیدیتے تھے اور اُس کے پھٹے پرانے کپڑے پہن کر گھر آجاتے تھے۔ کلکتہ میں درگا پوجا کے وقت اُن کے مکان پر پانچ ہزار روپیہ کی دھوتیاں غریبوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ اور اس موقع کے علاوہ سال بھر میں تین چار ہزار روپیہ کی دھوتیاں اور کپڑے دئے جاتے تھے۔ ایک دوکان کپڑوں سے ہمیشہ بھری رہتی تھی جو کوئی مانگنے آتا تھا اُس کو نقدی اور دھوتیوں کا جوڑا دیا جاتا

تھا۔معمولی حالت میں قریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار ودیاساگر خیرات
میں خرچ کرتے تھے جب وہ ضلع ندیا بردوان ہگلی۔ اور مدناپور
کے مدرسوں کے انسپکٹر تھے تو ہمیشہ دورہ جانے کے وقت اپنی
ساتھ بہت سی تعداد اکھٹی۔ چوتی۔ دوائیوں کی لیجایا کرتے تھے
اور جہاں کوئی محتاج ملتا تھا اُسے دیتے تھے۔ دورے میں بہت سے
غریب لڑکے ان سے مدد مانگتے تھے۔ ودیاساگر نے بہت سے ایسے غریب لڑکوں کو دیہاتی
مدرسوں میں پڑھاکر کلکتہ کے کالج میں داخل کیا۔ اسی طرح بہت سے لڑکے جنہوں نے
بڑے ہوکر عزت حاصل کی ودیاساگر کی مدد سے روزی کمانے کے
لایق ہوئے۔ بہت سے غریب لڑکوں کو وہ پیسے دے کر رخصت
کردیتے تھے۔ بعض کو اپنے گھر لے آتے تھے چاہے اُن کے لئے
کوئی کام ہو یا نہ ہو۔ جب ودیاساگر نے بیر سنگھ میں بھگوتی ودیالہ
کھولا تو اُس وقت اُن کے گھر میں ساٹھ غریب لڑکوں کو کھانا دیا
جاتا تھا۔ ودیاساگر جو بڑے بڑے آدمیوں کی کبھی پرواہ نہیں کرتے
تھے اور جو جی میں آتا تھا جھٹ کہہ دیتے تھے غریب لڑکے لڑکیوں
کے ساتھ بڑی نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے اور جہانتک
ہوسکتا تھا اُن کی مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک گاؤں کے لڑکے
نے اُن سے پیسہ مانگا۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تو پیسہ کیا کریگا۔ اُس
نے کہا کہ آم لے کر کھاؤنگا۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر تجھ کو دو پیسہ دوں۔
اس نے کہا کہ آم لے کر آج بھی کھاؤنگا اور کل بھی اُنہوں نے کہا کہ
اگر دو آنہ دوں۔ اُس نے جواب دیا کہ آم خرید کر بیچونگا۔ اور نفع جمع

کرونگا- یہ سُن کر ودیاساگر نے اُس کو کچھ نقدی دی اور کہا کہ کچھ عرصہ کے بعد میں تمہارا حساب لونگا- اس لڑکے کے نصیب اچھے تھے- اس نے ودیاساگر کے عطیہ کو بڑی عقل سے خرچ کیا- بعد میں جب ودیاساگر نے اس سے حال دریافت کیا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور بہت سے روپے دے کر اُس کو ایک بڑی دُکان کھلوادی +

ایک دفعہ ودّیاساگر پنڈت شیو ناتھ شاستری کے مکان پر بیٹھے ہوئے تھے- ایک نو سالہ لڑکی وہاں سے گذری ودیاساگر نے شاستری جی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے- اُنھوں نے کہا کہ یہ بدھوا ہے- یہ بات سُن کر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اُنھوں نے شاستری جی سے کہا کہ اس لڑکی اور اُس کے باپ کو میرے پاس بھیجنا جہاں تک مجھ سے ہوسکیگا میں اُن کی مدد کرونگا- لڑکی کا باپ اور لڑکی ودیاساگر سے ملے- اُنھوں نے دونوں کو کچھ نقدی دی اور نئے کپڑوں کا جوڑا دیا اور کہا کہ جب تم کو مدد کی ضرورت ہو تو میرے پاس آنا +

جب ودیاساگر کلکتہ میں پہلی دفعہ آئے تھے اُن کا باپ جگدر لوسنگھ نامی ساہوکار کا ملازم تھا- جگدر لوسنگھ کے گھر کی استریاں ودیاساگر سے بڑی محبت کیا کرتی تھیں- ودّیاساگر اُس وقت بڑے غریب تھے اور اُن کے باپ کا آقا بڑا امیر تھا- غریب بچے سے اگر کوئی امیر مرد یا عورت محبت کرے تو وہ بچہ ان کا بڑا ہی مشکور

ہوتا ہے۔ اس لئے ودیاساگر اس خاندان اور اُس کی مہربانی کو تمام عمر نہ بھولے۔ جب وہ مدرسوں کے انسپکٹر تھے تو ایک دفعہ قصبہ کانڈی میں مدرسہ کا امتحان لینے گئے۔ جب امتحان لے چکے تو کسی نے اُن سے کہا کہ ایک استری آپ سے ملنا چاہتی ہے۔ جب ودیاساگر اس استری سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہ ان کے پُرانے مربی جگدرلوسنگھ کی بیٹی کھیتر مونی دیوی ہے جس کو وہ اپنی گود میں کھلایا کرتے تھے۔ جو ہیں اُس لڑکی نے ودیاساگر کو دیکھا وہ زار زار رونے لگی اور کہنے لگی کہ اے چچا میرے باپ کا گھر تباہ ہو گیا میرا خاوند بالکل غریب ہے اور اُس نے اپنے رشتہ داروں کے پاس مجھے یہاں چھوڑ رکھا ہے۔ ودیاساگر یہ بات سُن کر بڑے اُداس ہوئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس لڑکی کو اُس کے باپ نے بڑی محبت سے پالا تھا۔ اُنہوں نے اُس لڑکی کو کہا کہ تمہارے باپ نے میری پرورش کی تھی اُس کا احسان میں بھول نہیں سکتا جب تک تم زندہ رہو گی میں تم کو عـــہ ماہوار دیتا رہونگا۔ یہ بات کہکر ودیاساگر مکان سے باہر چلے آئے اور اُنہوں نے بڑی مشکل سے اپنے آنسو بند کئے۔ بعد میں جگدرلوسنگھ کے بیٹے بھوبن موہن کو بھی اُنہوں نے ۳۰ ماہوار دینا شروع کیا کیونکہ اب اُن کا خاندان بالکل کنگال ہو گیا تھا +

ایک شخص لکھشمی نرائن ساکن ندیا للعہ ماہوار کا ملازم تھا مگر چونکہ اُس کے گھر کے آدمی زیادہ تھے اُس کا تھوڑی تنخواہ

میں گذارہ نہیں ہوتا تھا۔ اپنی حالت کو اچھی کرنے کے لئے اُس نے نوکری چھوڑ دی اور میڈیکل کالج میں داخل ہو گیا مگر گھر والوں کا گذارہ روپیہ کے بغیر مشکل تھا۔ اُس کی پھر نیت ہوئی کہ نوکری کرے۔ آخر کار وہ ودیا ساگر سے ملا اور اُنہوں نے اُس کو ۵؎ ماہوار دو سال تک دئے ؛

پنڈت رکھل داس نیائے رتن ساکن بھاٹ پاڑا کو ودیا ساگر نے آٹھ سال تک ۱۰؎ ماہوار دیئے ؛

پنڈت جگن موہن ترک النکار ودیا ساگر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے پانچ سو روپئے کی بڑی ضرورت ہے اگر روپئے نہ ملے تو مجھے خودکشی کرنی پڑیگی۔ ودیا ساگر نے اُس کی زبان کا اعتبار کرکے اُس کو پانچ سو روپے قرض دیدیئے۔ مگر ان کو اس روپیہ میں سے کچھ وصول نہیں ہوا ؛

ایک دفعہ گوکل چند بوس اور گوبند چند بوس موضع بابیچی کے رہنے والوں نے ودیا ساگر سے کہا کہ ہمارا قرضخواہ نیل کمل بنرجی اپنے قرضہ میں ہمارے مکانات کو نیلام کرانا چاہتا ہے۔ ودیا ساگر نے ان کی حالت زار پر رحم کھا کر ایک ہزار روپیہ اپنے پاس سے نیل کمل کو ادا کر دیا اور گوکل چند کی جایداد نیلام سے بچ گئی۔ بعد میں ودیا ساگر نے گوکل چند نندکور کو پچاس روپیہ ماہوار پر اپنے سنسکرت پریس ڈیپازیٹری کا مینیجر مقرر کر دیا ؛

ایک اور پنڈت ساکن جہان آباد کو اُنہوں نے ود...ور دیہ... تنخواہ پر رکھا تاکہ وہ اپنا

قرضہ ادا کرے ٭

ایک شخص کھترموہن ہلدار ساکن کالی گھاٹ کو ودیا ساگر نے چارسو روپے قرض دیئے مگر اُس شخص نے یہ روپیہ ادا کر دیا ٭

ایک شخص ویشنو چرن سرکار نے ودیا ساگر سے آٹھ سو روپے قرض لئے۔ ودیا ساگر نے یہ روپیہ خود قرض لے کر اس کو دیا مگر اُس نے ودیا ساگر کو کچھ ادا نہ کیا۔ لاچار ودیا ساگر کو خود یہ روپیہ دینا پڑا ٭

شاماں چرن چٹرجی ساکن سندی پور (ضلع ہگلی) ودیا ساگر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے پانچ سو روپے کی سخت ضرورت ہے اگر یہ روپیہ نہ ملا تو میری ساری جائیداد برباد ہو جائیگی۔ ودیا ساگر نے اس کو یہ روپیہ دے دیا مگر مقروض سے ان کو کچھ وصول نہ ہوا ٭

ایک دفعہ ودیا ساگر اپنے دوست شاماں چرن بسواس کے مکان پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں دو شخص رام کومل مسرا اور گورا چند ردت ایک چپراسی کی حراست میں ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ پانچ سو کی ڈگری میں ہم گرفتار ہو گئے ہیں۔ ودیا ساگر نے پانچ سو روپیہ قرض لے کر اُن کو دئیے۔ اُنھوں نے اپنے ڈگری داراں کو یہ روپیہ دے دیا۔ اور قید سے رہا ہوئے مگر ودیا ساگر کا روپیہ واپس نہ کیا ٭

بابو پرسنو کمار سرب ادھکاری نے ودیا ساگر کی ضمانت سے صہ۵۰۰۰ قرض لیا اُن سے یہ قرضہ ادا نہ ہوا۔ ان کے مرنے

کے بعد ودیا ساگر کو یہ روپیہ خود ادا کرنا پڑا ٭

ایک دفعہ ودیا ساگر کارنوالس سٹریٹ میں سیر کرنے جارہے تھے اُنھوں نے دیکھا کہ ایک برہمن جو گنگا سے نہا کر آرہا تھا بہت غمگین ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اُنھوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم ایسی اُداس کیوں ہو۔ وہ شخص پہلے تو خاموش رہا کیونکہ ودیا ساگر کی پوشاک معمولی تھی اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ کوئی بڑے آدمی ہیں۔ مگر ودیا ساگر کے اصرار پر اس نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی پر روپیہ قرض لیا تھا وہ ادا نہیں ہوا اب قرضخواہ نے عدالت خفیفہ میں دو ہزار چار سو روپیہ کی نالش مجھ پر دایر کی ہے میں برباد ہو جاؤنگا پھر ودیا ساگر نے اس سے فریقین مقدمہ کے نام اور تاریخ پیشی دریافت کر لی اور بلا اس کو اطلاع دینے کے اُنھوں نے اپنے پاس سے دو ہزار چار سو روپیہ اس برہمن کے مدعی کے لئے عدالت میں داخل کر دیا۔ مگر اُنھوں نے وکیلوں اور افسران عدالت سے وعدہ لے لیا تھا کہ مدعا علیہ کو روپیہ داخل کرنے والے کا نام نہ بتایا جائے ٭

اسی طرح وہ بہت روپیہ لوگوں کی مدد میں خرچ کرتے تھے مگر چونکہ وہ ایسی مدد اکثر خفیہ طور پر کرتے تھے اس لئے اس کا پورا حال معلوم ہونا مشکل ہے ٭

اس متفرق خرچ کے علاوہ وہ مستقل طور پر بھی بہت سے

محتاجوں کی مدد کرتے تھے بنارس میں بہت سے پردیسی بنگالی اس غرض سے رہتے ہیں کہ وہاں پرمیشور کا دھیان کریں اور دنیا کے جھگڑوں سے دور رہیں۔ ودیاساگر اپنے مذہبی خیالات کو انسانی ہمدردی میں کبھی سدراہ ہونے نہیں دیتے تھے۔ اگر کوئی شخص مدد کا مستحق معلوم ہوتا تھا وہ اس کی مدد کرنے کو تیار تھے چاہے وہ کلکتہ میں براہمو سماج کا ممبر ہو یا بنارس میں شو جی کا بھگت ہو۔ اس لئے بہت سے مرد اور عورتیں جو بنارس میں رہتی تھیں ودیاساگر کے طفیل اپنا گذارہ کرتی تھیں۔ اُن میں سے چند کا نام درج کرتا ہوں *

(۱) پنڈت مدن موہن ترک النکار کے مرنے کے بعد اُن کی ماں اور بیوی کا آپس میں میل نہ رہا۔ مدن موہن کی ماں نے ودیاساگر سے شکایت کی اور کہا کہ مجھے بنارس بھیج دیجئے۔ اُنہوں نے اُس کو بنارس بھیج دیا اور وہاں اٹھارہ سال تک اُس کو خرچ دیا اپنی وصیت میں بھی اُس کے لئے آٹھ روپیہ ماہوار مقرر کئے *

(۲) بھارت چندر شرومنی کے گرو کی لڑکی کو بنارس میں دس سال تک چار روپیہ ماہوار *

(۳) بندھا باشنی دیوی کو ۱۲ سال تک تین روپیہ ماہوار *

(۴) باپو دیو شاستری کو دو روپیہ ماہوار *

(۵) تارا کانت نبرجی کو چار روپیہ ماہوار *

(۶) رادھا کانت چکردرتی کو تین روپیہ ماہوار *

(۷) اپنے دادا کی بہن کی لڑکی کو ۱۳ سال تک چار روپیہ ماہوار ٭

(۸) اپنے باپ کے پروہت رام منک ترک النکار کو دس روپیہ اور پھر پندرہ روپیہ پندرہ سال تک ٭

(۹) اپنے باپ کے بید پاٹھی پروہت چنتا من بھاٹ کو تین روپیہ ماہوار دئے۔ چونکہ ودیاساگر ہندو سوسائٹی میں پیدا ہوئے تھے اس لئے ہندوؤں سے ہی ان کا تعلق تھا اور اُن کی سخاوت سے ہندوؤں کو ہی بہت فائدہ پہنچا۔ مگر خیرات دینے کے وقت وہ اپنی طرف سے ذات پات کی بالکل تمیز نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ وہ تبدیل آب وہوا کے لئے بردوان گئے۔ وہاں غریب مسلمانوں کو پیسے اور کپڑے دیا کرتے تھے۔ بعض کو تو اس قدر نقدی دیتے تھے کہ وہ دُکان کھول کر اپنا گذارہ کر سکیں۔ ایک غریب مسلمان کی لڑکی کی شادی کا کل خرچ اُنہوں نے اپنی جیب سے دیا۔ داتا دے بھنڈاری کا پیٹ پھٹے۔ ودیاساگر کے باورچی ہرکلی نامی نے ایک دفعہ کسی غریب کو جھڑک کر کہدیا کہ ودیاساگر کیا آم کا درخت ہے جو تم سارا دن یہاں بھیک مانگنے آتے ہو اور کسی وقت چین لینے نہیں دیتے یہ بات سُن کر ودیاساگر بڑے ناراض ہوئے اور اُس شخص کو جو پچیس سال سے ان کا ملازم تھا دو روپیہ ماہوار پنشن دے کر اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا ٭

جب ودیاساگر چندر نگر میں رہتے تھے۔ اُن کے پاس ایک اندھا مسلمان فقیر اور اُس کی بیوی آئے۔ اور کہنے لگے کہ دہی اور پوری

کھانے کو جی چاہتا ہے۔ ودیا ساگر نے فوراً دہی اور پوری اُن کو کھانے کے لئے دی اور دو روپیہ نقد دے کر کہا کہ میں تم کو دو روپیہ ماہوار دیا کرونگا اور ہر ہفتہ اگر تم پوری اور دہی کھا جایا کرو +

ایک دفعہ دو لڑکے جو مدراسی برہمن تھے مگر عیسائی ہو گئے تھے کلکتہ میں آئے اُن کی حالت بالکل خراب تھی اور وہ دربدر مانگتے پھر رہے تھے۔ اُن کے لئے چندہ کی فہرست کھولی گئی۔ برٹش انڈین ایسوسی ایشن کے بڑے بڑے ممبروں نے چندہ دینے کا وعدہ کیا مگر کل چندہ سات آٹھ روپیہ سے زیادہ نہ ہوا اور یہ بھی وصول ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ یہ لڑکے ودیا ساگر کے پاس پہنچے جب اُنہوں نے فہرست میں بڑے بڑے آدمیوں کے نام دیکھے تو فوراً فہرست پھاڑ دی اور اپنے ملازم کو کہا کہ اِن لڑکوں کو چودہ روپے اور دھوتی کا نیا جوڑا ماہوار دیا کرو اور جو کچھ اُن کو ضرورت ہو دیتے رہو مگر بغیر ہماری اجازت کے تیس روپے ماہوار سے زیادہ نہ دینا +

مائیکل مدھوسودن دت بنگال کے بڑے مشہور شاعر تھے مگر شاعروں کی طرح اُنہیں روپیہ کا انتظام نہ آتا تھا۔ اُنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور انگریزی بیوی سے شادی کر لی تھی۔ بیرسٹر ہونے کے لئے ولایت چلے گئے پیچھے سے ہندوستان میں جو اُن کے دوست تھے اُنہوں نے اُن کی جائداد کی آمدنی خورد برد کرنی شروع کر دی۔ اور اُن کے پاس کچھ روپیہ روانہ نہ کیا غیر ملک میں روپیہ کے بغیر مشکل سے

گذارہ ہوتا ہے۔ ان کے دوستوں کی بدسلوکی کی وجہ سے اُن کی بیوی اور بچّے بھی کلکتہ سے ولایت چلے گئے۔ اتنے لوگوں کا گذارہ ولایت میں روپیہ کے بغیر کس طرح ہو۔ جب کچھ چارہ نہ دیکھا تو اُنھوں نے ودیاساگر کو خط لکھا کہ "میرے دوستوں نے جن کے سپرد میری جائداد تھی میرے پاس روپیہ نہیں بھیجا میں نہایت تنگ ہوں بہت سے لوگوں کا قرضہ میرے ذمہ ہے۔ نادہندی کی وجہ سے مجھے جیلخانہ جانا ہوگا مشکل یہ ہے کہ میرے گھر میں بچّہ ہونے والا ہے۔ آپ کے سوا مجھ کو اور کوئی مددگار نظر نہیں پڑتا۔ میں جانتا ہوں کہ جس طرح ماں اپنے بچّے سے محبت کرتی ہے اُس طرح آپ سب لوگوں سے محبت کرتے ہیں اگر آپ نے روپیہ بھیج دیا تو بچ جاؤنگا ورنہ میری حالت زیادہ خراب ہوگی اور میرا بیرسٹر ہونا مشکل ہو جائیگا۔" یہ ذکر جون ۱۸۶۴ء کا ہے۔ ودّیاساگر ایسے معاملہ میں کب چوُکنے والے تھے۔ اُنھوں نے فوراً پندرہ سو روپیہ دت کے پاس روانہ کر دیا۔ ایسے موقعہ پر روپیہ کا پہنچنا دت کے لئے بڑا غنیمت تھا۔ اُنھوں نے روپیہ لے کر خدا کا شکر کیا۔ اور ودّیاساگر کو مفصلہ ذیل چٹھی لکھی:۔

فرانس۔ ورسیلز۔ ۲ ستمبر ۱۸۶۴ء

میرے مہربان دوست۔ پچھلے مہینے کی ۲۸ تاریخ کو میں اپنے کتاب گھر میں بیٹھا ہوا تھا میری بیوی روتی ہوئی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ بچّے میلہ دیکھنا چاہتے ہیں مگر میرے پاس نقدی

بہت تھوڑی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ جن کے سپرد بنگال میں ہماری جائداد ہے ہم کو اس طرح ستا رہے ہیں۔ یہ بات سُن کر میں نے کہا کہ آج ڈاک آنے والی ہے اور ضرور کچھ نہ کچھ خبر ہندوستان سے ہمارے پاس آویگی۔ کیونکہ جس شخص (ودیا ساگر) سے میں نے مدد کی درخواست کی ہے۔ اُس کی لیاقت اور عقل پرانے رشیوں جیسی ہے۔ اس کی ہمت انگریزوں جیسی ہے اور اُس کا دل ایک بنگالی ماں کے دل کی طرح نرم ہے۔ میرا خیال ٹھیک تھا کیونکہ تھوڑی دیر بعد آپ کا خط معہ پندرہ سو روپئے کے پہنچا۔ اے میرے بزرگ صاحب حوصلہ اور مہربان دوست میں آپ کا شکریہ کسطرح ادا کروں۔ آپنے مجھ کو بربادی سے بچا دیا چونکہ اب آپنے میرا ہاتھ پکڑ لیا ہے مجھے کامل یقین ہے کہ آئندہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ کیا میرا یہ خیال ٹھیک نہیں ہے کہ آپکا دل ایک بنگالی ماں کے دل کی طرح نرم ہے۔"

اس خط کے آنے کے بعد ودیا ساگر نے پھر کئی دفعہ دت کے پاس روپیہ بھیجا۔ قریباً چھ ہزار روپیہ قرض لے کر انہوں نے دت کی مدد کی آخر کار نومبر ۱۸۶۶ء میں مسٹر دت بیرسٹر ہو گئے۔ اُنہوں نے ۱۹ر نومبر ۱۸۶۶ء کو لندن سے ودیا ساگر کو یہ چٹھی لکھی "میرے مہربان دوست۔ آپ یہ بات سُن کر خوش ہونگے کہ اب میں بیرسٹر بن گیا ہوں۔ یہ سب پرمیشور کی اور اُس کے بعد آپ کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کو اپنا سچا دوست اور بہت بڑا خیر خواہ سمجھتا ہوں۔ آپ کی مہربانی کے بغیر میرا کیا

حال ہوتا۔ اب میں ہندوستان کو آتا ہوں مگر میرے بیوی بچے ولایت میں رہینگے۔ آپ جانتے ہیں آپ کے سوا میرا اور کوئی دوست نہیں۔ اگر سفر میں مجھے کوئی حادثہ ہو گیا تو میری بیوی اور بچوں کا آپ کے سوا اور کوئی مددگار نہیں۔" ہندوستان میں آنے کے بعد چند شخصوں کی شرارت کی وجہ سے یہ اندیشہ ہو گیا کہ اُن کو ہائی کورٹ سے بیرسٹری کرنے کی اجازت نہ ملے۔ مگر ودیا ساگر کی کوشش سے یہ معاملہ اُن کے حق میں فیصلہ ہو گیا۔ جو چھ ہزار روپیہ ودیا ساگر نے مسٹر دت کے پاس ولایت میں بھیجا تھا اُس کے علاوہ چار ہزار روپیہ اور ودیا ساگر نے اُن کو قرض لے کر دیا۔ مگر مصرع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

اُن کی فضول خرچی اور بدانتظامی کا کچھ ٹھکانہ نہ تھا۔ ودیا ساگر نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب میں اُن سے کچھ تعلق نہ رکھونگا۔ جب وہ بہت لاچار ہوئے تو پھر اُنہوں نے بڑی منت کا خط ودیا ساگر کو لکھا۔ "میرے پیارے ودیا۔ جب کہ آپ کی صحت ایسی خراب ہو رہی ہے مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ کو تکلیف دیتا ہوں آپ میری خود غرضی کو معاف فرما دیں۔ ایشور اور آپ کے سوا میرا کوئی مددگار نہیں۔ کل کو میری بیوی اور بچے ولایت سے آنے والے ہیں۔ اور میرے چھوٹے چھوٹے قرضخواہ مجھ کو سخت تنگ کر رہے ہیں۔ صرف دو ہزار روپے سے میری مصیبت دور ہو جائیگی۔ اور میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہنا شروع کر کے بڑی

کفایت شعاری سے زندگی بسر کرونگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میری
زیاد آپ کے دل پر اثر کریگی۔" یہ خط پڑھ کر ودّیا ساگر کا دل بھر آیا
اور اُنہوں نے دو ہزار روپیہ مسٹر دت کو قرض لے کر اور دیا۔ جب
ودّیا ساگر کو ثابت ہو گیا کہ مسٹر دت یہ روپیہ بالکل ادا نہیں کرینگے
تو اُنہوں نے اپنی سنسکرت پریس کا ۲/۳ حصہ آٹھ ہزار روپیہ میں
فروخت کرکے ان کے ایک قرضخواہ کو ادا کر دیا۔ مسٹر دت کی شرابخوری
فضول خرچی بد انتظامی اور کاروبار وکالت سے بے پرواہی کی
بدولت اُن کے ذمہ قریباً چالیس ہزار روپیہ قرض ہو گیا۔ پھر ودّیا
ساگر کے پاس اُنہوں نے دردناک خط بھیجا۔ مگر چونکہ ودّیا ساگر
خود بدھوا بواہ کے خرچ کی وجہ سے بڑے مقروض ہو گئے تھے
اس لئے اب اُن کو مسٹر دت کے لئے روپیہ بہم پہونچانا مشکل
تھا۔ اُنہوں نے مسٹر دت کو ۳۰ ستمبر ۱۸۷۲ء کے خط میں جواب
لکھا "مائی ڈیر دت۔ میں نے آپ کی مدد کرنے کی سخت کوشش
کی۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کا معاملہ اب بالکل لاعلاج ہے۔
نہ میری کوشش اور نہ کسی اور شخص کی کوشش جس کے پاس
بہت روپیہ نہ ہو آپ کو بربادی سے بچا سکتی ہے۔ اب ایسی
حالت نہیں کہ تھوڑے روپیہ سے کام چل سکے۔ میں بیمار ہوں
اور زیادہ نہیں لکھ سکتا۔"

مسٹر دت آخرکار ۲۹ جون ۱۸۷۳ء کو ایک کنگال کی طرح علی پور
کے خیراتی ہسپتال میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ ودیا ساگر کو

ایسے لائق آدمی کی بے پھل زندگی پر بڑا افسوس ہوا۔ اگرچہ مسٹر دت نے اپنی بدمعاملگی سے ودیاساگر کو سخت تکلیف دی تھی مگر اُنہوں نے اپنی بنگالی نظم چتُر دس پدی کوتت اولی میں ودیاساگر کی ایسی تعریف کی ہے کہ جب تک بنگالی زبان قائم ہے اس نظم کے پڑھنے والے ودیاساگر کو نہایت ادب اور عزت سے یاد کرتے رہیں گے ؛

ودیاساگر کو کلکتہ میں بڑا کام کرنا پڑتا تھا۔ جب کبھی زیادہ دق ہو جاتے تھے تو وہ کرمتار نامی گاؤں میں جہاں سنتھال لوگ رہتے ہیں چلے جاتے تھے۔ وہاں اُنہوں نے ایک مکان اور باغ بنوایا تھا کلکتہ کے شور سے بچ کر وہ اس ایکانت جگہ میں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ کرمتار میں سنتھال لوگوں سے اُن کی بڑی محبت ہو گئی۔ وہ لوگ اگرچہ اَن پڑھ تھے مگر طبیعت کے سادہ اور سچے تھے۔ ودیاساگر اُن لوگوں کی بڑی مدد کرتے تھے اُن کے کھانے کے واسطے رش گولہ وغیرہ مٹھائیاں لے جاتے تھے ایک دفعہ کھجوروں سے بھری ہوئی بارہ بوریاں ان کے واسطے لے گئے۔ اُن لوگوں میں گرم کپڑے۔ اور دھوتیاں تقسیم کرتے تھے۔ ان کے بیماروں کا علاج کرتے تھے اور اُن کے بچوں کی تعلیم کے لئے کرمتار میں مدرسہ بھی کھول دیا۔ وہ لوگ بھی ودیاساگر کی مہربانیوں کے بڑے مشکور تھے۔ جو کچھ اُن کے کھیت میں اچھی چیز ہوتی تھی ودیاساگر کی نذر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص مرغیاں اور

انڈے ودّیا ساگر کے پاس لایا اور کہنے لگا کہ آپ کے واسطے لایا ہوں قبول فرمائیے۔ ودّیا ساگر نے انکار کر دیا وہ شخص رونے لگ گیا۔ یہ دیکھ کر ودّیا ساگر نے کہا کہ اچھا میں نے ان کو مے لیا اور اب میں اپنی طرف سے اِن کو تمہیں دیتا ہوں یہ بات سُن کر وہ شخص خوش ہو گیا ✤

ایک دفعہ میڈیکل کالج میں کسی پروفیسر نے ورنیکولر ڈیپارٹمنٹ کے ایک طالب علم پر کونین کی چوری کا الزام لگایا یہ الزام عمداً و تناً لگایا گیا تھا۔ مجسٹریٹ نے اس لڑکے کو ایک ماہ کی سخت قید کی ورنیکولر طالب علموں میں اس سزا سے تہلکہ مچ گیا۔ بہت سے لڑکوں نے کالج چھوڑ دیا۔ مشہور پنڈت بج کرشن گوسوامی ان باغی طالب علموں کے سرغنہ تھے۔ وہ چند ساتھیوں کے ہمراہ ودّیا ساگر کے پاس آئے۔ اُنھوں نے یہ ماجرا سُن کر بڑا افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ میں یہ کُل حال لفٹننٹ گورنر سے کہونگا ودیا ساگر لفٹننٹ گورنر سے ملے۔ گورنر نے وعدہ کیا کہ جلد اس معاملہ کی تحقیقات کی جاویگی۔ مگر پھر بھی تین مہینہ تک کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ جن لڑکوں نے کالج چھوڑ دیا تھا اُن میں بہت سے وظیفہ خوار تھے۔ کالج چھوڑ کر اُن کا گذارہ ہونا مشکل تھا ودّیا ساگر نے یہ بات خود ہی سمجھ لی اور اپنے پاس سے اُن لڑکوں کو اتنا ہی وظیفہ دینا شروع کر دیا جتنا کہ اُن کو کالج سے ملتا تھا اور جب تک لڑکوں کو کالج میں پھر داخل نہ کیا گیا

برابر ان کو وظیفہ دیتے رہے۔ آخرکار لفٹننٹ گورنر کی مہربانی سے وہ لڑکے کالج میں پھر داخل ہوگئے +

قحط ۶۷-۱۸۶۵ء میں بنگال میں بڑا سخت قحط پڑا۔ ہزاروں غریب لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر بھیک مانگتے پھرتے تھے۔ ودّیا ساگر لفٹننٹ گورنر سے ملے اور قحط کا حال سُنایا۔ اُنھوں نے فوراً حکم دیا کہ گورنمنٹ کی طرف سے غریبوں کی مدد کے لئے مختلف جگہ انتظام کیا جاوے۔ بیر سنگھ میں ودّیا ساگر نے قحط زدہ لوگوں کی مدد میں بڑا روپیہ خرچ کیا۔ شروع میں ہر روز دو سو آدمیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ مگر بعد ازاں کچھ گنتی نہ رہی۔ ودیا ساگر نے کہہ دیا کہ کسی آدمی کو بھوکا مت جانے دو جتنے روپے کی ضرورت ہو خرچ کرو۔ بارہ شخص دن رات کھانا پکاتے تھے اور بیس آدمی کھانا پروستے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص کے سامنے بھات ڈالا گیا مگر وہ اتنا بھوکا تھا کہ اُس نے بھاجی کی انتظار نہ کی اور جھٹ سے بھات منہ میں ڈال لیا وہ اس کے حلق میں اٹک گیا اور وہ شخص وہیں مر گیا۔ ودّیا ساگر یہ حالت دیکھ کر نہایت ہی رنجیدہ ہوئے۔ اور لاش کو گود میں لے کر بڑی دیر تک روتے رہے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ زخم ہمیشہ میرے دل پر رہیگا۔ اس قحط میں وہ غریب آدمیوں کو صرف خوراک ہی نہیں دیتے تھے۔ بلکہ دوا اور سر کے واسطے تیل بھی دیتے تھے۔ اُنھوں نے ایک دفعہ دیکھا کہ ان کے ملازم اُن غریب

آدمیوں کو چھُونے سے پرہیز کرتے ہیں۔ ودّیا ساگر یہ حالت دیکھ کر اپنے ہاتھ سے اُن لوگوں کے سر پر تیل ڈالنے لگے۔ بیر سنگھ کے علاوہ کلکتہ میں بھی ودّیا ساگر کی طرف سے قحط زدوں کو خیرات ملتی تھی اور کئی دفعہ وہ خود کالج سکویر میں اُن لوگوں کو اپنے ہاتھ سے دال چاول دیتے تھے۔ بہت سے شریف لوگ ظاہرا طور پر خیرات لینا کسرِ شان سمجھتے تھے۔ ودّیا ساگر کو ان کا بھی خیال تھا اور جہاں تک ہو سکتا تھا اُن کی بھی مدد کرتے تھے۔ اس قحط میں جو مدد ودّیا ساگر نے غریبوں کی کی اُس سے تمام بنگال میں وہ ودیا ساگر کے نام سے مشہور ہو گئے۔ چھوٹے بڑے لوگ اُن کو دعائیں دیتے تھے اور گورنمنٹ اُن کا شکریہ ادا کرتی تھی ؎

بخار کی ۱۸۶۹ء میں ضلع بردوان میں وبائی بخار پھیلا ودّیا ساگر خود بردوان گئے۔ اور وہاں ایک ڈاکٹر کو نوکر رکھ کر ہسپتال کھولا۔ ودّیا ساگر اپنے ڈاکٹر کے ساتھ بردوان اور پاس کے دیہات میں بیماروں کو دیکھتے پھرتے تھے۔ ایسا کوئی گھر ہوگا جس میں کوئی موت نہ ہوئی ہو اور جو لوگ زندہ تھے اُن کو بخار نے بالکل کمزور کر دیا تھا۔ ودّیا ساگر نے دیکھا کہ ان لوگوں کو نہ صرف دوا کی ضرورت ہے بلکہ بیماری سے بچنے کے لئے خوراک اور کپڑے کی بھی ضرورت ہے جہاں تک اُن کی دولت کام کر سکتی تھی انہوں نے اُن غریبوں کی مدد کی مگر تا بہ کے۔ ایسی بے انتہا مصیبت کا مقابلہ اکیلے آدمی کے لئے مشکل تھا۔ اُنہوں

نے سر ولیم گرے لفٹننٹ گورنر بنگال سے کل حال سُنایا اُنھوں نے سول سرجن اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بردوان کو لکھا کہ بخار کا کل حال گورنمنٹ کو تحریر کرو۔ جب اُن کی رپورٹ آئی تو لفٹننٹ گورنر نے اُن افسروں کو بڑی سرزنش کی کہ تم نے ایسی سخت بیماری کا حال گورنمنٹ کے پاس پہلے کیوں نہیں لکھا اور حکم دیا کہ فوراً چار چار پانچ پانچ کوس کے فاصلہ پر ہسپتال کھولے جاویں۔ اگرچہ اب بہت سا کام گورنمنٹ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا مگر وِدیا ساگر نے اپنی کوشش کم نہیں کی۔ وہ دوا کپڑا اور خوراک مفت دیتے تھے۔ جب موسم سردی کا آیا تو اُنھوں نے دو ہزار روپئے کے گرم کپڑے اور دھوتیاں بخار کے ستائے ہوئے لوگوں میں تقسیم کیں۔ قریباً دو برس تک وِدیا ساگر اس کام میں مصروف رہے۔ اور اُنھوں نے اپنے روپئے اور آرام کی بالکل پرواہ نہیں کی ؎

علاوہ اس طرح کی متفرق مدد کے وِدّیا ساگر نے غریبوں کے علاج کے لئے اپنے گاؤں بیرسنگھ میں ایک خیراتی ہسپتال مستقل طور پر سو روپیہ ماہوار کے خرچ سے کھولا ہوا تھا۔ جو لوگ سرکاری افسروں سے ملتے ہیں۔ اُن کو وِدّیا ساگر کی زندگی سے سبق سیکھنا چاہیئے۔ ہمارے لوگ جو حکام سے ملتے ہیں وہ ان سے یہی ذکر کرتے ہیں کہ حضور ہماری ترقی کی جاوے یا کسی ہمارے رشتہ دار کو ملازم رکھا جاوے۔ صرف معمولی آدمیوں کا یہ حال نہیں بلکہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ آدمی جو رفاہِ عام کے جلسوں میں

شامل ہوتے ہیں اُن کی بھی اکثر یہی غرض ہوتی ہے۔ کہ ان جلسوں کے ذریعہ سے گورنمنٹ تک اُن کا نام پہنچے اور ان کو کوئی خطاب ملے۔ یا وہ کونسل کے ممبر یا ہائی کورٹ کے جج بنائے جاویں۔ مگر جہاں گورنمنٹ تک اُن کی رسائی ہوئی وہ بالکل سرکاری غلام ہو جاتے ہیں۔ اور جبس رعایا کی دعا نے اور جبس رعایا کی خیر خواہی نے اُن کو گورنمنٹ تک پہنچایا اُس سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ ودیا ساگر کسی سرکاری افسر سے ملنے کی خواہش نہیں کرتے تھے۔ اور نہ اس بات کی اُن کو ضرورت تھی جب کسی سرکاری افسر سے وہ ملتے تھے تو ہمیشہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایشور نے ان کو دولت تو دی تھی مگر دل ایسا فراخ دیا تھا کہ وہ ہمیشہ یہی چاہتے تھے کہ دوسروں کو اُن سے فائدہ پہنچ جاوے تو اچھا ہے۔ اور یہ ممکن نہ تھا کہ کسی سرکاری افسر کو خوش رکھنے کے لئے وہ اُس کی ظالمانہ کارروائی کو گورنمنٹ تک نہ پہنچاویں۔ ۱۸۶۸ء میں علاقہ جہان آباد ضلع ہگلی میں ایک سرکاری افسر انکم ٹیکس لگانے کے لئے مقرر ہوا۔ اس نے سرکار کی خیر خواہی کے نشہ میں لوگوں پر ٹکس بہت سخت لگایا۔ وہاں کے لوگوں نے تنگ آکر ودیا ساگر کے پاس فریاد کی۔ کیونکہ یہ بات مشہور تھی کہ ودیا ساگر کسی سرکاری افسر کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور لفٹنٹ گورنر سے رعایا کی تکلیف کا حال فوراً سنا دیتے ہیں۔ ودیا ساگر نے حسب معمول لفٹنٹ گورنر کو یہ سب حال سنا دیا۔ لاٹ صاحب نے مسٹر ہیریسن کلکٹر بمدوان

کو اس شکایت کی تحقیقات کے لئے ودیا ساگر کے ساتھ روانہ کیا۔
مسٹر ہیریسن کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ درحقیقت ٹیکس نہایت سختی سے لگایا گیا تھا۔ اس وجہ سے ٹیکس میں کمی کی گئی۔ ٹیکس کے معاملہ میں ودیا ساگر کی کارگزاری دیکھ کر وہ لوگ جن کا ٹیکس کم ہوا تھا کہنے لگے کہ اب تک تو ہمارا یہی خیال تھا کہ آپ بدھوا بواہ کے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ مگر اب ہمیں معلوم ہو گیا کہ آپ سب طرح سے لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنا چاہتے ہیں ؎

جب گنٹھال کے سب ڈویزن میں طغیانی کا طوفان اُٹھا تو ودیا ساگر نے تکلیف زدہ لوگوں کی مدد کے لئے پانچ سو روپیہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مدناپور کے پاس بھیجے ؎

یہ حال اُن کی زندگی کی فیاضی کا تھا۔ اُن کی وصیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے مرنے کے بعد بھی وہ اس فیاضی کو بدستور جاری رکھنا چاہتے تھے۔ بیماری سے تنگ آکر اُنہوں نے ۳۱ رمئی ۱۸۷۵ء کو اپنی وصیت تحریر کی جس میں درج تھا کہ جن لوگوں کا گذارہ میرے روپیہ سے ہوتا ہے اُن کو میرے مرنے کے بعد اس قدر روپیہ نہیں مل سکتا جتنا کہ میری زندگی میں ملتا ہے۔ تاہم مفصلہ ذیل رقمیں ماہوار دی جائینگی ؎

۱- میرے پتا ٹھاکر داس بنرجی کو ۵۰ ماہوار
۲- میرے بھائی دینا بند ہونیائے رتن کو للعہ ماہوار

۳- میرے بھائی شمبھو چندر ودیارتن کو	للعہ ۴۰ ماہوار
۴- میرے بھائی ایشان چندر بنرجی کو	۳۰ 〃
۵- میری بہن سری متی من موہنی دیوی کو	۱۰ 〃
۶- میری بہن سری متی دگمبری دیوی کو	۱۰ 〃
۷- میری تیسری بہن سری متی مندکنی دیوی کو	۱۰ 〃
۸- میری استری سری متی دینومئی دیوی کو	۳۰ 〃
۹- میری بڑی لڑکی سری متی ہیملتا دیوی کو	۱۵ 〃
۱۰- میری دوسری لڑکی سری متی کومدنی دیوی کو	۱۵ 〃
۱۱- میری تیسری لڑکی سری متی بنودنی دیوی کو	۱۵ 〃
۱۲- میری چوتھی لڑکی سری متی سرت کماری دیوی کو	۱۵ 〃
۱۳- میرے بیٹے کی استری سری متی بھوسندری دیوی کو	۱۵ 〃
۱۴- میری پوتی سری متی مری نالنی دیوی کو	۱۵ 〃
۱۵- میرے دوہتے سریش چندر سماجپتی کو	۱۵ 〃
۱۶- میرے دوہتے جیتش چندر سماج پتی کو	۱۵ 〃
۱۷- میری دوہتی سری متی راج رانی دیوی کو	۱۵ 〃
۱۸- میرے سب سے چھوٹے بھائی کی استری سری متی ایلوکسی دیوی کو	۱۰ 〃
۱۹- میری ساس سری متی تارا سندری دیوی کو	۱۰ 〃
۲۰- میری سب سے بڑی لڑکی کی ساس سری متی سورن مئی دیوی کو	۱۰ 〃
۲۱- میری سب سے بڑی لڑکی کی نند سری متی کشیترنی دیوی کو	۱۰ 〃
۲۲- میری ماں کے ماموں کی لڑکی سری متی اما سندری دیوی کو	۳ 〃

۲۳- میری ماں کے ماموں کے دوہتے کی استری کو ۳عے ماہوار
۲۴- میری بوا کے لڑکے ترلوچن مکرجی کو ۳عے ״
۲۵- میرے پتا کی بوا کی لڑکی سری متی نستارنی دیوی کو ۳عے ״
۲۶- میری سالی سری متی ساردا دیوی کو ۵صہ ״
۲۷- پنڈت مدن موہن ترک النکار کی ماں کو ۸عے ״
۲۸- بابو مدن موہن بوس کی ماں سری متی نت کلی داسی کو ۱۰للہ ״
۲۹- بابو مدھو سودن گھوس کی استری سری متی ٹھاک منی داسی کو ۱۰للہ ״
۳۰- بابو کالی کرشن متر ساکن بیراسٹ ۳۰للہ ״
۳۱- بابو کالی کرشن متر کی استری کو بابو کالی کرشن کے مرنے کے بعد ۱۰للہ ״
۳۲- بابو سری رام پرمنک کی استری کو ۲عار ״
۳۳- میری ماسی کے لڑکے سرویشور بنرجی کو ۱۰للہ ״
۳۴- میری بھانجی سری متی موکشدا دیوی کو ۵صہ ״
۳۵- میری بڑی بہن کی نند سری متی تارامنی دیوی کو ۵صہ ״
۳۶- میری بوا کی لڑکی سری متی موکشدا دیوی کو ۲عار ״
۳۷- میری ماں کی چچی کے لڑکے شاماں چرن گھوس کو ۵صہ ״
۳۸- میری ماں کے ماموں کے بیٹے تاراچرن مکرجی کے بال بچوں کو ۸عے ״
۳۹- میری ماں کی ماسی کے لڑکے کالی داس مکرجی کو ۵صہ ״
۴۰- میری ماں کے بوا کے لڑکے رامیشور مکرجی کے بال بچوں کو ۵صہ ״
۴۱- میری ماں کے ماموں کی لڑکی سری متی بردا دیوی کو ۲عار ״
۴۲- نوبن کرشن متر ساکن باراسٹ کی بیوہ سری متی ״

شام سندری داسی کو ۔۔۔ ماہوار

۴۳۔ پنڈت مدن موہن ترک النکار کی لڑکی
سری متی کند مال دیوی کو ۱۰ ۔۔ //

۴۴۔ پنڈت مدن موہن ترک النکار کی بہن
سری متی بام سندری دیوی کو ۳ ۔۔ //

۴۵۔ پیارے چند متر بردوان والے کی بیوہ سری متی کمنی داسی کو ۱۰ ۔۔ //

کُل صما ۵۶۲ روپیہ ماہوار

اس کے علاوہ اُنہوں نے یہ بھی لکھا کہ اگر ضرورت ہو تو سترہ آدمیوں کے لئے ایک سو پانچ روپیہ اور دئیے جاویں۔ یہ انتظام تو خاص خاص آدمیوں کے لئے تھا۔ ماسوا اس کے (۱) بیر سنگھ سکول کے لئے سو روپیہ ماہوار (۲) بیر سنگھ ہسپتال کے لئے پچاس روپیہ ماہوار (۳) یتیم لڑکوں کے لئے تیس روپیہ ماہوار۔ (۴) بدھوا بواہ کے لئے سو روپیہ ماہوار کل دو سو اسی ۲۸۰ روپئے اَور مقرر کئے گئے ✣

وصیت کے اٹھارویں فقرہ میں درج ہے کہ اگر میری کتابوں کی آمدنی کم ہو تو اسی طرح خرچ بھی کم کرنا چاہیئے ✣

اُنیسواں فقرہ یہ ہے کہ ایگزیکیوٹر لوگ اگر چاہیں تو وہ میری جائداد کے کسی حصہ کو بیچ بھی سکتے ہیں ✣

بابو کالی چرن گھوس۔ بابو کھرودناتھ سنگھ اور اپنے بھانجے بینی

مادھو لکر جی کو ودیا ساگر نے وصیت کا ایگزیکیوٹر مقرر کیا ۔

مذکورہ بالا فہرست سے ظاہر ہوتا ہے کہ ودیا ساگر کن کن کاموں کو پسند کرتے تھے۔ اور اُن کاموں کے واسطے کیا کیا قربانی کرنے کو تیار تھے۔ جن شخصوں کا ماہواری گذارہ مقرر کیا۔ وہ بھی اُن کی حسب حیثیت مقرر کیا۔ کیونکہ اُن کا یہ خیال تھا کہ کسی شخص کو فضول خرچی نہ کرنی چاہیئے اور کفایت شعاری سے ایک آدمی کی جگہ دس آدمیوں کا گذارہ ہو سکتا ہے۔ اسلئے انہوں نے اپنے بھائیوں بہنوں اور بیٹیوں کے لئے صرف اتنا روپیہ مقرر کیا جو اُن کے معمولی گذارہ کے لئے کافی تھا۔ اگر ودیا ساگر اپنے رشتہ داروں کے لئے بڑی بڑی رقمیں مقرر کر جاتے تو اور بیکسوں کے واسطے انتظام کرنا مشکل ہو جاتا ۔

افسوس ہے کہ ودیا ساگر کے مرنے کے بعد اُن کی وصیت کی تعمیل ٹھیک طور سے نہیں ہوئی۔ جن شخصوں کا گذارہ اُنہوں نے اپنی وصیت میں مقرر کیا تھا اُن میں سے کئی ایک مر گئے ہیں جو لوگ زندہ ہیں وہ نہایت دقت سے روپیہ وصول کرتے ہیں ۔

یتیم لڑکوں کے لئے تیس روپیہ ماہوار اور بدھوا بواہ کے لئے جو سنو روپیہ ماہوار مقرر ہوا تھا وہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ ہسپتال کبھی کھُلتا ہے کبھی بند ہو جاتا ہے۔ مگر بھگوتی ودیالہ ابھی سرکاری افسروں کی توجہ سے چل رہا ہے۔ اگرچہ اس کو بھی سنو روپیہ ماہوار جو اس کے لئے وصیت میں مقرر تھے نہایت مشکل سے دیئے جاتے ہیں

یہ کہنا مشکل ہے کہ کس کی غفلت یا تنگدلی سے یہ حالات وقوع میں آئے ہیں۔ ودیاساگر کی سوانح عمری سے اُن کے بعد کے حالات کا کچھ تعلق بھی نہیں۔ اُنھوں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے کارج کئے اور غریبوں کی مدد میں روپیہ کو پانی کی طرح بہایا۔ ایسے شخص بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں جو آٹھ سو نو سو روپیہ ماہوار کا انتظام رفاہ عام کے لئے اپنی وصیت کے ذریعہ سے کریں۔ اگر وہ شخص جو ودیاساگر کی دولت کے وارث ہوئے یا جن کے سپرد اُن کی جائداد کا انتظام ہے اپنی تنگدلی یا غفلت کی وجہ سے اس مہاں پرش کی ہدایت کے مطابق عمل نہیں کرتے تو گناہ اُن کی گردن پر ہے۔ ودیاساگر کی روح ہمیشہ کے لئے اُن کو ملامت کرتی رہیگی۔ بعض شوربیر ایسے ہوتے ہیں کہ خود روپیہ کما کر پراُپکار کرتے ہیں بعض کو خوش قسمتی سے ایسا موقعہ ملتا ہے کہ وہ دوسروں کے روپیہ سے پراُپکار کرتے ہیں۔ مگر اُن لوگوں کی حالت درحقیقت قابل افسوس ہے کہ جن کو بے شمار دولت پراُپکار کے لئے ملے اور وہ پراُپکار کرنے میں قاصر رہیں *

تعلیم یافتہ آدمیوں کو ملازمت میں داخل کرانا

اپنی زندگی میں ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو اعلےٰ عہدہ پر پہنچ کر یا کسی پیشہ میں نامور ہو کر بڑے آدمیوں میں شمار

ہوتے ہیں یا اپنے آپ کو بڑا آدمی سمجھتے ہیں۔ وہ اپنی تنگدلی کی وجہ سے اپنے سے چھوٹے آدمیوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں اور اس بات کو گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ کوئی اور شخص بھی ترقی کرے۔ ودیا ساگر کو پرماتما نے بڑا فراخ دل دیا تھا وہ ہمیشہ یہی چاہتے تھے کہ سب لوگ پھولیں اور پھلیں وہ لایق آدمیوں کو دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے اور ہونہار نوجوانوں کو ترقی کرنے کے لیئے نہ صرف صلاح مشورہ ہی دیتے تھے۔ بلکہ اپنے روپئے اور سفارش سے بھی اُن کی مدد کرتے تھے*

جس وقت ودیا ساگر فورٹ ولیم کالج میں ملازم تھے۔ سنسکرت کالج میں دو اسامیاں ایک لغہ ۹۰ ماہوار کی اور ایک ضہ ۵۰ ماہوار کی خالی ہوئیں۔ ودیا ساگر سے کہا گیا کہ آپ لغہ ۹۰ کی اسامی قبول کریں اور ضہ ۵۰ کی اسامی پر اپنے کسی دوست کو کرادیں۔ مگر اُن کو اپنے نفع کا کچھ خیال نہ تھا۔ اُنہوں نے لغہ ۹۰ کی اسامی کے واسطے پنڈت تارا ناتھ ترک واچسپتی کی سفارش کی۔ پنڈت تارا ناتھ نے سنسکرت کالج کا سب سے اونچا امتحان پاس کرنے کے بعد بنارس میں پانئی دیا کرن پڑھا تھا۔ اور وہ اب ضلع بردوان میں بمقام کلنا ایک پاٹھ شالہ کھول کر لڑکوں کو پڑھاتے تھے۔ اُن کا گذارہ مشکل سے ہوتا تھا ودیا ساگر کا خیال تھا کہ اگر اس لایق پنڈت کو لغہ ۹۰ کی اسامی مل گئی تو اُس کی سب تکلیف دور ہو جائیگی اس لئے وہ رخصت لے کر پیدل کلنا پہنچے۔ ڈیڑھ دن کا راستہ تھا۔

وہاں پنڈت تارا ناتھ سے لنہ ۹۰ کی اسامی کا ذکر کیا۔ وہ ودیا ساگر کی بے غرضی دیکھ کر حیران ہو گئے۔ القصہ ودیا ساگر کی سفارش سے پنڈت تارا ناتھ سنسکرت کالج میں مقرر ہو گئے۔ پنڈت تارا ناتھ مذکور پنڈت جیوانند ودیا ساگر کے پتا تھے

اسی طرح پنڈت مدن موہن ترک النکار کو فورٹ ولیم کالج میں للنہ ۴۰ ماہوار پر اور بعد ازاں سنسکرت کالج میں ضنہ ۵۰ ماہوار پر۔ پنڈت مکت رام ودیا باگیس کو کلکتہ مدرسہ میں للنہ ۴۰ ماہوار پر۔ پنڈت دوارکا ناتھ ودیا بھوشن کو ضنہ ۵۰ ماہوار پر اور پنڈت گریش چندر ودیا رتن کو منہ ۳۰ ماہوار پر سنسکرت کالج میں ودیا ساگر نے نوکر کرایا ✣

پنڈت نند کمار نیا چانچو جو بابو رما پرشاد رائے خلف الرشید راجہ رام موہن رائے کی معرفت ودیا ساگر کے پاس پہنچے اور نیائے شاستر میں بڑے لایق تھے۔ اُن کی سفارش سے سنسکرت کالج میں منہ ۳۰ ماہوار پر اور بعد ازاں موضع کاندی میں لنہ ۸۰ ماہوار پر ملازم ہوئے نیا چانچو مذکور پنڈت ہر پرشاد ایم۔اے شاستری سنسکرت پروفیسر پریزیڈنسی کالج کلکتہ کے بڑے بھائی تھے ✣

بابو راج کشن بنرجی جو پہلے جارڈین کمپنی کی دوکان میں للنہ ۴۰ ماہوار پر خزانچی تھے ودیا ساگر کی سفارش سے فورٹ ولیم کالج میں ہیڈ رائٹر مقرر ہوئے بعد ازاں اُنہوں نے ماضنہ ۱۵۰ ماہوار پہ بابو راج کشن کو اپنے سنسکرت پریس ڈیپازیٹری کا مینجر بنا دیا ودیا ساگر اُن کے انتظام سے بہت خوش ہوئے۔ پھر ودیا ساگر کی سفارش

سے بابو صاحب مذکور پریزیڈنسی کالج میں سنسکرت کے اسسٹنٹ
پروفیسر ہو گئے ؎

پنڈت سارداپرشاد گنگولی بہت لایق آدمی تھا۔ مگر کان
سے بہرا اور بڑا قبیلہ دار تھا ودیا ساگر کی مدد سے اُس نے مشہور
اخبار سوم پرکاش جاری کیا۔ اس اخبار کا کل نفع سارداپرشاد کو ملتا
تھا بعد میں ودیا ساگر نے سارداپرشاد کو راجہ بردوان کے پاس معقول
تنخواہ پر مہابھارت کا ترجمہ کرنے کے لئے بھیج دیا اور اُس کی جگہ
دوارکاناتھ ودیابھوشن کو سوم پرکاش کا اڈیٹر مقرر کر دیا ؎

ایک دفعہ سنسکرت کالج میں ریاضی کے پروفیسر کی آسامی
خالی ہوئی۔ کالج کے منتظموں کی یہ تجویز ہوئی کہ کسی لایق آدمی کو
ممالک مغربی شمالی سے بلا کر اس عہدہ پر مقرر کریں۔ مگر ودیا ساگر
نے کہا کہ اس کالج کا طالب علم پریوناتھ بھٹاچارج ریاضی میں بڑا
لایق ہے اُس کو ریاضی کا پروفیسر بنانا چاہیئے۔ اس لئے پریوناتھ
سنسکرت کالج میں ریاضی کا پروفیسر بنایا گیا۔ اور پھر اُن کی سفارش
سے وہ منصف ہو گیا۔ پنڈت مہیش چندر نیائے رتن بھی ودیا
ساگر کی سفارش سے سنسکرت کالج میں پروفیسر ہوئے ؎

سنسکرت کالج کے پاس شدہ نوجوانوں کو مدد دینے کی غرض
سے ودیا ساگر نے لفٹنٹ گورنر بنگال سے سفارش کی کہ پنڈت
رام کمل بھٹاچارج۔ بابو کرشن چندر مکرجی اور بابو رام اکشی چیٹرجی
کو اعلےٰ عہدوں پر مقرر کیا جاوے۔ اُس وقت گرانٹ صاحب

لفٹننٹ گورنر تھے۔ اُنہوں نے ودیا ساگر کی سفارش منظور کی۔ مگر چونکہ رام کومل نے خودکشی کی اور کرشن چندر نے وکیل ہو کر سرکاری ملازمت قبول نہ کی صرف رام اکشی چٹرجی ڈپٹی مجسٹریٹ بنائے گئے ودیا ساگر کے بھائی دینا بندھو نیائے رتن بھی اُن کی سفارش سے ڈپٹی مجسٹریٹ بنائے گئے۔

پرسنو کمار سر بادھکاری ہندو کالج میں پڑھتے تھے۔ اُنہوں نے تمام امتحانات بڑی ناموری سے پاس کئے اور بڑے بڑے انعام حاصل کئے۔ شروع شروع میں وہ چھوٹی سی تنخواہ پر ڈھاکہ میں نوکر ہوئے۔ مگر اتنا لایق آدمی ایسی تھوڑی تنخواہ کو کب پسند کرتا تھا اُنہوں نے بلا اجازت سرکار وہ نوکری چھوڑ دی۔ کلکتہ میں بہتیری کوشش کی مگر اچھی نوکری کہاں ملے۔ ودیا ساگر کی سفارش سے وہ پھر سرکاری محکمہ تعلیم میں داخل ہوئے اور آہستہ آہستہ اعلےٰ درجہ کے پروفیسر بنائے گئے۔ جس وقت وہ ملازمت سے اخیر وقت علیحدہ ہوئے پریزیڈنسی کالج کلکتہ میں ہزار روپیہ ماہوار کے پروفیسر تھے اسی طرح اور بہت سے آدمیوں کو ودیا ساگر کی بدولت راجاؤں مہاراجاؤں۔ زمینداروں اور سوداگروں کے یہاں نوکری ملی۔

بابو سُرندر ناتھ بنرجی کا نام نامی تمام ہندوستان میں مشہور ہے اُن کا ودیا ساگر سے خاص تعلق تھا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سُرندر بابو کے پتا ڈاکٹر درگا چرن سے شروع میں اُن کی

محبت ہوگئی تھی۔ اور اُن کی مدد سے ودیا ساگر نے انگریزی سیکھی۔ جب درگاچرن کے پُتر ولایت میں امتحان سول سروس کے لئے گئے تو وہاں اُن کی عمر کا تنازعہ ہوا۔ بابو درگاچرن نے ودّیا ساگر سے مشورہ کیا۔ اُنھوں نے بابو سُرندرو ناتھ کی جنم پتری تصدیق کی اور بابو صاحب کو عمر کے معاملہ میں جیت ہوئی۔ بعدہٗ جب بابو سُرندرو ناتھ ملازمت سے علیحدہ ہوئے تو ودّیا ساگر نے فوراً اُن کو میٹرو پالیٹن کالج میں انگریزی کا پروفیسر بنا دیا۔

ہریش چندر مکرجی بنگال میں سب سے اوّل آدمی تھے جنھوں نے اخبار نویسی کا کام اختیار کیا۔ اُنھوں نے ہندو پیٹریٹ اخبار کو جاری کیا اور بڑی لیاقت سے چلایا۔ ان کے مرنے کے بعد اُن کی بیوہ نے اخبار کی ملکیت کا حق بابو کالی پرسنو سنگھ کے پاس پانچ ہزار روپیہ میں بیچ دیا۔ اُنھوں نے ایک انگریز اڈیٹر مقرر کیا اور کچھ عرصہ اُس نے بڑی لیاقت سے اخبار جاری رکھا۔ بعد میں بابو کالی پرسنو نے اخبار کا انتظام ودّیا ساگر کے سپرد کیا۔ اُنھوں نے اخباروں میں اشتہار دیا کہ وہ اخبار کا انتظام کسی لایق آدمی کے سپرد کرنے کو تیار ہیں۔ بہت سی درخواستیں آئیں مگر اُنھوں نے بابو شمبھو چندر مکرجی کو پسند کیا۔ اور بعد میں بابو کرسٹو داس پال کو جو اُس وقت برٹش انڈین ایسوسی ایشن میں کلارک تھے اخبار مذکور کا اڈیٹر مقرر کیا۔ بابو کرسٹو داس پال کی تقرری پر لوگوں نے بڑی ناراضی ظاہر کی اور کہا کہ کسی لایق بی۔ اے یا

ایم۔اے کو اس کام پر مقرر کرنا چاہیئے تھا۔ مگر ودیاساگر آدمیوں کو خوب پرکھتے تھے۔ جس لیاقت سے بابو کرسٹو داس پال نے اخبار چلایا وہ سب کو معلوم ہے ÷

ہندو فیملی فنڈ بنگال میں غریب آدمیوں کے پس ماندگان کے لئے ہندو فیملی فنڈ ودیاساگر نے جج دوارکا ناتھ متر کے ساتھ شامل ہو کر قایم کی اس فنڈ سے ہندوں کو بہت فائدہ ہوا۔ اور یہ فنڈ اب تک قایم ہے ÷

امیر خاندانوں کی مدد (۱) شیونرائن چودھری موضع رادھا نگر کا بڑا خاندانی امیر تھا اس نے رما پرشاد رائے خلف راجہ رام موہن رائے کا سترہ ہزار روپیہ دینا تھا بیچارہ مقروض کلکتہ میں اس قرضہ کا فیصلہ کرنے آیا تھا۔ اتفاقاً وہاں ہی مرگیا اس کے بیٹوں اور بیوی پر اس ناگہانی موت سے بڑی مصیبت نازل ہوئی۔ وہ ودیاساگر کے پاس آئے اُن کو یہ حال سُن کر بڑا رحم آیا اوّل تو اُنہوں نے رما پرشاد رائے سے کہا کہ آپ قرضہ میں سے کچھ روپیہ کم کردو۔ جب اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے تو اُنہوں نے مقروض کی جائداد کو رہن کرا کر قرضہ بیباق کرنے کی تدبیر کی ودیاساگر کو اس معاملہ میں ایک کثیر رقم خرچ کرنی پڑی مگر رما پرشاد رائے کا قرضہ ادا کیا گیا اور وہ خاندان تباہی سے بچ گیا ÷

(۲) ۱۸۶۱ء میں ندیا کے مہاراجہ ستیش چندر بہادر مرگئے اور

اُن کی مہارانی نے ریاست کا انتظام سنبھالا مگر قرضہ کی وجہ سے جائداد کے برباد ہونے کا اندیشہ تھا آخرکار ودیا ساگر نے رانی کو صلاح دی کہ جائداد کورٹ آف وارڈس کے سپرد کرنی چاہیئے۔ رانی نے ودیا ساگر کا کہا مان لیا اور تمام جائداد کورٹ آف وارڈس کے سپرد ہوئی اور جب تک نابالغ راجہ بالغ نہ ہوا تمام انتظام کورٹ آف وارڈس کے سپرد رہا۔

(۳) ریاست پیک پاڑا۔

راجہ پرتاپ چندر سنگھ کے مرنے کے بعد ریاست کا انتظام ابتر ہو گیا ریاست کے ذمہ قرضہ بہت تھا ودیا ساگر نے راجہ کی ماں کو کہا کہ آپ ریاست کو کورٹ آف وارڈس کے سپرد کر دیجئے۔ یہ رائے دینے سے پہلے ودیا ساگر نے اپنے دوست بابو دوارکا ناتھ متر جج ہائیکورٹ اور سر سیسل بیڈن لفٹنٹ گورنر بنگال سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے ودیا ساگر کی رائے کی تائید کی۔ جب رانی صاحبہ نے ودیا ساگر کی رائے مان لی تو بورڈ آف ریونیو (بمنزلہ فنانشل کمشنر پنجاب) کے پاس ایک درخواست بھیجی گئی کہ ریاست پیک پاڑا کو کورٹ آف وارڈس کے ماتحت لیا جاوے یہ درخواست نامنظور ہوئی۔ ایک درخواست اور دیگئی وہ بھی نامنظور ہوئی۔ پھر بابو دوارکا ناتھ متر نے ودیا ساگر کو رائے دی کہ نابالغ راجہ کی طرف سے ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں ایکٹ ۴۰ سنہ ۱۸۵۸ء کی دفعہ ۱۲ کے مطابق درخواست کرو۔ یہ درخواست دیگئی۔ اور ڈسٹرکٹ جج نے

منظور کی۔ اور احکامات بنام کلکٹر جاری کئے۔ کلکٹر نے کچھ پرواہ نہ کی مگر اس سے بھی ودّیا ساگر کا حوصلہ ڈھیلا نہ ہوا۔ اُنہوں نے ڈسٹرکٹ جج کے ہاں پھر درخواست دی۔ ڈسٹرکٹ جج نے کلکٹر سے جواب طلب کیا۔ اب تو کلکٹر بھی گھبرایا۔ اور اُس نے جج کے فیصلہ کی اطلاع کمشنر صاحب کو دی۔ اُنہوں نے کلکٹر کے نام حکم بھیجا۔ کہ پیک پاڑا ریاست کو کورٹ آف وارڈس کے ماتحت لے لو۔ ودّیا ساگر اب تو بڑے خوش ہوئے۔ جب یہ کارروائی ہو رہی تھی تو ریاست کے ذمہ جو مالگذاری تھی وہ ادا نہ ہوئی اور محکمہ مال سے مالگذاری کے وصول کرنے کے لئے جائداد کی قُرقی کا حکم ہوا ودّیا ساگر نے جب دیکھا کہ مالگذاری کی ادائیگی کی کوئی صورت نہیں تو اُنہوں نے سرسیسل بیڈن کو مقام دارجیلنگ پر لکھا کہ اگر آپ جائداد نیلام نہ ہونے دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ لفٹنٹ گورنر صاحب نے لکھا کہ ہم ودّیا ساگر کی خاطر اس معاملہ میں دست اندازی کرتے ہیں۔ اس طرح ریاست کی جائداد بربادی سے بچ گئی ٭

اس ریاست کو کورٹ آف وارڈس کے ماتحت کرنے کے لئے ودّیا ساگر نے دو ہزار روپئے اپنی جیب سے خرچ کئے ٭

کیا اِن کل واقعات سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ودّیا ساگر ایک مہاں پُرش تھے۔ انگریز لوگ مسٹر ہاورڈ کا نام لے کر کہتے ہیں کہ دیکھو کیسا رحم دل آدمی تھا۔ بے شک ہاورڈ نے انگریزی جیلخانوں کی بُری حالت لوگوں پر اور گورنمنٹ پر ظاہر کی اور جیل لائف کی خرابیوں کو

دور کرایا مگر کیا ہمیشہ جیل لایف تک جانے کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کے غریب گھروں میں جو افلاس اور جہالت نے دکھ پھیلا رکھا ہے اُس کے دور کرنے کے لئے کتنے خیر خواہان انسان کی خدمات کی ضرورت ہے۔ ایک دو آدمیوں کا یہ کام نہیں مگر ودیا ساگر نے اپنی ہمت سے بہت سے لوگوں کا دُکھ دور کرنے کی کوشش کی اور لاکھوں روپئے اُن کی سیوا میں خرچ کئے۔ کیا یہ چھوٹا کام ہے جو لوگ دُنیاداروں کی سخاوت کا حال جانتے ہیں اُنہیں معلوم ہوگا کہ دوسرے کے لئے ایک پیسہ بھی خرچ کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی ایک روپے سے بھی مدد کرتا ہے تو وہ ہمیشہ اس بات کی امید کرتا ہے کہ لینے والا اور اُس کی اولاد نسلاً بعد نسلاً اس کے غلام رہیں اور اُس کے احسان کو نہ بھولیں۔ دنیا میں دوسرے کی خاطر روپیہ خرچ کرنا اور کسی صلہ کی امید نہ کرنا بڑے دلاوروں کا کام ہے +

ودّیا ساگر کے خصائل اور گرہستی زندگی

جس وقت ودّیا ساگر کی عمر پندرہ سال کی تھی اُن کی شادی شری متی دینومئی دیوی سے ہوئی شادی کے چودہ سال بعد ۱۸۴۹ء میں اُن کا لڑکا نرائن چندر پیدا ہوا۔ یہ اکلوتا لڑکا تھا۔ اُس کے بعد چار لڑکیاں ہوئیں یہ لڑکیاں بھی صاحب اولاد ہوئیں۔

نرائن چندر کے بھی لڑکا ہوا۔ ودیا ساگر کے گھر میں دو ہنوں اور دوہتیوں کی بڑی رونق رہتی تھی۔ اُن کے تین بھائی تھے۔ ایک دینا بندھو دوسرا شمبھو چندر تیسرا ایشان چندر۔ ودیا ساگر آپ ہمیشہ موٹی چادر اور دھوتی پہنتے تھے۔ اور گھر میں استریوں کو بھی موٹا کپڑا دیتے تھے مگر غیر آدمیوں کو ہمیشہ عمدہ کپڑے دئیے جاتے تھے اُن کے گھر میں زیور نہ لڑکوں کو پہنائے جاتے تھے۔ نہ استریوں کو۔ وہ کہا کرتے تھے کہ زیوروں سے ہمیشہ جان کا خطرہ ہے اور پہننے والے کو غرور ہو جاتا ہے۔ اُن کی خوراک بڑی سادہ ہوتی تھی۔ جب سب لوگ کھانا کھا لیتے تھے۔ تب آپ کھانا کھاتے تھے۔ اپنے نوکروں پر وہ ہمیشہ مہربانی کرتے تھے اور جو چیز آپ کھاتے تھے۔ وہ اُن کو بھی دیتے تھے۔ آموں کی موسم میں آم خرید کر گھر میں جتنے اپنے اور بیگانے ہوتے تھے اُن کو خوب کھلاتے تھے۔ اُن کی مہربانی صرف آدمیوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ بے زبان جانوروں کو بھی تکلیف میں دیکھ کر نہایت دُکھ مانتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص گائے کا دودھ دوہ رہا تھا گائے کا بچہ پاس کھڑا شور کر رہا تھا یہ حالت دیکھ کر ودیا ساگر نے اپنے دل میں کہا کہ گائے کا دودھ اُس کے بچے کو ملنا چاہئے مگر لوگ دودھ نکال کر آپ پیتے ہیں اور گائے کے بچے کو نہیں دیتے یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ اُسی دن سے اُنہوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ دودھ اور اُس سے بنی ہوئی چیز کبھی استعمال نہیں کرونگا وہ اس ارادہ پر قایم رہے۔ حالانکہ اُن کے

گھر میں جو اَور لوگ رہتے تھے اُن کے واسطے اسّی روپئے ماہوار کا دودھ خرچ ہوتا تھا ٭

ودّیا ساگر تاش یا شطرنج کبھی نہیں کھیلتے تھے بلکہ کہا کرتے تھے کہ یہ کھیل اُن لوگوں کے واسطے ہیں جن کے لئے دنیا میں کوئی ضروری کام نہیں ٭

روپئے کی بے پرواہی تو اُن کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ اُن کی فیاضی کی دھاک سُن کر چوروں نے سمجھا کہ ودّیا ساگر بڑے امیر ہیں اُنہوں نے ان کے بیر سنگھ والے مکان میں نقب لگایا۔ اور جس قدر مال اسباب تھا۔ سب لوٹ کر لے گئے۔ اُس دن ودّیا ساگر بھی بیر سنگھ میں تھے اُس نقصان سے اُن کی طبیعت بالکل اُداس نہ ہوئی اور وہ بڑی خوشی کے ساتھ گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ کھیلتے رہے۔ ڈپٹی انسپکٹر پولیس جو چوری کی تحقیقات کو آیا تھا اپنی نذر نیاز مانگنے لگا ٹھاکر داس بنرجی نے اُس کو جھڑک دیا۔ اتنے میں ایک سپاہی نے اُسے بتایا کہ اِس برہمن کا بیٹا جو سامنے کھیل رہا ہے۔ بڑا آدمی ہے اور لفٹنٹ گورنر صاحب سے جب چاہتا ہے مل آتا ہے یہ سُن کر ڈپٹی انسپکٹر بولا کہ یہ عجب شخص ہے کہ رات اُس کے ہاں چوری ہوئی اور آج وہ ایسی بے فکری کے ساتھ کھیل رہا ہے ٭

ودّیا ساگر کی طبیعت میں مذاق بھی بڑا تھا۔ ایک دفعہ بابو راج کرشن بنرجی کے مکان پر چند دوست جمع ہوئے ان میں بابو دوارکا ناتھ

مترجج ہائی کورٹ اور بابو کرسٹو داس پال اخبار ہندو پیٹریٹ کے اڈیٹر
بھی موجود تھے۔ جب یہ سب لوگ آپس میں بات چیت کر رہے تھے
ودیا ساگر نے دیکھا کہ ایک اجنبی شخص باہر سے ان کے کمرے میں
جھانک رہا ہے۔ انہوں نے فوراً اس شخص کو بلایا اور پوچھا کہ تم
کیا دیکھتے ہو۔ اس نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ
جج دوارکا ناتھ متر یہاں موجود ہیں۔ میں ان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔
ودیا ساگر نے کہا واہ دور سے جھانکنے سے کیا فائدہ آؤ تمہیں
دوارکا ناتھ متر دکھاؤں۔ تم ان کو جانتے ہو۔ ان کا نام کرسٹو داس
پال ہے۔ اس مجمع میں جو شخص ان سے زیادہ خوبصورت ہے وہ
تمہارا دوارکا ناتھ متر ہے۔ یہ بات سن کر سب ہنسنے لگ گئے۔ سچ
یوں تھا کہ دوارکا ناتھ متر سب سے کالے رنگ کے تھے اور کرسٹو داس
پال ان سے کچھ کم کالے تھے۔ یہ بات سن کر وہ شخص جلدی سے
چلا گیا*

ایک دفعہ بھات پاڑا کے چند پنڈت کلکتہ میں آئے ہوئے
تھے وہ ودیا ساگر سے بھی ملے۔ گفتگو کرتے کرتے ان میں سے ایک
نے کہا کہ آج کل برہمنوں کا تیج (رعب داب) کم ہو گیا ہے۔ ودیا ساگر نے
کہا کہ آپ کی یہ رائے غلط ہے۔ پچھلے زمانے میں آپ کا تیج اُس
وقت ظاہر ہوتا تھا جب آپ کسی کے قریب پہونچتے تھے۔ آج کل آپ کا
تیج ایسا تیز ہے کہ جب کوئی برہمن کسی امیر کے دروازے پر پہونچتا ہے
تو اس امیر آدمی کو دور سے ہی آگ لگ جاتی ہے*

جوانی کی عمر میں ودیاساگر بڑے مضبوط تھے اور پیدل چلنے کی اُن کو بڑی مشق تھی۔ کلکتہ سے بیرسنگھ تک جو قریباً پچاس میل کا فاصلہ ہے وہ ایک دن میں پیدل طے کر لیتے تھے۔ سنسکرت کالج کے پرنسپل ہونے کی حالت میں بھی وہ اپنے وطن کو پیدل جایا کرتے تھے۔ اور اگر اُن کی کسی ساتھی کے پاس زیادہ بوجھ ہوتا تھا تو اس کا کچھ حصہ آپ اُٹھا لیتے تھے اگر کبھی کوئی ان کے ساتھ جاتا تھا تو وہ تھک کر پیچھے رہ جاتا تھا۔ جب بیماری اور بڑھاپے نے ان کو کمزور کر دیا تھا تب بھی پیدل چلنے میں وہ سب کو مات کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ کرمتار میں ان کے جوان نواسہ نے ان کو کہا کہ آؤ نانا پیدل چلیں۔ دیکھیں آپ آگے رہتے ہیں یا میں ودیاساگر نے ہنس کر کہا کہ بہت اچھا۔ اور چند آدمی بھی ان کے ساتھ ہوئے۔ باقی تو سب پیچھے رہ گئے مگر نواسہ نے نانا کے ساتھ چلنے کی تھوڑی دیر کوشش کی۔ وہ بھی جلد پیچھے رہ گیا اور بڑا شرمندہ ہوا ودیاساگر بہت آگے چلے گئے تھے وہ نواسہ کی شکست دیکھ کر بڑے ہنسے ÷

باوجود امیر ہونے کے ودیاساگر تمام عمر بڑے محنت کش رہے۔ جب کسی کتاب یا مضمون کے لکھنے کی ضرورت ہوتی تھی تو گھنٹوں لکھتے رہتے تھے۔ ہندوستانی امیروں کی سُستی کا ودیاساگر کی طبیعت میں نام و نشان بھی نہ تھا وہ اپنے وقت کے بڑے پابند تھے کیا مجال تھی کہ کسی وقت بیکار رہیں۔ اسی ہمت کی وجہ سے اُنہوں نے اس قدر کتابیں لکھیں اور رفاہ عام کا کام کیا۔ اُن کو مطالعہ کا بڑا

کیوں تھا۔ پچاس۵۰۰۰۰ ہزار روپیے خرچ کر کے اُنھوں نے انگریزی اور
سنسکرت کی عمدہ عمدہ کتابیں خریدیں۔ جب وہ کوئی کتاب پڑھنے
لگتے تھے تو باقی چیزوں کی طرف اُن کا دھیان بالکل نہ رہتا تھا یہ
بات لوگوں میں بڑی مشہور تھی۔ ایک دفعہ کسی جگہ جانے کے لئے
وہ ریل میں سوار ہوئے کتاب پڑھتے پڑھتے اُن کو اُس سٹیشن کا
جہاں وہ جا رہے تھے خیال نہ رہا۔ اگلے سٹیشن پر ٹکٹ دیکھنے والے
نے اُن سے کہا کہ تم کو تو پچھلے سٹیشن پر اُترنا تھا۔ وہ شخص ودیاساگر
سے بالکل ناواقف تھا۔ جب اُنھوں نے جواب دیا کہ میں غلطی سے
پچھلے سٹیشن پر نہیں اُترا تو اُس نے خفا ہو کر کہا کہ ایسے کیا تم ودیاساگر
ہو جو کتاب پڑھتے پڑھتے کسی اور چیز کی پرواہ نہیں کرتے +

ودیاساگر کی پوشاک سے کبھی کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کوئی
بڑے آدمی ہیں۔ کتنی ہی دفعہ دوسرے شہروں کے آدمی ان کو دیکھنے
کے لئے اُن کے مکان پر آتے تھے۔ ودیاساگر ان کو اپنا نام نہ بتاتے
اور عرصہ تک اُن سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے اور وہ لوگ اسی خیال
میں رہتے تھے کہ ودیاساگر کوئی اور شخص ہونگے یہ اُن کا ملازم
ہے +

ایک دفعہ جب وہ انسپکٹر تھے تو اُنھوں نے ضلع ہوگلی کے ایک
گاؤں میں اطلاع بھیجی کہ ہم مدرسہ کا امتحان لینے آوینگے۔ اُن کے
آنے سے پیشتر اُن کی شہرت وہاں پھیلی ہوئی تھی صبح سے بے شمار
عورتیں اور مرد اُن کے منتظر گلیوں میں اور چھتوں پر کھڑے تھے۔

وہ چپکے سے لوگوں کے بیچ میں سے گذر کر مدرسہ میں پہنچ گئے۔ اور کسی کو خبر نہ ہوئی کہ ودّیا ساگر کونسے ہیں۔ جب معلوم ہوا کہ ودّیا ساگر تو آ گئے ایک عورت اُن کو دیکھ کر بڑی حقارت سے بولی کہ یہ ودّیا ساگر ہیں؟ کیا صبح سے ہم اس اوڑیہ مزدور کے دیکھنے کے لئے کھڑے تھے اس کے پاس نہ گاڑی ہے نہ گھڑی نہ چوغہ نہ چپکن نہ ٹوپی۔

لفٹنٹ گورنر بنگال نے اُن سے کہا ہوا تھا کہ آپ ہر ایک ہفتہ کو مجھ سے ملا کریں تاکہ رعایا کی حالت مجھے معلوم ہوتی رہے ایک دفعہ لفٹنٹ گورنر نے ہنس کر ان سے کہا کہ آپ کبھی کبھی پاجامہ و چپکن بھی پہن لیا کریں اُنہوں نے کہا کہ دیکھئے کوشش کرونگا لاٹ صاحب کے پاس جاتے وقت اُنہوں نے دو تین دفعہ پاجامہ و چپکن پہنا مگر وہ اُن کپڑوں میں بڑے بے آرام رہتے تھے اور ڈرتے ڈرتے ایسے راستہ سے گذرتے تھے جہاں اُن کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ آخرکار اُنہوں نے دق ہو کر لفٹنٹ گورنر سے کہدیا کہ اب میری آپ سے آخری ملاقات ہے اُنہوں نے پوچھا کہ کیوں ودّیا ساگر بولے۔ کہ میں پاجامہ و چپکن نہیں پہن سکتا۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے آپ کے ملنے سے مجھے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ آپ جس پوشاک میں میرے پاس آنا چاہیں آئیں۔

بیمارداری امیر لوگوں کا تو کیا ذکر ہے۔ غریبوں کو بھی بیمار کے پاس بیٹھنے سے گلانی آتی ہے مگر ودّیا ساگر لوگوں کے دُکھ دور کرنے کے لئے پیدا ہوئے تھے اور جس طرح

ہو سکتا تھا وہ اپنی کوشش میں کمی نہیں کرتے تھے ۱۸۴۳ء میں پنڈت گنگا دھر ترک باگیش پروفیسر سنسکرت کالج کو ہیضہ ہو گیا۔ اس نے اپنی تکلیف میں اپنے شاگرد ایشور چندر کو علاج کے لئے بلایا وہ فوراً اپنے اُستاد کے پاس پہنچے اور اُس کی خدمت کرنے لگے۔ اُنہوں نے ڈاکٹر نوین چندر متر اور ڈاکٹر درگا چرن بنرجی کو کہا کہ آپ اس مریض کا علاج کریں۔ اُنہوں نے ودّیا ساگر کی سفارش سے بلا فیس علاج کیا اور پنڈت گنگا دھر راضی ہو گیا۔ ودّیا ساگر نے اپنے ہاتھ سے اُس کا پیشاب اور پاخانہ صاف کیا اور خود کئی رات جاگے اور جو کچھ خرچ ہوا اُنہوں نے اپنے پاس سے دیا +

(۲) ودّیا ساگر کے گرو جے نرائن ترک پنچ آنند کے بھانجے ایشان چندر بٹھاچارج کو ہیضہ ہو گیا۔ پنڈت جے نرائن ڈر کے مارے اپنے بھانجے کے پاس نہ جاتے تھے اور اُس کو ایک کوٹھڑی میں ڈال رکھا تھا۔ جب ودّیا ساگر کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ خود اُن کے مکان پر گئے اور بیمار کا علاج کر کے اس کو راضی کر لیا +

(۳) پریو ناتھ بٹھاچارج طالب علم سنسکرت کالج (جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے) ایک دفعہ ہیضہ سے بیمار رہا۔ ودّیا ساگر نے اُس کی خراب حالت دیکھ کر فوراً اُس کا علاج شروع کیا اور اپنی خدمت خوراک اور دوا سے اُس بیکس نوجوان کو مرنے سے بچا لیا +

(۴) ایک دفعہ وہ بازار میں جا رہے تھے۔ اُنہوں نے ایک غریب

آدمی کو اس طرح روتا ہوا دیکھا جیسے کہ اُس کا دم نکلنے والا ہے۔
دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ شخص ایک مختار بیدناتھ مکرجی
ساکن بو بازار کا ملازم ہے اور چونکہ اُس کو ہیضہ ہو گیا اُس کے
آقا نے اُسے گھر سے باہر نکال دیا ہے ودیا ساگر فوراً اُس کو اپنے
گھر لے آئے۔ خوش قسمتی سے وہ شخص اچھے علاج کی وجہ سے
راضی ہو گیا۔ اسی طرح وہ کئی دفعہ بیمار لوگوں کو گلیوں میں سے اپنے
کندھے پر اُٹھا کر حفاظت کی جگہ لے جاتے تھے اور اپنی دھوتی
اور چادر کے ٹکڑوں سے اُن کے بدن کو صاف کرتے تھے +

(۵) کالی کرسٹو متر ساکن باراسٹ بنگال کے ایک فاضل شخص
تھے اُن کی صحبت سے ودیا ساگر کی زندگی پر بڑا عمدہ اثر ہوا تھا۔
ایک دفعہ کالی کرسٹو بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے اُنہیں کہا کہ آپ
اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو اپنے مزاج کو خوش رکھیں۔ جب
ودیا ساگر کو اس بات کی خبر ملی تو وہ اپنا سارا کام چھوڑ کر کالی کرسٹو
کے ساتھ رہنے لگے اور سال بھر سے زیادہ ہنسی مذاق کی باتیں
سُنا کر اُن کی سیوا کی +

(۶) ایک اعلےٰ سرکاری افسر جو ودیا ساگر کے دوست تھے۔
بڑی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ اُن کی بیوی پاگل ہو گئی۔ یہاں
تک کہ کوئی شخص اُس کو قابو میں نہ لا سکتا تھا اور وہ کھانا بالکل نہ
کھاتی تھی مگر وہ استری ودیا ساگر کا بڑا ادب کرتی تھی اور اُن کے
ہاتھ سے کھانا کھا لیتی تھی۔ چھ ماہ تک برابر ودیا ساگر اُس کو آپ

کھانا کھلاتے رہے +

(۷) ۱۸۶۶ء میں راجہ پرتاب چندر سنگھ بہادر ساکن موضع کانڈی بیمار ہو گئے۔ ودّیا ساگر ڈاکٹر مہندر و لال سرکار کو اپنے ساتھ لیکر کانڈی پہنچے۔ بیمار کی حالت خراب ہوتی گئی۔ مگر ودّیا ساگر نے ہمت نہ ہاری چار ماہ تک وہ برابر کانڈی میں رہے اور صرف چار پانچ روز کے لئے کلکتہ آگئے +

ہامو پیتھی ودّیا ساگر صرف بیمار دار ہی نہ تھے۔ بلکہ حکیم بھی اچھے تھے۔ اُنہوں نے ہامو پیتھی کا علاج سیکھ لیا تھا۔ اس علاج کے متعلق سینکڑوں روپیہ کی کتابیں منگا کر اُنہوں نے پڑھیں۔ ڈاکٹر مہندر و لال سرکار کو انہوں نے ہی ہامو پیتھی کی طرف راغب کیا تھا۔ ودّیا ساگر جہاں جاتے تھے ہامو پیتھی کی کتابیں اور دوائیوں کا بکس ساتھ لے جاتے تھے اور مریضوں کا علاج کرتے تھے اور اپنے دوست ڈاکٹروں سے بھی غریبوں کا علاج کراتے تھے ڈاکٹر سورج کمار سرواد ھکاری کہتے تھے کہ ودّیا ساگر کے کہنے سے اُنہوں نے اتنے بیماروں کا علاج کیا کہ اگر اُن کا نام لکھا جائے تو ایک بڑی جلد بن جائے۔ اپنے گاؤں بیرسنگھ میں اُنہوں نے ایک ہسپتال بھی کھول دیا تھا +

کوئی حیرانی کی بات نہیں کہ ودّیا ساگر جو غریبوں کے دُکھ دُور کرنے کی اتنی کوشش کرتے تھے۔ امیر آدمیوں کے غرور اور خود غرضی اور تنگدلی سے نہایت ناراض ہوتے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا

ہے اُن کو بڑے بڑے آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور امیر لوگ اُن کی عزت کرتے تھے۔ مگر جب کبھی کوئی امیر آدمی اُن کے سامنے غریبوں کو ستاتا تھا یا غریبوں سے نفرت کرتا تھا تو وہ فوراً اُس کو دھمکا دیتے تھے۔ اور اِس بات کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے کہ اُن کی گفتگو سے اُس کو تکلیف ہوتی ہے +

پیک پاڑا خاندان کے راجاؤں سے ودیاساگر کی بڑی ملاقات تھی ایک دفعہ وہ اپنی گاڑی میں اُن راجاؤں کے محل کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک غریب شخص نے ودیاساگر سے ہاتھ جوڑ کر پوچھا کہ آپ مجھے پہچانتے ہیں یا نہیں اُنہوں نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں یہ بات سُن کر اُس شخص نے ایک بوریا اپنی دُکان کے آگے بچھا دیا۔ ودیاساگر اُس پر بیٹھ گئے اور اُس شخص سے جو اُن کا بچپن کا ہمجولی تھا۔ اور اُن کو دیکھ کر پھولا نہ سماتا تھا۔ پُرانے زمانے کی باتیں کرنے لگے۔ اتنے میں پیک پاڑا کے راجہ لوگ اپنی گاڑیوں میں سوار ہو کر اُدھر سے گذرے اور ودیاساگر کو اس کنگال کے پاس بیٹھا دیکھ کر اپنے دل میں بڑے ناراض ہوئے۔ راجہ صاحبان ہواخوری سے واپس آ گئے۔ مگر ودیاساگر وہاں ہی بیٹھے تھے۔ جب خوب دل کھول کر بات چیت کر چکے تو وہ راجاؤں کے مکان پر گئے اُن میں سے ایک شخص بولا۔ کہ پنڈت جی آپ اتنے بڑے آدمی ہیں۔ آپ کو بر سر بازار اُس کنگال کے پاس بیٹھنا مناسب نہ تھا۔ یہ بات سُن کر ودیاساگر نے اُس کی طرف بڑی حقارت سے

دیکھا اور کہا کہ وہ شخص میرا پرانا دوست ہے اور مجھے غریبوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے۔ اگر تم اس وجہ سے میرے ساتھ ملنے میں اپنی کسر شان سمجھتے ہو تو میں تمہارے مکان پر پھر کبھی نہیں آؤنگا یہ سن کر راجہ صاحبان پر پانی پڑ گیا اور وہ معافی مانگنے پر اُتر آئے +

ایک دفعہ ودیا ساگر ہگلی میں ایک وکیل کے ہاں گئے اُس وکیل پر پنڈت جی نے بڑے احسان کئے تھے۔ وہ اُس وکیل سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک فقیر اس کے دروازہ پر آیا اور عرصہ تک بھیک مانگتا رہا۔ مگر کسی نے اس کی بات نہ پوچھی ودیا ساگر سے رہا نہ گیا۔ وہ اُس فقیر کے پاس گئے اور اُس کو ایک روپیہ دیکر کہا کہ آئندہ پھر اس مکان پر بھیک مانگنے نہ آنا۔ یہ حال دیکھ کر وکیل صاحب بڑے شرمندہ ہوئے۔ اور پنڈت جی سے معافی مانگنے لگے +

اسی طرح ایک دفعہ پیک پاڑا کے راجہ سے ودیا ساگر گفتگو کر رہے تھے ایک غریب آدمی راجہ صاحب کے دروازہ پر آکر سوال کرنے لگا۔ راجہ صاحب نے اپنے آدمی سے کہا کہ یہ شخص بڑا شور کر رہا ہے اس کو بند کرو۔ امیروں کے نوکر بڑے ظالم ہوتے ہیں اُس نے اُس غریب آدمی کو مار مار کر زمین پر گرا دیا۔ ودیا ساگر بڑے خفا ہوئے اور فوراً ایک روپیہ اس غریب آدمی کو دے کر کہنے لگے کہ پھر کبھی امیر آدمیوں کے گھر سے بھیک مت مانگنا۔ یہ بات سُن کر راجہ صاحب دم بخود رہ گئے +

جب ودیا ساگر کی ہمت سے پہلا پدھوا بواہ ہوا تو بڑے بڑے آدمی اُس میں شامل ہوئے کیونکہ اُس زمانہ میں سب لوگ ودیاساگر کی بڑی عزت کرتے تھے اور کلکتہ میں اُس وقت شاید ہی کوئی بڑا آدمی تھا جو اُن کے کہنے کو موڑ سکے۔ راجہ رام موہن رائے کے بیٹے بابو رماپرشاد رائے نے بواہ کے وقت حاضر ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ بواہ سے تھوڑی دیر پہلے ودیاساگر ان کے مکان پر گئے اور اُن سے کہا کہ وقت آگیا ہے۔ آپ بواہ پر چلیئے۔ رماپرشاد رائے نے کہا کہ جو کچھ اس معاملہ میں میرے سے ہوسکتا ہے میں کرنے کو تیار ہوں مگر میں بواہ کے وقت موجود ہونا مناسب نہیں سمجھتا۔ یہ بات سن کر ودیاساگر آگ بگولہ ہوگئے اور اُس کمرہ میں جو راجہ رام موہن رائے کی تصویر لٹک رہی تھی اُس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے۔ کہ اس تصویر کو اُٹھا کر زمین پر پھینک دو۔ پھینک دو۔ پھینک دو ٭

ایک دفعہ ایک امیر آدمی ودیاساگر سے ملنے آیا۔ وہ اُس وقت لائبریری میں بیٹھے ہوئے اپنی کتابوں کو درست کر رہے تھے۔ وہ امیرزادہ بیوقوفی سے اُن سے پوچھنے لگا کہ آپ نے ان کتابوں پر قیمتی جلدیں کیوں لگائی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ تم نے اپنے اوپر ہزار روپیہ کا شال کیوں لیا ہے۔ تمہارا جاڑا تو موٹے کپڑے سے بھی دُور ہوسکتا ہے ٭

سرکاری ملازمت میں جس آزادی کے ساتھ وہ افسران سے برتاؤ کرتے تھے۔ اس کا حال پہلے معلوم ہوچکا ہے۔ کیا بڑا کیا چھوٹا

سب اُن کا ادب کرتے تھے۔ کیونکہ ودیا ساگر کی طبیعت ایسی آزاد تھی کہ کسی کو خوش کرنے کی نیت سے یا کسی کی ناراضی کے ڈر سے وہ سیلف ریس پیکٹ کو کبھی نہ چھوڑتے تھے۔ اِسی وجہ سے ۳۸ سال کی عمر میں سنسکرت کالج کے پرنسپل کے عہدہ پر لات مار کر گھر میں آبیٹھے +

ایک دفعہ جب نوکری چھوڑے کو ۲۳-۲۴ سال ہو چکے تھے۔ وہ ایک دوست کو ایشیاٹک میوزیم دکھانے گئے۔ اُن کے پاؤں میں حسب معمول جوتا ہندوستانی تھا۔ ناواقف دربان نے اُن سے کہا کہ آپ جوتا اُتار دیجئے۔ یہ بات سُن کر وہ نہایت خفا ہوئے اور کہنے لگے کہ میں یہ جوتا اُتار کر میوزیم کے اندر کبھی نہیں جاؤنگا۔ اتنے میں میوزیم کے یورپین محافظ کو خبر ہوئی کہ دروازہ پر ودیاساگر ہیں۔ اُس نے آکر اُن کی بڑی منت کی کہ آپ اندر چلیئے۔ مگر ودیاساگر کب مانتے تھے۔ بلا دیکھنے میوزیم کے واپس آ گئے۔ جب میوزیم کے منتظم کمیٹی کو اِس معاملہ کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے ودیا ساگر کو چٹھی میں لکھا۔ کہ ہمیں معاف فرمائیے۔ آپ جیسا جوتا پہنکر آنا چاہیں آئیں۔ ودیاساگر نے لکھا۔ کہ میں اپنے واسطے کوئی رعایت نہیں چاہتا۔ ہندوستانی جوتی پہن کر ہر ایک شخص کو میوزیم میں جانے کی اجازت ہونی چاہیئے۔ معاملہ نے طول کھینچا اور گورنمنٹ آف انڈیا تک پہنچا۔ یہاں سے کچھ فیصلہ نہ ہوا مگر ودیا ساگر نے پھر کبھی میوزیم کی طرف رُخ نہیں کیا۔ سنہ ۹۱-۱۸۹۳ء میں جب کلکتہ میں بڑی

نمائش ہوئی۔ کرسٹوداس پال نے ودّیاساگر سے کہا کہ چلو نمائش دیکھ آویں۔ اُنہوں نے کہا کہ ایشیاٹک میوزیم کے پاس سے نمائش کا راستہ ہے۔ میں میوزیم کے مکان کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس لئے نمائش دیکھنے سے معذور ہوں ۔

ودّیاساگر کا استقلال صرف زبانی باتوں میں نہ تھا۔ طبیعت ایسی سخت تھی کہ وہ ہر ایک طرح کی تکلیف کو سہار تے تھے۔ اور اُف نہ کرتے تھے ۔

ایک دفعہ اُن کی پیٹھ میں کاربنکل نکل آیا۔ جب بیماری زیادہ بڑھ گئی تو دوستوں نے صلاح دی کہ زخم میں چیرا دلوانا چاہیئے۔ ودّیاساگر ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے۔ ڈاکٹر نے پیچھے سے کاربنکل کو چیر کر صاف کر دیا اور باندھ دیا۔ مگر ودّیاساگر کے چہرے سے قطعی معلوم نہ ہوا کہ اُن کو کسی طرح کی تکلیف ہے۔ اور وہ برابر بیٹھے باتیں کرتے رہے ۔

ودّیاساگر کی ایمانداری کا ذکر کرنا غیر ضروری ہے۔ جس شخص نے اُن کے مذکورہ بالا حالات پڑھے ہوں وہ خود سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ ودّیاساگر شخص ایمانداری کا نمونہ ہوگا۔ جو شخص خود عیاش ہوتے ہیں یا جن کی آمدنی اُن کے ذاتی خرچ کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ یا جو اپنی اولاد کے لئے ہزاروں روپیہ چھوڑ کر مرنا چاہتے ہیں اُن کو ناجائز طریقوں سے دولت اکٹھا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر جو خدا ترس آدمی روپیہ کو غیروں کے فائدہ کے لئے

خرچ کرے اور اپنی یا اپنی اولاد کے آرام کو مدنظر نہ رکھے۔ اُس کی ایمانداری اُس کی سیکنڈ نیچر کا حصّہ ہو جاتی ہے ؛

ودیاساگر نہ صرف اپنا فرض منصبی اچھّی طرح سے بجا لاتے تھے۔ بلکہ بحیثیت انسپکٹر مدارس اور پرنسپل سنسکرت کالج جو سرکاری روپیہ اُن کے ہاتھ میں آتا تھا۔ اُس کو بڑی ایمانداری سے خرچ کرتے تھے۔ اور اسی وجہ سے وہ ڈائرکٹر محکمہ تعلیم سے باوجود اختلاف رائے کے بڑے بیباکانہ طور سے برتاؤ کرتے تھے۔ مگر پھر بھی وہم اتنا تھا کہ باوجود کئی سال گذر جانے کے جب ایک دفعہ اُنہوں نے اپنے روپئے کا حساب کیا تو کچھ روپیہ اُن کو اپنی آمدنی سے زیادہ معلوم ہوا اُنہوں نے خیال کیا کہ یہ روپیہ میرے پاس اُس وقت آیا ہوگا جبکہ میں انسپکٹری کی حالت میں دیہات میں مدرسے قائم کر رہا تھا۔ اُنہوں نے فوراً اکونٹنٹ جنرل کو لکھا کہ یہ روپیہ سرکاری خزانہ میں داخل کیا جاوے۔ وہاں سے جواب ملا کہ آپ کے ذمہ ہمارے ہاں کوئی رقم درج نہیں یہ روپیہ کس طرح سرکاری خزانہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ مگر ودیاساگر نے بلا تامل وہ روپیہ خزانہ میں بھیج دیا اور اپنے دل کا ڈر دور کیا ؛

لین دین میں اُن کی یہ عادت تھی کہ اپنا قرضہ مع سود کے ادا کرتے تھے۔ مگر جو شخص اُن کا روپیہ واپس دیتے تھے اُن سے سود بالکل نہ لیتے تھے ؛

شروع شروع میں ودیاساگر سب کا اعتبار کرتے تھے اور اُن کے

دل میں اس بات کا خیال بھی نہیں گذرتا تھا کہ کوئی شخص اُن سے دھوکا کریگا مگر تجربہ سے اُن کو معلوم ہوگیا کہ قابل اعتبار شخص تھوڑے ہیں۔ ایک دفعہ وہ ایک دوست کو دوہزار پانچ سو روپیہ دے کر کرمتار چلے گئے اور کہہ گئے کہ تین ماہ تک آٹھ سو روپیہ ماہوار کے حساب سے فلاں فلاں اشخاص کو اس روپیے سے مدد دینا۔ مگر اُن کو کلکتہ سے گئے ہوئے تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ اُن کے پاس روپیہ نہ ملنے کی شکائتیں پہنچنے لگیں ودیاساگر نے اپنے دوست کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ روپیہ کیوں تقسیم نہیں ہوا۔ اُس نے خط کا جواب نہ دیا۔ مجبور ہو کر خود کلکتہ آئے۔ اور جب اس شخص سے روپیہ کا حال پوچھا تو اُس نے کہا کہ میں نے روپیہ اپنے خرچ میں لگا دیا۔ ودیاساگر یہ بات سُن کر نہایت افسوس کرنے لگے۔ مگر اُس شخص کو کچھ نہ کہا اور اپنے پاس سے کل روپیے کا بندوبست کر کے محتاجوں کا انتظام کیا۔

اِسی طرح ایک شخص نے اپنے آپ کو ایک مدرسہ کا طالب علم ظاہر کر کے ودیاساگر کے پاس دردناک خط روانہ کیا اور کہا کہ مجھے روپیے اور کتابوں کی ضرورت ہے۔ ودیاساگر نے روپیہ اور کتابیں اُس کے پاس بھیج دیں۔ اتفاقاً اس مدرسہ کا ایک اُستاد ودیاساگر سے ملا۔ اُنہوں نے اس سے دریافت کیا کہ تم فلاں لڑکے کو جانتے ہو اُس نے کہا کہ اس نام کا کوئی لڑکا ہمارے مدرسہ میں نہیں پڑھتا۔ ودیاساگر نے کہا کہ تم اچھے اُستاد ہو۔ تم اپنے لڑکوں کا نام نہیں جانتے اُس کے بعد جو چِٹھیاں اس لڑکے کے نام سے آئی تھیں

وہ اُنہوں نے اس اُستاد کو دکھائیں۔ وہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور کہنے
لگا کہ یہ شخص تو کتاب فروش ہے طالب علم نہیں۔ اس نے آپ کو بڑا
دھوکا دیا۔ اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنے آپ
کو مصیبت زدہ بیان کر کے اُن سے کثیر رقمیں قرض لیں۔ مگر کچھ
ادا نہ کیا۔

کالج کے انتظام میں بھی اپنے معتبر شخصوں کے کہنے سے
اُنہوں نے کبھی کبھی ملازموں کے ساتھ سختی کی۔ اور جب اُن کو
اصل حال معلوم ہوا تو اُنہوں نے بڑا افسوس ظاہر کیا۔

ان باتوں نے ودّیا ساگر کی طبیعت کو رفتہ رفتہ ایسا بدل دیا۔
کہ وہ کسی آدمی کا اعتبار نہ کرتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ پہلے میں
موتی لال سیل تھا۔ اب میں دوارکا ناتھ ٹھاکر ہوں۔ موتی لال سیل
ہر ایک اجنبی شخص کو نیک سمجھتا تھا۔ مگر دوارکا ناتھ ٹھاکر کا خیال
مختلف تھا۔

ودّیا ساگر کے دوست

ودّیا ساگر کی فیاضی بےغرضی اور فضیلت نے بڑے بڑے آدمیوں
کو اُن کا مداح اور دوست بنا دیا تھا۔ سر فریڈرک ہالیڈے۔ سر سیسل
بیڈن۔ سر پیٹر گرانٹ۔ سر ولیم گرے۔ لفٹنٹ گورنران بنگال سے
اُن کا گہرا تعلق تھا۔ اور وہ گورنمنٹ ہوس میں ہمیشہ بے تکلفی

سے آیا جایا کرتے تھے۔ کیونکہ لفٹننٹ گورنر صاحبان ہر ایک ضروری معاملہ پر ودیا ساگر سے مشورہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ودیا ساگر لفٹنٹ گورنر سے ملنے گئے۔ تو دیکھا کہ گورنمنٹ ہوس میں اور بہت سے افسر لفٹنٹ گورنر سے ملنے کے لئے کھڑے ہیں۔ جب ودیا ساگر کے آنے کی خبر لاٹ صاحب کو پہنچی اُنہوں نے فوراً ودیا ساگر کو اندر بُلا لیا جو لوگ عرصے سے منتظر کھڑے تھے وہ اِس بات سے نہایت ناراض ہوئے۔ اور اُن کی ناراضی کی خبر لاٹ صاحب تک پہنچی لاٹ صاحب نے کہا کہ تم لوگ اِس غرض سے میرے پاس آتے ہو کہ تم کو مجھ سے کچھ فائدہ ہو۔ مگر ودیا ساگر مجھ کو فائدہ پہنچانے آتے ہیں ۔

سر ولیم گرے کی مفصلہ ذیل چٹھی ظاہر کرتی ہے کہ اُن کو ودیا ساگر کی بڑی خاطر منظور تھی ۔

"جناب من بیتھوں سکول کے متعلق جو آپ نے خط لکھا ہے۔ وہ مجھے مل گیا۔ آپ کی تحریر بڑی دلچسپ اور مفید ہے۔ آپ ضرور تبدیل آب وہوا کے لئے ممالک مغربی شمالی کو جائیں۔ اگر میں چند دنوں میں کلکتہ واپس آگیا تو بہتر ورنہ آپ بیتھون سکول کے انتظام کی بابت اپنی تجاویز ممالک مغربی شمالی سے لکھ بھیجیں۔ اگر آپ چاہیں تو آپ کے آرام کے لئے میں وہاں کے گورنمنٹ افسران کے نام خط بھیج دوں۔"

راجہ پرتاب چند رسنگھ بہادر پیک پاڑا راج والے ودیا ساگر

کے دلی دوست تھے۔ میٹروپالٹین سکول بدھوابواہ اور گرل سکولوں
کے خرچ میں اُنھوں نے ودیاساگر کو بڑی مدد دی۔ دیگر راجگان بنگال
بھی اُن کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ودیاساگر کسی شخص
سے اپنے ذاتی فائدہ کے لئے نہ کچھ مانگتے تھے نہ کچھ لیتے تھے *

ایک دفعہ وہ تبدیل آب وہوا کے لئے بردوان گئے۔ راجہ
صاحب بردوان نے اُن کو ملنے کے لئے بلایا۔ اول تو اُنھوں نے
انکار کردیا مگر جب راجہ صاحب نے اصرار کیا تو ودیاساگر اُن کے
پاس گئے۔ راجہ صاحب نے کہا کہ آپ سے مل کر مجھے بڑی خوشی
ہوئی ہے۔ اور کچھ گفتگو کرنے کے بعد پانچ سو روپیہ نقد اور پشمینے کی
چادروں کا جوڑا اُن کی نذر کیا۔ ودیاساگر نے کہا کہ مجھے اس روپیہ
کی ضرورت نہیں۔ یہ روپیہ پاٹ شالہ پڑھانے والے پنڈتوں میں تقسیم
کرنا چاہیئے۔ یہ کہکر روپیہ اور چادروں کا جوڑا اُنھوں نے راجہ صاحب
کو واپس کردیا۔ راجہ صاحب یہ بے غرضی دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور
ہمیشہ کے لئے ودیاساگر کے دوست بن گئے *

یہ امر کہ کلکتہ کے بڑے بڑے لوگ ودیاساگر کا ادب کرتے
تھے اور اپنے نج کے جھگڑے بھی اُن سے فیصلہ کرانے کو تیار تھے
اس بات سے اچھی طرح ثابت ہے کہ ۷ رمئی ۱۸۸۵ء کو سر جوتندر و
موہن ٹیگور اور اُن کے بھائی سر سر ندرو موہن ٹیگور نے (جو یورپ
اور ہندوستان میں علم موسیقی کے ہمہ دان سمجھے جاتے ہیں) اپنی جائداد
کے تقسیم کے لئے ودیاساگر کو پنچ مقرر کیا۔ پنچ نامہ کا مضمون یہ ہے "

ہم دونوں بھائی جن کے دستخط اس دستاویز پر ثبت ہیں اس وقت تک اکٹھے رہتے رہے ہیں مگر اب ہم کو اکٹھے رکھنے میں دقت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ ہم علیحدہ علیحدہ رہیں اور اپنی مشترکہ جائداد کو تقسیم کریں مگر ہم آپس میں ایسے تقسیم نہیں کر سکتے جس سے دونوں خوش ہوں اس لئے ہم اس دستاویز کے ذریعہ سے آپ کو اپنا پنچ مقرر کرتے ہیں اور آپ کو اختیار دیتے ہیں کہ آپ کل حال دریافت کر کے ہماری منقولہ و غیر منقولہ جائداد تقسیم کریں ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپ کے فیصلہ کے پابند ہونگے اور اس میں ہم کو کوئی عذر نہ ہوگا۔ اگر ہم کوئی عذر کریں تو وہ عذر قابل پذیرائی نہ ہوگا۔ ان شرطوں پر ہم نے اپنی مرضی سے یہ پنچ نامہ لکھا ہے آپ آج کی تاریخ سے تین مہینہ کے اندر ہماری جائداد کی تقسیم کر دیں۔

دستخط جوتندر د موہن ٹیگور

سرندرو موہن ٹیگور

ودیاساگر نے اپنا بہت وقت خرچ کر کے کوشش کی کہ تقسیم مذکورہ بالا کی جاوے مگر بڑے گھروں کے معاملات ایسے پیچیدہ ہوتے ہیں کہ ودیاساگر بھی دق آ گئے۔ اور آخرکار انہوں نے مجبوراً پنچ کا کام کرنے سے انکار کر دیا۔ ودیاساگر کے دوست سب اچھے اچھے آدمی تھے۔ میں ان میں سے چند کے نام درج کرتا ہوں:۔

۱۔ بابو کالی کرشن متر ساکن باراسٹ۔

۲- پنڈت بجے کرشن گوسوامی۔
۳- بابو رام ٹونو لاہری۔
۴- بابو راج نرائن بوس۔
۵- بابو کیشب چندر سین۔
۶- بابو کرسٹو داس پال۔
۷- بابو دوارکا ناتھ مترجج ہائی کورٹ۔
۸- بابو اکھشی کمار دت مصنف۔
۹- بابو پرسنو کمار سرواد ہکاری پروفیسر پریزیڈنسی کالج کلکتہ۔
۱۰- بابو راج کرشن بنرجی پروفیسر پریزیڈنسی کالج کلکتہ۔
۱۱- بابو پیارے چرن سرکار " " "
۱۲- پنڈت گرش چندر ودیارتن پروفیسر سنسکرت کالج۔
۱۳- پنڈت دوارکا ناتھ ودیا بھوشن اڈیٹر سوم پرکاش۔
۱۴- ڈاکٹر درگا چرن بنرجی جو بابو سرندر ناتھ بنرجی کے والد تھے۔
۱۵- پنڈت برج ناتھ مکرجی۔
۱۶- بابو انادی پرشاد وکیل ہائی کورٹ۔
۱۷- بابو کالی چرن گھوس۔
۱۸- بابو انند کرشن گھوس۔
۱۹- مسٹر رومیش چندر دت بنگال کے مشہور مصنف وسابق کمشنر۔
یہ سب صاحبان ودیا ساگر کی دوستی کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔
اور ودیا ساگر بھی ان کے دلی خیر خواہ تھے ٭

مسٹر رومیش چندر دت ودیا ساگر کے ساتھ اپنی دوستی کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں ،، ودیا ساگر کی زندگی کے پچھلے بیس سال میں یعنی ۱۸۷۱ء سے ۱۸۹۱ء تک وقتاً فوقتاً میری اُن سے خط کتابت ہوتی رہی اور مجھ کو اُن سے ملنے کا بھی اتفاق ہوتا رہا۔ وہ اپنے گذشتہ کوششوں اور شکست و فتح کا ذکر بڑے جوش سے کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے دوستوں کا حال بھی جن کی ہمراہی میں اُنہوں نے بہت سے پبلک کام کئے تھے۔ مثلاً پرسنو کمار ٹیگور۔ رام گوپال گھوس۔ ہریش چندر مکرجی۔ کرسٹو داس پال مدن موہن ترک النکار۔ مدھو سودن دت۔ دگمبر متر وغیرہ بڑے شوق سے سنایا کرتے تھے اور یہ سب ایسے شخص تھے جنہوں نے اپنے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کا کام کیا تھا ؛

اپنی خوش قسمتی سے میں کبھی بزرگ ودیا ساگر کے ساتھ صبح کی سیر میں شامل ہو جایا کرتا تھا۔ کبھی کبھی مکان پر جا کر ان سے ملتا تھا اور اُن کی لائیبریری کو جس میں انگریزی اور سنسکرت کی بڑی قیمتی اور نایاب کتابیں تھیں دیکھنے کی اجازت حاصل کرتا تھا۔ جیسا کہ اُن کا تجربہ وسیع تھا ویسے ہی بے شمار قصے اُن کے یاد تھے اور اُن کی گفتگو آخری دم تک مذاق سے پُر تھی۔ میں نے چند ضلعوں میں جہاں میں ملازم تھا۔ لائیبریری یا ریڈنگ روم قایم کئے۔ ودیا ساگر نے ان کے واسطے بڑی خوشی سے اپنی تصنیفات کی کئی کاپیاں میرے پاس بھیج دیں اور جب ۱۸۸۵ء میں میں نے

باوجود اپنے ہموطنوں کی سخت مخالفت کے رگ وید کا ترجمہ بنگالی زبان میں شروع کیا ودیاساگر نے میری مدد کی اور میرے حوصلہ کو قائم رکھا۔ جو ترقی ہندوستانیوں نے اونیسویں صدی میں کی ہے وہ ہمارے حوصلہ اور امیدوں کو بڑھانے والی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ترقی ودیاساگر کی زندگی کے ساتھ بمقابلہ کسی دوسرے شخص کے زیادہ وابستہ ہے ؎ رنگے ہوئے کپڑے پہننے والے سادھوؤں سے ودیاساگر ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔ ایک دفعہ سوامی وویکانند کے گرو رام کرشن پرمہنس جی کی طرف سے ان کے پاس ایک شخص آیا۔ اور کہنے لگا کہ پرمہنس جی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ ودیاساگر نے اُن کے ساتھ ملنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس وقت تک پرمہنس کی اصلی خوبی لوگوں پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ بعدازاں پھر ودیاساگر کے پاس پرمہنس جی کی طرف سے پیغام آیا اُنہوں نے پرمہنس کے چیلے سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے گرو رنگے ہوئے کپڑے پہننے والے فقیروں جیسے تو نہیں ہیں۔ اُس نے کہا کہ وہ غیر معمولی شخص ہیں۔ یہ سُن کر ودیاساگر راضی ہو گئے۔ جب پرمہنس جی اُن کے پاس آئے تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اُنہوں نے پرمہنس کو بڑے ستکار سے بٹھایا۔ پرمہنس کہنے لگے کہ آج تک میں نے چھوٹے چھوٹے تالاب دیکھے ہیں۔ اب میری خوش قسمتی ہے کہ میں سمندر کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ ودیاساگر نے کہا کہ سمندر میں تو کھاری پانی ہوتا ہے۔ آپ بھی تھوڑا سا لیجائیے۔

پرمہنس نے کہا کہ آپ کھاری پانی والے ساگر نہیں ہیں۔ آپ میں موتیوں کی طرح انمول گُن بھرے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اور بہت سی باتیں دونوں مہاپُرشوں میں ہوتی رہیں۔ اور وہ ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے ۔

ودّیا ساگر کا مذہب

بعضے بزرگوں کا قول ہے کہ اگر تم کسی شخص کا مذہب دریافت کرنا چاہتے ہو تو اُس سے یہ بات مت دریافت کرو کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔ تم الہامی کتاب کے قائل ہو یا نہیں۔ تثلیث کے حامی ہو یا توحید کے۔ بجائے اس کے آپ کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ شخص بنی نوع انسان کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے۔ اپنے روزانہ بیوہار میں سچّا ہے یا جھوٹا۔ کیونکہ اگر عمدہ عمدہ اصول کسی شخص کے برزباں ہیں مگر اُس کے کرم اچھّے نہیں۔ تو یہ کہنا پڑے گا کہ اُس کا دھرم وہ اصول نہیں جن کو وہ کسی سبھا یا سوسائٹی میں شامل ہونے کی وجہ سے قبول کرتا ہے بلکہ درحقیقت اُس کا دھرم وہ اصول ہیں جن پر وہ عمل کرتا ہے۔ اگر ہم اس کسوٹی سے ودّیا ساگر کا دھرم پرکھنا چاہیں تو اپنے ہم وطنوں کی جو سیوا اُنہوں نے تن من دھن سے کی اُس کو مدنظر رکھ کر ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ ودّیا ساگر اعلےٰ درجہ کے دھرم آتما تھے۔ اگر کوئی شخص ایشور پرماتما کی مہربانی کا

مستحق ہے تو وہ شخص ضرور ہے۔ جس نے اپنی تمام زندگی بھر غریب اور بیمار استری پرشوں کو کھانا کھلانا۔ کپڑے دینا اُن کا علاج کرنا اور اُن کو تعلیم دینا اپنی لیاقت اور دولت کا اعلےٰ مقصد تھا۔

شروع شروع میں ودیا ساگر براہمو سماج میں داخل ہوئے۔ مگر طبیعت کے میلان نے تھوڑے ہی دنوں میں اُن کو سماج سے علیحدہ کر دیا۔ اُس زمانہ میں براہمو سماج کی نئی جوانی تھی جس طرح ایک زور آور نوجوان جوانی کے جوش میں اپنے بوڑھے والدین کو جہالت کا نمونہ خیال کرتا ہے۔ اور اُن کے وجود کو اپنی ترقی میں سدِّ راہ سمجھتا ہے اسی طرح براہمو سماج بھی ہندو سوسائٹی کے ہر ایک عمل سے بیزار تھا۔ مگر ودّیا ساگر ہندو سوسائٹی کے گذشتہ کارناموں کو یاد کر کے اس کی موجودہ حالت پر بجائے حقارت کے رحم کی نظر ڈالتے تھے۔ اور اُس کے زیر سایہ رہ کر اُس کی سیوا کرنا چاہتے تھے۔ اُس کو کمزور کرنا نہیں چاہتے تھے۔

علاوہ ازیں مذہبی تنگ دلی اُن کی طبیعت میں نام کو نہ تھی۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہان پرش دنیا کی بہتری کے لئے نیک خیالات کا پرچار کرتا ہے تو تھوڑے عرصہ میں اس کے گرد اس کے مداحوں کا ایک مذہبی فرقہ یا گروہ بن جاتا ہے۔ جو لوگوں کو اس بات کا اُپدیش دیتا ہے کہ اپنی زندگی نیک بناؤ۔ مصیبت میں صبر کرو۔ دوسرے کے قول یا فعل سے اگر تمہیں تکلیف پہنچے تو بُردباری کرو۔ اپنے قول یا فعل سے دوسرے کو نقصان مت پہنچاؤ۔

سمجھا

ایسے فرقے مختلف وقتوں اور ملکوں میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ گو اُن کے نام مختلف ہوتے ہیں مگر ان سب کا مدعا انسان کی اصلاح ہوتی ہے۔ ایسے فرقوں کی بدولت دنیا میں بہت نیک کام ہوا ہے اور اُن لوگوں پر بھی جو کسی خاص فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ خواہ مخواہ ان مذہبی گروہوں کی تعلیم کا اثر سورج کی روشنی کی طرح پڑتا ہے۔ مگر انسان کا کوئی کام نقص سے بری نہیں۔ اسی فرقہ بندی کی وجہ سے نہ صرف کم علم لوگ بلکہ اعلےٰ تعلیم یافتہ آدمی بھی جو اپنے لین دین میں ایماندار اور اپنے چال چلن میں بے عیب ہوتے ہیں۔ مذہبی معاملات میں ایسے تنگدل ہو جاتے ہیں۔ کہ اپنے مذہبی دائرہ سے باہر ان کو بالکل اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیتا ہے۔ وہ اَوروں کے مذہب میں سو سو نقص نکال لیتے ہیں۔ اپنے پنتھ کو خدا کا پیارا اور دوسروں کو کافر سمجھتے ہیں۔ آپ چاہے بھلے ہیں یا بُرے جہاں آپ کسی پنتھ میں شامل ہوئے اُس کے ممبر یقین کرنے لگتے ہیں کہ آپ کی نجات ہو گئی۔ دوسرے پنتھ میں چاہے کیسے ہی اچھے آدمی موجود ہوں اُن کی نیکی میں یقین کرنا آپ اور آپ کے دوستوں کے لئے ناممکن ہے۔ یہ تعصّب ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اب بھی موجود ہے اور غالباً آیندہ بھی رہیگا کیونکہ ہر ایک مذہب و ملت کے لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں۔ ودّیا ساگر کا یقین تھا کہ یہ تعصّب دھارمک زندگی کے لئے ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص نیک عمل کرنا چاہے تو اس کے لئے یہ پرخاش ضروری نہیں کہ

اُس کا دھرم کسی اور دھرم سے بہتر ہے یا بد تر۔ اِن وجوہات سے یہ نا ممکن تھا کہ ودیا ساگر تعصب اور لفظی جھگڑوں کے بندھنوں میں بہت عرصہ رہ سکتے۔ ان کا پکا بشواش تھا کہ اس دنیا میں ایک پرماتما کا راج ہے۔ مگر اُس تک پہنچنے کا کوئی خاص راستہ نہیں۔ بلکہ مختلف راستے ہیں۔ قدرت نے اُن کی طبیعت ایسی دہار مک بنائی تھی کہ اگر کوئی شخص اُن کے سامنے ایشور پرماتما کا ذکر کرتا تھا تو اُن کا دل موم کی طرح پگھلنے لگ جاتا تھا۔ کلکتہ کی گلیوں میں ایک فقیر ایک پُردرد راگ جو ہمہ اوست کے خیال سے بھرا ہوا تھا گاتا پھرا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ ودیا ساگر کے مکان پر پہنچ گیا۔ اُنہوں نے اُس کو اندر بُلایا۔ جب وہ اُس گیت کو جسے کلکتہ کے ہزاروں ہندو مسلمانوں نے بے پرواہی سے سُنا تھا گانے لگا تو ودیا ساگر کا دل بھر آیا۔ اور اُن کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔

مذہبی بحث مباحثہ سے وہ بہت پرہیز کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مذہب کے معاملہ میں کسی سے گفتگو بھی نہیں کرتے تھے۔ اس وجہ سے لوگوں کا خیال ہوتا تھا کہ ودیا ساگر لامذہب ہیں۔

ایک دفعہ پنڈت بجے کرشن گوسوامی اُن سے بات چیت کر رہے تھے۔ اثنائے گفتگو میں گوسوامی ایشور پرماتما اور اُس کی دیا کا ذکر کرنے لگے۔ ودیا ساگر ایشور پرماتما کا نام سن کر آنسو بھر لائے

یہ حالت دیکھ کر گوسوامی کہنے لگے کہ میں حیران ہوں۔ آپ کو بہت سے لوگ لا مذہب کہتے ہیں۔ ودیا ساگر نے پوچھا کہ مجھے لوگ لا مذہب کیوں کہتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں نے کئی شخصوں کو یہ بات کہتے سُنا ہے کہ ودیا ساگر ایشور کے ایسے مخالف ہیں کہ اُنہوں نے اپنی کتاب بودھ اودے میں ایشور کا نام تک بھی نہیں لکھا۔ ودیا ساگر نے کہا کہ اُن کی یہ رائے غلط ہے۔ آپ اُن سے کہدیجئے کہ وہ کتاب اب پھر چھپنے والی ہے اُس میں ایشور کا نام ضرور لکھا جائیگا۔

باوجود ودیا ساگر کی خاموشی کے لوگ چاہتے تھے کہ ایسے مہاں پُرش کی رائے دھرم کے متعلق دریافت کریں۔ ایک دن اُن کے دوست ڈاکٹر امولیہ چرن بوس نے بڑی ضد کی۔ اور اُن سے کہا کہ آپ کو بتانا پڑیگا کہ آپ کا دھرم کیا ہے۔ لاچار ودیا ساگر نے کہا کہ میری رائے میں اگر لوگ بھگوت گیتا کے اصولوں پر چلیں تو اچھا ہے۔

جس زمانہ میں ودیا ساگر کی پبلک خدمتوں کی وجہ سے ان کا نام نامی لوگوں کی زبان پر تھا۔ اور سب چھوٹے بڑے اُن کا ادب کرتے تھے چند آدمی اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ آج کل بڑے مشہور ہیں۔ اگر آپ کوئی نیا مت چلانا چاہیں تو بڑی آسانی سے چل جائے۔ ودیا ساگر نے کہا کہ میں کوئی مت چلانا نہیں چاہتا۔ دُنیا میں متوں کی کچھ کمی نہیں ہے پھر اُنہوں نے

نیا مت

یہ کہانی سُنائی کہ ایک دفعہ دھرم راج کچہری کر رہے تھے۔ اُن کے سامنے چند آدمی پکڑے ہوئے آئے۔ دھرم راج نے اُن سے پوچھا کہ تم فلاں دیوتا کو کیوں پوجتے تھے انہوں نے کہا کہ مہاراج ہم کو تو یہ پوجا فلاں پرچارک نے سکھائی تھی۔ یہ سُن کر دھرم راج نے اُن کو پانچ پانچ بید کی سزا دی۔ ان کے بعد پرچارک پیش ہوا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تم نے اُس دیوتا کی پوجا کا پرچار کیوں شروع کیا اس نے کہا کہ مہاراج مجھے تو ودیا ساگر نے پرچار کرنے کے لئے کہا تھا حکم ہوا کہ اس پرچارک کے پانچ بید اپنے واسطے اور پانچ بید ہر ایک شخص کے واسطے جو گمراہ کیا تھا لگائے جائیں۔ اس سے پیچھے مجھ کو بھی دھرم راج کے سامنے بلایا گیا میرے بھی پانچ بید اپنے واسطے اور پانچ ہر ایک پرچارک کے واسطے اور پانچ پانچ ہر ایک شخص کے واسطے جس کو میرے پرچارکوں نے گمراہ کیا تھا لگائے گئے۔ اس لئے اب میں کوئی نیا مت نہیں نکالنا چاہتا۔ یہ بات کہہ کر انہوں نے مہابھارت کا ایک شلوک پڑھا:-

वेदा विभिन्ना: स्मृतयो विभिन्ना:
नासौ मुनिर्यस्य मतं न भिन्नम् ।
धर्मस्य तत्वं निहितं गुहायां
महाजनो येन गत: स पन्था ॥

جس کا مطلب یہ ہے کہ دھرم کے متعلق ویدوں کا آپس میں اختلاف ہے سمرتیوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ اور ایسا کوئی منی

نہیں جس کی رائے دوسرے رشیوں سے مختلف نہ ہو۔ دھرم کا راستہ ایک غار میں چھپا ہوا ہے۔ اور راستہ وہی چلنے کے لایق ہے۔ جس پر مہاں پرش چلے ہیں۔ اگرچہ ودیاساگر کا کسی مذہبی فرقہ سے تعلق نہ تھا۔ مگر قدرتاً اُن کی طبیعت میں ایسی عمدہ خاصیتیں موجود تھیں جو اور لوگوں کو بڑے تپ جپ سے حاصل ہوتی ہیں ٭

۱۸۹۰ء میں ودیاساگر اور اُن کے چھوٹے بھائی شمبھو چندر اپنے پُرانے گرو کالی کانت چیٹر جی کے بیٹے شاماں چرن کے گاؤں کی طرف چندر نگر سے جارہے تھے۔ راستہ میں اُن کو ایک شخص نے اپنے گھر بلا لیا۔ اس شخص کا بیٹا جذامی تھا۔ اپنے باپ کے کہنے سے وہ لڑکا چلم بھر کر لایا۔ شمبھو چندر نے اشاروں سے ودیاساگر کو بہتیرا منع کیا کہ اس لڑکے کی بھری ہوئی چلم مت پینا۔ مگر وہ کب مانتے تھے۔ فوراً اُس لڑکے سے چلم لے کر اُنہوں نے حُقہ پینا شروع کر دیا۔ پھر وہ لڑکا کچھ مٹھائی لایا۔ وہ بھی ودیاساگر نے لے کر کھالی۔ جب اُس گاؤں سے باہر آئے تو شمبھو چندر نے بہت ناراض ہو کر ودیاساگر سے کہا کہ آپ نے نہایت نامناسب حرکت کی کہ اُس لڑکے کی چھوئی ہوئی چلم پی لی۔ اور مٹھائی کھالی۔ ودیاساگر یہ بات سُن کر افسوس کرنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اے شمبھو اگر تم جذامی ہوتے تو کیا میں تمہاری چھوئی ہوئی چیزیں استعمال نہ کرتا؟۔

وِدّیا ساگر کے ماتا پتا

ہلکے امیر آدمی جو غریبی سے امیری پر پہونچتے ہیں اپنے غریب ماں باپ کی پرواہ نہیں کرتے مگر جوں جوں وِدّیا ساگر نے دولت اور رتبے میں ترقی کی وہ اپنے ماں باپ پر نثار ہوتے گئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ دنیا میں ماتا پتا ہمارے دیوتا ہیں ہم کو اُن کی پرستش کرنی چاہیئے۔ خوش قسمتی سے وِدّیا ساگر کے ماتا پتا درحقیقت دیوتا ہی تھے۔ وِدّیا ساگر نے اپنی مستقل مزاجی اور لیاقت انتظام اپنے باپ سے ورثہ میں پائی تھی۔ اور اپنی لاثانی فیاضی اور ہمدردی اپنی ماتا سے حاصل کی تھی اس فیاضی اور مستقل مزاجی نے ہزاروں بندگان خدا کی مصیبت کو دُور کیا۔ کس طرح ممکن تھا کہ وِدّیا ساگر اپنے خدا کے بعد اپنے والدین کی پرستش نہ کرتے۔ وہ اپنی ماں کے غلام تھے۔ کیا مجال کہ کوئی بات اُن کی ماں کہے اور وہ نہ مانیں ❋

جن دنوں میں وِدّیا ساگر فورٹ ولیم کالج میں ملازم تھے ان کے چھوٹے بھائی شمبھو چندر کی شادی کے موقعہ پر ان کی ماں نے ان کو بیرسنگھ آنے کے لئے کہلا بھیجا وِدّیا ساگر نے چھٹی کی درخواست کی۔ درخواست نامنظور ہوئی۔ وِدّیا ساگر نے کہا کہ اگر مجھے چھٹی نہ ملیگی تو میں نوکری سے استعفاء دے دونگا۔ خیر بڑی

مشکل سے چھٹی ملی موسم برسات کا تھا راستہ میں ایک ندی چڑھ رہی تھی اُنہوں نے اپنے نوکر سے کہا کہ تم کلکتہ واپس چلے جاؤ اور آپ ندی میں کود پڑے اور تیرتا اپنے گاؤں میں جا پہنچے وہاں اُن کی ماں اُن کے انتظار میں رو رہی تھی وہ جاتے ہی اپنی ماں کے پاؤں پر جا گرے۔ ماں اور کنبے کے سب لوگ اُن کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ یہ تو معمولی بات تھی اور بہت سے واقعات سے لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ کڑے دل ودّیا ساگر اپنے ماں کے سامنے موم ہو جاتے ہیں۔ ودّیا ساگر ہر ایک معاملہ میں اپنے ماتا سے مشورہ کر لیتے تھے ؛

اُنہوں نے ایک دفعہ پوچھا کہ اے ماتا دُرگا پوجا پر چھ سات سو روپیہ خرچ کرنا اچھا ہے یا اتنا ہی روپیہ غریب آدمیوں کی مدد کے لئے خرچ کرنا اچھا ہے۔ ماں کا جواب صاف تھا کہ اے بیٹا اگر اتنا روپیہ غریب آدمیوں کو دیا جائے تو دُرگا پوجا پر روپیہ لُٹانے سے بہتر ہے ؛

ایسے ہی دھرماتما ان کے پتا تھے وہ کہا کرتے تھے کہ ایک زمانہ تھا جب ہم کو روٹی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ اب پرماتما نے ہم کو دھن دیا ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ اُس دھن سے غریبوں کو روٹی کھلاویں۔ ایسے ماتا پتا کی سہائتا سے جو جو اچھے کام ودّیا ساگر نے کئے وہ پہلے معلوم ہو چکے ہیں۔ ودّیا ساگر نے اپنے والدین کی بڑی بڑی تصویریں جن پر بہت روپیہ لگا تھا کلکتہ چندر نگر اور کرمتار کے

مکانوں میں لگائی ہوئی تھیں۔ وہ ہر روز صبح اُٹھ کر اُنہیں پرنام کرتے
تھے۔ اور اپنے کام میں اُن سے سہائتا چاہتے تھے۔ جب ودیا ساگر نے
بیرسنگھ میں مدرسہ کھولا تو اس مدرسہ کا نام کوئی کچھ رکھنا چاہتا تھا۔ کوئی کچھ
رکھنا چاہتا تھا۔ مگر ودیا ساگر نے اُس مدرسہ کا نام اپنی پیاری ماں کے نام
پر بھگوتی ودیالہ رکھا۔ مائی بھگوتی اور ٹھاکر داس بنرجی آخیر دنوں میں بنارس
آگئے۔ وہاں اُن کی آسایش کے لئے ودیا ساگر بہت روپیہ بھیجتے تھے۔
اور جب کبھی ماتا پتا کی تکلیف کی خبر آتی تھی تو وہ خود بنارس پہنچتے تھے ❖

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ بنارس میں بھی ودیا ساگر کی طرف سے
بہت سے غریبوں کو مدد دیجاتی تھی۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ودیا ساگر یہ
خرچ اپنی مُکتی حاصل کرنے کے لئے نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اُن کی غرض
صرف یہ تھی کہ غریب آدمیوں کو کھانے اور کپڑے کی تکلیف نہ ہو۔ ایک
دفعہ بنارس میں چند برہمن اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ کا
باپ ہم کو اتنا دان دیتا ہے آپ بھی کچھ دیجئے۔ ودیا ساگر نے کہا کہ جو
دان تم نے لینا ہے وہ میرے پتا ہی سے لو۔ میرے لئے تو میرے ماں
باپ ہی اَن پورنا[۱] اور بشیشور ہیں یہ کہہ کر اُنھوں نے یہ شلوک پڑھا ❖

पिता धर्म्मः पिता स्वर्गः
पिता हि परमं तपः ।
पितरि प्रीतिमापन्ने
प्रियन्ते सर्व देवताः ॥

[۱] ان پورنا اور بشیشور کے نام پر بنارس میں مندر ہیں ❖

اس کا یہ مطلب ہے کہ پتا ہی دھرم ہیں پتا ہی سورگ ہیں اور پتا ہی اعلےٰ درجہ کی پرستش ہیں۔ جب پتا پرسن ہوتے ہیں تو سب دیوتا پرسن ہوتے ہیں*

افسوس ہے کہ جب مائی بھگوتی جی کا ۱۸۷۰ء میں ہیضہ کی بیماری سے انتقال ہؤا اُس وقت ودّیاساگر اُن کے پاس بنارس میں موجود نہ تھے۔ اپنی ماں کے مرنے کی خبر سُن کر ودّیاساگر زار زار روئے اُن کے غم میں شاستروں کے حکم کے مطابق اُنہوں نے ایک سال تک اپنے ہاتھ سے کھانا پکایا۔ اور جوتی۔ چارپائی اور چھتری سے پرہیز کیا۔ جب اُن کی ماں کا ایکوشٹ شرادھ ہوا تو ودّیاساگر بنارس میں تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ بھگوتی دیوی براہمنوں کو کھانا کھلا کر بڑی خوش ہوا کرتی تھی۔ اسلئے اُنہوں نے مہاراشٹر براہمنوں کو کھانا کھلانے کے لئے بلایا اور اُن کے پاؤں آپ دھوئے*

ماں کے مرنے کے بعد وہ اپنے باپ کی خوب سیوا کرتے تھے۔ کبھی کبھی بنارس میں آجاتے تھے۔ اور جب تک وہاں رہتے تھے ان کے لئے کھانا خود پکاتے تھے۔ اور جس تھالی میں اُن کے پتا کھانا کھاتے تھے اس ہی تھالی میں اُن کے بعد آپ بھی کھاتے تھے*

ایک دفعہ اُن کے بھائی شمبھو چندر نے کہا کہ آپ بازار میں سودا خود خریدنے نہ جایا کریں کیونکہ ہم کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ آپ جیسے مہان پرش اس طرح بازاروں میں سودا خریدنے

بھریں۔ اُنھوں نے کہا کہ جب میں بازار میں جاؤں تو تم میرے سے
علیحدہ ہو جایا کرو میں بازار سے وہ چیزیں جو میرے پتا کو چاہئیں
ضرور خود خریدونگا۔ یہ کام نوکروں کے سپرد کرنا نہیں چاہتا ٭

ٹھاکر داس بنرجی سمت ۱۲۸۳ مطابق ۱۸۷۶ء میں بمقام بنارس
گئے اُس وقت ودیاساگر بھی اُن کے پاس تھے اُنھوں نے ارادہ
کر لیا تھا کہ میں اپنے باپ کا شرادھ بنارس میں آپ کرونگا۔ مگر وہ
خود بھی بہت بیمار ہو گئے اور اُن کو بنارس سے چلے جانے کے
لئے مجبور کیا گیا ٭

ودیاساگر اپنے ماں اور باپ کے مرنے کے بعد اپنے گھر میں
سب سے بزرگ ہو گئے مگر ماں اور باپ کی زندگی میں جو خوشی
ودیاساگر کے دل میں تھی اب وہ بالکل نہ رہی اُن کے ماں اور
باپ اُن کے ہم خیال تھے اور کیا دان پن اور کیا بدھوا بواہ سب
معاملات میں ودیاساگر کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔ مگر اب وہ دونو
متر ودیاساگر کو اکیلا چھوڑ گئے ان کی استری شری متی دینومی دیوی
اُن کی کسی طرح سے مددگار نہ تھی ودیاساگر اپنے ماں باپ کے داس
تھے۔ دینومی دیوی اپنی ساس سُسرے کا اُن کی زندگی میں
ادر ستکار کرنا تو درکنار ان کا نرادر کرتی تھی۔ ودیاساگر بدھواؤں
کا دُکھ دیکھ کر کانپتے تھے اور ہزاروں روپیہ اُن کا دُکھ دور کرنے
کے لئے خرچ کرتے تھے۔ بدھوا بواہ کے معاملہ میں اُنھوں نے
در حقیقت بڑا حوصلہ دکھایا۔ مگر دینومی دیوی بدھوا بواہ کی بڑھی

مخالف تھی میں حیران ہوں کہ ودیاساگر نے باوجود اپنی دھرم پتنی کی بدمزاجی اور مخالفت کے اتنی لمبی زندگی میں ایسے بڑے اُتم کارج کس طرح کئے ٭

نارائن چندر ودیاساگر کا صرف ایک ہی پُتر تھا مگر ودیاساگر اُس سے سخت ناراض تھے اور بہت عرصہ تک اُنہوں نے اُس کو اپنے پاس آنے نہ دیا۔ اُن کی وصیت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نارائن چندر کے گذارہ کے واسطے اُنہوں نے کوئی رقم مقرر نہیں کی۔ ممکن ہے کہ لوگوں نے باپ بیٹے کی رنجش کو زیادہ بھڑکا دیا ہو مگر اس میں شک نہیں کہ ودیاساگر اپنے اکلوتے بیٹے کو اپنی مرضی کے موافق نہ دیکھ کر نہایت غمگیں ہوتے ہونگے۔ آخر کار نارائن چندر نے نہایت عجز سے ودیاساگر کو ایک لمبی چوڑی چٹھی لکھی جس کا یہ مضمون تھا۔ "کہ آپ دیوتا ہیں اور میں بڑا بدقسمت ہوں کہ اپنی تقصیر سے میں نے آپ کو ناراض کر دیا آپ مجھے معاف فرماویں۔ جب میں آپ سے دُور ہوں تو بیماری میں آپ کی سیوا کس طرح کر سکتا ہوں۔ آپ کا پُتر کہلانے کا کس طرح مستحق ہوں اور میرا بیٹا اپنے آپ کو آپ کا پوتا کس طرح کہ سکتا ہے"۔

یہ چٹھی بڑی پُر درد ہے۔ اور ظاہر کرتی ہے کہ ودیاساگر نارائن چندر سے بڑے ناراض تھے۔ چٹھی پڑھ کر ودیاساگر کی محبت نے جوش مارا اُنہوں نے نارائن چندر کو اپنے پاس بُلا لیا ٭

[آ]خری وقت

۸۸ سنہ ۶ء میں دینومی دیوی کا انتقال ہوا اور باوجود اختلاف رائے کے اتنے پُرانے [سا]تھی کے علیحدہ ہونے پر ودّیاساگر نہایت غمگین ہوئے۔ اور [کہ]نے لگے کہ اب میرے لئے کچھ باقی نہیں رہا۔ مجھ کو بھی رخصت [ہ]ونا چاہیئے۔ ودّیاساگر کی عمر اس وقت ۶۸ سال کی تھی۔ اب وہ [و]قت آ رہا تھا کہ اُن کی روح اُن کے تھکے ہوئے جسم سے علیحدہ [ہو]۔ جن واقعات کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔ [کہ] ودّیاساگر کی زندگی بڑی سخت محنت کی تھی۔ بچپن میں غریبی کی وجہ [س]ے جسم کی پرورش اچھی نہ ہو سکی تھی۔ جب بڑے ہوئے اور [لا]کھوں روپئے ہاتھ میں آئے۔ اُس وقت بنی نوع انسان کی [ت]کلیفوں نے ودّیاساگر کی طبیعت کو دُنیا کے آرام سے بالکل متنفر کر دیا۔ وہ تکلیف اُٹھانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ [ج]ب اُن کا داماد گوپال چندر سماج پتی جوانی کی عمر میں مر گیا تو اپنی [ب]یٹی کی دلداری کی غرض سے وہ بھی بہت عرصہ تک صرف ایک [و]قت کھانا کھاتے رہے۔ علاوہ ازیں اُن کی دماغی محنت کا بھی [ک]چھ ٹھکانا نہ تھا۔ اعلےٰ درجہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا۔ اپنی کتابوں کا لکھنا بدھوا بواہ کا پرچار سخت مخالفت کے مقابلہ میں کرنا۔ کالج کا انتظام کرنا معمولی کام نہیں۔ اس پر طرفہ یہ کہ اپنے رشتہ داروں سے بجائے مدد کے اُن کو بڑی تکلیف پہنچتی تھی۔ رشتہ داروں کا تو یہ خیال تھا کہ جو روپیہ ودّیاساگر غیروں پر لٹا رہے ہیں۔

اگر وہ گھر میں رہتا تو گھر والوں کو فائدہ پہنچتا۔ ودیا ساگر کو اس خیال سے بالکل اتفاق نہ تھا۔ اور یہ تنگدلی دیکھ کر وہ نہایت ناراض ہوتے تھے۔ ان سب باتوں سے ودیا ساگر کی صحت پر بڑا خراب اثر ہوا۔ اور تعجب ہے کہ اُنھوں نے اتنے عرصہ تک سخت محنت سے اپنی قوم اور رشتہ داروں اور سرکار کی خدمت کس طرح کی۔

سنہ ۱۸۶۶ء میں جب مس کارپنٹر کلکتہ میں آئیں تو ودیا ساگر اُن کو کلکتہ اور گرد نواح کے گرل سکول دکھانے گئے۔ راستہ میں اُن کی گاڑی اُلٹ گئی۔ اور وہ سڑک پر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس صدمہ سے ودیا ساگر کو تکلیف ہوئی اور ایک دائمی بیماری اُن کے جسم کو لگ گئی۔ بڑے بڑے ڈاکٹروں کی صلاح سے وہ بہت سے مقامات میں تبدیل آب و ہوا کے واسطے گئے۔ سنتھال پرگنوں میں بمقام کرمتار اُنھوں نے مستقل سکونت اختیار کی مگر اُن کو تبدیل آب و ہوا سے بہت فائدہ نہیں ہوا۔ ڈاکٹروں نے افیون کھانے کی رائے دی۔ کئی سال افیون کھائی۔ مگر اُس سے بھی درد کی جڑ نہ گئی۔ دسمبر سنہ ۱۸۹۰ء میں اُنکی صحت نہایت خراب ہو گئی اور وہ چھ ماہ تک گنگا کے کنارے چندرنگر میں رہے۔ پھر کلکتہ میں آئے۔ ڈاکٹر ہیرالال گھوس۔ ڈاکٹر مہولیہ چرن بوس۔ ڈاکٹر کانل۔ ڈاکٹر برچ اور ڈاکٹر سالزر نے ان کے جسم کا ملاحظہ کیا۔ سب کی یہی رائے ہوئی کہ بیماری لاعلاج ہے۔ باوجود سخت تکلیف اور ناامیدی کے ودیا ساگر کی طبیعت میں بڑی شانتی تھی۔ آہستہ آہستہ اُن کے چہرہ کی روشنی کم ہوتی گئی۔ آخر کار ۱۳۔ ساون مطابق ۲۹۔ جولائی سنہ ۱۸۹۱ء کو

رات کے دو بجے ۱۸ منٹ پر اُن کی روح جسم سے علیٰحدہ ہو گئی ؛
ودّیاساگر کی موت کی خبر سُن کر کلکتہ میں کہرام مچ گیا۔ کلکتہ نے ودّیاساگر کے بڑے بڑے کارنامے دیکھے تھے۔ اُن کی فیاضی نے کلکتہ پر بڑے بڑے احسان کئے تھے۔ کلکتہ کے ماتم کی کیا حد تھی۔ ہزاروں طالب علم ننگے پیر اُن کے بوان کے ساتھ ہوئے۔ جب میٹروپالی ٹن کالج کے پاس پہنچے تو آخری ملاقات کے لئے اُن کا بوان کالج میں ٹھیرایا گیا
وہاں ودیاساگر کے بیٹے نارائن چندر نے پُردرد آواز سے پکار کر کہا کہ اے میرے پیارے پتا یہ آپ کا میٹروپالی ٹن کھڑا ہے آپ مجھ کو سورگ سے اسیس دیں اور بل دیں کہ میں آپ کا اُتم کام قائم رکھوں۔ یہ آواز سُن کر سب لوگ آنسو بھر لائے۔ شمشان میں پہونچ کر بابو سرت چندر سین نے ودّیاساگر کی تصویر کھینچی۔ وہاں ہزاروں مرد عورت اور بچّے ودّیاساگر کو آخری نگاہ سے دیکھنے کے لئے آئے اور جب ضروری رسومات ادا ہو چکیں تو صندل کی چتا بنا کر ودّیاساگر کو جلایا گیا ؛

یادگار اِس موت کے افسوس میں کلکتہ کے تمام پرائیویٹ سکول اور کالج بند کئے گئے میٹروپالی ٹن کالج کے طالب علموں نے جوتا پہننا چھوڑ دیا۔ اور جا بجا ماتمی جلسے ہونے لگے۔ پریزیڈنسی کالج میں جلسہ ماتمی کے پریزیڈنٹ مشہور مسٹر ٹانی تھے۔ مٹیروپالی ٹن کالج میں ڈاکٹر گرو داس بنرجی اور سنسکرت کالج میں پنڈت بھوبن موہن ودّیارتن ساکن ندیا تھے ایسے ماتمی

جلسے ہوڑا ہوگلی۔ سیرامپور۔ بردوان۔ گوہٹی۔ ڈھاکہ۔ باری سال۔ تپرا۔ کوچ بہار وغیرہ مقامات میں بھی ہوئے۔ ڈھاکے کے جلسے میں راجا راجندر نرائن رائے رئیس نے تین ہزار روپے اس غرض سے دئے کہ اُن کے سود سے ایک وظیفہ ودّیا ساگر کے نام پر ایسے لڑکے کو دیا جاوے جو ڈھاکہ کالج سے امتحان انٹرنس میں سنسکرت کے مضمون میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرے۔ کالی گنج سکول میں جو جلسہ ہوا اس میں یہ تجویز ہوئی کہ اُس سکول کا جو طالب علم ودّیا ساگر کے جیون چرتر پر سب سے عمدہ مضمون لکھیگا اُس کو تمغہ دیا جائیگا دیگر مقامات میں ہسپتال اور لائبریری کھولی گئیں ٭

۲۷ راگست ۱۸۹۱ء کو ٹاؤن ہال (کمیٹی گھر) کلکتہ میں ایک عظیم الشان جلسہ اس غرض سے ہوا کہ پنڈت ایشور چندر ودّیا ساگر کی پبلک خدمات کی کوئی مناسب یادگار قائم کی جاوے۔ اس جلسے کے پریزیڈنٹ سر چارلس ایلیٹ لفٹننٹ گورنر بنگال تھے۔ اس جلسے میں ودّیا ساگر کے نیک کاموں کی تعریف میں بڑے بڑے آدمیوں نے تقریریں کیں اور بعد میں ودّیا ساگر کی یادگار قائم کرنے کے واسطے چندہ اکٹھا کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کے میر مجلس سر رمیش چندر متر سابق جج ہائی کورٹ کلکتہ تھے۔ چونکہ کلکتہ اور مفصلات میں مختلف کالجوں اور سکولوں و کمیٹیوں نے ودّیا ساگر کے نام پر وظیفے اور انعام قائم کرنے اور اُنکی

تصویر بنوانے کے واسطے علیحدہ علیحدہ چندہ اکٹھا کیا تھا اس لئے سر رومیش چندر کی کمیٹی کے پاس صرف نو ہزار اکتالیس ۹۰۴۱ روپیہ چندہ اکٹھا ہوا جس میں سے ایکہزار پچاس ۱۰۵۰ روپے میں تو جے پور کے پتھر سے بنارس کے مشہور سنگتراش درگا مستری نے ودیاساگر کی مورت بنائی۔ سات سو باسٹھ ۷۶۲ روپے اس مورت کا چبوترہ بنانے اور اُس پر بنگالی سنسکرت اور انگریزی حروف میں ودیاساگر کا نام وغیرہ کندہ کرنے میں صرف ہوئے۔ علاوہ ازیں بابو فینی بھوشن سین سے جو کلکتہ کا مشہور مصور ہے ودیاساگر کی تصویر بھی بنوائی گئی باقی روپیہ کمیٹی کے پاس وظیفہ مقرر کرنے کے لئے باقی رہا۔

۲۹ مارچ ۱۸۹۹ء کو سنسکرت کالج میں ایک اور جلسہ ہوا جس کے میر مجلس سر جان وڈبرن صاحب لفٹنٹ گورنر بنگال تھے۔ اس جلسے میں علاوہ دیگر اشخاص کے مہاراجہ بہادر سر جوتندر وموہن ٹھاکر۔ آنریبل راجہ پیکھشور رائے رئیس بھرپور۔ آنریبل جسٹس جینکنس۔ آنریبل جسٹس گورو داس بنرجی۔ آنریبل جسٹس ماوہپ چندر رگھوس۔ آنریبل مسٹر اولڈھم ممبر ریونیو بورڈ۔ مسٹر پیڈلر ڈائرکٹر محکمہ تعلیم۔ ڈاکٹر مہندر ولال سرکار۔ آنریبل سر ندرو ناتھ بنرجی آنریبل نرندرو ناتھ سین۔ بابو پرتاب چندر موزمدار وغیرہ صاحبان موجود تھے۔

سر جان وڈبرن نے ودیاساگر کی مورت اور تصویر کے اوپر

سے پردہ اُٹھا کر اُن کو پبلک کے سامنے ظاہر کیا اور بعد ازاں صاحب موصوف نے مفصلّہ ذیل تقریر کی ۞

"مجھے افسوس ہے کہ پنڈت ودیا ساگر سے میری ذاتی واقفیت نہ تھی مگر مجھے ایسے شخص کی عزت کرنے میں بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ جس کے کارنامے نہ صرف اُس کے ہم وطنوں کو معلوم تھے بلکہ جن سے ہر ایک یورپین جس کو ہندوستان اور اُس کے سربرآوردہ لوگوں کی ترقی سے کچھ دلچسپی ہے واقف تھا۔ ہندوستان میں معمولی بات ہے کہ جس قدر کسی پنڈت یا شاستری کی علمیت زیادہ ہو اُسی قدر اُس کے عقائد اور خیالات ترقی کے خلاف ہوتے ہیں مگر پنڈت ایشور چندر مسلّمہ طور پر ودّیا کے ساگر تھے تاہم سوشل ریفارم میں وہ سب سے آگے تھے اور باوجود سوشل ریفارمر ہونے کے وہ اپنے مذہب کے بنیادی اصولوں پر قائم تھے۔ سوشل ریفارم کی تہ میں اُن کی طبیعت کی ایسی گہری فیاضی اور دیالتا تھی۔ جو ذات پات کے بندھن سے بالکل آزاد تھی۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے لڑکیوں کی تعلیم کا بیڑا اُٹھایا۔ اسی دیا بھاؤ کے زور نے اُن کو بدھوا بواہ کا بے ڈر اور مضبوط سہائک بنایا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ لڑکیاں چھوٹی سی عمر میں بدھوا ہو کر مرد کی اُس محبت اور ساتھ سے محروم ہو جاتی ہیں جو انسانی زندگی کا سہارا اور اُس کی خوبصورتی کا باعث ہیں۔ ودّیا ساگر نے بنگالی زبان کو سنسکرت کے بے حد خزانہ سے مالامال کر کے

اُس زبان کے طرز تحریر کو عمدہ بنا دیا اور خود کتابیں لکھ کر بنگالی لٹریچر کی بنیاد ڈال دی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر اُن کی پاکیزہ زندگی اور فیاضی تھی اُن کی تمام عمر اور دولت بنی نوع انسان کی ساتھ نیکی کرنی میں خرچ ہوئی۔ ایسے شخص کی بزرگی ہر ایک قوم کے لوگوں کے دل میں گھر کرتی ہے۔ اس لئے اُن کے مرنے کے بعد بھی انگریز اور ہندوستانی سب ودیا ساگر کو محبت اور ادب سے یاد کرتے ہیں "

ڈاکٹر مہندر و لال سرکار نے لفٹنٹ گورنر صاحب کا شکریہ ادا کرتے وقت فرمایا "پنڈت ایشور چندر دیا کا اوتار تھے۔ اگرچہ اُن کا دماغ نہایت اعلےٰ درجہ کا تھا مگر اُن کے دل کو اُس پر بھی فضیلت تھی۔ اُنھوں نے تمام زندگی بھر غریبوں بیماروں اور اپاہجوں کی مدد کی۔ بلاشبہ اُن کے دماغی کارنامے نہایت ہی اعلےٰ درجہ کے ہوتے اگر وہ اپنے وقت کا بہت زیادہ حصہ رفاہ عام میں خرچ نہ کرتے "

عورتوں نے بھی ودیا ساگر کی یادگار قائم کرنے کے لئے قدم آگے بڑھایا۔ بدھوا بواہ کے کاج سے۔ بیسیوں گرل سکول قائم کرنے سے۔ کولین براہمنوں کی بے شمار شادیوں کی مخالفت سے۔ اور اپنی فیاضی سے ودیا ساگر نے اچھی طرح سے ثابت کر دیا تھا کہ عورتوں کے ساتھ اُن کی ہمدردی زبانی جمع خرچ پر محدود نہیں تھی۔ تمام بنگال کی عورتیں اُن کو اپنا مہربان سمجھتی تھیں۔

عورتوں کا جلسہ بیتھون کالج کے بڑے کمرہ میں ہوا۔ اُس میں ہندو قوم کے سب فرقوں کی تعلیم یافتہ عورتیں شامل تھیں۔ مس چندر مکھی بوس ایم۔ اے نے بہ حیثیت ممبر مجلس اس جلسہ کے کام کو بڑی لیاقت سے سرانجام دیا۔ سولہ سو ستر روپیہ چندہ اکٹھا ہوا۔ اور بیتھون کالج کمیٹی کے پاس اس غرض سے بھیجا گیا کہ اس روپیہ کے سود سے ایک وظیفہ مقرر کیا جائے۔ اور جو ہندو لڑکی سکول کی تیسری جماعت پاس کرنے کے بعد انٹرنس کے امتحان کے لئے پڑھنا چاہے۔ اُس کو وہ وظیفہ دیا جائے جب یہ رقم بیتھون کالج کمیٹی کے پاس پہنچی تو اُنہوں نے بھی ایک جلسہ کیا۔ جس میں لارڈ الگن وایسرائے ہند اور بڑے بڑے انگریز و ہندوستانی صاحبان موجود تھے۔ اس جلسہ میں کمیٹی کی طرف سے بیان کیا گیا کہ پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر نے بیتھون صاحب کو بیتھون سکول قائم کرنے میں بڑی مدد دی تھی۔ اور جب تک ودیا ساگر زندہ رہے وہ اُس سکول کے دلی خیر خواہ تھے۔ اس لئے نہایت خوشی کی بات ہے کہ کلکتہ کی ہندو عورتوں نے یہ روپیہ ودیا ساگر کی یادگار میں اکٹھا کیا ہے۔ کیونکہ ودیا ساگر نے سوا اور عمدہ کاموں کے بنگال میں بڑی کوشش سے استری شکشا پھیلائی تھی۔ اور وہ درحقیقت تعلیم یافتہ عورتوں کے شکریہ کے مستحق تھے +

میٹروپالیٹن کالج میں بھی اُس کے قائم کرنے والے کی

یادگار میں دو وظیفے جن کو ودّیا ساگر سینیر سکالرشپ کہتے ہیں۔ ان طالب علموں کو دئے جاتے ہیں جو اُس کالج میں بی۔ اے آنرز کے امتحان میں سب سے اونچے رہے ہیں۔ اور ایم۔ اے کی جماعت میں داخل ہوئیں۔ ایک وظیفہ ۳۰ روپیہ ماہوار اور دوسرا ۲۵ روپیہ ماہوار کا ہے۔ یہ وظیفے صرف ایک سال کے لئے ملتے ہیں۔ اسی طرح دو ودّیا ساگر جونیر سکالرشپ ہیں۔ جو اُن طالب علموں کو دئے جاتے ہیں جو ایف۔ اے کے امتحان میں اُس کالج میں اوّل رہ کر بی۔ اے کلاس میں داخل ہوں۔ یہ وظیفے دو سال تک دئے جاتے ہیں اور دس دس روپیہ ماہوار کے ہیں +

بہت سے سکولوں میں ودیا ساگر کے مداحوں کی کوشش سے اُن کی تصویر رکھی گئی ہے اور اُن کے نام پر وظیفے اور تمغے دئے جاتے ہیں +

ودّیا ساگر کا انتقال ساون کی ۱۳ تاریخ کو ہوا تھا۔ آئے سال اُس تاریخ کو کلکتہ میں بنگالیوں کے سکول اور کالج بند کئے جاتے ہیں۔ میٹروپالی ٹن کالج کے طالب علم کئی ہزار غریبوں کو کھانا تقسیم کرتے ہیں۔ اور شہر کے مختلف حصّوں میں ودّیا ساگر ریڈنگ کلب میٹروپالی ٹن ڈی بے ٹنگ کلب اور دیگر سبھاؤں کی طرف سے جلسے ہوتے ہیں۔ جن میں اس مہاں پرش کے ہموطن اس کے کارناموں کو یاد کر کے اُس کے نام نیک پر پھول برساتے ہیں +

خاتمہ

جو بزرگ دھرم کا پرچار کرتے ہیں اور لوگوں سے درخواست کرتے ہیں کہ دھرم کے راستہ پر چلو اُن کی یہی غرض ہوتی ہے کہ لوگ اپنے پرماتما کو یاد کریں۔ پاپ سے بچیں۔ ماتا پتا کی سیوا کریں۔ اپنے پروار کی رکشا کریں۔ روزمرّہ کے بیوہار میں ایک دوسرے سے بے انصافی نہ کریں۔ اور اپنی کوشش کو صرف اپنے رشتہ داروں کے آرام تک محدود نہ کریں۔ بلکہ بیکسوں کی بھی مدد کریں۔ اگر ہم فروعات کو نظر انداز کر کے دُنیا کے مذہبوں کی طرف دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کی تعلیم کا لب لباب یہی ہے۔ اگر انسان اس تعلیم پر عمل کریں تو دنیا کی حالت بہت اچھی ہو جائے۔ کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ ادھرم کی وجہ سے دنیا میں بہت دُکھ پھیلتا ہے۔ اس لئے جو لوگ جائز طور سے روپیہ پیدا کرتے ہیں اور اپنی دولت سے نہ صرف آپ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ بلکہ ہزاروں لاکھوں روپے خرچ کر کے اپنے ہموطنوں کو کھانا کپڑا دیتے ہیں۔ اور سکول اور کالج قائم کر کے اُن کی دماغی تاریکی دور کرتے ہیں۔ وہ بلاشبہ دھرم کے راستہ پر چلتے ہیں اور اُن کی پاکیزہ اور اعلےٰ زندگی دیکھ کر دھرم کے پرچارکوں کو پرماتما کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ ایسا ہی جو لوگ ملک کے لئے پولٹیکل ترقی چاہتے ہیں۔ ان کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ اُنکے ملک کے لوگ فارغ البال

ہوں۔ اُن پر کسی طرح کا ظلم نہ ہو۔ دوسری قومیں اُن کی عزت کریں۔
اور اُن کی ترقی میں سدِ راہ نہ ہوں۔ موجودہ زمانہ میں ہندوستان
کی پولٹیکل ترقی کا بہت سا حصہ انگریزوں کی مہربانی پر منحصر ہے۔ مگر
یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی ملک اور کوئی انسان جب تک وہ آپ
اپنی مدد نہیں کریگا۔ دوسروں کی مدد سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔
اس لئے جو لوگ اپنے ہموطنوں کو تعلیم اور روپے سے مدد دیکر فارغ البال
بننے کے لائق بناتے ہیں۔ اور اپنی محنت کشی اور عالی ہمتی کی عمدہ مثال
سے ان کا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔ وہ بے شک پولٹیکل ترقی کے
مدعا کو پورا کرتے ہیں۔ دھرم کے پرچارک اور خیر خواہان قوم اگر اس
دریا دلی کا اندازہ کریں جس کی بدولت ودیا ساگر نے ملک میں
تعلیم پھیلائی۔ بدھوا بواہ کے کام کو ترقی دی۔ مفلسوں اور بیماروں
کی مدد کی۔ تو اُن کو ماننا پڑیگا کہ یہ مہاں پرش اعلیٰ درجہ کا دھرماتما
اور اپنے ملک کی پولٹیکل ترقی کا سچّا مددگار تھا۔ اگر یہ مقولہ کہ عمدہ مثال
عمدہ نصیحت سے بہتر ہے کچھ معنی رکھتا ہے۔ تو ہندوستانیوں کو
ودیا ساگر کی زندگی سے یہ سبق ضرور حاصل کرنا چاہیئے کہ صرف دھرم
دھرم پکارنے سے کوئی شخص دھرماتما نہیں بن سکتا۔ دھرماتما
بننے کے لئے انسان کی عملی زندگی دھرم کے اصولوں کے مطابق ہونی
چاہیئے۔ اور ہمارے ملک کی پولٹیکل ترقی کے لئے پُردرد تقریروں
ہی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ہم اپنے
روزمرّہ کے برتاؤ میں اپنے ہموطنوں سے محبت کریں۔ اُن کی عزت کریں۔

اور اُن کی تکلیفوں کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ کیا دھرم بھاؤ۔ اور پولٹیکل خیر خواہی ظاہر کرنے کے لئے ہندوستان میں موقع نہیں ہے اس ملک کی افلاس کی طرف دیکھئے غریب اور امیر تو سب مُلکوں میں ہوتے ہیں۔ مگر یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ معمولی طور پر لاکھوں آدمیوں کی حالت ایسی ہے کہ بیچاروں کا مشکل سے گذارہ ہوتا ہے اگر قحط ہو جائے تو سرکار اور رعایا دونوں کے ہوش مارے جاتے ہیں ہزاروں شریف مرد اور عورتیں بھوکی مرتی ہیں۔ مگر کیا مجال کہ گھر سے باہر قدم نکالیں۔ اور کسی سے سوال کریں۔ لاکھوں کنگال بھارت باشی گھر بار چھوڑ کر در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ بھوک کے مارے بچوں کو بیچ ڈالتے ہیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ مذہب کو بدل لیتے ہیں۔ اور سینکڑوں ذلتیں اُٹھاتے ہیں۔ مگر اُن کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ع

پراگندہ روزی پراگندہ دل

بھیک مانگنے والوں کی حمیت خاک میں مل جاتی ہے۔ اور اُن کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ پولٹیکل ترقی کا خیال مفلسوں کے دل میں کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارا ملک پولٹیکل ترقی کرے اور لوگ فارغ البال ہوں اُن کو سب سے پہلے اس بات کا انتظام کرنا چاہیئے کہ یتیم خانوں کے علاوہ حرفت اور صنعت کے کارخانے کھولے جائیں۔ تاکہ لوگ کچھ سیکھ کر اپنی روزی کمانے کے لائق بنیں۔ اس معاملہ میں بمبئی کے مشہور پارسی امیر مسٹر جے۔ ان ٹاٹا نے ہندوستانیوں کے لئے اعلےٰ سائنس کی تعلیم مہیا کرنے کے واسطے

تیس لاکھ روپیہ دیکر ہمارے ملک پر لاثانی احسان کیا ہے ٭

جہاں ہم انگریزوں کی بانکپن کی نقل کرتے ہیں۔ ہم کو ان کی عالی ہمتی پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ انگلینڈ میں ایک بزرگ شخص ڈاکٹر برنارڈو نامی ہے۔ اس نے یتیم خانہ کھولا ہوا ہے۔ فیاض انگریزوں کی مہربانی سے ڈاکٹر مذکور نے ہزاروں کنگال اور یتیم لڑکے لڑکیوں کو اپنے یتیم خانہ میں تعلیم دی ہے۔ اور نیک معاش بنا کر دُنیا کے کاروبار میں داخل کیا ہے ڈاکٹر برنارڈو کا اخبار "نائٹ اینڈ ڈے" یعنی رات اور دن ظاہر کرتا ہے۔ کہ یتیم خانہ میں داخل ہونے سے پیشتر اُن بچوں کی حالت رات کی طرح بھیانک ہوتی ہے۔ مگر وہاں تعلیم پاکر اُن کی زندگی روز روشن کی طرح خوب صورت ہو جاتی ہے ٭

ایک اور شخص ڈاکٹر کیمبل نے جو خود اندھا ہے لنڈن کے حصہ نارووڈ نامی میں اندھے لڑکے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے لیئے ایک اعلےٰ درجہ کا کالج کھولا ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۷۱ء میں اُس کی بُنیاد ڈالی گئی تھی کالج مذکور میں اندھے لڑکے لڑکیوں کو کل کے گھوڑے پر سیر کرنا۔ دریا میں تیرنا۔ کشتی چلانا۔ اور بہتیرے کرتب علاوہ موسیقی اور دیگر علوم کے سکھائے جاتے ہیں۔ فیاض انگریزوں نے سنہ ۱۸۷۱ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک بیس لاکھ روپیہ اس کالج کی مدد کے لیئے دیا ہے ٭

جنرل بوتھ جو مکتی فوج کے رکن اعظم ہیں۔ اپنی کوشش سے ہزاروں کنگال اور بدچلن مرد اور عورتوں کو نیک معاش بنا رہے ہیں۔ جب انگلینڈ جیسے امیر ملک میں غریبوں کی مدد کے لیئے اس قدر سخت

کوشش کی ضرورت ہے تو ہندوستان جیسے برِاعظم میں افلاس کا دُکھ دُور کرنے کے لئے کیا کچھ کوشش نہیں ہونی چاہئے۔ ایک کیا ہم کو ودیاساگر جیسے سینکڑوں رحم دل امیروں کی ضرورت ہے۔ ہندوستان میں نہ صرف دولت کی کمی ہے بلکہ ودیا کی بھی کمی ہے۔ سو برس سے انگریزوں کی مہربانی سے مدرسے قائم ہیں۔ مگر دس فیصدی سے زیادہ تعلیم یافتہ آدمیوں کی نہیں جس زمانہ میں ودیاساگر نے تعلیم پھیلانے کا کام ہاتھ میں لیا اُس وقت لوگوں کے دل میں تعلیم کا شوق بہت کم تھا۔ بڑے بڑے انعام دے کر لڑکوں کو مدرسوں میں پڑھاتے تھے۔ آج کل سب لوگ پڑھنا چاہتے ہیں۔ مگر سرکاری مدرسوں کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے راجگان اور سیٹھ ساہوکار جو شادی غمی کے موقع پر لاکھوں روپے ضائع کرتے ہیں۔ فضول خرچی چھوڑ کر اپنی دولت کا کچھ حصہ سکول اور کالج قائم کرنے میں صرف کریں تو ملک کو کس قدر فائدہ ہو۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے بہت سے امیر آدمی جو لاکھوں روپیہ خرچ کر سکتے ہیں۔ اپنے ملک کی گری ہوئی حالت سے غافل ہیں۔ اور تعلیم کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔ تعلیم پھیلانے کا کام مجبوراً متوسط درجہ کے آدمیوں نے سنبھالا ہے۔ یہ جوانمرد بڑی ہمت سے قومی اندھیرے کو دور کرنے کے لئے اپنوں اور بیگانوں سے چندہ اکٹھا کر کے کالج اور سکول کھولتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ملک کے سچے خیر خواہ ہیں۔ اور ہم جس قدر اُن کا شکریہ ادا کریں تھوڑا ہے۔ کیونکہ جس طرح دنیا کی آسائش کے لئے سورج کی گرمی اور روشنی کی ضرورت

تو راد

ہے۔ اسی طرح انسان کی ترقی کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے۔ غریب لوگوں کو کھانا کپڑا دینا۔ سکول اور کالج قائم کرنا۔ سوشیل ریفارم کی مدد کرنی بڑے عمدہ کام ہیں۔ مگر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک شخص یہ کام ٹھیک طور سے کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کاموں کو صرف وہ شخص کر سکتا ہے۔ جس نے اپنی نفسانیت کو فنا کر دیا ہو۔ اور جس نے اپنی گری ہوئی حالت دیکھ کر پکا ارادہ کر لیا ہو کہ میں اپنے گمراہ ان پڑھ نردہن اور نربل ہموطنوں کا غلام ہو کر رہونگا۔ اور اپنی دولت عقل اور ہمت کو اُن کی سیوا میں لگاؤنگا یہ قربانی ہر ایک شخص کے لئے مشکل ہے۔ ہم اگر چندہ اکٹھا کر کے یا اپنی جیب سے روپیہ دیکر کسی جگہ چھوٹا سا سکول قائم کر دیتے ہیں۔ یا کسی غریب لڑکے کی تعلیم میں سٹو پچاس روپئے سے مدد دیتے ہیں تو ہماری شیخی کا ٹھکانا نہیں رہتا اپنی بزرگی کے نشے میں ہم خواہش کرنے لگتے ہیں کہ اس کار عظیم کے بدلے کل کائنات ہم کو سجدہ کرے۔ کاش اگر ہم لوگ چھوٹے چھوٹے دان کرتے وقت اُن مہا پرشوں کا خیال کر لیا کریں جو لکھوکھا روپیہ دان پُن میں اور سکول یا کالج قائم کرنے کے لئے دیتے ہیں تو ہم سمجھ جائیں کہ ہمارا دان درحقیقت ایسا غیر معمولی نہیں۔ کہ ہم اپنے آپ کو دوسروں سے اونچا خیال کریں۔ جو شخص اپنی توفیق کے بموجب تھوڑی یا بہت خیرات کرتے ہیں انکا عمل بیشک قابل تعریف ہے مگر اُن کو اپنی طبیعت میں انکسار رکھنا چاہئے ÷

اگر ہم ودیا ساگر کی زندگی کے مختلف واقعات پر غور کریں تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی محبت اُن کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ پرمیشور نے اُن کو لاکھوں روپے دئے تھے مگر ممکن نہ تھا کہ وہ کسی غریب یا چھوٹے درجہ کے آدمی کو حقارت سے دیکھیں۔ دیا کا سمندر اُن کے دل میں اس قدر گہرا تھا کہ جہاں کہیں وہ کسی شخص کو دُکھ میں دیکھتے تھے تو بے اختیار ہو جاتے تھے اور جس طرح سے ہو سکتا تھا اُس کی مدد کرتے تھے۔ ہر ایک شخص ودیا ساگر نہیں بن سکتا مگر ہندوستانیوں کو تو اتنی عقل بھی نہیں کہ اگر روپے سے اپنے ہم وطنوں کی مدد نہ کریں تو کم سے کم اُن کے ساتھ سیدھے مُنہ سے تو بولیں اور خوش اخلاقی سے پیش آویں۔ ہم نے بہت سے معزز بھائیوں سے سُنا ہے کہ ہندوستانی کسی عزت کے مستحق نہیں ہیں۔ بھلا صاحب انگریز تو یہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر کسی ہندوستانی کا کیا حق ہے کہ وہ اپنے ہم قوم آدمیوں کو حقارت سے دیکھے؟ ذرا انگریزوں کی طرف تو دیکھئے۔ چاہے اَور قوموں کے ساتھ ان کا کیسا ہی سلوک ہو اپنے ہم قوم لوگوں کی کتنی عزت کرتے ہیں۔ اور اُن کو آرام پہونچانے کی کس قدر کوشش کرتے ہیں۔ کیا مجال کہ کسی ملک میں کسی انگریز کو تکلیف ہو جائے۔ انگلینڈ کا تمام زور اُس کی حفاظت کے لئے تیار رہتا ہے۔ بڑے بڑے لارڈ اور لیڈیاں کاروبار چھوڑ کر اپنا قیمتی وقت اور لاکھوں روپے اپنے ملک کی سیوا میں خرچ کرتے ہیں۔ ہم نے

انگریزوں کی خود پسندی تو اچھی طرح سے سیکھ لی ہے۔ مگر اُن کی اعلےٰ صفات کا ہمیں خواب و خیال بھی نہیں۔ انگریز لوگ اپنی قوم پر قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ مگر ہم قومیت کی موٹی موٹی باتوں سے بھی واقف نہیں۔ میونسپل کمیٹیوں ریل کے اسٹیشنوں ہسپتالوں اور عدالتوں میں ہندوستانی افسر اور کار دار جس بداخلاقی سے اپنے ہم وطنوں کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ سب کو اچھی طرح سے معلوم ہے۔ مگر جب کسی ہندوستانی افسر کے سامنے کوئی اہل غرض انگریز آجاتا ہے۔ تو وہ افسر فوراً موم ہو جاتا ہے۔ بیچارہ کیا کرے اُس نے تو اپنے ہم وطنوں پر ہی سختی کرنی سیکھی ہے۔ بڑے بڑے آدمی پبلک میں قوم قوم کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ مگر کیا مجال ہے کہ ہمارے لکچرار صاحب جج پر کسی چھوٹے درجہ کے آدمی کے ساتھ مہربانی سے پیش آویں۔ گھر میں تو وہ ناک پر مکھی بیٹھنے نہیں دیتے۔ اگر کوئی شخص اُن کو اپنی گری ہوئی قوم کا خیر خواہ سمجھ کر کسی معاملہ میں اُن کی رائے دریافت کرے۔ تو یہ صاحب خط کا جواب دینا ہی کسر شان سمجھتے ہیں۔ بے شک غلاموں کا یہی شیوہ ہے ✣

قومی محبّت تھوڑے ہی آدمیوں میں پائی جاتی ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ہمارے لوگ جو رفاہ عام کے کاموں میں مشغول ہیں۔ آپسمیں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ اگر اُنہوں نے دھرم پھیلانے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ تو اُن کو سوا اپنی ذات یا فرقہ کے اور سب گنہگار نظر آتے ہیں۔

آپ کسی مذہبی فرقہ کا اخبار لے کر پڑھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں بد مذہبی کا کتنا زور ہے۔ اور پریم اور دیا بھاؤ کا کتنا ناش کیا جاتا ہے۔ اگر ان اخبار والوں اور اُن کے طرفداروں کا زور چلتا تو پُرانے زمانے کے جہاد ہمارے ملک میں قائم ہو جاتے۔ اور معاملات میں بھی یہی حال ہے۔ ہم لوگ ذرا سی اختلاف رائے پر اچھے اچھے کاموں کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں کہ درحقیقت ہم کو کسی عمدہ کام سے پیار نہیں۔ بلکہ اپنی ضد سے پیار ہے کاش کہ ہم شور کم مچاویں اور کام زیادہ کریں۔ اعلےٰ درجہ کی قربانی کرنے والے لوگ ودیا ساگر اور میزینی وغیرہ وغیرہ اپنے وقت پر پیدا ہوتے رہیں گے۔ مگر ہم چھوٹے چھوٹے آدمی اگر دوسروں کی مدد نہ کریں کم سے کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ اپنے ہم وطنوں کو اپنا بھائی سمجھیں۔ اُن کی بے عزّتی نہ کریں۔ اور اُن کے ساتھ مہربانی سے پیش آویں۔ سچّی حب الوطنی کا یہی راستہ ہے۔ سچّے دھرم کا یہی حکم ہے ✣

ایکمیوا دوئتیم

ست میو جیتے

اوم تت ست

برمھ کرپا ہی کیولم

گرہ دھرم

یعنی

فرائضِ خانہ داری

مُصنّفۂ

پنڈت شبوناتھ شاستری ایم۔ اے

مشہور پرچارک و لیڈر سادھارن براہمہ سماج

جسکو

شردھے پرکاش دیوجی پرچارک براہمہ دھرم نے

بنگالی زبان سے اُردو میں ترجمہ کیا

براہمہ سمت ۷۶ ماہ نومبر ۱۹۰۵ء

بحسن اہتمام منشی میران بخش پرنٹر

مطبوعۂ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور

احمد اللہ کاتب

قیمت فی جلد

اُصولِ برامھو دھرم

برامھو دھرم

(۱) کُل کائنات کو پیدا کرنیوالا ایک پرماتما ہے جو کامل ابدی اور لاثانی ہے +

(۲) وہ قادرِ مُطلق - علیم - عادل - پاک - محبّت کُل - ہر جگہ حاضر و ناظر ہے +

(۳) رُوحِ انسانی غیر فانی اور لاانتہا ترقی کرنے کی قابلیت و خاصیت سے مشرف ہے +

(۴) پرماتما سب کا باپ ہے اور سب مرد و عورتیں رُوحانی آزادی و دھرم جیون حاصل کرنے کے استحقاق میں برابر ہیں +

(۵) یہی زندگی میں اعتدال اور کل مخلوق کے ساتھ اتحاد رکھنا رُوح کی علّت غائی ہے +

(۶) اِس علّت غائی کے موافق عمل کرکے رُوح اپنے اور اَوروں کے لئے مُفید ورنہ مُضر بنتی ہے +

(۷) سادھو - مہاتما - اور دھرم پُستکیں - دھرم جیون حاصل کرنے میں ایک حد تک مددگار ہونے کی وجہ سے شردھا اور تعظیم کے لائق ہیں - مگر وہ مُکتی حاصل کرنے کا کامل ذریعہ نہیں ہیں +

(۸) رُوحانی عبادت اور پرماتما کی مرضی کے موافق خیال - کلام اور عمل کرنا ہی سچّی نجات ہے +

فہرست مضامین

دیباچہ

یہ چھوٹی سی کتاب بھگتی بھاجن پنڈت شیوناتھ شاستری صاحب ایم۔اے مشہور پرچارک و لیڈر سادھارن برامھ سماج کلکتہ کی تصنیف ہے کہ جسکو اُردو دان اصحاب کے مطالعے اور فائدے کی غرض سے میں نے بنگالی زبان سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے *

یہ کتاب اپنے مختصر مگر پُرزور الفاظ میں ہمیں کیا سکھاتی اور کیا بنانا چاہتی ہے اس کا بخوبی اندازہ اس کے بغور مطالعہ اور حتےٰ الوسع اُس کی رہنمائی کے مطابق زندگی کی رفتار بنانے سے ہی ہو سکتا ہے *

ہمارے ملک کے پچھلے بہت سے دھرم گرنتھوں کی تعلیم اور موجودہ عام رواجوں کی بناء پر گھر اور دھرم دونوں الفاظ تقریباً ایک دوسرے کی ضد سمجھے جاتے ہیں اور یہ ایک عام مشہور بات ہے کہ گھر اور کُنبہ داری مین رہ کر دھرم سادھن ہونا ایک امر ناممکن ہے اور اسی لئے پہلے جس شخص کے اندر کچھ دھرم کی بھُوک پیدا ہوتی رہی ہے تو وہ گھر بار کو چھوڑ اور اپنے و بیگانے سے مُنہ موڑ جنگل کا راستہ لیتا رہا ہے اور یہ سچ ہے کہ یہ ایسے ہی تارکُ الدّنیا اور سچ مچ کے دھرم کے بھُوکے اور سادھن شیل پُرشوں کے سوچ بچار کا ہی نتیجہ ہے کہ جو دھرم گرنتھوں اور شاستروں کی صورت میں ہم تک پہنچا ہے۔ مگر اب اُن

لوگوں کی نقل کر کے بہت لوگ آوارگی اور نکمّے پن کی زندگی بسر کر رہے ہیں کہ جن میں ایسے بہت ہی تھوڑے لوگ ہونگے کہ جو اپنے نزدیک دھرم سمجھے ہوئے طریق کے مطابق بھی کچھ نہ کچھ دھرم سادھن کرتے ہوں ✣

ہمارے ملک میں گھر یا گرہست کو عام رواجی معنوں میں کیچڑ سے تشبیہ دیجاتی اور اُس میں پھنسے ہوئے لوگوں کو گناہ اور ناپاکی میں لتھ پتھ سمجھا جاتا ہے اور اسی بناء پر دُنیاوی کاروبار اور لین دین وغیرہ جُملہ اُمور میں جُھوٹ - فریب - دھوکا - رشوت - ایک دوسرے کے ساتھ بدسلوکی - بدمعاملگی وغیرہ ہر قسم کے اعمال قبیحہ عمل میں لاکر بھی کوئی شخص اپنی برادری اور سوسائٹی میں معتوب کیا جانا تو کہیں رہا معیوب تک نہیں سمجھا جاتا - کُنبہ داری کی زندگی گویا ایک قسم کا ایسا گورکھ دھندا بنی ہوئی ہے کہ جس کے سُدھار کے لئے بہت بڑی کوشش اور لگاتار جدّوجہد کی ضرورت ہے ✣

لائق مصنّف نے اِن اور اس قسم کے جُملہ حالات اور واقعات پر نظر ڈالکر کتاب ہذا کو بطور ایک گائڈ بُک کے ہم لوگوں کے ہاتھ میں دیا ہے اور گرہست میں رہ کر کس طرح پر دھرم سادھن ہوسکتا ہے یا جنگل نہیں بلکہ گرہست ہی حقیقی دھرم سادھن کی جگہ اور مہان ایشور کے عین منشا کے موافق ہے اس امر کو مختصر مگر واضح الفاظ میں ظاہر کر کے ذہن نشین کرایا ہے ✣

یہ کتاب پندرہ ابواب پر منقسم ہے کہ جن میں پریوار اور جملہ رشتوں - پالتُو جانوروں - مہمانوں - پڑوسیوں اور اہل ملک وغیرہ کے مُتعلّق دھرم اور پاکیزگی کی بناء پر تعلّقات - حقوق اور فرائض وغیرہ کو ظاہر کرنے کے علاوہ گرہ دیوتا یعنی مہان پرمیشور کو گھر اور پریوار وغیرہ میں ہر جگہ دیکھنے - اُنہیں

حاصل کرنے اور اپنے پریوار میں اُن کی پُوجا کے لئے اُپاسنا لے بنانے اور پریوارک اُپاسنا کی ضرورت اور فوائد کو بتلاکر اخیر پر ایشور پوجا کا طریق بتلایا گیا ہے کہ جس سے یہ کتاب ہر ایک دھرم شیل پُرش کے لئے عموماً اور برامھو بھائیوں کے لئے خصوصاً نہایت دلچسپ۔ مفید اور کارآمد رہنما ہے ٭

کسی سماج یا سوسائٹی کے ممبروں کی فہرست میں اپنا نام لکھا دینے اور بیرونی طور پر اُن سے ملنے جُلنے یا شامل ہو جانے سے روزمرّہ اور پریوارک زندگی پر اُس سوسائٹی کے دھرم پر مبنی عقائد اور اُصولوں کا نہایت خفیف اور اُتھلا اثر پڑنا ممکنات سے ہے لیکن دھرم اور پاکیزگی کی بناء پر اور غیر مفید راستوں یا عملیات سے خود اور اپنے پریوار کو موڑ کر راہِ راست پر لانا سادھن اور دھرم نشٹھا کے ذریعے سے ہی ہو سکتا ہے اور اس مطلب کو پُورا کرنے کے لئے مبتدی کو دھارمک پُرشوں اور دھرم پُستکوں کے ست سنگ اور ہدایات کی بہت بڑی ضرورت ہے۔ اور یہ کتاب اُس ضرورت کے ایک حصّے کو نہایت عمدگی کے ساتھ پُورا کرتی ہے اور اِسی بناء پر باوجود اپنی جسمانی صحت کے خراب ہونے کے بھی میں نے اس نہایت مفید کتاب کا ترجمہ کرنے کی محنت اور تکلیف گوارا کی ہے مہان پربھو اشیرباد کریں کہ اس کے مطالعے سے میرے ہموطنوں کے دل میں دھرم شیلتا کے ساتھ کُنبہ کی پاکیزہ زندگی بسر کرنے کا بھاؤ پیدا اور نشو و نما ہو ٭

لاہور
۱۰ نومبر ۱۹۰۵ء } پرکاش دیو

اوم تت ست

برمھ کرپا ھی کیولم

گرہ دھرم

(کُنبہ داری کی زندگی)

پہلا باب

پریوار

مایا بادی ویدانتی (جو دُنیا کو ایک وہم اور خیال سمجھتا ہے) کے نزدیک یہ سنسار (دُنیا) مثل اِندرجال کے ہے۔ وہ سمجھتا ہے "कातव कान्ता कस्तेपुत्र: संसारोयमतीव विचित्र:" "کون تمہاری اِستری اور کون تمہارا لڑکا۔ یہ دُنیا ایک عجیب مقام ہے"۔ کرم بادی (کرموں کے مسئلہ میں یقین رکھنے والا) آستک (خدا کا ماننے والا) کے نزدیک یہ دُنیا اپنے پچھلے کرموں کے پھل کے بھوگنے کی جگہ ہے۔ اور انسان کا اِس دُنیا میں جنم لینا ہی دُکھ کا مُوجب ہے۔ اُس کے خیال میں اُس کے ہاتھ سے چھُٹکارے کا نام ہی مُکتی (نجات) ہے۔ ایک عیسائی کے نزدیک جو ہمیشہ کے جہنم کا یقین رکھتا ہے

یہ سنسار (دُنیا) آدم اور اُس کی اولاد کو اُس کی بغاوت کے لئے سزا دیکر آزمائش میں ڈالنے اور دُکھ اور تکلیف دینے کا مقام ہے۔ اُس کے خیال میں ایشور دیکھتا ہے۔ کہ آیا انسان اُس کے بتلائے ہوئے راستے اور احکام پر چلتا ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ نہ چلا۔ تو پھر اُس کے لئے اننت نرک (دائمی دوزخ) کا عذاب ہے۔ لیکن کرپا بادی (خدا کی رحمت پر یقین کرنے والا) ایشور پریمک کے نزدیک یہ سنسار انسانی زندگی کے لئے بچپن کی ایک حالت اور انسانیت حاصل کرنے کے لئے سادھن کا ایک مقام ہے +

پربھو پرمیشور کی مانند ہم کو شکھشا (تعلیم) دینے والا اور کون ہے؟۔ یہ اُس کی کیسی حکمت اور دانائی ہے کہ۔ اگرچہ ہم اُسی کا بوجھ اُٹھا رہے ہیں۔ اور اُسی کا کام کرتے ہیں۔ مگر تو بھی اُس کام کو اپنا سمجھ کر سُکھی ہوتے ہیں۔ اس طور پر سُکھی کر کے ہم کو اور کوئی دوسرا شخص نہیں سکھا سکتا +

وہ لڑکے کا بوجھ ماتا کے ذریعے۔ اور استری کا بوجھ پتی (خاوند) کے ذریعے۔ اور سوامی (خاوند) کا بوجھ استری کے ذریعے اُٹھوا رہا ہے۔ انسان بسا اوقات نہیں سمجھتا کہ وہ کس کے لئے کام کرتا اور کیوں اس قدر محنت اور مشقت کرتا ہے۔ لیکن تو بھی کام کر کے سُکھی ہوتا ہے۔ بھلا ایسا سکھانیوالا اور کون ہے؟ انسان کے گھر اور پریوار کو ایسا نہیں خیال کرنا چاہیئے جیسے کہ پرند گھونسلا بناتے ہیں۔ اُس میں انڈے دیتے ہیں۔ بچوں کو پالتے ہیں اور پھر بچوں کے اُڑ جانے پر وہ خود بھی اُڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کو صرف نسل کو قائم رکھنے کے لئے گھونسلا بنانے کی ضرورت ہے۔ لیکن انسان کی حالت ایسی نہیں۔ انسان کا گھر اور پریوار اُن کے لئے انسانیت اور بزرگی حاصل

کرنے کے واسطے مثل ایک زینہ کے ہونا چاہیئے جن کے قصور کی وجہ سے گھر اور پریوار انسانیت کو بِکاش (نشو و نما) نہیں کرتا بلکہ اُلٹا اُس کو نیچے لے جانے میں مدد دیتا ہے۔ شادی اور گرہ دھرم اُن کی روح کے لئے تباہی کا موجب ہوتا ہے ✤

دھرم ہی مثل پُل کے انسانی سوسائٹی کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ وہی دھرم مثل پُل کے کنبہ کو بھی قائم رکھے۔ جو لوگ دھرم کو بھُلا کر یا اُس کے قواعد توڑ کر پریوار میں شانتی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی مثال و کوشش اُس شخص کی سی ہے کہ جو کھیت کا بند توڑ کر اُس کے پانی کو روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس واسطے پریوارک شاسن (انتظام) اور ترتیب قائم رکھنے کے لئے دھرم کے قواعد اور طریقوں کا گھر میں رکھنا نہایت ضروری ہے ✤

ہر ایک پریوار میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے :-

اوّل۔ دھرم۔ اگر پریوار میں دھرم موجود ہو۔ تو بچے اُسی پاک ہوا میں پرورش پاتے اور بڑھتے ہیں۔ نیز مردوں اور عورتوں کو دھرم کی زندگی میں ترقی کرنے کے لئے مدد ملتی ہے ✤

دوم۔ پاک اور بے عیب خوشی کے سامان کا مہیّا ہونا۔ اگر کسی پریوار میں یہ سب سامان موجود ہوں۔ تو انسان باہر کی بہت سی تکلیفوں اور دُکھوں کو برداشت کر سکتا ہے ✤

سوم۔ پریم۔ اگر پریوار میں پریم موجود ہو۔ تو انسان باہر کی ترغیبوں اور آزمائشوں پر غالب آ سکتا۔ اور اُن سے رہائی حاصل کر سکتا ہے ✤

اس لئے ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ۔ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھے کہ پریوار میں دھرم۔ پریم اور بے عیب اور پاک خوشی کا سامان موجود رہے یہ بات سچ ہے کہ جس قوم میں پریوارک سُکھ اور پریوارک نیتی (اخلاق) اچھی ہے اُس قوم میں دیگر تمام خوبیاں خود بخود نشو ونما پاتی ہیں۔ اور دُنیا کی تمام قومیں اُس کی عزت اور تعظیم کرتی ہیں ﴿

ہمارے ملک میں دھرم اور سنسار میں اس قدر برودھ (نفاق) ہے کہ۔ ہمارے ملک کے لوگوں کا اس طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ۔ دنیا کے تمام کاروبار چھوڑے بغیر دھرم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس ملک میں جو دھارمک لوگ کہلاتے ہیں۔ اُن سب کے دلوں کی رفتار و لگاؤ کم و بیش سنیاس کی طرف دیکھا جاتا ہے ﴿

مگر اصل بات کیا ہے؟ اُس پریوار کا ذکر چھوڑ کر بھی جس میں اِستری۔ لڑکے بالے اور دیگر رشتہ دار ہیں۔ کیا بنج بیوپار کے شور و غل اور صنعت اور حرفت اور انشا کی ترقی۔ خوشی اور کھیل کود کے لُطف وغیرہ میں ایشور کا کچھ کام اور حکمت نہیں؟

ایشور جسے ہم لوگ اس کائنات کے پِتا اور ماتا کہتے ہیں اِس کے معنے کیا ہیں؟ وہ تو کوئی مورتی یا شکل قبول کر کے ہماری سیوا نہیں کرتا جس اناج کا لُقمہ کھانے سے ہم لوگوں کی بُھوکھ دُور ہوتی ہے۔ وہ تو کِسان نے بویا ہے۔ مزدور نے کاٹا ہے۔ اور وہی اُٹھا کر لایا ہے۔ دُکاندار سے خریدا گیا ہے۔ پکانے والے نے کھانا تیار کیا ہے۔ ایشور اِس ساری کارروائی میں کہاں ہے؟ اَے اِنسان! تُو وِشواسی بن کر دیکھ کہ اِیشور کا ہاتھ اِس کی تہ میں کام کر رہا ہے۔

اگر تو بچہ کے لئے ماتا کی چھاتی میں دودھ اور دِل میں پیار دیکھ کر موہت (فریفتہ) ہوتا ہے۔ تو کیا اس بنج بیوپار میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کو دیکھ کر تیرا دِل فریفتہ ہو سکے؟

جیسے یہ سچ ہے کہ اگر ایشور ماتا کے دل میں سنیہہ (پیار) نہ دیتا۔ تو اولاد کی پرورش اور حفاظت نہ ہوتی۔ تو کیا ویسے ہی یہ سچ نہیں ہے کہ۔ اگر ایشور انسان کے دل میں فائدے کی اُمید اور آپس میں ایک دوسرے کے لئے دکھ اور سُکھ محسوس کرنے کا بھاؤ نہ پیدا کرتا۔ تو ہم لوگوں کو خوراک اور پوشاک نصیب نہ ہوتی۔ اگر تم ماتا کے سنیہہ (پیار) میں ایشور کا عکس دیکھتے ہو تو کیا لین دین اور بنج بیوپار اور ذاتی فائدے کی اُمید میں ایشور کا عکس نہیں ہے؟

ایک دفعہ خاص طور پر بچار کر تو دیکھو کہ بِدھاتا کا یہ کیسا عجیب انتظام اور حکمت ہے کہ وہ ماتا کے ذریعے ہم کو دودھ دیتا ہے۔ مہاجن کے ذریعے کپڑا اور اناج پہنچاتا ہے۔ شِکھشک (گرو) کے ذریعے گیان دیتا ہے۔ سادھو کے ذریعے دھرم کی خوراک دیتا ہے۔ اور انسانی سوسائٹی کے ببیک کے ذریعے نیکی کی جزا۔ اور بُرائی کی سزا دیتا ہے۔

اگر انسانی سوسائٹی کو دھرم کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو پریوار ہماری نگاہ میں کیسا خوبصورت ہو جاتا ہے۔ پریوار ہی سماج کی بنیاد ہے۔

ناستِکتا (دہریہ پن) کے ذریعے دُنیا میں جتنی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اُن میں سے ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ۔ یہ پریوارک بندھن کو کمزور اور ڈھیلا کرتا ہے۔ ناستِک اس بات کو نہیں سمجھتا اور نہیں دیکھتا کہ پریوارک بندھن

ہیں بدھاتا کا ایک گہرا مقصد پوشیدہ ہے۔ اگر پریوار کو دھرم کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ تو یہ بندھن کی رسّی اور رنجنا کا گھر ہے۔ اور دھرم کی نگاہ سے دیکھنے پر یہی پریوار آتما کے لئے سورگ (بہشت) میں چڑھنے کا ایک زینہ ہے۔ جیسے چینی کے چھوٹے چھوٹے ذرّوں کو اکٹھا کرنے سے مصری کا ایک خوبصورت کوزہ بن جاتا ہے۔ انسانی سوسائٹی کا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے چینی کے ہر ایک ذرّہ پر مادّی دنیا کا قانون کام کر رہا ہے ویسے ہی ہر ایک انسانی دل پر بھی روحانی قانون کام کر رہا ہے۔ اسی واسطے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس رشتے سے ہم پریوار میں ایک دوسرے سے بندھے ہوئے ہیں۔ وہ رشتہ ایشور کا قائم کیا ہوا ہے۔

تم نے دیکھا ہوگا کہ صبح کو درخت کے پتّے پر جب شبنم کا ایک قطرہ پڑا ہوتا ہے۔ تو صاف پانی کے اُس قطرے میں لاانتہا آسمان کے نیلے رنگ کی بچتر شوبھا (عجیب و غریب خوبصورتی)۔ اور صبح کے وقت کے سورج کی صاف کرنوں کی جوتی (روشنی) مل کر کیسا خوبصورت اور دلکش نظارہ پیدا کرتے ہیں۔ ویسے ہی اے انسان! جب تو پریتی۔ سدبھاؤ اور آنند سے بھر کر اپنی پیاری استری کے پاس بیٹھتا ہے۔ جب تو پدرانہ محبت سے بھر کر اور بیٹے کو گود میں لے کر اُسے پیار کرتا اور چومتا ہے۔ جب گھر آئے ہوئے دوستوں سے بغلگیر ہو کر اُن کی خاطر تواضع اور مہمان نوازی کرتا ہے تو شبنم کے قطروں کی مانند تیرے دل کے پاک بھاوؤں کے قطروں میں دھارمک لوگ اننت جیون کی گہری نیلگوں شوبھا اور پوتر سروپ پرمیشور کی پوترتا کی جوتی ایک جگہ اکٹھی دیکھتے ہیں۔ حالانکہ افسوس اُسے بسا اوقات

تم خود بھی نہیں دیکھتے اور شبنم کا قطرہ بھی نہیں دیکھتا ۔

جس طرح ذاتی نفع کی اُمید پر ایک دوکاندار سردی گرمی وغیرہ کی تکلیف برداشت کرتا اور بھوک کی تکلیف سہتا ہے اسی طرح سے اور اُسی اُمید پر ہیں بھی اِستری کے پریم ۔ بیٹے کے پیار اور دوست آشناؤں کی رفاقت کے ذریعے اِس قدر سُکھ ملتا ہے کہ انسانی سوسائٹی میں جھگڑے اور فساد ۔ دشمنی ۔ نفرت اور حقارت وغیرہ کی تکالیف کو برداشت کر جاتے ہیں ۔

اُوپر جن سدبھاؤں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ وہ سب اِنسانی سوسائٹی کے لئے مثل شہد کے ہیں ۔ اور اُنہی کے ذریعے انسانی سوسائٹی میں مٹھاس رہ سکتی ہے ۔ اگر اِن سدبھاؤں کو انسانی سوسائٹی کے اندر سے نکال دیا جائے تو وہ اُس برتن کی مانند رہ جاتی ہے جس میں شہد نہ ہو ۔ اس لئے جو لوگ دھرم کے دوست ۔ نوع انسان کے سچے بہی خواہ اور دُنیا کا سُکھ چاہنے والے ہیں ۔ خواہ وہ کسی جگہ پر ہوں ۔ اُن سب کا فرض ہے کہ ان تمام پریوارک سدبھاؤں کی حفاظت اور ترقی کے لئے دل و جان سے کوشش کریں ۔

موجودہ زمانے میں غلط تعلیم کی وجہ سے بہت جگہ ان تمام اچھے بھاؤں کے نشو و نما ہونے میں رُکاوٹ واقع ہوئی ہے ۔ مثلاً ناستکوں کے ایک فرقے کا خیال ہے کہ اپنی جائداد رکھنے اور پریوار رکھنے کا خیال یہ دونوں زمانہ گزشتہ کے توہمات میں سے ہیں ۔ اور بہت سے ایسے لوگ جو دل کے پہلو کو چھوڑ کر صرف ذہن اور دماغ کو کام میں لاتے ہیں اور ایسی تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ پریوار میں صرف خود غرضی اور کٹھورولی کی مثالیں دیکھتے ہیں ۔

بعض لوگوں کا ایسا سنسکار بھی ہے کہ- پریوار (کُنبہ) بہت بھاری بوجھ ہے - اور اِس سے آزادی کو بھی نقصان پہنچتا ہے - اِس واسطے اس بندھن میں دفعتاً نہ پھنسنا ہی بہتر ہے- بعض بعض صورتیں مستثنےٰ ہو سکتی ہیں- لیکن سوسائٹی کا قاعدہ یہ ہے- اور وہ سچ بھی ہے کہ- پریوار کے بندھن میں آجانے سے انسان کو جو فائدہ ہوتا ہے- اُس سے تمام نقصان پُورے ہوجاتے ہیں ؛

اے اِنسان! اگر اور کچھ بھی نہ ہو- تو محنت اور مشقّت کے بعد اِستری کے محبت بھرے چہرے کو دیکھ اور بچّوں کے ٹُوٹے پھُوٹے الفاظ کو سُن کر تجھکو جو سُکھ ملتا ہے - اُس ہی کو یاد کرکے بتا کہ جس سے انسان کا سُکھ زیادہ ہوتا ہو کیا وہ فائدے کی چیز نہیں ؟

کیا اِنسان کو صرف سُکھ ہی مِلتا ہے؟ نہیں - بلکہ پریوار انسان کے دل میں جو چیز پیدا کر دیتا ہے اور انسان کو جس طرح تیار کرتا ہے - اُسکے مقابل میں اس کے ذریعے جو کچھ دُکھ پہنچتا ہے -وہ دُکھ کچھ بھی دُکھ نہیں ؛

پریوار کس قسم کا ہونا چاہئے؟ پریوار میں آزادی اور شاسن (انتظامیہ حکومت) دونوں ہی کی ضرورت ہے - جہاں آزادی نہیں - وہاں انسان کا دل خوش نہیں رہتا- دل کے پہلو کا نشوونما نہیں ہوتا - اور وہ پریوار پردیس اور جم (موت) کے گھر جیسا معلوم ہوتا ہے - لیکن جو آزادی بیقاعدگی اور بے انتظامی پیدا کرتی ہے - وہ آزادی پریوارک سُکھ کے لئے زہر کی طرح ہے - اِس واسطے جس پریوار میں جائز آزادی کے ساتھ جائز شاسن بھی ہو- وہی پریوار اچھا پریوار ہے ؛

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ۔ جہاں آزادی اور پریتی (محبّت) دونوں ملکر کام کرتی ہیں۔ وہی جگہ اِنسانی روح کی ترقّی اور اِنسانی دل کے سُکھ کے لئے سب سے زیادہ سریشٹ (افضل) ہے ؞

لڑکے لڑکیوں کو کھیلنے۔ حسب دلخواہ پھرنے اور بلا جھجک ملنے دینا چاہیئے۔ لیکن ہمیشہ اُن پر نگاہ رکھنی بھی ضروری ہے۔ اگر تم خود نگاہ نہ رکھ سکو تو اپنی جگہ کسی دوسرے کو مقرّر کرو۔ مگر اس بات کی احتیاط رکھو کہ اُن کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ اُن پر کوئی نگہبان ہے۔ ورنہ وہ آزادی کا سُکھ نہ بھوگ سکینگے ؞

اپنے پاک چرتر کے پربھاؤ (رعب) اور اُن کے اپنے دھرم بھاؤ کے ذریعے اُن کی حفاظت کرنا۔ نظر کے پہرے کی نسبت زیادہ بہتر ہے ؞

بچّوں کے جائز اور پاک کھیل کود۔ اور خوشی میں روک پیدا نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ مدد کرکے ایک دوسرے کے سُکھ میں سب کو حصّہ دار کرو۔ تو پریوار بہت سکھ کی جگہ ہوگا ؞

خواہ تُم کتنے ہی بڑے کیوں نہ ہو۔ اگر پانچ برس کا لڑکا بھی تمہارا نقص دکھلائے تو تُم کو ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔ اور اگر تم ناراض ہوگئے۔ تو تم سب کو اپنی مثال سے مکّار (کپٹی) بنانے کا مُوجب بنوگے۔ اور تمہاری اپنی بھی اصلاح نہ ہوگی ؞

خودمختار خود رَو راجہ بننا کسی جگہ بھی اچھّا نہیں۔ اگر خود روی کسی جگہ خاص طور پر ناجائز ہے۔ تو وہ جگہ پریوار ہے۔ جہاں خود روی ہے وہاں پریم نہیں رہتا۔ پریوار کے ہر ایک ممبر کے سُکھ اور دُکھ کی طرف جس کی نگاہ تیز ہے۔ اور

جو بلا تنخواہ سب کا سیوک ہونے کے لئے تیار رہے ہے۔ وہی پریوار کا پربھو (مخدوم) ہونے کے لائق ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

انسانی کیریکٹر کی جن تمام خوبیوں کی وجہ سے سوسائٹی ترقّی کرتی ہے یا قومی زندگی اعلیٰ ہوجاتی ہے اُن تمام خوبیوں کی تعلیم حاصل کرنے اور نشو ونما پانے کا مقام گھر اور پریوار ہے۔ اگر ایک دفعہ بھی غور سے دیکھو تو معلوم ہوجائے کہ اولاد کی طرف والدین کے دلوں میں ذمّہ واری کا علم پیدا ہونے سے۔ فرض کے پیار۔ بچّوں کی طرف بےغرضانہ محبّت۔ اُن کی آئندہ کی بہتری کے خیال سے کفایت شعاری اور دور اندیشی۔ اُن کا چرتر گٹھن کرنے کے خیال سے سنجم کی تعلیم۔ پریوار کے ذریعے پتا ماتا کو حاصل ہوتی۔ لیکن پریوار کے ذریعے اولاد کو بھی کچھ کم تعلیم نہیں ملتی۔ پتا ماتا کی قُربت میں رہ کر بھگتی۔ بھائی بہنوں کے پاس رہ کر بےغرضانہ محبّت اور انصاف پسندی۔ اتتھی ابھیاگتوں (مہمانوں) کی خدمت کے ذریعے اِنکساری اور دوسروں کی سیوا۔ پتا ماتا کے زیر انتظام رہ کر سچائی اور انصاف پسندی کی تعلیم کتابوں کی تعلیم نہیں اور نہ یہ تعلیم زبانی طور پر حاصل ہی ہوسکتی ہے۔ بلکہ حقیقی حالات اور گھٹناؤں کے اندر پڑنے سے ہی کیریکٹر کا اوچ بکاس (اعلیٰ ہونا) ہوتا ہے اور یہی حقیقی تعلیم ہے۔ اگر تم دِلی یکسوئی کے ساتھ اور گہرے طور پر سوچ کر دیکھو تو تم معلوم کروگے کہ گھر اور پریوار کی پیدائش دنیا میں انسانی کیریکٹر کو کام کے لائق بنانے کے لئے کُلّی طور سے بِدھاتا (پروردگار) کا ایک عطیہ ہے ؞

ماتا پتا کے دل میں اپنی اولاد کی ذمہ داری کا جو علم پیدا ہوتا ہے انسانی کیریکٹر کو بنانے کے لئے اور کوئی چیز اُس سے کم ہی ہے۔ جس عورت کا چرتر ٹھیک نہیں رہا اور برادری نے جس کو نکال دیا ہے۔ اُس کا بچہ اُسکی گود میں دو اور اُس کو محفوظ جگہ میں بیفکری کے ساتھ رہنے دو۔ تو دیکھو گے کہ وہی بچہ اُس کو ناپاک خواہش سے اوپر لے جائیگا۔ جو شخص پاپ بھری زندگی بسر کرتا ہے اور خود رو ہے۔ اگر اُس کے دل میں اپنی اولاد کے لئے پیار پیدا ہو۔ اور اُس کی بھلائی کا خیال اُس کے دل میں جگہ حاصل کرے تو دیکھو گے کہ وہ خود ہی اپنے آپ کو ضبط میں لے آئیگا۔

اسی واسطے جو سماجک بیوستھا (سوشیل رسوم اور رواج) اِس ذمہ داری کے گیان (علم) کو پیدا اور گہرا نہیں ہونے دیتی وہ انسانی چرتر اور سوسائٹی کے اخلاق کو اعلےٰ بنانے کے مخالف ہے۔ کثرت ازدواج کا طریق پتا ماتا کی ذمہ واری کے گیان کو گہرا نہیں ہونے دیتا۔ اسی واسطے وہ ایک خاص سماجک (سوشیل) پاپ اور بیماری ہے اور پریوار کے سُکھ اور ترقی کے لئے مثل کانٹے کے ہے جسے ہمیشہ دور کرنا چاہیئے۔

پریوار میں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے۔ ایک جگہ رہنے۔ ایک دوسرے کے سُکھ اور دُکھ میں حصہ دار ہونے۔ دل کھول کر بات چیت کرنے۔ پاک خوشی میں سب کے شامل ہونے سے آپس میں دلوں کی نزدیکی اور میل اس قدر پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بڑھاپے میں کسی دوسری جگہ جانے کا اتفاق ہو۔ تو وہاں پر بھی جوانی کے زمانے کی گھر کی باتیں یاد آتے ہی دل بھر آتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور دل کے تمام پاک بھاؤ روشن ہو جاتے ہیں۔

لیکن افسوس! ہمارے ملک میں کیسا مختلف نظارہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بوڑھے باپ اور نوجوان بیٹے میں کوسوں کا فاصلہ ہے! ایک کے دل کے بھاؤ سے دوسرا بالکل ناواقف ہے۔ باپ کے آموجود ہونے پر اولاد سنجیدہ اور چپ چاپ رہتی ہے! منہ میں ہنسی نام کو نہیں۔ دل نہیں کھلتا۔ زبان نہیں کھلتی۔ کھیل نہیں۔ خوشی نہیں۔ وقت گراں معلوم ہوتا ہے کاٹے نہیں کٹتا ہے۔ اور دل میں ایسا خیال آتا ہے کہ۔ یہ یہاں سے اٹھیں۔ نوجان میں جان آئے۔ اور ہمعمر ساتھیوں کے ساتھ دو چار باتیں کرنی ملیں ❊

سیانے ہونے پر بہن اور بھائی میں کس قدر دوری دیکھی جاتی ہے! بہن کے لئے بھائی کے ساتھ دل کھول کر بات کرنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ مل کر کھیلنا نہیں۔ خوشی منانا نہیں۔ تماشا نہیں۔ سکھ دکھ کی بات نہیں۔ بھائی خیال کرتا ہے۔ بہن کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کی بجائے اپنے ہم عمر نوجوان ساتھیوں کے ساتھ رہنے سے وقت اچھی طرح گزرتا ہے۔ جس ملک میں پریوار کی اندرونی حالت یہ ہو۔ اس ملک میں لوگ کیونکر جان سکتے ہیں کہ۔ پریوار کس چیز اور کس لطف کا نام ہے ❊

بچپن کی شادی بھائی بہن کو چھوٹی ہی سی عمر میں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیتی ہے۔ جوانی کے زمانے میں جبکہ دلوں میں پریم کا بھاؤ جوش پر ہوتا ہے۔ ان کو اکٹھا رہنے کا اتفاق ہی نہیں ہوتا۔ یہ بات بھی پریوار کے سکھ کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے ❊

مضبوط بشواس۔ سچائی پر بھروسہ۔ اور فرض کے پیار کی پاک خوبیوں کی سب ہی جگہ ضرورت ہے۔ مگر آجکل کی شائستگی کے زمانے میں ان

خوبیوں کی پریوار میں خاص طور پر ضرورت ہے +

آجکل اخبارات کی اشاعت - پریس (چھاپہ خانہ) کی لگاتار محنت - سبھاؤں اور جلسوں کی لگاتار کوشش سے طرح طرح کے خیالات کی ترنگیں (موجیں یا لہریں) ہمارے پریواروں میں داخل ہو رہی - اور لوگوں کے بشواس کو ڈانواں ڈول کر رہی ہیں - ایسے وقت میں جو لوگ یہ خواہش کرتے ہیں - کہ وہ پریوار کو اولاد کے لئے اچھی تعلیم ملنے کے قابل استھان (جگہ) بنائیں - اُن کے لئے اپنے پریوار میں بشواس کی مضبوطی - اور سچائی کے لئے نِشٹھا (عزت اور شردھا) پیدا کر دینے کی خاص ضرورت ہے +

جس چیز کے بغیر خود اِنسان اِنسان کہلانے کے لائق نہیں بنتا - اُس چیز کے نہ ہونے سے پریوار بھی اچھا نہیں ہو سکتا - جس پریوار کی ہَوا میں نیائے (انصاف) پریتی (محبت) - پوترتا (پاکیزگی) - اُدارتا (فراخ دِلی) - ست نِشٹھا (سچائی کے لئے شردھا اور تعظیم) کے بھاؤ ملے ہوئے ہوتے ہیں - اُس آب و ہَوا میں اگر کوئی مہمان بھی ایک دن کے لئے آ کر رہے - تو اُس کا دِل اور دماغ بھی اعلےٰ ہو جاتا ہے +

اِس لئے اے انسان ! اگر تُو دانا ہے - تو اس بات کے لئے چنداں بیاکل نہ ہو - کہ پریوار میں کوئی کیا کھاتا اور کیا پہنتا ہے - اور اس بات کا چنداں فکر نہ کر - کہ گھر میں سے کسی نے کونسی چیز توڑ پھوڑ دی - بلکہ اس بات کا دھیان رکھ کہ آیا پریوار کے رگ و ریشہ میں اخلاق اور دھرم کے اعلےٰ اصول جگہ حاصل کرتے جاتے ہیں - یا نہیں +

اگر تمہاری عورت دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ روپیہ کے زیور پہنے

ہوئے ہو۔ لیکن مصیبت زدوں اور دُکھیاروں کو دیکھ کر اُس کی آنکھوں میں آنسو بھی نہ آتا ہو۔ اگر تمہارے لڑکے بالے پدم کے پھُول کی طرح آراستہ و پیراستہ ہو کر چلتے پھرتے نظر آتے ہوں۔ لیکن وہ سوارتھ پرتا (خود غرضی) اور آہنکار (غرور) کے پُتلے ہوں۔ تو تم کو سوچنا چاہیئے کہ۔ آیا تم اس دولت اور پریوار کو لیکر خوشی مناؤ گے یا رنج؟ اگر ایسی حالت ہو تو ہمارے خیال میں تم کو رنج کرنا چاہیئے +

یہ ممکن ہے۔ کہ تُم اپنی اِستری کو سونے کا ہار نہ دے سکو۔ لیکن اس کے دِل میں پاک بھاؤ پیدا کر سکتے ہو۔ کیا سونے کے مقابل میں انسانیت اور پوِترتا زیادہ خواہش کرنے کی چیز نہیں؟

ہے جگدیشور! ایسا ہو کہ ہمارے بچّے پریوار میں یہ دیکھیں۔ کہ ہم ادھرم (پاپ) سے ڈرتے ہیں۔ جس کام میں انیائے (بے انصافی) کی ذرا بھی بُو ہے۔ اُس کے لئے ہمارا ہاتھ نہیں اُٹھتا۔ اور ہم سادھوتا (پاکیزگی) کو دل سے پیار کرتے ہیں۔ اگر ہماری زندگی ایسی ہو تب ہی بچّے پریوار میں رہ کر انسانیت کے حاصل کرنے کے لائق ہونگے +

آہا! نیکی کے ذریعے بدی کو فتح کرنے میں کس قدر راحت ہے! جس نیک شخص نے اپنی زندگی میں اس صداقت کو حاصل کرنے کے لئے کشمکش کی ہے وہی جانتا ہے کہ تمام دُنیا کی بادشاہت ملنے پر بھی ایسا سُکھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس دیوت (الٰہی) کی زندگی کو ظاہر کرنے کے لئے پریوار سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ ایسا بہادر شخص جس نے اپنے پریوار میں نیکی کے ذریعے بُرائی کو دُور کیا ہے۔ جب انسانی سوسائٹی میں قدم رکھتا ہے۔ تو اُس کا چہرہ

دیکھتے ہی لوگ اُس کی عزت کرتے ہیں اور اپنی زندگیوں کو اس پاک شخص کی اعلےٰ زندگی کے مقابلہ میں نہایت ادنےٰ اور ناچیز خیال کرتے ہیں ٭

اٹل سادھو اِچھا (دوسروں کے لئے لگاتار بھلائی کی خواہش) ایک ایشوریہ بھاؤ (الٰہی جذبہ) ہے۔ پریوار میں دوسروں کے مخالف بھاؤ کو دیکھ کر بھی جو شخص ہمیشہ بھلا چاہتا اور اپنی سادھو اِچھا کو اٹل رکھتا ہے۔ ایسا شخص پرمیشور کی انس (جزو) ہے اور ہماری تعظیم کا مستحق ہے ٭

یہ امر خاص کر قابل توجہ ہے کہ تمام انسانی سوسائٹی میں ہم جس قسم کی ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اُس کو پہلے ایک ایک پریوار میں عملی صورت میں لانا چاہیئے۔ گھر سے باہر انسانی سوسائٹی میں جن جن اچھی باتوں کا ذکر ہوتا ہے اور بھلائی کے جن جن کاموں کی تجویزیں پیش ہوتی ہیں۔ اُن کے ساتھ ہر ایک پریوار کا تعلق رہنا ضروری اور لازمی ہے۔ اس لئے پریوار میں ایک ایسی خاص جگہ اور وقت مقرر کرنا ضروری ہے جہاں کہ پریوار کے سب لوگ اکٹھے ہو کر ایسے مضامین پر بات چیت کیا کریں۔ اگر ایسی باتوں اور کاموں سے جن پر سماج (سوسائٹی) کی ترقی منحصر ہے پریوار کا تعلق نہ رہے۔ تو ایسے پریوار کے بچے خود غرض۔ تنگدل اور ادنےٰ مقصد رکھنے والے بن جائینگے۔ اور اُن کو سوائے اپنے سُکھ اور مطلب کے کسی کی پرواہ نہ ہوگی۔ یہ حالت کیا کبھی اچھی اور پسندیدہ ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ٭

پریوارک شانتی (راحت یا اطمینان جو کنبہ داری کی زندگی میں ملتا ہے) کو سب سے قیمتی چیز خیال کرنا چاہیئے۔ اگر اس کو قائم رکھنے کے لئے تمام دولت اور طاقت بھی خرچ ہو جائے۔ تو بھی کوئی نقصان کی بات نہیں ٭

(۱) ایک گھر میں دس دن اکٹھے رہنے ہی سے ایک شخص دوسرے شخص کو اچھی طرح پہچان لیتا ہے۔ جب تم کو پریوار کے لوگوں کی خصلت سے واقفیت ہوگئی تو اُس کے مطابق گھر کا سارا انتظام کرنا چاہیئے۔ اور ایسا کرنے سے تم کو شانتی ملیگی ÷

(۲) پریوارک شانتی بہت کچھ وقت اور کام کے مناسب استعمال اور انتظام پر منحصر ہے۔ گھر کے ہر ایک کام کے لئے وقت مقرر کرو اور اپنے آپ کو اور نیز دوسروں کو اُس کی پابندی کا عادی بناؤ۔ تب دیکھوگے کہ آہستہ آہستہ ہر کام کو ٹھیک وقت پر کرنے میں کچھ دقت اور مشکل معلوم نہ ہوگی۔ اور بہت سے ایسے اسباب یا باتیں جن کی وجہ سے پریوار میں اشانتی (بے آرامی یا دُکھ) اور جلن پیدا ہوتی تھی۔ دور ہو جائینگی ÷

پریوارک سُکھ کے چار بڑے دشمن ہیں:۔ (۱) خود غرضی۔ (۲) بیرحمی (۳) غصہ۔ (۴) بشواس گھاتکتا (بے اعتباری) ÷

(۱) جو شخص اپنے سُکھ کا زیادہ خیال رکھتا ہے اور دوسرے کو سُکھ دے کر سُکھی ہونا نہیں جانتا اور اپنے سُکھ اور سہولت میں ذرا سا فرق آنے پر ناراض اور خفا ہونے لگتا ہے اور جس کے دل میں دوسروں کو تکلیف دیکر اور دق کر کے بھی ہر وقت اپنے سُکھ کا خیال دامنگیر رہتا ہے ایسا شخص جس پریوار میں ہوگا۔ وہ دُکھ بڑھانے کا مُوجب ہوگا ÷

(۲) خود غرضی کی مانند بیرحمی بھی پریوارک سُکھ کی بڑی دشمن ہے اگر ایک شخص کے دل میں پریوار کے کسی ممبر کے دُکھ اور تکلیف کو دیکھکر کچھ تکلیف محسوس نہ ہوتی ہو اور جب تک اُس کے اپنے سُکھ میں فرق

نہ آئے۔ تب تک وہ کسی کی بیماری اور تکلیف کی پرواہ نہ کرتا ہو۔ ایسے شخص کو لیکر بھی پریوار میں سُکھ نہیں ہو سکتا ۞

(۳) پریوارک سُکھ کا تیسرا دشمن غصّہ ہے۔ جو شخص ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے۔ ہر وقت دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ دنگا فساد کرتا رہتا ہے۔ ایسا شخص پریوار کے لئے مثل کانٹے کے ہے ۞

(۴) پریوار کا سب سے بڑا دشمن بِشواس گھاتکتا (بے اعتباری) ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اس نقص سے ہمیشہ خبردار رہے۔ جب ایک دوسرے پر بِشواس کے بغیر ڈاکوؤں کی ڈکیتی بھی نہیں چلتی تو اس صفت کے بغیر تمہارے پریوار کا کام کس طرح چل سکیگا؟ پریوار کے دیگر لوگوں کو دھوکا دیکر اپنا مطلب برآری کرنے اور اپنی بیوی سے چھپاکر کسی کام کو کرنے سے ہمیشہ پرہیز کرو۔ اور یہ بے اعتباری کا زہر اپنے گھر میں ہرگز داخل نہ ہونے دو۔ جیساکہ سب کے جھوٹ بولنے سے انسانی سوسائٹی قائم نہیں رہ سکتی اور ایک دوسرے پر بشواس نہ رہنے سے سماج کا کام کاج نہیں چل سکتا۔ ویسے ہی اگر مرد اور عورت کے تعلق میں پاکیزگی یا پوترتا نہ رہے۔ تو پریوار قائم نہیں رہ سکتا۔ جو عورت بشواس کے لائق نہیں۔ یا مرد قابلِ اعتبار نہیں۔ اُن کے ساتھ رہنا گویا سانپ کی صحبت میں رہنے کی مانند ہے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے میں ہمیشہ دل میں خدشہ ہی رہتا ہے اور دل ہمیشہ کانپتا ہی رہتا ہے۔ خاص کر اگر عورت پاک دل نہ ہو۔ تو پریوارک اور سماجک رشتوں میں سخت بربادی اور خرابی واقع ہوتی ہے۔ اسی واسطے گرہ دھرم کے لئے اپوترتا (ناپاکی) کو مثل زہر قاتل کے سمجھنا چاہیئے اور

یہ خیال کرنا چاہیئے کہ جیسے زہر کا ایک قطرہ دودھ کے گھڑے کو زہریلا کر دیتا ہے۔ ویسے ہی اپوترتا تمام پریوار کے سُکھ کو تلخ کر دیتی ہے ٭

جیسے انسانی سوسائٹی کو قائم رکھنے کے لیئے جھوٹ سے نفرت کرنا اور اس کو دمن (دور کرنا یا دبانا) کرنا ضروری ہے۔ ویسے ہی پریوار کو قائم رکھنے کے لیئے اپوترتا سے نفرت کرنا اور اس کو دمن کرنا ضروری اور لازمی ہے۔ تمام عورتوں کو ناپاک دِل مرد کا دشمن ہونا چاہیئے اور تمام مردوں کو ناپاک دِل عورت کا ٭

میں نے ایک ایسا پریوار دیکھا جس کا سرپرست نہایت خوش طبع شخص ہے اُن کا دِل محبت سے پُر ہے۔ اپنی بیوی بچوں کا تو ذکر درکنار رہا۔ اگر کسی دوسرے شخص کے بچے اُن کے گھر میں رہیں۔ تو وہ بھی ٹھیک اُسی طرح اُنکی سچی محبت کے حصہ دار ہوتے ہیں۔ اُن کا چہرہ ہمیشہ محبت اور خوشی سے بشاش رہتا ہے۔ اپنی بیوی کے ساتھ اُن کی کیسی محبت۔ اولاد کے ساتھ کیسی ماما اور پیار اور نوکر اور نوکرانیوں کے ساتھ کیسا اچھا سلوک اور برتاؤ ہے! اُنکی برداشت کی کچھ حد نہیں۔ خواہ اُن کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ پہنچے لیکن ممکن نہیں کہ اُن کے بشاش چہرے پر ذرا بھی ملال آجائے ٭

اُن کی بیوی بھی ایسی ہی ہیں۔ اُن کا جسم اور رُوح دونوں خوبصورتی اور خوبی کے زیور سے آراستہ ہیں۔ اُن کا جسم تندرست اور مضبوط۔ دل ہمیشہ بشاش اور خوش اور وہ گھر کے کاروبار میں ہمیشہ مستعد اور سرگرم دکھی جاتی ہیں ٭ وہ اپنے خاوند اور اولاد کی سیوا (خدمت) کر کے نہایت خوشی محسوس کرتی ہیں۔ اُن کی خاوند کے ساتھ ایسی گہری محبت ہے کہ وہ آپس میں دونوں کا

ایک دوسرے کے ساتھ سنجوگ ہونے میں اپنے آپ کو خوش قسمت خیال کرتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دل ہو کر بچّوں کی حفاظت اور پرورش میں لگے ہوتے ہیں۔ ہاں! ایسی پاک محبّت پر ہی ایشور کا راج قائم ہوتا ہے۔ اُنکے گھر میں ہر روز ایشور کی پُوجا ہوتی ہے جس کے آنند نے اُن کے پریوار سکھ کو اور بھی دس گُنا زیادہ کر دیا ہے ؞

دوسرا باب

پریوار میں عورت کا منصب

عورت کا گرہ دھرم کے ساتھ ویسا ہی تعلّق اور رشتہ ہے۔ جیسا کہ کھانے کے ساتھ نمک کا ہے۔ جیسے کھانا بغیر نمک کے لذیذ اور ذائقہ دار نہیں بنتا ویسے ہی بغیر عورت کے گھر کی زندگی بے لُطف ہو جاتی ہے ؞

خاندان کے قیام کی بنیاد عورت پر ہے اور خاندان۔ گاؤں اور شہر وغیرہ اُس ہی کے لئے بنے ہیں۔ چونکہ ایسے زمانے میں جبکہ انسان وحشیانہ حالت میں تھا۔ بچّوں کو لیکر اکیلی عورت محفوظ طور پر نہیں رہ سکتی تھی۔ اِس لئے اُس کی اور اُس کے بچّوں کی حفاظت کے لئے گھر اور گاؤں وغیرہ کے بنانے کی ضرورت پڑی ؞

پرماتما نے بچّوں کی پیدائش اور پرورش کا بوجھ اور اُس کی پاک

ذمہ واری عورت کے سپرد کی ہے۔ اس لئے اُس کو تین چیزوں کی ضرورت ہوئی (۱) کوئی محفوظ جگہ (۲) اپنے سے زیادہ کسی طاقتور مرد کا سہارا (۳) اولاد کی پرورش کے لئے ضروری سامان۔ یہ تینوں چیزیں پریوار کے انتظام کے لئے ازبس ضروری ہیں *

مذکورۂ بالا ذمہ واری کی وجہ سے عورت جسمانی محنت اور ایسے کاموں میں جن کے لئے زیادہ وقت کی ضرورت پڑتی ہے۔ مرد کے مقابلے میں کسی قدر پیچھے رہ گئی ہے۔ چونکہ عورت گھر کی جان ہے۔ اس لئے گھر میں اُس کی سب سے بڑھ کر عزت اور قدر ہونی چاہئے۔ اور اُس کے سکھ اور آرام کو ہمیشہ مدِّ نظر رکھنا فرض میں داخل ہے۔ اسی واسطے شاستر میں کہا گیا ہے:"

"यत्र नार्यास्तु पूज्यन्ते रमन्ते तत्र देवता"

کہ "جس گھر میں عورت کی عزت اور قدر ہوتی ہے۔ اُسی گھر میں دیوتا لوگ خوشی سے باس (سکونت) کرتے ہیں اور جس گھر میں عورتیں دُکھی ہو کر آنسو بہاتی رہتی ہیں وہ گھر کبھی سُکھی نہیں ہوتا۔"

مرد کا کام یہ ہے کہ عورت اور بچوں کے آرام اور آسائش کا باعث ہو نہ کہ اُن پر حکومت کرنے کے لئے۔ اگر وہ ظالم راجہ کی طرح گھر پر حکومت کرے تو ایسا خود غرض شخص بدھاتا پرمیشور کی نگاہ میں قصور وار سمجھا جائیگا *

اس موقع پر ایک قابل ذکر بات پیش کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مردوں کے لئے تو کام کرنے کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مثلاً تجارت۔ انتظام حکومت اور ملکی معاملات کے کاموں میں حصہ لینا اور اُس کو سر انجام دینا۔ جہاں ایک طرف اُس کو ان سب اُمور میں اپنی طاقتیں لگائے رکھنے

اور کام کرنے کا موقع حاصل ہے - وہاں دوسری طرف اُس کو اُن سب کاموں کے ذریعے دِلی خوشی اور لُطف بھی ملتا ہے۔ پس مرد کے لئے حکومت کرنے کی جگہ اور موقعے گھر سے باہر بکثرت موجود ہیں - لیکن بیچاری عورت کے لئے گھر کے علاوہ دل بہلانے کی اور کوئی جگہ نہیں - اب اگر اُس کو وہاں بھی آرام اور سُکھ نہ ملے تو بھلا تم ہی بتلاؤ کہ پھر اُس کے لئے دل بہلانے اور راحت پانے کے لئے کیا باقی رہا ؟

پس اے مرد ! اگر تو دل رکھتا ہے اور تیرے دل میں دھرم کا کچھ بھی ڈر ہے - تو اُس کی اس چھوٹی سی دُنیا کو تلخ نہ کر - یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ گھر کا انتظام قائم رکھنے کے لئے جن چھوٹے چھوٹے کاموں کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے - اگر اُن سب کاموں کو تم اپنے ہاتھ میں لے لو - اور اُن کی ہی چھان بین میں لگے رہو - تو وہ سب کام تمہارے لئے مثل ایک بھاری بوجھ کے معلوم ہونگے - مگر عورت کے لئے کہ جو رات دن گھر ہی میں رہتی ہے - اُن سب کو سرانجام دینا ایک آسان اور معمولی سی بات ہے - اس لئے گھر کا تمام انتظام عورت کے سپرد کرنے میں تمہارا ہی بھلا ہے - تمہارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ تم گھر آکر کھاؤ پیو - آرام کرو - گھر کے بال بچوں سے محبت کرو - اور اُن کی محبت خود بھی حاصل کرو - اور باقی کے سب کام عورت کے سپرد کر کے تم صرف اُس کے صلاح کار اور مددگار ہو کر رہو - دھارمک سوامی کا فرض ہے کہ دھرم اور فرض کی زندگی کو مدِّ نظر رکھکر جہاں تک ممکن ہو پریوار میں ہمیشہ عورت کے آرام اور سُکھ کے لئے کوشش کرے ؎

دھارمک سوامی اپنی استری کو دھرم کی نگاہ سے دیکھتا اور اُسکے

پاک رشتے کو ایک سورگی (بہشتی) چیز سمجھتا ہے۔

عورت کے بشاش چہرے کی شوبھا سے گھر کی تاریکی دور ہوتی ہے اس لئے گھر میں کوئی بھی ایسی جگہ نہ ہونی چاہئے کہ جہاں وہ بلا روک ٹوک آجا نہ سکے۔ گھر کے لوگوں سے پردے کا طریق پریوارک سُکھ کا بہت بڑا دشمن ہے۔

شردھا کے ذریعے ہی مرد اور عورت کے رشتے کی پاکیزگی کا رہنا ممکن ہے اور ایک دوسرے کی فطرت کی خوبیوں کے دیکھنے اور محسوس کرنے پر شردھا کا انحصار ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملنے جلنے اور بات چیت کرنے پر آپس کے نقص اور خوبیوں کو دیکھنا اور نقصوں کو دور کرنا ممکن اور منحصر ہے۔ اس لئے گھر کے لوگوں سے پردہ رکھنا مرد اور عورتوں کے رشتے کی پاکیزگی کے لئے ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے اور اس کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔

عورت کا سرل دل اور پریم بھاؤ گرہ دھرم میں سب سے بڑھ کر سُکھ دینے والی چیزیں ہیں اور پریم اور سرلتا کی پاک ہوا میں رہنے سے دل اعلیٰ اور پاک ہوتا ہے۔ پس پردے کا طریق عورتوں کو علیحدہ رکھنے کی وجہ سے پریوار اور گھر میں پاک بھاؤوں کو نشوونما نہیں ہونے دیتا۔

ایک غریب براہمن کا لڑکا پردیس میں رہتا تھا اور اُس جگہ اُس کی ایک معزز خاندان کے لڑکے سے دوستی تھی۔ اس گھر کی خاتون اور بہو بیٹیاں اس غریب لڑکے کی غریبی اور تکالیف کا ذکر اکثر سُنا کرتی تھیں۔ آخرش یہ ذکر سُنتے سُنتے اُن کے نرم اور پاک دل کو بہت تکلیف محسوس ہونے لگی۔

اور اُنہوں نے اُس کو اپنے گھر میں رہنے کے لئے کہا اور خود ماں اور بہنوں کی طرح اُس کے ساتھ سلوک کرنے لگیں۔ اگر وہ کبھی بیمار ہو جاتا۔ تو ماں کی طرح اُس کو گود میں لیکر رات بھر جاگتی رہتیں۔ بہوئیں اُس کو اپنے دیور اور نزدیکی رشتے دار کی مانند سمجھتی تھیں۔ آخرش وہ لڑکا بڑا ہو گیا اور اُسکو اُس جگہ کو چھوڑے ہوئے بھی ایک عرصہ گُزر گیا مگر اب بھی جب کبھی اُس پریوار کا نام سُنتا ہے۔ تو اُن کے سلوک کو یاد کرکے اُس کی آنکھوں میں پانی بھر آتا اور خوشی کے جوش سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس سلوک سے اُس کے دل پر ہمیشہ کے لئے عورتوں کی ذات کی طرف سے شردھا کی مُہر لگ گئی۔ اگر ہمارے ملک میں ناجائز پردے کی رسم نہ ہوتی۔ تو نہ معلوم اور کتنے لوگوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں جیسا سلوک نصیب ہوتا*

عورت کا بشّاش چہرہ۔ اُس کی خوبصورتی کی لطافت اور پاکیزگی اور اس کے پاک دل کی محبّت وغیرہ اوصاف دُنیا کی خود غرضی۔ اوتیجّنا (بھڑکاوٹ) عداوت وغیرہ نیچ جذبات کی حرارت سے جلے ہوئے دل کو چاند کی روشنی کی طرح ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔ چونکہ ناجائز پردے کا طریق انسان کو ان تمام سُکھوں سے محروم کر دیتا ہے۔ اس لئے اُس کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیئے*

لڑکے لڑکیوں کو بلا کسی روک ٹوک کے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے دینا چاہیئے۔ مگر اُن پر ہمیشہ اُن کے ماں باپ کی نظر کا رہنا ازبس ضروری ہے۔ اُن کی جائز خوشیوں اور تفریح طبع میں روک نہیں پیدا کرنی چاہیئے۔ مگر جب وہ پاکیزگی اور سچّائی کی زندگی سے ذرا بھی اِدھر اُدھر

ہوں تو اُن کو مناسب سزا ضرور دینی چاہیئے - اس طور پر جو لڑکے لڑکیاں آپس میں ایک دوسرے سے مِلے جُلے رہ کر پرورش پاتے ہیں - وہی ایک دوسرے کی شردھا کرنا سیکھتے ہیں - اور اسی شردھا کے پاک بھاؤ کے نشو و نما ہونے سے مرد اور عورت کا پاک رشتہ قائم ہوتا ہے ۔

خواہ مرد ہو خواہ عورت - اُن کے چلن کی پاکیزگی کے بارے میں ایک بات کا یاد رکھنا ضروری ہے - اور وہ یہ ہے کہ بھلائی اور بُرائی کے علم ہونے پر بھلائی کو پسند اور منتخب کرنے کا نام پاکیزگی ہے - وہ شخص جس کو بُرائی کا کچھ علم ہی نہیں - اگر نیک ہو تو چنداں خوبی کی بات نہیں - اگرچہ بظاہر اُس کا یہ عمل اچھا معلوم ہوتا ہے - تاہم اُس کی زندگی محفوظ نہیں ۔

جو شخص اپنی حفاظت آپ کرنا نہیں جانتا - اُس کی حفاظت دوسرا کون کر سکتا ہے ؟ اسی لئے شاستر میں کہا گیا ہے "اگر عورتوں کو وفادار اور فرمانبردار نوکروں کی حفاظت میں رکھا جائے تو بھی وہ محفوظ نہیں ہیں - جو اپنی حفاظت آپ کرتی ہیں - وہی محفوظ ہیں" ۔

تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کے اندر اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی خواہش اور طاقت کو پیدا کر دے - اس دُنیا میں بُرائی اور بھلائی دونوں ہی موجود ہیں - جو شخص جس چیز کو چاہتا ہے - وہی اُسکو نصیب ہوتی ہے - عام لوگ جس جگہ کو دوزخ کہتے ہیں اور اُس سے اس قدر ڈرتے ہیں - پرماتما کے سیوک بہت کوشش اور تلاش سے اُسی جگہ کو بہشت بنانے کے لئے منتخب کرتے ہیں - عورتوں کو بہت کوشش اور احتیاط کے ساتھ ایسی تعلیم دو - تاکہ وہ دوزخ کی جگہ بہشت قائم کر سکیں ۔

ایک شخص فرانس کا رہنے والا جب انگلستان کی سیر کر کے اپنے ملک کو واپس آیا۔ تو اس نے کہا کہ انگلستان کی نوجوان لڑکیاں مردوں کے ساتھ ایسے پاک اور سرل بھاؤ سے ملتی جلتی ہیں۔ کہ انسان کے دل میں سوائے اس کے کہ وہ ہماری بہنیں ہیں اور کوئی بھاؤ پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ ہے نیک چلن کی پاکیزگی کا اصلی راز اور اثر!

جس شخص کے نزدیک آنے سے ہمارے دل کے تمام پاک بھاؤ روشن ہو جاتے ہیں اور ناپاک بھاؤ مارے شرم کے منہ چھپا لیتے ہیں۔ وہی شخص در اصل پاک چلن والا کہا جا سکتا ہے۔ جس شخص کے تعلق سے ناپاک زندگی پاک بن جاتی ہے۔ اسی شخص کے چرتر میں دیوتا (الوہیت) کا انش موجود ہے۔

دھرم سماج کی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ مرد اور عورتوں کو اس پاکیزہ زندگی کے حاصل کرنے کے لائق بنا دے۔ خصوصاً عورتوں کی تعلیم کی ذمہ داری کا بوجھ سوسائٹی کے اصلاح کنندوں پر اور بھی دس گنا زیادہ ہے۔

چونکہ خاندان کے قیام کا انحصار عورت ہی پر ہے۔ اس واسطے شاستر (کتب مقدسہ) کے مصنفوں نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ عورتوں کی عصمت اور پاکدامنی کو محفوظ رکھنے کے لئے بہت احتیاط اور کوشش کرنی چاہئے۔ عورت کے گمراہ ہو جانے سے گھر کی شانتی اور دنیاوی عزت اور آرام جاتا رہتا ہے اور اولاد کی روحانی زندگی کی بیخ کنی کا بیج بویا جاتا ہے۔ خاوند کے ساتھ رشتہ کٹ جاتا ہے اور

پریوار میں سُکھ اور آرام کی کوئی جگہ نہیں رہتی۔عورتوں کے چال چلن کو پاک رکھنے کے لئے سماج کی طرف سے اُن کے لئے سخت قواعد کی پابندی اور نیز اُن کی فطرت کی طبعی اور قدرتی پاکیزگی کی وجہ سے سب ملکوں میں عورتوں کا چلن مردوں کی بہ نسبت زیادہ پاک ہے۔اس لئے عورتیں ہی انسانی سوسائٹی میں دھرم کی حفاظت کرتی ہیں ؛

برداشت اور حیا ہی عورتوں کی فضیلت کی دو بڑی علامتیں ہیں۔ جس عورت میں برداشت اور حیا نہ پائی جاتی ہو۔وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھی جانے کے قابل ہے ؛

اولاد کی پرورش اور حفاظت۔سوامی کے آرام اور صحت کا خیال اور مہمانوں کی خاطر تواضع۔نوکر اور نوکرانیوں کی بھلائی کا خیال وغیرہ فرائض اور کام عورت ہی کے سپرد رہنے چاہئیں۔مرد اِن سب کاموں میں جس قدر کم دست اندازی کرے۔اُسی قدر بہتر ہے۔لیکن ان سب کاموں کو بہتر طور سے سرانجام دینے کے لئے عورت کا تعلیم یافتہ ہونا ازبس ضروری ہے ؛

مرد اور عورتوں کی باہمی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنے سے برعکس فطرت والے شخص کو زیادہ پیار کرتے ہیں۔یعنی عورتیں ایسے شخص سے جو کمزور دل اور نرم مزاج رکھتا ہے۔نفرت کرتی ہیں۔اور شیر دل اور شہزور طبیعت کو زیادہ پسند کرتیں اور اُس کے ساتھ آرام سے رہتی ہیں اگرچہ بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے۔لیکن عورتوں کی پرکرتی (فطرت) کا یہ ایک گہرا اور حقیقی راز ہے ؛

عورت مرد کے پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ جیسی عورت مرد کے نقصوں اور خوبیوں کو جانچنے اور پہچاننے میں دانا اور ہوشیار ہوتی ہے۔ ویسا مرد نہیں ہوتا۔ اِس واسطے عورتوں کی سوسائٹی مردوں کی سوسائٹی کو درست کرنے اور ٹھیک رکھنے کے لئے ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اِس وجہ سے بھی پردے کا طریق قابلِ نفرت ہے ×

سُورج کے ساتھ حرارت کا۔ چاند کے ساتھ ٹھنڈی روشنی کا جو تعلق ہے اور سونے کے لئے چمک دمک جیسی ضروری ہے ویسے ہی عورت کی زندگی کے لئے پریم کی ضرورت ہے۔ اسی خوبی کی وجہ سے وہ دشوارگزار پہاڑ میں مثل ٹھنڈے پانی کے چشمے کے۔ اس سنسار کے میدان میں مثل بڑ کے درخت کے سائے کے اور زندگی کے راستے میں مثل چھتری کے ہے۔ جو عورت کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں اُنہوں نے گویا بِدھاتا (خالق) کے انتظام اور مقصد کو معلوم کر لیا ہے ×

مرد جس طرح اور جس حالت میں اوقات بسری کر سکتا ہے عورت اُس حالت میں نہیں کر سکتی۔ مرد اِدھر اُدھر پھر کر اور کوچہ و بازار میں رہ کر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اگر عورت کو اُس کی طرح دس روز بھی گزارنے پڑیں تو اُس کا ناک میں دم آجانے کے علاوہ اُس کے جسم اور دل دونوں کو سخت صدمہ پہنچے۔ اِسی لئے جب مرد عورت کو پیار کرتا ہے تب وہ اُس سے کہتی ہے کہ "آؤ ہم کسی جگہ بیٹھ جائیں"۔ کیونکہ عورت کی فطرت ایک محفوظ۔ نرجن۔ بے خطر اور آرام دہ جگہ چاہتی ہے چڑیا کو اگر بے خطر اور تنہا جگہ نہ ملے تو وہ وہاں اپنا گھونسلا نہیں بناتی۔

اِسی طرح عورت کو بھی اگر ایک محفوظ اور آرام دہ جگہ نصیب نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اپنی ذات میں نہیں دیکھتی اور نہ اُس کی اصلی پرکرتی (فطرت) ہی ظاہر ہونے پاتی ہے۔ اگر عورت کو اُس کے حسب منشاء ایک رہائشگاہ، کچھ ایسا سامان جسے وہ اپنا کہہ سکے اور چند ایسے رشتے دار اشخاص جنھیں وہ پیار کر سکے نصیب نہ ہوں تو وہ سُکھی نہیں ہو سکتی۔ اگر تم عورت کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو اُس کو گھوڑ دوڑ کے گھوڑے کی مانند اِدھر اُدھر چکر کاٹنے کی حالت میں نہ رہنے دو بلکہ اُس کے لئے ایسا انتظام ہونا چاہئے کہ وہ ایکانت میں مع اپنے سامان اور رشتے داروں کے جنہیں وہ پیار کر سکے باآرام رہ سکے۔ اگر تم اس کو خود غرضی کہتے ہو تو کہا کرو لیکن جگدیشور نے عورت کی فطرت کو ایسا ہی بنایا ہے اور اِسی سے اُس کی فطرت کی رکھشن شیلتا (قدامت پسندی) ثابت ہوتی ہے۔

عورت کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کوئی کہیگا کہ شادی کر کے مرد کی سرپرستی میں رہنا ہی اُس کی زندگی کا مقصد ہے۔ کوئی کہیگا کہ سنسار پالن کرنا اور خاندان کو قائم رکھنا ہی اُس کا مقصد ہے۔ بعض کہینگے کہ مرد میں ایشور کی نیائے پرتا (انصاف پسندی) کا بھاؤ ہے اور عورت میں اُس کے پریم کا بھاؤ ہے اس پریم کے ذریعے امر آتما (غیر فانی روح) کے بکاش میں مدد کرنا ہی اُس کی زندگی کا مقصد ہے۔

اُس کی زندگی کا مقصد خواہ کچھ ہی ہو لیکن اُس کا سنیہہ۔ دیا اور ممتا پریوار میں ہی محدود نہیں رہنی چاہئے۔ ہزاروں مرد جس طرح اپنے اپنے پریواروں کی حفاظت اور پرورش کر کے بھی دنیا کی بھلائی اور ترقی کے

لئے بہت کام کرتے ہیں - اسی طرح عورتوں کو بھی دکھیاروں کے دُکھ دُور کرنے اور مسکینوں اور بیکسوں کی حفاظت اور مدد کرنے اور مصیبت زدوں کو آرام دینے میں مردوں کی مدد کرنی چاہیئے - لیکن کُنبے کے آرام اور شانتی کو نقصان پہنچا کر یہ کام نہیں کرنا چاہیئے - اُن کا سب سے اعلےٰ اور پہلا فرض گھر اور پریوار کی بھلائی ہے ⁂

لیکن کیا مرد اور کیا عورت دونوں کے لئے شادی کرنا بدھاتا کا نیم ہے - انسانی سوسائٹی کے حالات کو مدّنظر رکھکر خاص خاص حالتوں میں بہتوں کو بغیر شادی کئے بھی رہنا پڑیگا - بعض نوع انسان کی خدمت کے خیال سے اور بعض اپنے گیان کو اعلےٰ کرنے کے خیال سے شادی نہ کرینگے - خواہ کسی بھاؤ سے متحرّک ہو کر کوئی بلا شادی رہے لیکن یہ بات ہر وقت یاد رکھنی چاہیئے کہ عام لوگ غیر شادی شدہ لوگوں سے دوسروں کی بھلائی کی نسبتاً زیادہ اُمید رکھتے ہیں ⁂

جس عورت کی شادی ہو گئی ہے اُس کے لئے اپنے خاوند اور اولاد کی خدمت کرنا ہی سب سے پہلا اور مقدّم کام ہے - انگلستان وغیرہ ملکوں میں ادنےٰ درجے کے لوگوں کی اخلاقی حالت بہت ابتر اور افسوسناک ہے - بہت سے شرابی اپنی بیوی بچّوں کی خبر گیری نہیں کرتے - اس واسطے اُن کی عورتوں کو اپنی روزی کے لئے کلوں وغیرہ میں کام کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے اور اِس واسطے بچّوں کی نگرانی کا بوجھ اُن لوگوں کے سپرد کرنا پڑتا ہے جن کے ساتھ کوئی رشتہ اور تعلق نہیں - اور اس لئے ہزاروں بچّے بے وقت مرجاتے ہیں -

بہت سی مائیں اس خیال ہی سے اپنے بچوں کو غیروں کے سپرد کر دیتی ہیں کہ وہ زندہ نہ رہینگے۔ اوہ! سماجک وسنور یا انتظام کے برخلاف چلنے سے کیسا غیر طبعی نتیجہ اور بھاؤ پیدا ہو جاتا ہے!

جو شخص حیوان ہے وہ اپنی استری کو کہتا ہے کہ "میں نے تجھے اپنی خواہشات کی سیری کے لئے بیاہا ہے"۔ جو انسان ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے تم کو اس لئے بیاہا ہے کہ تم میرے سکھ میں سُکھی اور دُکھ میں دُکھی ہوگی۔ لیکن جو دھارمک ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے تم سے اس لئے شادی کی ہے کہ تم کو نشکام پریم (بیغرضانہ محبت) دیکر اور سُکھی کر کے میں سورگ (مراد رُوحانی راحت سے ہے) حاصل کرونگا۔

چونکہ عورت کا خیال ہمیشہ زیادہ تر اپنے گھر کے کاموں میں ہی محدود رہتا ہے اس لئے اُس کی فطرت میں خود غرضی۔ کمینہ پن۔ تنگدلی وغیرہ نیچ بھاؤں کے پیدا ہو جانے کا امکان ہے۔ اِس لئے تعلیم اور سوسائٹی کے بھلے کاموں کے ذریعے اُس کے دل کو اعلےٰ اور کُشادہ بنانے کی ضرورت ہے۔

اُپاسنا (عبادت) میں (بشرط دلوں کا میل ہونے کے) آتما (رُوح) کا آتما کے ساتھ جو جوگ ہوتا ہے پرمیشور اُس جوگ میں باس کرتے ہیں۔ اس واسطے عورتوں کو مردوں کے ساتھ ہمیشہ اُپاسنا میں شامل ہونا چاہیئے۔

تیسرا باب

بیاہ (شادی)

ہم لوگ شادی کو نہایت پاک نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ پرماتما کا قائم کیا ہوا ایک عجیب گہرا اور سنجیدہ انتظام ہے اور یہ عجیب راز ہے کہ جو تھوڑے دن پہلے ایک دوسرے سے بالکل ناواقف اور ناآشنا ہوتے ہیں وہ شادی کے ذریعے ایک دوسرے کے اس قدر نزدیک اور اپنے ہو جاتے ہیں اور اُن کا آپس میں اس قدر گہرا تعلق ہو جاتا ہے کہ اُس کے مقابل میں ماں باپ بھائی بہن وغیرہ بھی جن کے ساتھ پیدائش کے وقت سے رہتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور اُٹھتے بیٹھتے ہیں وہ بھی ایک معنوں میں پرائے ہو جاتے ہیں۔ بیاہ میں دو دِلوں کو ایک بنا دینے والی اِسی عجیب طاقت کی وجہ سے ہمارے ملک میں عورت مرد کے گوتر کے ساتھ ایک ہو جاتی ہے۔

بیاہ کا پشو (حیوانی) بھاؤ تو یہ ہے کہ اس کے ذریعے ترقیٔ نسل کا سلسلہ چلتا رہتا ہے اور انسان کی قدرتی جسمانی اور نفسانی خواہشیں اور ضروریات پوری ہوتی ہیں۔ اور اس کا انسانی بھاؤ یہ ہے کہ یہ دو دِلوں کو ایک دوسرے کی طرف کھینچتا اور پریم اور نیک بھاؤں وغیرہ کے ذریعے زندگی کو میٹھا بناتا اور دونوں دلوں کو سیر کرتا ہے۔ شادی کا دیو بھاؤ یہ ہے کہ یہ دو دِلوں کو پریم کے رِشتے سے باندھ کر ایک آتما کو دوسرے

کے سُکھ کے لئے اپنی خود غرضی اور فائدے کو چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے اور دل کے تمام پاک بھاؤں کو روشن کر دیتا ہے ایک کی مدد سے دوسرے کی سادھوتا کو بڑھاتا ہے ۔ اور اِندریوں کے سُکھ سے پرے انسان کے لئے جو ایک اور سُکھ (رُوحانی) ہے اُس کے محسوس کرانے میں مدد دیتا ہے ؎

جس کے دِل میں شادی کے اس اعلیٰ بھاؤ کو قبول کرنے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی گویا ابھی تک وہ شادی کرنے کی عمر ہی کو نہیں پہنچا ۔ شادی کی بُنیاد پُرنئے (خاوند اور بیوی کے درمیان محبت یا عشق) پر منحصر ہے ۔ اور پُرنئے کی بنیاد شردھا ہے ۔ اور شردھا کا انحصار ایک دوسرے کو جاننے پر ہے ۔ اس لئے ہمارے ملک میں نائی اور پروہت کے ذریعے جو شادیاں کرائی جاتی ہیں وہ اصل معنوں میں سر سبز نہیں ہوتیں ۔ کیونکہ اُن کا طریق ہی درست نہیں ہے ۔ شادی کے بارے میں ایک خاص قاعدہ یہ ہونا چاہیئے کہ لڑکا لڑکی دس شخصوں کے ساتھ ملیں جُلیں اور اُن میں سے ایک شخص کو جس کو اپنے دل کے موافق پائیں منتخب کر لیں ؎

جہاں شادی کی بنیاد پریم پر ہوتی ہے ۔ وہاں وہ مرد اور عورت کے دلوں کے لئے ایک عجیب تعلیم دینے کا موجب ہوتی ہے ۔ اوّل وہ انسان کا انسانی سوسائٹی کے ساتھ رشتہ پیدا کرتی ہے ۔ دوم اُس کے ذریعے دھرم کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے ۔ تیسرے ایشور کے ساتھ میل پیدا ہوتا ہے ۔ اسی واسطے بہت سے ناپاک اور بدچلن مرد اور عورتوں کی زندگی میں اس کے ذریعے نئے اور پاک زندگی پیدا ہوئی ہے ؎

پریم کے جاننے کی علامت کیا ہے؟ اوّل۔ یہ پریم اندھا ہوتا ہے۔ یعنی جب تک یہ محسوس نہ ہو کہ تمام مرد او عورتوں میں یہی خاص عورت یا مرد سب سے افضل ہے تب تک سمجھنا چاہیئے کہ وہاں پریم نہیں ہے۔ دوسرے یہ خود غرضی پر مبنی ہوتا ہے۔ یعنی اس میں یہ برداشت نہیں ہوتی۔ کہ جس کو میں پیار کرتا ہوں۔ وہ کسی اور کو بھی پیار کرے۔ تیسرے اپنے پیارے کو ہمیشہ دیکھنے کی خواہش۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ میں کیوں اپنے پیارے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن تو بھی دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اسی کو پریم کہتے ہیں۔ بھوبھوتی شاعر نے بہت ٹھیک کہا ہے "محبوب ایسا کوئی بہت بڑا کام نہیں کرتا کہ جو دل کو مائل کرے۔ لیکن تو بھی اُس کے دیکھنے سے دُکھ دُور ہوتا اور سُکھ حاصل ہوتا ہے جو جس کا محبوب ہے۔ وہ اُس کے لئے گویا مائل کرنے والی ایک عجیب چیز ہے"۔

اس ملک میں لفظ پریم ناپاک خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ہمارے ملک میں بچپن کی شادی کا رواج ہونے کے باعث بسا اوقات پریم کے معنے کسی غیر استری کے ساتھ پریم کرنا سمجھے جاتے ہیں لفظ رتی سے بہت سے لوگ بہت دفعہ کسی غیر کی استری کے معنے لیتے ہیں لیکن پریم ایک سورگی چیز ہے اور یہ ایشور کا خود پیدا کیا ہوا ایک طبعی بھاؤ ہے۔

شادی کی تہ میں اگر پریم کا بھاؤ نہ ہو تو بسا اوقات اس سے ایک اور نقصان پیدا ہوتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مرد بجائے اپنے گھر میں رہنے کے باہر رہنا زیادہ پسند اور سُکھ ایک راحت بخش

خیال کرتا ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ مرد نے سکھ کے لالچ میں پڑکر باہر جانا شروع کر دیا ہے۔ تو خیال کرنا چاہئے کہ اس سے سوسائٹی کو بہت نقصان پہنچا۔ اور ہر ایک قسم کی بدچلنی کے لئے دروازہ کھل گیا۔ سوسائٹی کے لئے ایسی حالت کبھی پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ جس حالت میں کہ پتی اور پتنی (میاں بیوی) ایک ساتھ رہ کر سکھی نہ ہوں۔ اور اُن کو اپنے سکھ کے لئے کوئی اور جگہ تلاش کرنی پڑے ۔

اس واسطے لڑکی کو شادی کے لئے تیار کرنے کے معنے یہ ہیں کہ اُس کو مرد کا حقیقی ساتھی اور اُس کے دل کو لبھانے کے قابل بنایا جائے ۔

جب مرد اور عورت پرنے کے ذریعے میل کھا کر شادی کے رشتے میں بندھتے ہیں۔ تو وہ اپنے سر پر طرح طرح کی ذمہ واری کا بوجھ اُٹھاتے ہیں یعنی اپنے سکھ کو بھول کر پتی یا پتنی کو سکھی کرنا۔ دھیرج اور برداشت کے ساتھ ایک دوسرے کی کمیوں اور نقصوں کو برداشت کرنا۔ پریم اور تنبیہ کے ساتھ سنتان (اولاد) کی حفاظت اور پرورش اور اُن کی تعلیم کا انتظام کرنا۔ غرضیکہ یہ سب بوجھ اس کے ساتھ ہی اُٹھانا پڑتا ہے۔ جو شخص ان تمام ذمہ واریوں کا بوجھ اُٹھانے کے لئے تیار یا اِس بوجھ کو اُٹھانے کے قابل نہیں اُس کو کبھی شادی نہیں کرنی چاہئے ۔

پس کیا مرد اور کیا عورت کا ایسی عمر میں بیاہ نہیں ہونا چاہئے کہ جس عمر میں اُن کے دلوں میں ان تمام اہم فرائض کو سمجھنے کی طاقت اور یہ اُن کو اپنے سر پر لینے کی خواہش پیدا نہ ہوئی ہو ۔

بچے اپنے سکھ اور دُکھ یا آئندہ کی نیکی اور بدی کے بارے میں کچھ

خیال نہیں کرتے۔ جس دن انسان کے دل میں اپنی بھلائی یا برائی کے لئے سوچ بچار کی طاقت اور خواہش پیدا ہوتی ہے وہ دن انسان کی زندگی میں ایک خاص اور اہم دن ہے اور وہی دن شادی کرنے کے قابل ہے۔

منو نے شادی کے دو طریق بتلائے ہیں۔ اُن کے خیال کے موافق لڑکی کو آٹھ برس کی عمر میں سمپردان کرنا ہی شریشٹ (افضل) طریق ہے لیکن اگر پتا کسی وجہ سے اپنے فرض کو ادا نہ کرنے کے باعث کنیادان نہ کرے۔ تو اُس کے لئے ایک اور طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ لڑکی جوانی کی عمر میں داخل ہونے پر بھی ایک سال پتا کے گھر میں انتظار کرے اور اُس کے بعد اپنی طبیعت کے موافق اور لائق پتی کو منتخب کرے۔ ہم لوگ چھوٹی عمر میں کنیا سمپردان کرنا ایشور کی مرضی کے برخلاف سمجھتے ہیں۔ اس لئے دوسرا طریق ہی ہم لوگوں کے لئے اختیار کرنے کے لائق ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے لڑکی کے اندر اپنی آئندہ کی بھلائی اور برائی کو سمجھنے کی قابلیت ہی پیدا نہیں ہوتی۔

ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ پریم کی بنیاد شردھا پر ہے۔ ایمرسن نے لکھا ہے کہ ایک لڑکی ہر روز دکان سے سودا سلف خریدنے جایا کرتی تھی۔ راستے میں لڑکے اُس کے ساتھ ہنسی مخول سے اُس کو دق کیا کرتے تھے۔ ایک دن دیکھا گیا کہ اُن لڑکوں میں سے ایک لڑکے نے اُس لڑکی کے ہاتھ سے رومال گرتے ہی فوراً اُٹھا کر اُس کو دیدیا۔ یہ دیکھکر میں نے سمجھا کہ اِن دو دلوں میں پریم پیدا ہو گیا ہے۔ جبتک

اِنسان کے دِل میں کمینہ پن رہتا ہے اُس وقت تک اُس کے دل میں پُرُنے کا نام ونشان نہیں مِلتا۔ شردھا سے دل پُورن ہونے کے بنا بغیر پُرُنے قدم نہیں رکھتا۔ اِس واسطے جہاں حقیقی پُرُنے ہے وہاں نیچ خواہشیں نہیں رہ سکتیں۔ پس جب دیکھو کہ فلاں شخص فلاں لڑکی کو پیار کرتا ہے۔ تب ہی سے سمجھنا چاہیئے کہ اُن کا رشتہ ایک پاک رشتہ ہے۔ حقیقی پریم ایک ایسی چیز ہے۔ کہ یہ دل میں داخل ہوتے ہی بدچلن عورت کو بھی ستی (پاک) بنادیتا ہے ÷

پاک محبّت کے سوائے کسی اور نیچ اور ناپاک مقصد سے متحرّک ہوکر شادی کے رشتے میں بندھنا کیا مرد اور کیا عورت دونوں کی آئندہ رُوحانی بہتری اور ترقّی کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ جو لوگ گرہست (کنبہ داری) میں داخل ہونے کے وقت ہی ادنےٰ مقصد کو مدِنظر رکھتے ہیں۔ تو پھر نہ معلوم کہ وہ بعد میں کیا نہ کرینگے ÷

جس دھرم سماج میں کثرت سے عورتیں اور مرد ادنےٰ دُنیوی مقصد کو مدِنظر رکھ کر کُنبہ داری کی زندگی شروع کرتے ہیں۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ اُس سماج کے دھرم جیون کا تنزّل ہونا ضروری ہے ÷

شادی کو تین پہلو سے دیکھا جاسکتا ہے۔ یعنی (۱) اِیشور۔ (۲) دھرم سماج (۳) عام انسانی سوسائٹی۔ ان کا شادی میں خیال یا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اوّل۔ شادی کے وقت اِیشور کی پُوجا ہونی چاہیئے۔ دوم۔ شادی دھرم سماج کی پدھتی (طریق رسوم) اور قاعدے کے موافق اور تیسرے برادری کے لوگوں کے سامنے ہونی چاہیئے ÷

اگر ایک شخص کسی عورت کو یہ کہکر دھوکھا دے کہ جب ہم دونوں دِلوں میں پریم پیدا ہوگیا ہے۔ تو ہم ایشور کی نگاہ میں سوامی اور استری بن گئے ہیں اور ایشور نے تو جان ہی لیا ہے کہ ہم لوگوں کا آپس میں بیاہ ہوگیا ہے اب برادری کے بھائیوں کو بُلانے کی ضرورت کیا ہے۔ جو شخص ایسی کارروائی کرتا ہے۔ وہ خود غرض ہے۔ کیونکہ اُس نے یہ خیال نہ کیا کہ وہ اپنی اس کارروائی سے ایک معصوم عورت کو کس قدر نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر لوگوں کے ڈر سے وہ ایسی کارروائی کرتا ہے۔ تو ایسا شخص بالکل نالائق ہے۔ اور ایسے شخص کی استری بننے کے لئے کسی عورت کو بھی رضامند نہ ہونا چاہیئے۔ جو شخص بلا جھجک کے ایشور اور انسان کے سامنے کسی عورت کو استری کہہ کر قبول کرنے کے لئے دلیری نہیں کرتا۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ ایسا شخص یقیناً اُس کو پیار نہیں کرتا اور اُس رشتے کی بنیاد میں ضرور کوئی پیچ بھاؤ موجود ہے ۔

سماج اگر ایسے جوڑے کو قبول نہ کرنا چاہے تو اُس کو ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ پہلے برادری کی پرواہ نہ کرکے پھر اُس کی شکایت کرنا بیجا ہے ۔

اگر مرد ہزار بار پریم کا ذکر کرے اور اُس سے عورت کا دِل خوش ہو جائے۔ تاہم عورت کو اُس سے یہ کہنا چاہیئے کہ "دھیرج کرو۔ جو طریق شریف لوگوں کے لئے مناسب۔ جائز اور پاک ہے اُس کے مطابق تم مجھے دھرم پتنی تسلیم اور قبول کرو۔ اور پھر میں تمہاری زندگی کی ساتھی بنونگی"۔ جن عورتوں کو یہ کہنے کی بھی عقل نہیں وہ دُکھ اُٹھانے

ہی کے لئے پیدا ہوئی ہیں +

جو مرد کہ شادی سے پہلے ہی غیر شریفانہ بیوہار کرنے کو تیار ہے - اے عورت! اگر تو عقلمند ہے - تو اُس نیچ اور ناپاک دِل شخص کو پہچان لے اور اُس شخص کی سنگت (صحبت) کو اُس گھر کی طرح چھوڑ دے کہ جس میں سانپ رہتا ہے +

جیسے پیار کرنا عورت کا خاصہ ہے - ویسے ہی بشواس کرنا بھی اُس کی فطرت ہے - بہت سے ادنےٰ مقصد اور ناپاک فطرت رکھنے والے اور بیوفا مرد اسی وجہ سے عورت کو سخت مصیبت میں ڈال دیتے ہیں - جو نادان اور نالائق عورتیں پاکیزگی کے قواعد کے ذریعے اپنی حفاظت آپ نہیں کر سکتیں اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے قابل نہیں - اُن کو خرابی اور تباہی سے اور کون بچا سکتا ہے ؟

اے شادی کی خواہش رکھنے والی عورت! ایک اُپدیش خاص تمہارے لئے ہے - وہ یہ ہے کہ اگر تمہارا دل پرنے کے ذریعے سخت طور سے چھیدا بھی جائے - تو بھی دھیرج (صبر) اور لجّا (حیا) کی حد سے پرے نہ چلے جانا ادنےٰ درجے کے جانداروں میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اِستری جاتی (جنس یا نوع) پُرش کو تلاش نہیں کرتی - بلکہ پُرش ہی اِستری جاتی کو تلاش کرتا ہے - عورت اگر پرنے کی خواہشمند ہو - تب اُس کا مان (عزّت) کچھ باقی نہیں رہتا - اگر مچھلی کا پیٹ پھاڑ کر اور اُس کی ناڑیوں (آنتوں) کو باہر کر کے رکھا جائے - تو جیسے ایسی مچھلی کو دیکھنے کی خواہش نہیں ہوتی - ویسے ہی جو عورت دھیرج اور لجّا

کی حد سے گزر کر اپنے پوشیدہ اور دلی بھاؤں کو سب کے سامنے ظاہر کر دیتی ہے۔ اُس کی طرف دیکھنے کی بھی (اچھا) خواہش نہیں ہوتی۔ عورتوں کے اپنے منہ سے اظہار محبّت کرنے کے باعث شادی کے بہت سے رشتے ٹوٹ گئے ہیں۔ اور بہت سے پتی پتنی سے دل ہی دل میں نفرت کرنے لگے ہیں۔ اے نادان لڑکی! تو پریم کے اس گہرے راز کو سمجھ اور دل میں رکھ ؛

اے شادی کے خواہشمند نوجوان! تمہارے لئے بھی چند ہدایات ضروری ہیں۔ تم جس پریم سے متحرّک ہو کر جس عورت کے ساتھ شادی کرنے لگے ہو۔ وہ پریم اگر حقیقی اور پاک پریم ہو۔ تو تم ضرور اُس عورت کی عزّت اور قدر کرو گے اور اُس کے سُکھ اور شانتی کی طرف ضرور خیال رکھو گے۔ تم اگر اُس کے سرل انوراگ (صادق محبّت) سے فائدہ اُٹھا کر اُس کے ساتھ ایسا سلوک کرو۔ کہ جس سماج میں وہ ہے اور جہاں اُس کو رہنا پڑیگا اُس سماج میں اُس کی بیقدری اور بیعزّتی ہو اور دوسروں کی طرف سے اُس کو غیبت میں طعن و تشنیع برداشت کرنی پڑے اور اُس کا دل اشانت (دُکھی یا رنجیدہ) رہے تو تم یا تو نادان ہو اور یا تمہارا دل پُرپیچ ہے اور تمہارا وہ پریم حقیقی پریم ہی نہیں۔ وہ پریم کیسا پریم ہے جس سے کہ تمہاری محبوبہ کو نقصان پہنچے؟ وہ تو ایک معنوں میں اعلےٰ درجے کی خود غرضی ہے ؛

جہاں سچّا پریم ہے وہاں انسان خیال کرتا ہے کہ "خواہ مجھے دُکھ ہو لیکن میرا پیارا سُکھی ہو۔ میرے دِقّت میں پڑنے اور تکلیف اُٹھانے سے

اس کو سہولت اور آرام نصیب ہو۔ خواہ میرا نقصان ہی کیوں نہ ہو مگر اس کا فائدہ ہو؟ اگر دیکھا جائے کہ کوئی نوجوان صرف اپنی محبوبہ کو ہمیشہ دیکھنے یا کچھ وقت تک اُس کے ساتھ بات چیت کرنے کا موقع پانے کی غرض سے اُس کی ترقی میں روک پیدا کرتا ہے یا ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ جس سے اُس عورت سے سماج کے لوگ نفرت کرنے لگیں تو ایسے نوجوان کو سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ خود غرض اور قابل لعنت ہے؟ جو شخص اپنے اوپر اس قدر بھی قابو نہیں رکھ سکتا۔ اُس کے چلن کا مول ایک کوڑی بھی نہیں ہے۔

جو لوگ ایک دوسرے کی شردھا کرنا نہیں جانتے۔ ایک دوسرے کو قدر اور عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ایک دوسرے کے فائدے اور نقصان کا خیال نہیں رکھتے۔ اور ایک دوسرے کی بھلائی کو مدّ نظر رکھکر دھیرج (صبر)۔ سادھوتا (پاکیزگی) اور دھرم بھے (دین کا خوف) وغیرہ پاک بھاؤں کے ذریعے آتم سنجم (خود ضبطی یا ضبط) نہیں کر سکتے ایسے بے سمجھ۔ تنگ دل۔ بد تعلیم یافتہ اور کمزور طبیعت مرد اور عورتیں جس سماج میں رہینگے اُس کو بدنام کرنے کا موجب ہونگے۔

شادی ایک نہایت اعلےٰ۔ نہایت پاک اور اہم کام ہے۔ جو لوگ اس کام میں ہلکے پن اور معمولی طور سے داخل ہوتے ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک مزے کا کھیل اور دل لگی کی چیز ہے تو خیال کرنا چاہئے کہ ایسے لوگوں کا ایشور پر بشواس اور دھرم کے ساتھ کچھ لگاؤ نہیں ہے۔

چوتھا باب

گرہ دیوتا (کُنبہ کا معبود)

جب دو روحیں شادی کے رشتے میں بندھ گئیں تو گویا ایک پریوار کی بنیاد قائم ہو گئی ۔

جب کسی نئے جوڑے نے کُنبہ داری کی زندگی میں قدم رکھ دیا اور اُسے بسر کرنا شروع کر دیا تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُس کا سب سے (مقدم) پہلا اور بڑا فرض کیا ہے ؟

اگر گرہستی (کُنبہ دار) کی کُنبہ داری کی زندگی ایشور پر قائم ہو تب ہی وہ گھر شانتی اور سُکھ کی جگہ بن سکتا ہے ۔ اس لئے گرہستی کو چاہئے کہ پرماتما (جو دھرم کے رکھشک ہیں) کے سنگھاسن کو سب سے پہلے اپنے گھر میں بچھا دے ۔

متقدمین کہتے تھے کہ بیوی بچے صرف مایا کے بندھن ہیں لیکن ہمارے خیال میں انسان کے لئے گھر ہی بھجن اور پریوار ہی سادھن (ریاضت) کی جگہ ہے ۔

جس جگہ محض بیغرضانہ سیوا اور پریم کی سلطنت ہے وہ اگر سادھن کے لئے مناسب اور بہتر جگہ نہ ہو تو معلوم نہیں کہ پہاڑ کی چوٹی پر رہنے سے حقیقی سادھن ہو سکتا ہے یا نہیں ! ایشور کو دل سے دُور کر کے جب

تم اپنی استری کا غمگین اور اُداس چہرہ دیکھتے ہو اور بچّے کا رونا دھونا سُنتے ہو اگر ایک دفعہ ایشور کو دل میں رکھ کر اُسی عذاب وہ اور دُکھ کی حالت کو دیکھو تو اُسی غمگینی اور شور وغل میں سورگ معلوم کر دگے ؏

جب بچّے خوشدلی کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور اُن کو ماں طرح طرح کی باتیں سُنا کر کھانا کھلاتی ہے اور تم پاس کھڑے ہو کر دیکھتے ہو۔ اس تمام نظّارے کو بشواسی کی نگاہ سے دیکھو تو تم معلوم کروگے کہ تمہاری بشو ماتا (مراد ایشور سے ہے) بھی تمہارے سُکھ اور بھوگ کی طرف ٹھیک اسی طرح سے دیکھ رہی ہے۔ ایک بار اپنے آپ سے یہ سوال کرو کہ میں کیوں ان بچّوں کو کھانا دیتا ہوں اور کیوں یہ خوشی خوشی کھا کر سُکھی ہوتے ہیں؟ اور پھر دیکھو کہ تم کو کیا جواب ملتا ہے؟ کیا تم اِس تمام کارروائی میں ایشور کو نہیں دیکھتے ؏

اوہ! لوگوں کی کس قدر غلطی ہے کہ اس سادھن (ریاضت) کے لئے ہمیشہ جنگل کی طرف ہی دوڑتے ہیں۔ درخت بیل وغیرہ جو بات چیت نہیں کرتے اُن میں ایشور کو دیکھتے ہیں! اے انسان! اگر تمہارے دل میں پریم ہو تو کیا درخت اور بیل سے پرند اچھّے نہیں؟ دیکھو وہ کس طرح چہچہاتے ہیں! کیا پرندوں کے مقابلے میں بچّے بہتر نہیں؟ دیکھو وہ کس طرح آدھی آدھی باتیں کرتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ سادھن کے لئے بہتر جگہ کون سی ہے؟ ؏

شاستروں کے مصنّفوں نے کہا ہے کہ جس جگہ صاف ہوا ہو اُس جگہ بیٹھ کر اُپاسنا کرنی چاہئے۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ جو ہوا جسم کو اچھی لگتی

اور دماغ کو خوشبو پہنچاتی ہے وہ ہوا اچھی ہے یا وہ ہوا جو پریم۔ بےغرضی اور پاکیزگی سے پیدا ہو کر روح کی قوت سامعہ کو راحت بخشتی ہے؟ ٭

جس جگہ پتی برتا (پاکدامن) استری کا بشاش اور پاک چہرہ۔ جس جگہ بچوں کی بیفکر اور صادق ہنسی۔ جس جگہ بھائی بہن کا خالص پریم۔ جس جگہ ماں باپ کا پوتر سنیہہ موجود ہے اے انسان! اگر تو نے اس روحانی پاک اور خوشبودار ہوا میں ایشور کو نہ پایا تو اس میں شک ہے کہ تو اُن کو جنگل کے پھولوں میں حاصل کر سکیگا ٭

اے انسان! تم کیا خیال کرتے ہو! تمہارے لئے سورگ اور نرک دونوں ایک ہی گھر میں موجود ہیں۔ ایک تو یہاں ہی دیوتا کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور دوسرا نرک کا کیڑا ہے۔ جو شخص اپنے سُکھ کی خواہش کو طلاق دیکر اور طرح طرح کی مشکلات اور رکاوٹوں کے درمیان رہ کر بھی لگاتار پریوار میں سب کی بھلائی میں مصروف رہتا ہے وہی دیوتا ہے اور جو قابلِ رحم شخص ہمیشہ اپنے سُکھ کی طرف دھیان رکھتا اور سب کو تکلیف دیتا ہے۔ وہی دراصل نرک کا کیڑا ہے۔ اگر دھرم کی عظمت تمہارے رگ و ریشے میں نہ رچ جائے تو کون تم کو دیو بھاؤں میں قائم رکھ سکتا ہے۔ پس تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تم سب سے بڑھ کر پرماتما (جو دھرم کی بنیاد ہے) پر بشواش قائم کرو ٭

اس ملک میں دستور ہے کہ جب شریف گھروں کی بہو بیٹیاں کسی دوسرے کے گھر جاتی ہیں تو اُن کے آگے اور پیچھے حفاظت کے لئے دربان بھیجے جاتے ہیں۔ اسی طرح سے اے انسان! تو بھی پرارتھنا

کے ذریعے اپنے آپ کو آگے پیچھے سے محفوظ کر کے سنسار میں اپنے تمام کاموں کو سر انجام دے ۔

تمہارے ہر ایک کام سے یہ ثبوت ملنا چاہیئے کہ تم جو کچھ کرتے ہو اُسکے لئے تمہاری نظر ہمیشہ پرمیشور پر رہتی ہے ۔

صبح کی شبنم دیکھنے میں کیسی خوبصورت نظر آتی ہے لیکن جب نئے سورج کی شعاع اُس پر پڑتی ہے تو اُس کی خوبصورتی اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ویسے ہی یُوں تو انسانی دل کے پاک بھاؤ مثلاً پریتی اور سدبھاؤ وغیرہ اپنے طور پر ہی دیکھنے میں کس قدر اعلےٰ اور سُندر ہیں لیکن اگر اُن پر ایشور پریم کی روشنی پڑے تو وہ اور بھی زیادہ خوبصورت اور اعلےٰ نظر آئینگے ۔

پس اے انسان! کنبہ داری کی زندگی بسر کرتے وقت تو اپنے گرہ دیوتا (پرمیشور) کو کبھی مت بِسرانا (بھُلانا) ۔

چیونٹیوں کا خاصہ ہے کہ جب وہ قطار باندھ کر چلتی ہیں اگر اس وقت انکے راستے میں اُنگلی سے ایک لکیر کھینچ دیجائے تو وہ فوراً کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس لکیر کے آس پاس آتی ہیں۔ اِدھر اُدھر پھرتی ہیں اور اگر وہ چاہیں تو اُس حد کے پار جا سکتی ہیں۔ لیکن تو بھی آسانی سے نہیں گزر سکتیں۔ اسی طرح تمہارے فرائض کے راستے میں اگر اتفاقاً کسی طرح کا شک پیدا ہو۔ اور کسی وجہ سے یہ خوف ہو کہ فلاں کام کے کرنے میں پاپ ہوگا تو تم کو بھی چاہیئے کہ اُس شک کی حالت میں کام نہ کرو۔ بلکہ پرارتھنا پرائن (دعاگو) ہو کر بار بار ایشور کی شرن (حمایت یا پناہ) لو۔ اُن کی قربت سے تمہارا بِبیک (ضمیر) روشن ہوگا۔

اور تم کو روشنی ملیگی ؞

بارہ برس کی عمر میں ایک طالب علم کی سمجھ میں جو سوال نہیں آتا وہی طالب علم بیس برس کی عمر میں بغیر کسی کی مدد اور ہدایت کے وہی سوال بآسانی حل کر لیتا ہے - اِس کی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں جو ذہنی طاقت نشو و نما پا جاتی ہے وہی اُس کو روشنی عطا کرتی ہے - چرتر (چلن) کے بارے میں بھی ٹھیک یہی اصول کام کرتا ہے - جس قدر ہم دھرم جیون میں آگے بڑھینگے - جس قدر ہمارا ببیک روشن اور دھرم بھاؤ گہرا اور مضبوط ہوگا - اُسی قدر بہت سے دقیق اور مشکل سے مشکل سوالات خود بخود حل ہو جائینگے - دھرم بھاؤ ہی آتما کی آنکھوں کی روشنی ہے اور ایشور دھرم بھاؤ کا پیدا کرنے والا ہے - پس اُسکو چھوڑ کر تم اس روشنی کو کہاں اور کس سے پاؤ گے ؟ پرارتھنا کرو - پرارتھنا کرو - پرارتھنا کرو - کیونکہ پرارتھنا ہی دھرم جیون کی روشنی اور سمبل (توشہ) ہے - وہ دل جس میں خواہشات کی بنیاد ہے وہ دِل کہ جس میں مختلف قسم کی باسنائیں اور جذبات موجود ہیں - وہ دل جس میں غور و فکر کرنے کی طاقت ہے وہ دل جس میں کلپنا شکتی (قوّتِ واہمہ) کا جنم ہے اُس دل کی گہری سے گہری اور اندرونی سے اندرونی تہ کی ناپاکی کو کون پاک اور صاف کرے ؟ اِسی واسطے ایک شاعر نے کہا ہے - کہ خُبثِ نفس نہ گردد بسالہا معلوم + گہری آتم درشٹی (معائنۂ نفس) اور دلی پرارتھنا کے بغیر دل کا وہ اندرونی حصہ پاک نہیں ہوسکتا ؞

آتم درشٹی کی مدد اور دھرم بھاؤ کو روشن کرنے کے لئے دو چیزوں

یعنی دھرم گرنتھ پاٹھ (ورد یا پڑھنا) اور پاک اور مہاپُرشوں کی زندگی
(مذہبی گرنتھ)
پر سوچ و بچار کو پریوار میں دھرم سادھن کا ایک اعلیٰ جزو بنانا فرض میں داخل ہے ۞

لیکن خبردار! ایک بات کی طرف خاص طور سے دھیان رکھنے کی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ پریوار میں اُپاسنا صرف قاعدے کی پابندی کے لئے نہ ہونی چاہئے۔ کیونکہ اس صورت میں پریوار کے لوگوں میں دھرم کی طرف سے نفرت پیدا ہو جائیگی اور اُس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر پریم کے ساتھ دو باتیں بھی کہی جائیں تو وہ سب کے دلوں میں سما یا کھُب جائینگی اس واسطے سب سے پہلے ایشور پریم کو بڑھانا ضروری ہے ۞

جہاں پریم ہے وہاں کوئی چیز پُرانی نہیں ہوتی چونکہ ہم جڑ جگت (مادی دُنیا) کو پریم کی نظر سے نہیں دیکھتے اسی واسطے ہماری نظروں میں چاند سُورج۔ درخت۔ لتا (بیل)۔ چرند پرند پُرانے دکھائی دیتے ہیں۔ کیا کبھی کسی کو یہ کہتے بھی سُنا ہے کہ اُس کو اپنی ماں یا اپنا قدیمی دوست یا اِستری یا اپنی اولاد کا بشّاش چہرہ پُرانا معلوم ہوتا ہے؟ ایشور کو پیار کرو تو دیکھوگے کہ دھرم سادھن کا کوئی کام بھی پُرانا اور گراں معلوم نہ ہوگا ۞

صرف یہی نہیں بلکہ حقیقت یہہ ہے کہ جس کو ہم پیار نہیں کرتے اُس کے لئے پانی کا ایک لوٹا دینا بھی دوبھر معلوم دیتا ہے اور جس کو پیار کرتے ہیں اُس کے لئے دو من بوجھ اُٹھانا بھی آسان معلوم دیتا ہے۔ اس واسطے ایشور کو پیار کرو اور کُنبہ داری کے فرائض کو

اُن کے پیارے کام سمجھ کر ادا کرو تو دیکھو گے کہ ان سب کاموں کے کرنے میں تکان اور تکلیف معلوم نہ ہوگی ؎

ہم لوگ بسا اوقات دل میں مختلف بھاؤ لیکر بیٹھتے ہیں سب وقتوں میں ہمارا چہرہ خوبصورت دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن جب ہم ایشور آپاسنا کے لئے بیٹھتے ہیں۔ اُس وقت ہمارے مکھڑے پر سورگی شوبھا (بہشتی نور) برسنے لگتی ہے۔ جس دل میں پاپ کی طرف سے انوتاپ (توبہ) اور گہری نفرت اور پاکیزگی کے لئے اُلفت اور زبردست خواہش پیدا ہوئی ہے۔ جس کا دل ایشور پریم سے گدگد (لبریز) ہو رہا ہے اُس دل کی روشنی جس چہرے پر ظاہر ہوتی ہے وہی چہرہ تو ایک بہشتی تصویر کی مانند ہے اے انسان! اگر اپنی سنتان کو تو کوئی چہرہ دکھا کر فریفتہ کرنا چاہتا ہے تو اُس کو یہی چہرہ دکھا ؎

ماں آنکھیں بند کئے ہوئے ہاتھ جوڑ کر ایشور آپاسنا میں مصروف ہے۔ بند آنکھوں سے بھگتی کے آنسو بہہ رہے ہیں۔ پاس ہی دو بچے چپ چاپ ٹکٹکی لگائے ماں کی طرف دیکھ رہے ہیں اور اُس کے چہرے کی ہر ایک علامت سے پریم اور پوترتا کا سبق لیتے ہیں۔ اس نظارے کا ایک دفعہ تو قوتِ متخیلہ کے ذریعے لطف اُٹھاؤ ؎

دھرم کیا صرف زبانی باتوں کے ذریعے سکھایا جا سکتا ہے؟ جو آگ دل میں پوشیدہ طور سے موجود رہتی ہے اُسی آگ کی حرارت باہر بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اُس حرارت میں رہ کر ہی بچے دھرم کی عظمت کو سمجھ سکتے اور کھنچ کر ایشور کی طرف آ سکتے ہیں۔ دل کی اس آگ کو ایشور کے سوا

کون روشن کر سکتا ہے؟ پس ایشور کو چھوڑ کر کبھی کنبہ داری کی زندگی بسر نہ کرو ॥

پانچواں باب

بیوی اور خاوند کا رشتہ

بیوی اور خاوند نے جب سنسار میں قدم رکھا۔ تو سمجھنا چاہئے کہ اُن کی نئی پیدائش ہوئی یعنی اُنہوں نے نئے سرے سے جنم لیا یا کایا پلٹی اِس رشتے کے ذریعے انسانی کیریکٹر میں جو ایک عجیب و غریب تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ وہ الفاظ کے ذریعے بیان نہیں ہو سکتی۔ یہ تعلیم خود غرض شخص کو اُودار (فیاض) لاپرواہ کو چِنتا شِیل (غور و فکر کرنے والا)۔ سرکش و مغرور کو حلیم اور بُردبار اور سخت کلام کو شیریں کلام بنا دیتی ہے۔ شادی کے دن ہی سے ایک کے چرتر (چلن) میں جو کچھ خوبیاں یا نقص ہوتے ہیں۔ اُن کا اثر اور عمل دوسرے کے چرتر پر ہونے لگتا ہے اور پھر ہر ایک کام اور ہر ایک گھٹنا دونوں دِلوں کو ایک رشتے میں باندھنا شروع کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اِس رشتے میں بھی کہ جس کو نہایت نیچ اور جسمانی چیز شمار کیا جاتا ہے۔ ایشور کا گہرا مقصد موجود ہے۔ اُس کے ذریعے بھی محبت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔ لیکن جس طرح ایکٹر (کھیل دکھانیوالے)

اسٹیج پر کھیل دکھاتے وقت اُس کھیل کے سروپ میں بہہ کر اُن کا سُکھ اُنبھو (لطف محسوس) نہیں کرتے۔ لیکن نرلیپت تماشائی (جو دور بیٹھے یا بے تعلق ہوتے ہیں) ہی حقیقی سُکھ حاصل کرتے ہیں اُسی طرح ہر ایک قسم کی اندریوں کے سُکھ کے بارے میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ جو شخص اُس سُکھ کا داس ہے وہ اُس سُکھ کو حقیقی طور سے محسوس نہیں کر سکتا۔ لیکن جس شخص نے آتم سنجم کے ذریعے اپنے آپ کو اپنا مالک اور نرلیپت (بے تعلق) کر لیا ہے۔ وُہی۔ ہاں وُہی شخص پاک سُکھ محسوس کر سکتا ہے۔ اس لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ صرف غیر مرد اور عورت کے تعلق ہی میں اندریہ سنجم (نفسانی خواہشوں کا ضبط کرنا) کی ضرورت ہے بلکہ شادی شدہ جوڑے کے آپس کے تعلق میں بھی اندریہ جیت (نفس پر قابو پانا) نہایت ضروری ہے ۔

بہت سے بیاہے مردوں کی خرابی سے عورتوں کی۔ اور عورتوں کی خرابی سے مردوں کی جسمانی۔ ذہنی اور روحانی تباہی ہوتی ہے۔ اور ایسے لوگ ایشور کی نظروں میں نفرت کے لائق ہیں۔ اس خیال کو دل میں ہرگز جگہ نہیں دینی چاہیے کہ چونکہ سماج اور قانون نے شادی کے رشتے کو جائز قرار دیا ہے۔ اس واسطے ہم کو بلا کسی جھجک اور روک کے اس رشتے کے متعلق خود روی اختیار کرنے کا استحقاق حاصل ہے دھارمک شخص پاک پریم۔ ایک دوسرے کے سُکھ اور صحت۔ اور ایک دوسرے کے کلیان کی کامنا (خواہش)۔ ایک دوسرے کو سُکھی کرنے کی اچھا وغیرہ سدبھاؤں اور سادھونا کے ذریعے اپنے من کو قابو میں رکھتے ہیں۔ جس شخص کے دل کو یہ تمام بندھن نیم (قاعدہ) کے اندر نہیں رکھتے

یقین کرو کہ اُس کے چرتر میں اب تک بھی دھرم نے جگہ حاصل نہیں کی +

شادی کے رشتے میں نیچ بھاؤ موجود رہنے کی وجہ سے بہت سے مرد اور عورتوں کی فطرت کی جڑ تک اس قدر خراب اور گندہ ہوگئی ہے کہ وہ قوتِ متخیلہ کے ذریعے بھی ناپاک چنتا میں خوشی حاصل کرتے ہیں +

خاص کر جہاں بچپن کی شادی کے رواج سے کم سمجھ لڑکے اور لڑکیاں چھوٹی عمر میں شادی کے رشتے میں دِیکھشت ہو جاتے ہیں - وہاں اُنکی چنتا اور کلپنا میں ایسا زہر داخل ہو جاتا ہے جو ایک سخت مرض کے زخم کی طرح چرتر کے اُوپر کے چمڑے کی تہ میں تمام عمر تک چھپا رہتا ہے اور جسکو اگر نیچ بیچ میں چیر دیا جائے تو اُس مسموم زخم کی جگہ سے مواد ٹپکنے لگتا ہے - اس واسطے بچپن کی شادی سخت مضر ہے اور اُس کی مانند مرد اور عورت کے رشتے کو نیچ بنانے کے لئے اور کوئی دوسرا ذریعہ نہیں +

سماج میں بہت سی گھونگٹ نکالنے والی بہوئیں دیکھنے میں آتی ہیں وہ گویا ظاہری طور پر لجاوتی لتا (بیل) کی مانند دکھائی دیتی ہیں لیکن عورتوں کے درمیان ایک دفعہ انہیں بہوؤں کو دیکھو تو معلوم کروگے کہ ایسی کوئی گندہ اور فحش بات چیت نہیں - ایسا کوئی گندہ اور فحش گیت نہیں - ایسا کوئی ناپاک خیال نہیں جو اُنہوں نے نہ سیکھا ہو - کس نے ان کی کلپنا کو ایسا گندہ اور ناپاک بنا دیا؟ ان کی زندگی کی رفتار میں اگر ذرا پیچھے ہٹ کر دیکھو تو معلوم کروگے کہ بیوقت شادی کے رشتے میں دیکھشت (بندھنا) ہونا ہی اس کی ایک وجہ ہے - علاوہ اس کے سماج یا سوسائٹی کی ناپاک ہوا بھی اس کا ایک موجب ہے +

جس شادی کے رشتے کی تہ میں شردھا نہیں۔ اُس کا انجام دل کا ہلکاپن اور اندریوں کی سیوا ہوتا ہے۔ پتی یا پتنی کے جائز ادھیکار (حق) کو کسی غیر شخص کو دینے کا نام ہی بیبھچار (زنا) ہے۔ یہ جسم۔ کلام اور خیال کے ذریعے تین قسم کا ہوتا ہے۔ منو نے کہا ہے پتی کی غیر حاضری میں اُس کی پتنی کو نذرانہ دینا۔ کھیل اور محول کے بہانے سے جسم کو چھونا۔ تنہائی میں ایک آسن پر بہت دیر تک اکٹھے بیٹھنا۔ علاوہ اسکے کسی طرح کی جسمانی سیوا کرنا بھی بیبھچار میں شامل ہیں +

ہمارے خیال میں بھی یہ سب باتیں پاک اور اعلےٰ درجے کے اخلاق کے لحاظ سے نہایت نفرت کے لائق ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ تمام مرد اور عورتیں جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اس قسم کا سلوک کرتے ہیں اور ایسا بیوہار کرکے سکھی ہوتے یا سُکھی کرنے کے خواہشمند رہتے ہیں۔ اُن کی پرکرتی کس قدر نیچ ہے۔ اس کا اور ثبوت بہم پہنچانے کی ضرورت نہیں +

اگرچہ پتی اور پتنی حقیقت میں قصوروار نہ بھی ہوں۔ لیکن توبھی اگر اُنکے اپنے بیوہار اور برتاؤ کی غفلت۔ لاپرواہی اور ڈھیلے پن سے لوگوں کے دلوں میں اُن کے بارے میں شک پیدا ہو۔ تو وہ شک جتنی دور تک پھیلتا ہے۔ وہاں تک لوگوں کی بربادی اور تباہی کا موجب ہوتا ہے +

شادی کے رشتے میں سرلتا (صدق) نہایت ضروری چیز ہے۔ کسی بات کے نہایت غیر مرغوب اور ناپسندیدہ ہونے پر بھی ایک دوسرے کو اُس کے کہنے کا پورا حق حاصل ہونا چاہیئے +

پریوارک شانتی کا ایک گُر یہ ہے کہ جب ساتھ رہ کر ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ تو ایک دوسرے کی فطرت میں جو کچھ ہے اس کے لئے گنجائش چھوڑ کر اپنے سُکھ کے دائرے کو ٹھیک کرو۔ فرض کرو کہ تمہارا ایک لڑکا یا چھوٹا بھائی گانا بجانا بہت پسند کرتا ہے اور اُس کے بغیر بہت دُکھی (ملول) رہتا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ مکان میں ایک جگہ اُسکی نشست کے لئے اُس کو دیدو۔ اگر اس جگہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر گائے بجائے۔ تو اس میں ہرج ہی کیا ہے؟ اور تم اپنے دوستوں کے ساتھ ایک دوسرے کمرے میں اخبار پڑھو۔ بات چیت کرو۔ اور پولیٹکل معاملات میں ذکر اذکار کرو۔ اس طور پر دیکھو گے کہ دونوں ہی آرام اور سُکھ کے ساتھ رہ سکینگے۔ ایک کے دل میں جو بھاؤ اور رغبت ہے۔ اُس کو اگر دوسرے پر تھوپنے کی کوشش کی جائے۔ تو اس سے ہر ایک قسم کی پریوارک اشانتی (تکلیف) پیدا ہوتی ہے۔ خاوند اور بیوی کے درمیان ایک کے بھاؤ یا عقیدے کو دوسرے کے سر پر مڑھنے کی کوشش کرنے سے بڑھکر اشانتی کا کوئی اور سبب نہیں ہے۔ جب تم نے یہ سمجھ لیا۔ کہ ایک دوسرے کی فطرت کیا چاہتی ہے۔ تو اس کے لئے گنجائش کیوں نہیں چھوڑتے اور اُسکے لئے موقع کیوں نہیں دیتے۔ تمہاری سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ دوسرے کا جو حق ہے اُس میں تم کو دخل انداز نہ ہونا چاہیئے ٭

پریوارک شانتی کیا خاوند اور کیا بیوی دونوں ہی کے لئے بڑی عظمت کی چیز ہونی چاہیئے۔ اکثر گھروں میں دیکھا گیا ہے کہ پتی یا پتنی یا تو

دل کے تنگ یا کشادہ ہیں۔ اِسی بات سے گھر میں بہت اشانتی پیدا ہوتی ہے۔ فرض کرو۔ کہ اگر بیوی کُلّی طور سے خاوند کی مطیع ہوتی۔ یا خاوند بیوی کی مرضی کے موافق کام کرتا۔ تو ممکن تھا کہ مہینے میں دس روپے کم خرچ ہوتے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا پریوارک شانتی کی قیمت دس روپے بھی نہیں؟ کیا دس روپے کے لیئے پریوارک شانتی کا ناش کرنا مناسب ہے؟

بہت جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب خاوند اپنے کاروبار سے فارغ ہوکر گھر میں آتا ہے تو وہ باہر کے معاملات کو باہر ہی چھوڑ آتا ہے اور بیوی گھر کے معاملات اور خیالات کو دل ہی میں بند رکھتی ہے۔ بیوی کو اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہوتا کہ گھر سے باہر کیا ہو رہا ہے اور علےٰ ہذا القیاس خاوند بھی گھر کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تعلیم کا نہ ہونا ہی اِس کا بہت بڑا موجب ہے۔ لیکن بیوی اور خاوند کے حقیقی رشتے میں یہ بات نہیں ہوتی بلکہ وہ ایک دوسرے کے مددگار اور صلاح کار ہوتے ہیں ۔

دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے خاوند نوکر۔ چاکر یا اولاد کے سامنے اپنی استری کی بے عزّتی کرتے یا اُن کو جھڑکتے اور اُن کے متعلق لاپروائی برتتے ہیں۔ ایسا کرنا گویا اُن کو گھر کی مالکہ کے منصب سے گرانا اور ذلیل کرنا ہوتا ہے۔ اگر اُن کو کچھ کہنا ہو۔ تو اُن لوگوں کی غیر حاضری میں کہنا چاہیئے اور بیوی کو بھی ایسا ہی کرنا فرض ہے ۔

بیاہے لوگ جیسے اپنے پریم کا ذکر یہاں یا وہاں کرتے نہیں پھرتے۔ اُسی طرح اُن کو چاہیئے کہ ایک دوسرے میں جو کچھ نقص یا کمیاں دیکھیں۔

اُن کا ذکر بھی لوگوں کے گھر نہ کرتے پھریں۔ بہت سی عورتیں سوامی کی ضرورت اور حالت کی طرف دھیان نہیں دیتیں صرف اپنی ہی ضرورت کو محسوس کرتی اور سوچتی رہتی ہیں۔ اس سے خود غرضی اور ایک دوسرے کے سُکھ اور دُکھ میں ہمدردی کی کمی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے برابر پریم کا اور کوئی دشمن نہیں ⁂

بہت سی نادان عورتوں میں ایک قسم کی کمزوری دیکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن کو زبانی آدر ستکار (پیار و توقیر) بہت میٹھا لگتا ہے۔ اور اُن کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ پتی اُن کو اس طرح پیار کرے۔ جیسے بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ اس واسطے بات بات میں ابھیمان (غرور) کرکے اُس آدر اور پیار کو نئی نئی شکل اور صورت میں لینا چاہتی ہیں۔ اور اگر اُن کو اُن کی مرضی کے مطابق آدر نہ کیا جائے تو ہر وقت پریم کی کمی محسوس کرتی اور اپنے آپ کو بدقسمت سمجھ کر افسوس کرتی رہتی ہیں۔ اس قسم کی عورتیں پیار کی مستحق ہونے پر بھی مرد کی شردھا کے لائق نہیں ہوسکتیں ⁂

زندگی کی کشمکش سے بڑھ کر اور کوئی کشمکش نہیں۔ بہت بڑے غور و فکر اور محنت کے بعد ایک شخص اِس زندگی میں انسان بنتا ہے اور اپنے فرض کو اچھی طرح سے ادا کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ پس اے نیک دل عورت! تم اس بات کو کبھی مت بھُولو کہ تم اس بارے میں اپنے سوامی کی حقیقی مددگار بننے کے لئے شادی کے رشتے میں بندھی ہو۔ تنہائی میں بیٹھکر بچوں کی طرح رونے سے کام نہیں چل سکتا اور

نہ دنیا میں اپنے فرائض کو بخوبی انجام دینا بچوں کا کھیل ہے - پس اُٹھو - کمر ہمت باندھو اور صبر و اُنتساہ کے ساتھ پتی کے پہلو بہ پہلو چل کر زندگی کے سفر میں اُس کا ساتھ دو ۔

بہت سی نادان عورتوں کا یہ بھاؤ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ اپنے پتی کو کُلّی طور پر نگلنے کے بغیر خوش نہیں ہوتیں - اگر اُن کو پتی کا سارا پیار - سارا وقت - ساری دولت نہ ملے تو اپنے آپ کو نہایت دُکھیا خیال کرتی ہیں - اور اُن کا رونا کسی طرح بھی دُور نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر پتی اپنے دس دوستوں اور رفیقوں کے ساتھ پانچ منٹ بھی خرچ کرے - تب بھی اُن کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ ایسی باتوں سے اپنے خاوند کے لئے سخت عذاب کا موجب بن جاتی ہیں - اس قسم کی نادان عورتوں کو سمجھنا چاہیئے کہ کیا تمہارے پریم کے یہی معنے ہیں کہ تم نے اپنے خاوند کو ازسرتاپا مول لے لیا ہے - تم کو یہ بھی معلوم رہے کہ تمہارے سوامی کے دوسروں کے ساتھ - اپنے ملک کے ساتھ - اور پرمیشور کے ساتھ بھی کچھ فرائض ہیں اور اگر ان فرائض کو مدِّنظر نہ رکھا جائے - تو وہ ہرگز انسان نہیں بن سکتا - اور اسی انسانیت کو حاصل کرنے میں اپنے سوامی کا مددگار بننا تمہارا فرض ہے ۔

کنبہ داری کی زندگی کو آرام سے بسر کرنے کے لئے قدم قدم پر معافی اور درگزر کی خاص طور پر ضرورت ہے - اچانک اوتیجنا (جوش اور بھڑکاوٹ) کے بس میں ہو کر بسا اوقات ہم بہت سی ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں یا بہت سے ایسے کام کر بیٹھتے ہیں کہ جن کے لئے

بعد میں ہم کو خود ہی نادم اور پشیمان ہونا پڑتا ہے۔ پتی یا پتنی اگر اُوتیجنا کے بس میں ہو کر کہی ہوئی باتوں اور کئے ہوئے کاموں کو معاف نہ کریں۔ تو گھر میں شانتی نہیں رہ سکتی۔ پس خوشی خوشی ان سب باتوں کو بھول جانا چاہیئے۔ بہت سی عورتوں کو یہ سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے پریوار میں بہت خرابی اور تباہی پیدا ہوتی ہے ؞

جس گھر میں شک۔ حسد۔ یا رقابت کا بھاؤ موجود ہوتا ہے۔ وہ گھر کانٹوں کی سیج کی مانند ہے۔ غصیل طبیعت سے زیادہ پریوارک شانتی کا اور کوئی دشمن نہیں۔ جس جگہ بلا جھجک یا روک ٹوک کے دل نہیں کھلتا وہ گھر اپنا گھر ہی نہیں۔ اِسی وجہ سے بہت سی عورتیں اپنے خاوندوں کے گمراہ کرنے کا موجب بن جاتی ہیں ؞

جس گھر میں جسمانی صحت۔ کفایت شعاری۔ پاکیزگی۔ آسودگی۔ دلی اطمینان اور ایک دوسرے کو سُکھی رکھنے کی خواہش وغیرہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ سورگ کے دیوتا ایسے گھر کو رشک سے دیکھتے ہیں۔ کیونکہ ایسا گھر پھولوں کے باغ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے ؞

طوفان کے بعد کیلوں کے باغ میں جو نظارہ دیکھا جاتا ہے۔ فضول خرچ اور غصیل فطرت والے شخص کے گھر میں قدم رکھتے ہی یہ نظارہ نظر آتا ہے جسے دیکھکر پاک لوگ دل ہی دل میں بہت تکلیف پاتے ہیں۔ تالاب کے پانی میں لاٹھی مارنے سے ترنگوں کے ذریعے متحرک پانی کو ساکن کرنے کے لئے جیسے بہت وقت لگتا ہے۔ ویسے ہی ایک دفعہ غصہ کرنے سے گرہستی کے گھر میں پریم کے بھاؤ کو جو صدمہ پہنچتا ہے۔ اُس کو پہلی

حالت میں لانے کے لئے بہت عرصہ چاہئے ÷

جس پریوار میں ایک ممبر دوسرے ممبر کا سُکھ چاہتا ہے اور ایک دوسرے کو سُکھی دیکھ کر سب ہی سُکھی ہوتے ہیں۔ یہی نظارہ پریوار کے لئے خوبصورت و خوشنما نظارہ ہے ÷

جس شخص کے سلوک سے کوئی تکلیف ہوئی ہو۔ یا جس کی سخت کلامی سے دل چھید اگیا ہو۔ جہاں ایسے شخص کے لئے بھی دل میں بھلائی کا خیال رہتا ہے۔ جہاں پتنی کے بُرے اور دل کو جلانے والے بچن سُن کر بھی سوامی جب باہر سے آتا ہے تو اُس کی صحت یا دھرم شِکھشا کے ذرائع سوچتا ہے۔ یہی زندگی پریوارک رشتہ کے لئے دیوت کی زندگی ہے ÷

سچے پریم کی بنیاد میں شردھا ہے۔ پیار کے ساتھ کم ظرفی اور ہلکا پن بھی رہ سکتا ہے۔ لیکن یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بیوی خاوند کے آپس کے تعلق میں ایک دوسرے کی طرف شردھا ہے یا نہیں۔ جس سوامی کی طرف استری کی گہری شردھا اور اُس کا اپنے پتی پر وشواس ہے۔ وہی سچے معنوں میں پُرش ہے اور اُس ہی میں حقیقی سادھوتا ہے اور جس عورت کے لئے پتی کی گہری شردھا ہے۔ وہی سچے معنوں میں پاک دل استری ہے۔ باہر کے لوگ چرتر کے بیرونی حصے کو دیکھتے ہیں۔ لیکن استری اُس کی اندرونی حالت کو دیکھتی ہے۔ اس لئے اگر چرتر میں حقیقی سادھوتا نہ ہو۔ تو سوامی استری کی نظروں میں شردھا کے قابل نہیں ہوسکتا۔ پس چرتر کی آزمائش کے لئے گھر ایک موزوں مقام ہے۔ تم پشو ہو۔ یا دیوتا۔ یہ بات تمہاری استری کے ساتھ کچھ دیر بات چیت کرنے ہی سے معلوم

ہو سکتی ہے ٭

ایک دفعہ ایک عیسائی عورت نے ایک براھمو کی بیوی سے کہا۔ کہ اگرچہ تمہارا سوامی نیک چلن اور دیندار ہے۔ لیکن چونکہ وہ عیسےٰ پر ایمان نہیں رکھتا اس لئے دوزخ میں جائیگا۔ یہ سُن کر اُس براھمو کی بیوی کے دل پر اس قدر سخت چوٹ لگی کہ وہ نیچے مُنہ کرکے زار زار رونے لگی۔ اور اُس کے بعد بہت دنوں تک اُس عیسائی عورت کا مُنہ دیکھنا نہ چاہا۔ اس پاک عورت نے ایک دفعہ یہ پرارتھنا کی کہ "ہے پرمیشور تو نے جو مجھ کو سوامی دیا ہے۔ مجھ بدقسمت نے اُس کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور اُس کے دھرم سادھن کے راستے میں بہت روک پیدا کی۔ میرا یہ قصور معاف کردے۔ اور یہ اشیرباد کر کہ دھرم کے راستے میں میں اُس کی مددگار بن سکوں۔ اور میری وجہ سے اُس کو دُکھ نہ اُٹھانا پڑے" ٭

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اِستری کی رُکاوٹوں کی وجہ سے وہ اپنے اعتقاد کے موافق کام نہیں کر سکتے۔ اُن کے اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کی اِستریوں کے دلوں پر اُن کے چرِتر کا کچھ بھی اثر نہیں۔ اندرونی طور پر دیکھنے سے بہت سے موقعوں پر یہ معلوم ہوگا کہ اس پاک رشتے کے متعلق نیچتا ہی اعتقادوں کی پیروی نہ کرسکنے کا کارن ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جیسا اُن کا چرِتر باہر دکھائی دیتا ہے گھر میں ویسا نہیں۔ ہاں خاص خاص موقعوں پر یہ بھی ممکن ہے کہ کسی عورت میں اعلےٰ بھاؤ کو سمجھنے اور قبول کرنے کی قابلیت ہی نہ ہو۔ لیکن ایسی عورتیں بہت ہی کم ہیں ٭

چھٹا باب

سنتان پالن

(اولاد کی تربیت و پرورش)

پریم کی پہلی دُنیا شادی ہے اور دوسری دُنیا اولاد۔ جو شخص اوّل درجے کا خود مطلبی اور خود غرض ہے۔ جگدیشور اِس ذریعے سے اُسکے دل میں بھی بیغرضانہ محبّت پیدا کر دیتا ہے ✣

بچّے ہم کو کچھ تنخواہ نہیں دیتے۔ لیکن تو بھی رات دن نوکروں کی طرح ہم اُن کے لئے محنت کرکے مر مٹتے ہیں۔ ہماری ہزاروں قسم کی مشکلات اور دقّتوں کی طرف اُن کا کچھ دھیان نہیں۔ مگر تو بھی ہم اُن کی ذراسی تکلیف اور دِقّت کو برداشت نہیں کرسکتے۔ اوہ! یہ کیسی عجیب و غریب غلامی ہے! بھلا یہ غلامی ہم کیوں کرتے ہیں؟ ✣

جب وہ ہمارے گھر میں اِدھر اُدھر کھیلتے پھرتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کیا ہم اور کیا ہمارا سب کچھ اُنہیں کے لئے تو ہے۔ ہم کو سب سے پہلے اُن کے آرام اور آسائش کا خیال رکھنا مقدّم ہے۔ اور اِس کے بعد اپنی آسائش اور سُکھ کا انتظام کرنا پڑتا ہے ✣

بچّوں کی حفاظت اور پرورش کا بوجھ ایشور نے ماں کے سر پر رکھا ہے اور اسی وجہ سے اُس نے اس بوجھ کے برداشت کرنے والی چیز

بھی اُس کو بخشی ہے اور یہ چیز اُس کی بیغرضانہ محبت ہے۔ اگر کسی وجہ سے ماں اس بوجھ کو اُٹھانے کے ناقابل ہو جائے۔ اور مجبوراً بچّوں کی پرورش کا بوجھ دوسروں کے سپرد کرنا پڑے تو ایسی صورت میں بچّوں کی پرورش اچھی طرح نہیں ہوتی۔ جس جگہ بچّوں کو اپنی ماں کی چھاتیوں کا دودھ اور محبت بھری گود نصیب نہ ہو۔ وہاں کیا اُن کی حسب دلخواہ پرورش ہو سکتی ہے؟

کیا خود غرض نوکر اور نوکرانیوں کے دلوں پر جن کا تعلق صرف روپیہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ ہمارے بچّوں کو بیمار دیکھ کر اس قدر چوٹ لگیگی جس قدر کہ ہم کو لگتی ہے اور کیا اُن کے بشاش چہرے کو دیکھکر اُن کے دِل کو اس قدر خوشی نصیب ہو گی جس قدر کہ ہم کو ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اسی واسطے جب تک ایک بچّہ چلنے پھرنے۔ اُٹھنے بیٹھنے کے قابل نہ ہو جائے تب تک گھر میں دوسری سنتان کا نہ ہونا ہی بہتر ہے اور دھارمک والدین کو اپنی اولاد کی بھلائی کی خواہش کو مدّنظر رکھکر ہمیشہ اپنے آپ کو ضبط میں رکھنا مناسب ہے۔ ہم لوگ جس قدر اس آتم سنجم (خود ضبطی) کو کام میں لا سکینگے۔ اُسی قدر پرماتما کی مرضی کے موافق کام کرنے کے لائق ہونا ممکن ہے۔

اوہ! دُنیا کیسی افسوسناک اور گناہ آلودہ حالت کو پہنچ گئی ہے۔ بہت سی مائیں معصوم اور بیکس بچّوں کی پرورش کا بوجھ معمولی اور جاہل نوکر اور نوکرانیوں کے سپرد کر کے خود آرام طلبی کا سُکھ لیتی ہیں اور نہیں چاہتیں کہ رات کے وقت اُن کی گہری نیند کے سُکھ میں خلل پڑے انگلینڈ وغیرہ ملکوں کی شائستہ قوموں کو اس قسم کی مُضر اور نامناسب

کارروائی سے بہت نقصان پہنچ رہا ہے - خاص کر ادنےٰ درجے کے لوگوں کی حالت اَور بھی زیادہ افسوسناک ہے - ان میں سے بہت سی بیاہی عورتیں تمام دن کلوں میں کام کرتی ہیں - وہ محلّے کی کسی بوڑھی عورت کے ساتھ بندوبست کرکے اور بچّوں کو اُن کے سپرد کرکے اُسے دودھ کے لئے پیسے دے جاتی ہیں - ان بچّوں کی پرورش کرنا ان بوڑھی عورتوں کا ایک قسم کا روزگار ہوگیا ہے اسی واسطے یہ اس کے ذریعے فائدہ اُٹھانے کی بھی کوشش کرتی ہیں - اگر ماں دن میں چار بار دودھ دیتی تو یہ دو بار ہی دیتی ہیں اور دودھ میں بہت سا پانی ملا کر پلاتی ہیں اور اگر بچّہ بہت روئے تو اُس کو ایسی دوا دیکر جس میں افیون ملی ہوئی ہو سلا دیتی ہیں - ایسا کرنے سے ان بچّوں کے بڑا ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی - اور وہ تھوڑے ہی دنوں میں موت کا شکار ہو جاتے ہیں - یہ بچّے اپنی ماؤں کے لئے گویا وبال جان ہوتے ہیں - چونکہ بہت سی جگھوں میں بچّوں کے بیوقت مرجانے پر ماؤں کا خرچ بچ جاتا ہے - اس واسطے ان کو کچھ زیادہ دُکھ نہیں ہوتا - اس دردناک نظّارے پر سب کو غور کرنا چاہیئے کہ ایشور کی پاک مرضی کے خلاف بندوبست کرنے سے کیسے خوفناک نتائج پیدا ہوتے ہیں! ❊

بھارت ورش کی مائیں ہمیشہ سے اپنی اولاد کی دایہ بن کر اُن کو پرورش اور اُن کی خدمت کرتی چلی آئی ہیں - جگدیشور ایسا کرے کہ اس پاک کام کی ذمّہ واری اُنہیں پر رہے - جس تعلیم اور تہذیب کی وجہ سے کمزور اور چھوٹے چھوٹے بچّوں کو دوسروں کے سپرد کرنا پڑے - ہم اُس کو دل سے نفرت کرتے ہیں ❊

جس گھر میں غصیل طبیعت والے والدین ہوتے ہیں وہاں بچوں کا دِل نہیں کھُلنا - اور جیسے مچھلی پانی میں کلول کئے بغیر نہیں بڑھتی - ویسے ہی بچوں کا دل بھی مناسب حد تک کھُلنے کے بغیر نشو و نما نہیں پاتا *

اس میں کچھ شک نہیں کہ سوسائٹی میں اچھی اور فرماں بردار اولاد کی بہت تعریف کی جاتی ہے - لیکن بہت سے لوگ اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ سخت شاسن (تنبیہ اور نگرانی) کہ جس کے ذریعے اولاد کو فرمانبردار اور نیک بنایا جاتا ہے وہ آئندہ اُس کی انسانیت حاصل کرنے میں ایک رُکاوٹ ثابت ہوتا ہے - اگرچہ یہ بھی افسوس کی بات ہے کہ جب لڑکا کھیل رہا ہو - اگر اُس کو بُلایا جائے اور وہ نہ آئے - یا کسی چیز کے لانے کے لئے کہا جائے اور وہ نہ لائے لیکن یہ اُس سے بھی زیادہ افسوسناک اور دُکھ کی بات ہے کہ کسی شخص کو تکلیف کی حالت میں دیکھکر بچے کے دل میں دُکھ نہ ہو اور کوئی نامناسب حرکت کرکے اُس کو سچ سچ کہنے کی جرأت نہ ہو اور کوئی ناجائز کام دیکھ کر یا خود کرکے وہ دُکھی اور پشیمان نہ ہو *

یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ بچے جو چاہیں وہی کیا جائے - کیونکہ اگر وہ اس طور پر پرورش پائینگے تو آئندہ کو وہ اس بات کو برداشت نہ کرسکینگے کہ خواہش کے ظاہر کرتے ہی اُن کی خواہش کے موافق اُن کو کوئی چیز ملنے میں دیر ہو - اس طرح پر صبر اور برداشت جو دو بہت بڑی خوبیاں ہیں اُن کی زندگی میں نشو و نما نہ ہونگی *

بچوں کو اس طور پر برداشت کی تعلیم دینی چاہئے کہ آج جو چیز اُنہوں نے مانگی - اُن کو کل دی جائے اور ایک ماہ میں جو چیز اُن کو نہ ملی وہ دوسرے

ماہ میں دی جائے اور اُن کی ناجائز درخواست اور خواہش کو پورا نہ کرکے اُن کو صبر اور دھیرج کی تعلیم دینی ضروری ہے۔ والدین کی ہدایت اور نگرانی کو اس بات کی بنیاد اور پہلی علامت خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ آیا آئندہ کو بچّے اپنی ناجائز اور نامناسب خواہشات کو پاک خواہشات کے ذریعے ضبط اور قابو میں رکھ سکینگے یا نہیں +

ماؤں کے لاڈلے لڑکے خودغرض ہوا کرتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن ہی سے اُن کو یہ تعلیم ملتی ہے۔ کہ تمام گھر میں اُن کی اپنی مرضی ہی سب سے بڑھ کر طاقتور ہے۔ اُن کا اپنا سُکھ اور آرام ہی سب سے بالاتر ہے۔ اور ماں باپ۔ بھائی بہن نوکر چاکر غرضیکہ سب ہی اُن کے لئے سُکھ اور آرام کے سامان مہیا کرنے کے لئے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آئندہ کو وہ اپنی خودغرضی اور خود مطلبی کو بُرا نہیں سمجھتے +

بچّوں کے شاسن (تنبیہ) اور تربیت کے بارے میں ایک بات جس کا یہاں دوبارہ ذکر کیا جاتا ہے ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ گھر میں جائز آزادی اور جائز تنبیہ دونوں ہی کا رہنا ضروری ہے۔ بچّے کھیلیں کودیں اور اِدھر اُدھر پھریں۔ لیکن وہ ایسا محسوس کریں کہ گویا اُن کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ مگر جب وہ کوئی ناجائز کارروائی کریں تو اُن کو فوراً معلوم ہو۔ کہ ایک یا دو شخصوں کی نگاہ اُن پر ہے +

ایسے کم سمجھ اور نادان والدین بہت دیکھے گئے ہیں جو خیال کرتے ہیں۔ کہ بچّے کھیلنے میں جو وقت خرچ کرتے ہیں وہ گویا ضائع جاتا ہے اور ان کے نزدیک دن رات کتاب کا کیڑا بنا رہنے ہی سے حقیقی ترقی

ہوتی ہے۔ اس غلط خیال کا پابند ہو کر وہ بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخصوں کی اولاد بیمار۔ کمزور اور کاہل الوجود ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اُن کا سُبھاؤ (فطرت) بھی جڑ کی مانند بن جاتا ہے ؂

بچوں کو نہ صرف کھیل کود ہی کی اجازت دینی چاہئے بلکہ اُن کو جو تعلیم دی جائے۔ وہ بھی اگر کھیل کے ذریعے ہو تو بہت بہتر ہے۔ فرض کرو کہ بچہ حروف نہیں پہچان سکتا۔ اب اگر تم مختلف حروف کے تاش یا تصویریں لے کر اُس کے ساتھ کھیلنا شروع کرو تو دیکھو گے کہ وہ ہنستے ہنستے تمام حروف دو ہی دن میں سیکھ لیگا ؂

یہ قاعدے کی بات ہے کہ بچہ جس بات یا چیز کو بوجھ خیال کرتا ہے۔ وہ اُس کے لئے نفرت کی چیز بن جاتی ہے اور جس چیز سے وہ نفرت کرتا ہے۔ اُس میں اُس کا دل نہیں لگ سکتا۔ اور جس بات میں دل نہیں لگ سکتا۔ وہ یاد ہی کیونکر رہ سکتی ہے ؂

سولہ برس تک لڑکے اور لڑکیوں کی عمر دیکھنے اور سُننے کا وقت ہے اور یہ وقت اُن کے لئے سوچ بچار کرنے کا وقت نہیں۔ اِس لئے اس عرصے میں جو تعلیم دی جائے وہ حتے الوسع چیزوں کو دکھا کر اور کہانیوں کو سُنا کر ہونی چاہئے۔ اس عرصے میں جن باتوں کے سمجھنے کے لئے قوتِ ادراک یا قوتِ متخیلہ کی ضرورت ہے۔ اُن باتوں کو وہ بآسانی نہیں سمجھ سکتے۔ یہ کہکر کہ ملک افریقہ میں شیر ہوتا ہے۔ اور دیکھنے میں ایسا نظر آتا ہے۔ اور اُس کی گردن پر گچھے دار بال ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ

اس بیچارے کی کمزور کلپنا۔شکتی کو کیوں جوش دلاتے ہو۔اگر پاس کوئی چڑیا گھر ہو تو اس کو وہاں لے جا کر ایک دن شیر دکھلا لاؤ۔ بلکہ اگر اس جگہ اُس کے سامنے ملک افریقہ اور ریگستان صحرا کا ذکر کرو تو دیکھوگے کہ یہ سب باتیں اُس کو یاد رہینگی۔ دو قسم کا گیس ملانے سے پانی بن جاتا ہے۔ یہ ذکر کر کے بیفائدہ کیوں اُس بیچارے کو تکلیف دیتے ہو۔ اگر ممکن ہو تو ایک دفعہ پانی تیار کر کے اُس کو دکھلا دو تو وہ عمر بھر نہ بھولیگا۔ بلکہ وہ ایسی توجہ سے دیکھیگا جس کو دیکھکر تم خود ہی بہت حیران رہ جاؤگے ۔

سولہ برس کی عمر تک بیرونی حواس اُن تمام ضروری سامانوں کو حاصل کرتے رہتے ہیں۔ جن پر چنتا شکتی (قوّتِ متخیلہ) کا نشو و نما پانا منحصر ہے سولہ برس کے بعد چنتا شکتی ان تمام جمع کردہ سامانوں کے ذریعہ کیریکٹر (چرتر) کی عمارت تیار کرنا شروع کرتی ہے۔ پس اس عمر سے پہلے جو تعلیم دی جائے وہ حتّی الوسع حواسوں ہی کے ذریعہ ہونی چاہئے۔

شیریں کلامی۔ مضبوط عہد۔ اور سب سے بڑھکر ماں باپ کی پاک زندگی۔ بچوں کے شاسن اور تربیت کے لئے سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے ایک باپ نے جھوٹ بولنے پر اپنے بیٹے کو سزا دی۔ لیکن دوسرے ہی دن اُس کے سامنے ایک نوکر کو جھوٹ بات کہنے کے لئے سکھا دیا۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اُس کی سزا کا اثر کہاں رہا؟ بہت سے نادان والدین جس بُرائی میں خود مبتلا ہیں۔ اولاد کو اس بُرائی کے لئے سزا دیا کرتے ہیں۔ حضرت خود تو ایک گھنٹہ میں دو دفعہ تمباکو پیتے ہیں۔ لیکن بیٹا اگر تمام

دن میں ایک دفعہ بھی حقّہ منہ سے لگا لے تو اُس کی خیر نہیں! اس سے بڑھکر اور نادانی خیال میں نہیں آسکتی۔ پہلے اپنے آپ کو درست کرو۔ اس کے بعد دوسروں کو بھلا بننے کے لئے نصیحت کرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

شاسن کی بنیاد شردھا ہے۔ شردھا کی بنیاد کیریکٹر (چلن) ہے۔ جن والدین کے چرتر پر اولاد کی شردھا نہیں وہ زیادہ دنوں تک اپنی اولاد کو شاسن (ضبط) نہیں کر سکتے +

فرض کرو۔ کہ ایک شخص کسی دوسرے کی کوئی چیز چرا کر گھر لے آیا۔ یہ کارروائی دیکھکر اُس گرہستی کے دل میں سخت ناراضگی پیدا ہوئی۔ اور دل کو اس قدر تکلیف ہوئی۔ کہ کھانے پینے اور نہانے دھونے میں کچھ آرام نہ معلوم ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب تک وہ چیز واپس نہ کی گئی۔ تب تک اس کے دل کو کسی طرح قرار نہ آیا۔ بچوں نے چُپ چاپ یہ تمام کارروائی دیکھی۔ اِس مثال کے ذریعے اُن کو جو تعلیم ملی۔ اگر اُس کے مقابلے میں اُنکو پاس بُلا کر دس دن تک زبانی طور پر یہ نصیحت کی جاتی۔ کہ "دوسرے کی چیز کے لئے لالچ مت کرو"۔ تو یقیناً اس کا اثر اس قدر نہ ہوتا +

لڑکوں اور لڑکیوں کو یہ کہہ کر کہ "فلاں بات واجب ہے اور فلاں ناواجب"۔ اُپدیش کہنے اور معمولی نصیحت کرنے کی بجگہ اگر مشہور لوگوں کے جیون چرتر سے خاص خاص اور اچھی باتوں کو کہانی کے پیرائے میں سُنایا جائے تو وہ اُن کو بہ آسانی سمجھ سکتے اور ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ یہ طریقہ نہایت ہی مفید ہے۔ اس لئے اُپدیش کہانیوں ہی کے ذریعے دینا چاہیئے +

اولاد کی پرورش اور تربیت کے بارے میں والدین کو ایک بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے۔ یعنی گھر اولاد کے لیئے ایسا ہونا چاہیئے جہاں اُس کے سکھ کی کوئی کمی باقی نہ رہے۔ گھر میں اُس کی رغبت۔ باسنا اور خواہش کی سیری کا سامان مہیّا ہو۔ ماں باپ کے ساتھ ایسی نزدیکی اور رفاقت ہونی چاہیئے کہ وہ والدین کو رفیق کی مانند سمجھیں۔ اور بلا کسی جھجک یا روک کے اپنے دل کی بات اُن سے صاف صاف کہہ سکیں۔ اگر وہ گھر میں دل کھول کر بات نہ کر سکیں تو اُس بات کو کہنے کے لیئے گھر سے باہر کسی اور شخص کی تلاش کرینگے۔ اور یہ بات اچھّی نہیں اور اس کا نتیجہ خراب ہوتا ہے ÷

عمر رسیدہ لوگ جہاں آزادانہ طور پر آپس میں ہنسی مخول کرتے ہیں وہاں سے بچّوں کو دُور رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ اُن کے وہاں موجود رہنے سے وہ پیش از وقت چالاک اور گستاخ بن جاتے ہیں ÷

بچّوں کو دھمکی کے ذریعے تنبیہ کرنا مناسب نہیں۔ جب ہم غصّے ہو کر اُن کو دھمکاتے ہیں تو بسا اوقات دھرم کے قاعدے کی پابندی نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ انسان جوش میں آکر جو کام کرتا ہے۔ اُس وقت بسا اوقات انصاف سے کام نہیں لے سکتا۔ اور تھوڑے قصور کے لیئے زیادہ سزا دی جاتی ہے۔ جسمانی سزا دینے کے مقابلے میں اگر اُن کو اُن کی پیاری چیز سے محروم کر دیا جائے تو اس سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اولاد سے کہا گیا کہ "دیکھو اگر تم کوئی نامناسب اور ناجائز کام کروگے تو تم کو جو خوبصورت چھتری دی گئی تھی وہ تم سے چھین لی جائیگی۔" اُس کے قصوروار ہونے پر تم نے ایسا ہی کیا۔ اس قسم کی سزا کو وہ محسوس کرتی ہے۔ اور اُسکو بہت

دنوں تک یاد رکھتی ہے ٭

ہمیشہ جھڑکتے رہنا یا دھمکیاں دینا ضروری نہیں۔ لیکن اگر لڑکوں کے دل میں یہ خیال رہے کہ ہمارے سر پر کوئی شخص ہم کو دیکھنے والا اور ہماری خبرداری کرنے والا ضرور ہے۔ اور اگر ہم سے کوئی ناجائز حرکت سرزد ہوگی تو ہماری خیر نہیں۔ تو وہ ہمیشہ نیک راستے پر قائم رہ سکتے ہیں۔ سوسائٹی میں ایک دوسرے کے ذریعے جو سماجک انتظام قائم رہتا ہے۔ اُس کا اصول بھی یہی ہے۔ یعنی اس طریق سے سوسائٹی میں لوگ سچائی اور انصاف پر قائم رہ سکتے ہیں ٭

لڑکے لڑکیاں کبھی کبھی پاک بھاؤ سے متحرک ہو کر گھر کا نقصان یا کوئی ناجائز حرکت کر بیٹھتے ہیں۔ مثلاً والدین کی مالی حالت سے ناواقف ہو کر دان کرنا چاہتے ہیں۔ یا ایک دوسرے کی مدد کرتے وقت گھر کی چیزوں کو خراب کر دیتے ہیں۔ یا دوسرے لڑکے اور لڑکیوں کا بھلا کرتے وقت اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیتے ہیں۔ ان سب حالتوں میں والدین کو بہت سخت مشکل در پیش آتی ہے۔ ایک طرف جیسے اُن کو ان کی ناجائز حرکات اور گھر کے نقصان کے لئے ہدایت اور تنبیہ کرنا ضروری ہوتا ہے ویسے ہی دوسری طرف اُنہوں نے جس پاک بھاؤ اور نیک خواہش سے مطیع ہو کر جو کام کیا ہے اُس کی قدر کرنا اور اُس کو ترقی دینا بھی والدین کا فرض ہے۔ بہت سے نادان ماں باپ غصے میں آکر ایسے وقت میں اُن کے نقصوں کی درستی کرتے وقت اُن کے دل کے پاک بھاؤں کو بھی پاؤں کے نیچے روند ڈالتے ہیں۔ گھر کا نقصان ہونے پر بھی اُن کو ایسے

موقعے پر نہ دھمکانا ہی اچھا ہے ٭

ایک زندہ کالے سانپ پر پاؤں رکھا جا سکتا ہے لیکن اولاد کے ببیک
یعنی ضمیر پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے اس بارے میں والدین کو بہت ہوشیار
اور خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ اور ان کو ایسا کبھی نہیں کرنا چاہیئے۔
اُس کی دھرم بُدھی اُس کو جو راستہ بتاتی ہے۔ اگر تمہارے خیال میں وہ راستہ
غلط۔ ہلاکت اور تباہی کا باعث بھی ہو۔ تو بھی اُس کے ببیک کی عزت کرو۔
لیکن ڈر دکھا کر اُس کو اُس کے ببیک کے برخلاف چلنے کے لئے آمادہ نہ کرو٭
اگر تم سے ہو سکے تو اس بات کے لئے کوشش کرو۔ کہ وہ اپنے ببیک
کے ذریعے صحیح اور ٹھیک راستہ معلوم کر سکے۔ اگر تم اپنے مقصد میں کامیاب
نہ ہو تو دل میں دُکھی ہو۔ لیکن اُس کی انسانیت اور روحانی عظمت پر ہاتھ
نہ ڈالو۔ اگر تم اُس کی دھرم بُدھی کو خراب کر ڈالو گے۔ تو اُس کی اِنسانیت
کچھ بھی باقی نہ رہیگی ٭

فراخ دل والدین کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اپنی سنتان کو اپنا ایسا غلام
بنانے کی خواہش نہ کریں کہ وہ مثل کٹھ پُتلی کے اشاروں پر چلے۔ بلکہ اُنکی
یہ خواہش ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کو ایسی تعلیم دیں۔ کہ جس سے وہ آزادانہ
طور پر اپنے لئے سوچ بچار کر سکے۔ اور اپنے فرائض کو معلوم کر سکے۔ اور
یہاں تک کہ بلا کسی جھجک کے اپنے والدین کی کمیوں اور غلطیوں کو بھی
مؤدبانہ طور پر اُن کے سامنے ظاہر کر سکے۔ ایسے ایک انسان کے ذریعے
دس اور انسان تیار ہو سکتے ہیں ٭

ہم کو ایک اودار (فراخ دل) اور پاک شخص کی بابت معلوم ہے کہ

اُنھوں نے اپنے بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کو پاس بُلا کر کہا۔ کہ "اب تم پڑھ لکھ گئے ہو اور جوان بھی ہو گئے ہو۔ اب تم کو چاہیئے کہ تم اس طرح اپنی اپنی زندگیوں کا راستہ طے کرو۔ جس طرح کہ اُس وقت کرتے۔ جب کہ ہیں یہاں نہ ہوتا تاکہ تمہارے پتا کی زندگی تمہارے لئے مثل بوجھ کے نہ ہو۔" اُنھوں نے اُس وقت سے پھر اپنی اولاد کے خیالات ببیک اور اشغال پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالا۔

بچے جب تک بالغ نہ ہو جائیں جب تک ان کی قوت ادراک اور ببیک (ضمیر) نشوونما نہ پا جائیں۔ تب تک والدین کا فرض ہے۔ کہ جس راستے کو وہ اپنے لئے اچھا خیال کرتے ہیں۔ اُسی راستے پر اپنی اولاد کو چلانے کی کوشش کریں۔ لیکن وہ ہمیشہ خبردار اور محتاط رہیں کہ جہاں تک ہو سکے اُن کے دماغ اور ببیک کو روشن کرنے کی کوشش کریں۔ اور مقدور بھر اپنی عملی رفتار کی وجوہات اُن کو سمجھا دیں۔ اور واجب اور ناواجب جائز اور ناجائز کے متعلق بھی بتائیں۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ بچوں کو صرف حکم کے ذریعے چلانا چاہیئے۔ لیکن یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ کیونکہ اُن کے ساتھ بھی جہاں تک ہو سکے مثل صاحب تمیز لوگوں کے سلوک کرنا چاہیئے۔

یہ ہماری چشم دید بات ہے کہ جن لڑکوں اور لڑکیوں سے اُن کے ماتا پتا اور بھائی بہن نفرت کرتے ہیں اور جن کو بھروسے کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ بڑا ہونے پر اُن کو خود اپنے چرتر (کیریکٹر) پر بھروسہ نہیں رہتا اور نہ وہ خود ہی اپنے چرتر کو قائم رکھنے کے لیے خاص طور سے بیقرار۔ بے چین اور فکرمند دیکھے جاتے ہیں۔ اگر اولاد گھر میں بھروسہ یا اعتبار کے لائق سمجھی جائے تو دیکھو گے کہ وہ باہر بھی اچھا برتاؤ کرنے کے لائق

ن پلیگی ؂

گھر میں شردھا کرنے کے معنے کیا ہیں؟ اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی بات پر یقین کرو اور فوراً ہی اسے جھوٹا نہ سمجھ لو۔ جب وہ کچھ کہے اُس وقت اس کی بات کو لاپرواہی سے مت سُنو۔ اور جب وہ کھیلے تب اس کو ایسا معلوم ہو کہ اس کے کھیلنے کو تم پسند کرتے ہو۔ اور اُس میں تمہاری خوشی ہے یعنی اُس کے سُکھ اور دُکھ کی طرف سے کبھی لاپرواہی نہ کرو ؂

ہم کبھی ٹھیک راستے پر چلتے ہیں اور کبھی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی میٹھے بچن کہتے ہیں اور کبھی کڑوے بول بولتے ہیں۔ ہم کمزور جیو ہیں۔ اور ہم سے ایسا ہونا ممکن ہے۔ ایشور کریں کہ ہمارے چرتر میں کچھ ایسی صفت ہو جس کو دیکھ کر ہماری اولاد کے دلوں میں یہ مضبوط سنسکار (نقش) پیدا ہو جائے کہ جو کچھ صداقت ہے جو کچھ نیکی ہے اُسی کے ساتھ ہمارے پتا کا انُوراگ (اُلفت) ہے۔ اور جو کچھ ناراستی اور بدی ہے۔ اُس کو وہ زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ اگر ہم میں یہ صفت موجود ہے تو بڑا ہونے پر ہمارے بچے ضرور نیک راستہ اختیار کرینگے ؂

یہ ضروری بات ہے کہ بچے گھر میں ہمیشہ تین چیزیں دیکھ سکیں۔ اوّل سچائی کے لئے قدر اور پیار۔ دوم جانداروں کے ساتھ ہمدردی۔ سوم ایشور کے ساتھ بھگتی۔ اس تین طرح کی ہوا میں رہنے سے وہ انسان بن سکینگے ؂

اولاد ماتا پتا کو مختلف حالتوں میں بیٹھتا ہوا دیکھتی ہے۔ ایسا ہو کہ وہ ان کو ایسی حالت میں بیٹھا ہوا دیکھے کہ وہ بھگتی بھاؤ سے پرمیشور

کی ارچنا (پرستش) کرتے ہیں ٭



ساتواں باب

بھائی اور بہن کا رشتہ

جس ملک میں مرد کو خاندان کے قائم رکھنے والا اور عورت کو نفرت کے لائق خیال کیا جاتا ہے۔ اُس ملک میں بھائی اور بہن کے رشتے میں محبت قائم ہونے میں ابھی بہت دیر ہے ٭

لڑکا روپیہ کماتا ہے۔ اور لڑکی دوسرے کے گھر میں چلی جاتی ہے اس خیال سے جو دونوں کی پرورش اور سلوک میں فرق کیا جاتا ہے اُس کی تہ میں خودغرضی کام کرتی ہے۔ جو دھرم کے خلاف ہے ٭

اس ملک میں بھائی بہن جب تک ہوش نہیں سنبھالتے ہیں تب تک اُن میں صادق محبت ہوتی ہے لیکن عمر کے زیادہ ہونے کے ساتھ ہی بھائی بہنوں کو نفرت اور لاپرواہی کی نگاہ سے دیکھنا شروع کرتے ہیں۔ اس واسطے وہ اُن کے دلوں سے بہت دور جا پڑتی ہیں ٭

ہم لوگوں کے لئے اس اِنسانی زندگی اور سوسائٹی میں سب سے اعلےٰ سُکھ کونسا ہے؟ خود پریم کرکے اور دوسروں سے پریم کئے جاکر سُکھی ہونا ہی سب سے بڑا سُکھ ہے ٭

بہن کے دوسرے گھر میں چلے جانے پر بھی بھائی کا گھر اور دل ہمیشہ اُس کے لئے کھلا رہنا چاہیئے۔ جب وہ آئے وہ مقام اُس کے لئے آرام کا مقام اور جتنے دن وہ بھائی کے گھر میں رہے وہ دن بہت خوشی سے گزریں ٭

جب بھائی شام کے وقت اپنے کام سے آکر دیکھے کہ بھگنی بمع پریوار کے گھر میں آئی ہے تو مارے خوشی کے پھول کی مانند کھل جائے اور انکی آؤ بھگت کرنے کے لئے اس قدر سرگرم اور بیقرار ہو جائے کہ اُن کو کہاں بٹھلائے کیا دے۔ اور کیا کھلائے۔ ایسے ہی گھر میں بہنیں آکر سکھی ہوتی ہیں ٭

بہن کا گھر بھی ایسا ہونا چاہیئے جہاں جاکر بھائی کامل شانتی محسوس کرے ٭

جس بہن کے ساتھ بچپن میں ایک ہی ماں کے ہاتھ سے کھانے پینے کی چیزیں زور سے چھینی تھیں اور ماں کی گود میں بیٹھکر دونوں نے آپس میں جھگڑا کیا تھا۔ کیا جوانی اور تعلیم کا یہی نتیجہ ہونا چاہیئے کہ۔ بہن ہمارے دلوں سے کوسوں دور جا پڑے ؟ ٭

اس ملک میں بچپن کی شادی کی وجہ سے بہن کو چھوٹی عمر میں دوسرے گھر جانا پڑتا ہے۔ یہ کیسی عجوبہ بات ہے کہ۔ اس قدر چھوٹی سی عمر سے دُور رہنے پر بھی بہنوں کا پیار تو کم نہیں ہوتا مگر بھائی اُنہیں بھول جاتے ہیں۔ لیکن بہن کوّے کے مُنہ سے بھی بھائی کی آمد کی خوشخبری پانے کے لئے بیچین اور بیقرار رہتی ہے۔ فرض کرو یہاں پر میرے ایک لڑکے کی موت واقع ہوئی۔ یہ سن کر دلّی میں میری بہن کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں۔

بھائی کے دل کو جو تکلیف پہنچی اُس سے اتنی دُور رہنے پر بھی بہن کا دِل بے چین ہو رہا ہے ×

بہت سی جگہوں میں چھوٹی عمر میں ماں کے گزر جانے کے باعث اگر بڑی بدھوا بہن اگر رہے تو وہ ماں بن کر بھائیوں کی پرورش کرتی اور اُن کا فکر رکھتی ہے۔ اور خوشی کے ساتھ ہر ایک قسم کی تکلیف کو برداشت کرتی ہے ×

آج اگر مجھ کو تکلیف ہو۔ اور میرا بھائی اور بہن دونوں میرے پاس ہوں۔ تو یقیناً بہن سے مجھ کو زیادہ سیوا اور یتن ملیگا۔ اوف! بھائی اور بہن میں اِتنا فرق! ۔ افسوس جس بہن کے دل میں اس قدر پریم اور سد بھاؤ ہو۔ اِس بدبخت ملک میں اُسی بہن کا اسقدر انادر اور بیقدری! ×

جب تک ماں زندہ رہتی ہے تب تک بھائی کے گھر آنے پر بہن کی کچھ خاطر تواضع ہوتی۔ اور اُس سے اچھا سلوک ہوتا ہے۔ لیکن اُسکے مرنے کے بعد پھر وہ گھر دوسرے کا گھر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بنگال میں عورتوں کے درمیان ایک کہاوت ہے کہ :۔ "ماں مری بے باپ تالوئی ۔ بھائی را ہے ہنیر بالوئی" جسکا مطلب یہ ہے کہ ماں کے مرنے کے بعد باپ اور بھائی بیگانے ہو جاتے ہیں ×

اگر بد قسمتی سے کوئی لڑکی بے وقت بیوہ ہو جاتی ہے تو اُس کو بھاوج کے رحم پر گزارا کرنا پڑتا ہے۔ اور اُن کا دست نگر رہ کر اور کیسی جھجک کے ساتھ داسی ہو کر دن گزارنے پڑتے ہیں۔ اس کو سب ہی جانتے ہیں۔ اس لئے اس کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ×

انگریزی سوسائٹی میں بہت سی عورتیں بغیر شادی کئے ساری ساری عمر گزار دیتی ہیں۔ اس صورت میں اُن کی حفاظت اور پرورش کا

بوجھ عموماً اُن کے بھائیوں پر ہوتا ہے۔ اور اس خیال سے کہ مبادا شادی کرنے سے بہن کی پرورش اور سُکھ میں ہرج واقع ہو۔ بہت سے انگریز شادی نہیں کرتے بلکہ تجرد ہی میں اپنی زندگی بسر کر دیتے ہیں۔ اُنکی بہنیں شادی کے لیئے بہت زور دیتی ہیں لیکن تو بھی وہ شادی نہیں کرتے۔ انگریزی سوسائٹی میں جو شخص بہن کی بیقدری کرتا ہے۔ اُس کو ادنےٰ فطرت کا شخص خیال کر کے اُس سے سب نفرت کرتے ہیں ٭

بھائی بھائی مل کر جب ایک گھر میں رہتے ہیں۔ تو وہاں پر انبل (پھوٹ) کا زیادہ امکان نہیں۔ لیکن جہاں پہنچتا ہے۔ جہاں خود غرضی ہے۔ وہاں ہی برودھ (نفاق) بھی ہوتا ہے ٭

اس ملک میں باپ کی جائداد میں سب بھائیوں کا مساوی حصہ ہونے کی وجہ سے بھائیوں میں آپس میں نہایت خوفناک دشمنی ہو جاتی ہے اور ایک بھائی دوسرے بھائی کو ٹھگ خیال کرتا ہے۔ باپ اگر مرنے سے پہلے جائداد کو تقسیم کر کے کسی دوسرے شخص کو اسی انتظام کے موافق تمام جائداد کی حفاظت کا بوجھ سپرد کر جائے۔ تو اس قدر جھگڑا نہیں ہوتا لیکن بڑے بھائی پر جائداد کو تقسیم کرنے کی ذمہ واری آجانے سے ہی شک اور دشمنی پیدا ہوتی ہے ٭

اس ملک میں جائنٹ فیملی سسٹم (سب مل کر اکٹھے رہنے) کا دستور ہے۔ اگر آپس میں اودارتا اور برداشت ہے۔ تو اُس کے ذریعے بھائیوں میں آپس میں محبت اور سدبھاؤ ترقی پاتا ہے۔ لیکن چونکہ بہت دفعہ اودارتا اور برداشت جاتی رہتی ہے اس لئے ایسے تمام پریوار نہایت

اشانتی کے گھر بن گئے ہوئے ہیں ۔

لیکن حقیقی ایشور اُپاسک کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ قرضۂ محبت کی طرف ہمیشہ یہ دھیان رکھے کہ جس نے مجھ کو ایک دفعہ پیار کیا ہے یا میں نے جس کو ایک دفعہ پیار کیا ہے۔ اس کے ساتھ گویا میں ایک محبت کے قرضے میں بندھ گیا ہوں۔ اور اس کے لئے ہمیشہ ذمّہ وار بھی ہوں یعنی اگر ایک شخص قرضہ کے لئے عدالت میں نالش کر کے تکلیف بھی دے۔ تو جیسے ایک نیک شخص کے دل سے قرضے کا احسان دور نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح پر بھائی اگر اچھا سلوک نہ بھی کرے تو بھی اس کے قرضہ محبت کا احسان کسی طرح دُور نہ ہونا چاہیئے ۔

ایک دن ایک نوجوان نے کہا کہ ”بچپن ہی میں ہمارے پتا کا دیہانت (انتقال) ہو گیا۔ پتا کو ہم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ بڑے بھائی نے پتا کی طرح ہم کو پرورش کیا ہے۔ اب اُن کی بِدھوا اِستری موجود ہے۔ اگر ہم لوگوں کے ہوتے اُن کو کسی طرح کی تکلیف ہو تو اُس کے ہم ذمّہ وار ہیں۔ اگر وہ اچھّا سلوک نہ بھی کرے۔ تو بھی اُس کو سُکھی رکھنے کے لئے کوشش کرنا ہم سب کا فرض ہے۔“ درحقیقت محبت کا قرضہ کسی شخص کے مرنے پر بھی ادا نہیں ہو سکتا ۔

ایک دفعہ ایک مہاتما نے کہا کہ ”بھائی خود غرضی کے جوش میں آ کر اور جھُوٹ کی پیروی کر کے مجھ کو دشمن کی طرح تکلیف دیتے ہیں کیا میں اُن سے انتقام لے سکتا ہوں؟ اگرچہ اُن پر ناراض ہوتا ہوں لیکن کیا میں اپنی بھاوجوں اور بھتیجوں کی تکلیف کو دیکھ سکتا ہوں؟“ نیک

اور اوواردِل لوگوں کا بھاؤ یہی ہوتا ہے۔ پانی کا قطرہ جیسے کپڑے پر پڑنے سے تاگے کے ذریعے بہت دور تک پھیل جاتا ہے۔ ویسے ہی اگر ایک دفعہ کسی کے ساتھ محبّت کی جائے تو اُس کا اثر بھی وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک اُس کا رشتہ ہے ۔

یہ پرمیشور کی مرضی نہیں کہ ایک بھائی کمائے اور دس شخص کاہل بن کر یا پڑے پڑے اُس کی کمائی کھائیں۔ انسان کا سب سے بڑا سُکھ اور سب سے اعلےٰ استحقاق یہ ہے کہ وہ آزادانہ طور سے محنت کر کے اپنی روزی کمائے لیکن اگر خوشحال بھائی مصیبت زدہ بھائی کی مدد نہ کرے۔ تو وہ بھی ایشور کے سامنے قصوروار ہے ۔

یہ کچھ ضروری نہیں کہ بھائی بہن ہمیشہ مِل کر ایک ہی جگہ رہیں۔ لیکن کبھی کبھی سب کو مع پریوار کے ایک گھر میں مِل کر رہنا اچھا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی لئے ٹیکا (بھیا دوج) کی رسم جاری ہوئی ہوگی۔ ایک ماں باپ کا خون جہاں تک پہنچتا ہے یعنی جو لوگ ایک باپ کی اولاد میں ہیں اُن سب کا آپس کے رشتے میں کتنا سُکھ ہے۔ اور اس تصویر کو کلپنا کی آنکھ سے دیکھنے میں بھی کتنا آرام ہے ۔

مت (عقیدہ) کے اختلاف کی وجہ سے بھائیوں میں اگر اختلاف ہو تو ہوا کرے لیکن اُس سے محبّت کے قرضے سے سبکدوشی نہیں ہو جاتی ۔

اگر کوئی بھائی یا بہن بدچلن ہو جائے۔ ممکن ہے کہ اَور لوگ اُن کو نفرت کر کے چھوڑ بیٹھیں۔ لیکن اگرچہ میں اُس کو اُس کا پاپ جتلائے اور اس کے لئے تنبیہ کئے بغیر اُسے نہ چھوڑونگا۔ جیسے ایک باز اپنے شکار

کے پیچھے جا کر آسمان میں اوپر نیچے اُڑتا رہتا ہے۔ لیکن تو بھی اُس کو پکڑے بغیر واپس نہیں آتا۔ ویسے ہی مَیں بھی اُس کو واپس لائے بغیر کبھی نہ پھرونگا۔ اگر ایک شخص پرارتھنا کی مدد سے کسی کے اُودّھار (نجات) سادھن کی پرتگیا (اقرار یا وعدہ) کر کے اس کے درپے ہو تو پھر کس کی طاقت ہے کہ اُس کے ہاتھ کو چھُڑا کر چلا جائے۔ ہم ہی ست سنکلپ (سچّا عہد) کے سادھن میں تھک جاتے ہیں۔ لیکن ایشور کبھی نہیں تھکتا۔ ایسے ہی موقع پر تو دیوبھاؤ (الوہیت) اور مانو یہ بھاؤ (انسانیت) میں فرق نظر آتا ہے ❊

آٹھواں باب

ماں باپ

اولاد گھر کی خوبصورتی کو بڑھاتی ہے اور بھائی بہن سُکھ کو۔ لیکن ماں باپ گرہ دیوتا بن کر گھر کی پاکیزگی اور انتظام کو قائم رکھتے ہیں۔ یہ گویا تین گروہوں اور تین زمانوں کے پرتی ندھی (مختار) ہیں ❊

ایک عالم نے خوب کہا ہے۔ پتا میں ایشور کا انصاف اور ماں میں اُس کی دیا نازل ہوئی ہے۔ شادی محض انصاف اور دیا کا میل ہے۔ ماں کی محبت کی مانند اس دُنیا میں کیا کوئی اور چیز ہے؟ اس میں کیا کہیں

خود غرضی کی بو بھی آتی ہے؟ میں اگر بیوفا ہو جاؤں تو ماں بیوفا نہیں ہوتی
میں اگر بھول جاؤں تو ماں نہیں بھولتی۔ میں اگر اُس کو چھوڑ دوں تو
وہ مجھے چھاتی سے لگاتی ہے ؎

اے انسان! اب تو ہی بتا اگر تو یہ محبت نہ دیکھتا۔ تو کیا تیرے
دل میں ایشور کی بیغرضانہ محبت کا خیال اس قدر جگہ کر سکتا؟

اگر کوئی شخص اپنی جیب سے روپیہ خرچ کر کے غلامی اختیار کرے
تو لوگ اُس کو پاگل کہتے ہیں۔ لیکن ذرا ماں کی غلامی کی حالت کو ایک
دفعہ اپنی ذہنی آنکھوں کے سامنے تو لاؤ اور دیکھو کہ وہ اپنے آپ کو
قربان کر کے کس طرح اولاد کی غلامی اختیار کرتی ہے۔ بھلا ایسی غلامی اور
کہاں دیکھو گے! تمام دُنیا پاپی کو نفرت کر کے چھوڑ دیتی ہے۔ پر صرف
دو شخص ہی اس کو دل سے دُور نہیں کر سکتے۔ ایک ماں اور دوسرے
پرمیشور۔ کیا اس میں کچھ مبالغہ ہے؟ ؎

اوہ! یہ کیسا رشتہ ہے۔ اولاد خیال کرتی ہے کہ ماں سے یہ
بیغرضانہ محبت حاصل کرنا اُس کا حق ہے۔ مگر یہ استحقاق اُسے کس نے
دیا؟ کیونکہ یہ استحقاق صرف پیار حاصل کرنے ہی کا استحقاق نہیں۔ بلکہ
یہ استحقاق محنت کرانے کا استحقاق۔ دنگہ و دق کرنے کا استحقاق تکلیف
دینے کا استحقاق ہاں آخر دن تک اور اخیر دم تک مدد حاصل کرنے کا
استحقاق ہے ؎

بعض والدین اولاد کے ہاتھوں سے تکلیف پاتے رہتے ہیں۔ شریر
اور بدچلن اولاد کی ناپاک حرکات سے اُن کے چہرے غم زدہ ہو جاتے

اور دل ٹوٹ جاتے ہیں ☸

"پترم ماترم چیوِ ساکھشات پرتکھش دیوتام متوا گرہی نشیویت۔"

"पितरं मातरं चैव साक्षात प्रत्यक्ष देवतां मत्वा गृही निषेवेत"

گرہستی کو چاہئے کہ ماتا پتا کو ساکھشات برتمان (موجودہ) دیوتا کی مانند سمجھ کر اُن کی سیوا کرے۔ پُرانوں کی تمام کتھائیں اسی اُپدیش کے مناسب حال اور اُس سے بھری پڑی ہیں۔ رامچندر جی نے باپ کی آگیا پالن کرنے کے لئے چودہ برس بن باس اختیار کیا ☸

یہ شِکھشا (تعلیم) ہندو سماج میں اس قدر زبردست ہے کہ ماتا پتا کے حکم سے اولاد بہت سے ناجائز کام بھی کرتی ہے ☸

ماں باپ کی سیوا تین طرح سے ہو سکتی ہے۔ اوّل روپیہ۔ دوم محبّت۔ اور تیسرے اُن کے حکم کی پیروی کرنا۔ نیک اولاد اِن ہی تین طریقوں سے ماں باپ کی سیوا کرتی ہے ☸

لیکن والدین کے حکم کی پیروی کرنے میں دھرم اور ادھرم۔ واجب اور ناواجب کا بچار کرنا بالغ سنتان کا فرض ہے۔ بیویک کی بیقدری کرنے سے اِنسان کی تباہی ہوتی ہے ☸

جنہوں نے تمہارے لئے اس دُنیا میں بہت تکلیف برداشت کی ہے۔ اور جن کے دلوں میں مدت سے پُرانے توہّمات جمے ہوئے ہیں یہ اغلب ہے کہ اُن کا مزاج کچھ تُند ہو۔ اور اُن کی طبیعت میں برداشت کی طاقت نہ ہو۔ اس واسطے جو اولاد اُن کے اس برتاؤ کو خوشی خوشی

برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ ناشکر گزار ہے ؛

ماں باپ جس گھر میں موجود ہیں۔ روپیہ اور گھر کا انتظام کرنا اُنہیں کا حق ہے۔ اُن کو اِس استحقاق سے محروم کر کے گھر میں رکھنے کی بجائے اُن کو گھر میں نہ رکھنا ہی اچھا ہے۔ خبردار! ان کے حکم کی پیروی کرنے کے بارے میں صرف یہی قاعدہ ہے کہ۔ اولاد جس حکم کو دھرم کے برخلاف سمجھے اُس کی پیروی نہ کرے۔ لیکن اولاد کی طرف سے اُن کی خاطر کے لئے اپنے کسی قسم کے سُکھ اور سہولیت کو چھوڑ دینے میں دریغ نہ ہونا چاہیئے۔ یعنی رامچندر کی طرح چودہ برس کے لئے بن میں جائے مگر پرسرام کی طرح ماں کا سر نہ کاٹے ؛

جس کام میں اولاد کی رغبت یا سیری ہے لیکن اُس سے ماں باپ کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اولاد کو چاہیئے کہ اُس کام کو خراب چیز کی طرح چھوڑ دے ؛

تحمل۔ برداشت اور صدق دلی کے ساتھ بڑوں کی سیوا کرنی چاہیئے جو اِس بھاؤ سے سیوا کر سکتے ہیں۔ وہی سچ مچ دھارمک اور سعادت مند اولاد ہیں۔ حیوانوں اور پرندوں کی محبت چندروزہ ہوتی ہے۔ یعنی جب تک بچے کی حفاظت کے لئے اُس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اُس وقت تک ہی رہتی ہے بچوں کے بڑے ہو جانے پر اس محبت کا جوش دکھائی نہیں دیتا۔ انسانی دل سے مادرانہ اور پدرانہ محبت اور ماں باپ کے لئے تعظیم اور محبت کا بھاؤ اُن کی موت کے بعد بھی دور نہیں ہوتا۔ یہ انسانی روح کے غیر فانی ہونے کا ایک ثبوت ہے ؛

مادرانہ اور پدرانہ محبت جیسے اِنسانی دِل میں ایک مستقل بھاؤ ہے۔ ویسے ہی والدین کی تعظیم بھی ایک مستقل جذبہ ہے۔ بچپن میں بچّوں کی حفاظت اور بڑھاپے میں والدین کی حفاظت اور ٹہل سیوا۔ پرماتما (پروردگار) نے ان دونوں کا ہی بندوبست کیا ہے ÷

لڑکے لڑکیوں کے لئے محبت نہ کرنے والے والدین۔ اور ماں باپ کے لئے محبت اور تعظیم نہ کرنے والی اولاد۔ یہ دونوں نظارے غیر طبعی ہیں۔ جن کے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا ÷

آتما کی خصوصیت کے ساتھ نہایت ادنیٰ اور گری ہوئی حالت کو پہنچنے کے بغیر دل میں ایسا مرض پیدا نہیں ہو سکتا۔ خود غرضی یا غصہ یا حواسوں کی غلامی غرضیکہ یہ سب ناپاک بھاؤ جب تک انسانی دل کو خراب نہ کریں تب تک یہ غیر طبعی حالت پیدا نہیں ہو سکتی ÷

ہائے اے خود غرضی! ہائے اے دُنیا پرستی! تو انسان کو اسقدر نیچ یا حقیر کر دیتی ہے۔ جس کے باعث انسان ایسے سورگی رشتے کو بھی بھول جاتا ہے!!!

فاتح سکندر اعظم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ۔ وہ ایک دفعہ میدانِ جنگ کو جاتے وقت سلطنت کا کاروبار ایک افسر کے سپرد کر گیا تھا۔ سکندر کی ماں بہت غصیل طبیعت اور بد زبان تھی۔ وہ ہمیشہ سلطنت کے کام میں دست اندازی کرتی۔ اور کارکنوں کو سخت سُست کہا کرتی تھی۔ اُس کے اِس سلوک سے بیزار ہو کر افسر مذکور نے سکندر کے پاس شکایت لکھ بھیجی۔ سکندر نے اُس کے جواب میں لکھا کہ "میری ماں کے آنسوؤں

کا ایک قطرہ تمہارے سیکڑوں خطوط کے مقابلے میں زیادہ قیمتی ہے۔ تم ہر قسم کی تکلیف اور سختی برداشت کرو"۔

ہندو سماج میں ایسے کتنے ہی شریف لوگ ہیں جن کی ماں کی فطرت ایسی سخت اور تلخ ہے کہ۔ اگر کوئی غیر شخص ایک دن بھی اُس سختی کو برداشت کرنے کی کوشش کرے تو زندگی وبال ہو جائے۔ لیکن نیک خصلت اور پاک خوبیاں رکھنے والی اولاد عمر بھر نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اُنکی زیادتیوں کو [illegible] اشت کرتی ہے۔ ہم ایسے تمام سعادتمند بیٹوں کے چہروں میں مسکا[illegible] تے ہیں۔

[illegible]ر کے مصنفوں نے ماں باپ کو ایشور کا پرتی ندھی (قائم مقام) ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ۔ ایشور نے سنتان کی حفاظت کا بوجھ ماں باپ کے سپرد کیا ہے۔ جو بدنصیب شخص اپنے پتا ماتا کو پریتی اور بھگتی نہیں کر سکتے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایشور کے ساتھ بھگتی کرینگے۔ جن لوگوں کی آنکھوں سے ایشور کو ماتا پتا کہہ کر پریم کے آنسو بہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ۔ ان کے دل میں ماتا پتا کے لئے پریتی [illegible] دل میں ماں باپ سے پریتی نہ ہو تو اے انسان تو ایشور کو [illegible] نام سے یاد کر۔ لیکن ماتا پتا کے نام سے نہ یاد کر۔ بلکہ اے خو[illegible] کمینہ دل دُنیا کے غلام انسان اس سے بہتر ہے کہ تو انکو [illegible]م سے پکار کہ "تم میرے روپے ہو۔ تم میری اشرفی ہو۔ تم میری [illegible] کا غذ ہو"۔ کیونکہ ماتا پتا کے مقابل میں تجھے یہ چیزیں زیادہ [illegible]یں۔

نواں باب

پربھو اور بھرتیہ

(آقا اور نوکر کا رشتہ)

میں تمہاری خدمت کرونگا۔ اور اُس کے بدلے میں تم مجھ کو تنخواہ دو گے۔ اگرچہ نوکر اسی خیال سے آقا کے پاس آتا ہے۔ لیکن تو بھی انسانی دل میں اس حالت میں بھی سُکھی ہونے اور سُکھی کرنے کے لئے بہت گنجائش ہے۔

محبت اور خوف یہ دونوں جذبے ہی نوکر کو ٹھیک طور پر چلا سکتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ محبت کے زور سے اگر کوئی شخص ایک چھوٹی سے چھوٹی اور کم قیمت چیز بھی دے۔ تو وہ نہایت قیمتی چیز ہے۔ مگر خوف کے مارے اگر کوئی شخص جواہرات بھی دے تو وہ ایک ایسی ردّی چیز ہے۔ جس کی کچھ بھی قدر و قیمت نہیں۔

انوراگ (محبت) خدمت کے لئے موقع نکال لیتا ہے۔ مگر خوف خدمت سے بچنے کے لئے موقع ڈھونڈتا ہے۔

گھر کا کاروبار چلانے یا نوکروں چاکروں کو تنبیہ کرنے کے لئے سخت کلامی یا بدسلوکی کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ نوکر کے لئے صرف اتنا جاننا اور سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ اُس کی ہر ایک غفلت اور کمی جو اُس سے سرزد ہوتی ہے۔ آقا کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ اور وہ اس کی طرف سے لاپرواہ بھی نہیں

ہے۔ اگر آقا کے چرتر (کیریکٹر) میں ایسا تیج (رعب) ہو کہ وہ بے انصافی اور بداخلاقی سے نفرت کرتا ہو۔ تو بس یہی کافی ہے۔ اِس وصف کی موجودگی میں زیادہ دھمکیوں یا جھڑکیوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ÷

اگرچہ آقا کی زبان سے سوائے شیریں کلامی کے اور کچھ نہیں سُنا جاتا۔ لیکن تو بھی چرتر میں ایک ایسا جلال ہے کہ۔ پریوار میں کسی کو بھی ناجائز یا نامناسب حرکت کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اِسی کو حقیقی رعب داب یا دبدبہ کہتے ہیں اور اِسی کا اثر کُنبے کے لوگوں پر خواب میں بھی کام کرتا رہتا ہے۔ انسانی دل کا خاصّہ یہ ہے۔ کہ محبّت کئے جانے پر وہ بھی محبّت کرتا ہے۔ نوکر کے دل کو نیکی کے ذریعے فتح کرکے محبّت کے رشتے میں باندھ لینے اور اپنا مطیع بنا لینے ہی میں آقا کی عظمت ہے ÷

اگر نوکر کو پریوار کا رُکن خیال کرکے اُس کے ساتھ محبّت آمیز سلوک کیا جائے تو یقیناً وہ آقا کا گرویدہ ہو جاتا ہے ÷

جس وقت تک وہ کام کرنے کے لائق رہتا ہے۔ اُس وقت تک وہ اپنا ہے۔ اور اس کے ساتھ صرف خدمت لینے ہی کا رشتہ ہے۔ نوکر کو اس بھاؤ کے ساتھ دیکھنے سے اِس رشتے کو ہیچ بنانا ہے۔ اور نیز ایسا کرنا ایک دھارمک شخص کو شایاں نہیں ÷

نوکر پر دفعتاً بے اعتباری نہیں کرنی چاہئے۔ اور اگر تم کو اُس پر بھروسہ نہ رہے تو یک لخت اُس کو ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر اُس پر بے اعتباری ظاہر کی جائے تو پھر بہتر ہے کہ اُس کو برخاست کر دیا جائے۔ کیونکہ ہر روز شک اور بے اعتباری کی حالت میں رہنا مالک اور نوکر دونوں ہی کو نیچے

لے جانے کا مُوجب ہوتا ہے ٭

نوکر پر حکم چلانے اور اُسے تنبیہ کرنے کی بھی ایک حد ہے۔ ایسا ہونا چاہئے کہ ناجائز احکام اور نامناسب تنبیہ کی وجہ سے اس کی ناراضگی کا بھاؤ اس قدر نہ بڑھ جائے۔ کہ اُس کے دل میں اپنے آقا کی تعظیم اور عزت کا بھاؤ ہی نہ رہے ٭

اگر نوکر کے دل میں یہ یقین ہو کہ میرا آقا میرے سُکھ اور دُکھ کی طرف سے لاپرواہ نہیں۔ اور جان بوجھ کر میرے ساتھ بدسلوکی اور بے انصافی نہیں کرتا۔ تو وہ آقا کی بہت سی بدسلوکیوں کو بھی برداشت کرتا ہے ٭

بہت سے آقا نوکر کو اپنی کسی ناپاک غرض میں مددگار بنا کر اُن کے چرتر کو بھی خراب کرتے اور اپنی عزت اور بڑائی میں فرق ڈالتے ہیں۔ اس واسطے نوکروں سے کبھی بھی ایسے کام میں مدد نہیں لینا چاہئے جو دھرم اور پاکیزگی کے خلاف ہو۔ مثلاً "اگر فلاں شخص آئے تو کہنا کہ میں بیمار ہوں"۔ آقا کے اِس جھوٹے حکم سے نوکر کو جو نقصان پہنچا۔ دو سو روپیہ دینے سے بھی وہ نقصان پورا نہیں ہوتا ٭

دسواں باب

پالتو جانوروں کے متعلق فرائض

جانور بیچارہ بے زبان ہے۔ اُس کو اگر آرام دیا جائے تو اپنے دل کو

بھی آرام ملتا ہے ÷

گائے شام کے وقت چراگاہ سے آکر جب گھر کے صحن میں کھڑی ہوتی اور اُس کا بچّہ خوشی سے اُچھلتا کُودتا ہے۔ اور دودھ پینے کے لئے دوڑتا ہے تو اس نظّارے میں ایک ایسا سُندر بھاؤ دیکھا جاتا ہے جس سے گرہستی کا گھر ادھک سُندر (اور بھی زیادہ خوبصورت) ہوجاتا ہے ÷

پشو جب شکرگزاری اور آقا کے ساتھ بھگتی کی علامتوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ تو اُن کے دیکھنے سے دل کس قدر خوش اور اعلےٰ ہوتا ہے۔ پشو پکھشیوں کی حفاظت کا بوجھ محض نوکر اور نوکرانیوں کے سپرد کرنے سے بیرحمی سرزد ہوتی ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ۔ جو مخلوق اپنی خدمت میں کمی یا نقص رہ جانے پر شکایت نہیں کر سکتے۔ اُن کو دوسرے کے ہاتھ میں رکھنے سے قصور وار بنتا ہے۔ اُن کا بندوبست کرنا گھر کے مالک یا خاتون کے روزمرّہ کے فرائض میں سے ایک کام ہونا چاہیئے۔ لڑکے لڑکیوں کی دل لگی کے لئے گھر میں کُتّا۔ بلّی وغیرہ جانور رکھنے چاہئیں۔ بیجان کھلونوں کے مقابلے میں جاندار چیزوں کی سیوا سے اُن کو زیادہ خوشی ملتی ہے ÷

دوم۔ اُن کو پیار کرنے سے اُن کا دل نشو ونما پاتا ہے۔ تیسرے خاص خاص حالتوں میں پشوؤں کے مختلف کام اور مختلف بھاؤ دیکھنے سے وہ گیان حاصل کرتے ہیں ÷

اپنے کھانے یا خوشی و تماشے کے لئے پشو پکھشیوں کو مارنا منع ہے کیونکہ جو اپنی حفاظت آپ نہیں کر سکتے۔ اُن کو تکلیف دیکر مارنے سے دل و رُوح دونوں نیچ بن جاتے ہیں ÷

پالتو پشو (چوپائے) کو تو کبھی بھی نہ مارنا چاہئے۔ کیونکہ جس کے لئے دل میں پیار پیدا ہو چکا ہے اپنی خوشی یا خود غرضی کے لئے اس پیار کے مقابل ایسی بیرحمی کا عمل ایک پشاچانہ (وحشیانہ) حرکت ہے۔ جس گھر میں ایسی کارروائی ہوتی ہے۔ اس گھر کے لڑکے لڑکیاں خود غرضی کا سبق سیکھتے ہیں ؞

انسانی دل کی محبّت کیسی عجیب چیز ہے! اس کے ذریعے جنگلی درندے بھی انسان کے مطیع ہو جاتے ہیں۔ پشو پکھشی پیار کو محسوس کرتے ہیں۔ اور جس کو وہ پیار کرتے ہیں۔ اس کو دیکھکر بہت خوش ہوتے ہیں۔ یہ نظّارہ دیکھنے میں کتنا آرام دہ ہے ؞

ایک دن ایک تصویر دیکھنے میں آئی کہ جس میں ایک دو برس کا لڑکا ایک بڑے کتّے کے ساتھ کھیلتا کھیلتا اُس کا گلا پکڑے ہوئے اُس کے کندھوں پر سر رکھکر سو گیا ہے۔ اور اُس کے اس طرح پر سو جانے سے کتّے کو ایک گونہ تکلیف ہے۔ لیکن تو بھی اس خیال سے کہ لڑکے کی نیند نہ ٹوٹ جائے وہ ہلنا جلنا تک نہیں۔ اس پیار و محبّت کے بھاؤ کو دیکھنے سے کیا دل میں اعلےٰ خیال پیدا نہیں ہوتا۔ اور ایسے پیارے حیوان کے لئے جسکے دل میں پیار نہ ہو۔ یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ دل نہیں رکھتا ؞

جب حیوان شرارت کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ برداشت نہ ہو سکے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ۔ کبھی برانگیختہ ہو کر ناجائز طور پر سزا دی جائے۔ اس لئے ہمیشہ محتاط رہنا چاہیئے کہ برداشت اور تحمّل کو ہاتھ سے نہ دیا جائے ؞

گیارھواں باب

اتِتھی ابھیاگت یعنی مہمان کی نسبت فرائض

گرہستی کے گھر میں تھوڑے وقت کے لئے جو شخص آکر ٹھیرتا ہے وہی اتِتھی یعنی مہمان ہے اتِتھی کی سیوا کرنا گرہستی کا اعلےٰ فرض ہے ٭

لیکن مہمان کو آرام سے رکھنے کے لئے سب سے بڑی تیاری دلی بھاؤ ہے۔ بہت سے لوگ بظاہر مہمان کی بہت بڑی خاطر و تواضع کرتے ہیں۔ اور کھانے پینے اور سونے وغیرہ کے متعلق آرام پہنچانے میں کسی قسم کی کمی نہیں رکھتے۔ لیکن تب بھی یہ ممکن ہے کہ۔ مہمان کا اُس گھر میں ایک دن سے زیادہ رہنے کو جی نہ چاہے۔ دوسری طرف ایک اور شخص میں ظاہرداری بہت کم ہے اور ظاہری خاطر و تواضع یا دکھاوے کی بیقراری نہیں لیکن توبھی اُس کے دل میں ایک گونہ یگانگت کا بھاؤ ہے۔ جسے دیکھ کر دل فریفتہ ہو جاتا ہے ٭

مبادا مہمان کو کسی طرح کی تکلیف یا دِقّت ہو۔ مبادا اُس کے دل میں کچھ جھجک ہو۔ دل کے اِس طبعی خیال سے متحرک ہو کر اُس جھجک کو دور کرنے کے لئے دِلی بیقراری کے ساتھ کوشش کرنا ہی درحقیقت مہماں نوازی ہے اور اس طرح ظاہری طور پر جو کچھ خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ وہ صرف اندرونی سدبھاؤ کا اظہار ہے۔ نووارد شخص کا پُرانے دوست کی طرح خیر مقدم کہہ سکتا

طبعی بات نہیں۔ لیکن جس کو گھر میں جگہ دی جاتی ہے۔ اُس کو ایک غیر شخص کی طرح رکھنا بھی مناسب نہیں۔ اِس لئے اپنے چھوٹے بچوں کو حسب موقع اُس کی گود میں دیکر مہمان کو اُنہیں پیار کرنے کا موقع دو۔ گھر کے آرام کے سامانوں سے اُسے فائدہ اُٹھانے دو۔ اور حتےٰ الوسع اُسے خوش رکھنے کی کوشش کرو ﴿

منّو نے یہ اُپدیش دیا ہے کہ۔ میزبان کا سارا پریوار مہمان نوازی کرے۔ کیونکہ جو مہمان ہے۔ اُس کی بھی تو ماں بہن وغیرہ رشتہ دار ہیں اِس لئے جب میزبان کی بیوی اور بچّے اُس کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ تو مہمان ایسا معلوم کرتا ہے کہ وہ اپنے ہی گھر میں ہے۔ اس سے دل میں ایک قسم کا پاک بھاؤ پیدا ہوتا ہے ﴿

خود مہمان کی سیوا کرکے اپنی اولاد کو اِتتھی کی سیوا کرنے کا سبق دینا چاہیے۔ گرہستی کی سہولیت اور دِقتوں کی طرف نگاہ رکھنا جیسے اتتھی کا فرض ہے۔ ویسے اِتتھی کے آرام و تکلیف کو مدّ نظر رکھکر سیوا کرنا بھی گرہستی کو مناسب ہے۔ ہمارے ملک میں یہ رواج نہیں کہ مہمان کو کھانا کھلائے بغیر میزبان خود کھا لیوے ﴿

چونکہ سب کی عادتیں یکساں نہیں ہوتیں۔ اس لئے میزبان کو چاہیئے کہ اتتھی کو اسی کی مرضی اور رغبت کے موافق رہنے دے۔ اتتھی کو بھی مناسب ہے کہ اگر وہ روزمرّہ کی پابندی وقت میں کچھ ہرج دیکھے تو اُس کو خوشی کے ساتھ برداشت کرے۔ تمہاری مہمانی میں رہتے وقت مہمان کی اگر کوئی حرکت تمہیں نامناسب معلوم ہو۔ تو اُس وقت خاموش رہنا مناسب

ہے۔ لیکن اُس کی وجہ سے خاطر و تواضع میں کچھ کمی واقع نہ ہو۔ ہاں اگر اس شخص کے ساتھ کبھی دوستی کا رشتہ قائم ہو جائے تو اُس وقت اُس نقص کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میزبان کے گھر کی عورتوں کو اتتھی کی مہمان نوازی کرنا۔ بلا کسی روک اور جھجک کے کھانے پینے کی چیزوں سے خاطر تواضع کرنا۔ سرل بھاؤ سے ملنا جلنا اور آدر ستکار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے مہمان کو زیادہ سُکھ اور آرام پہنچ سکتا ہے۔ عورتوں کے پاک اور سرل بیوہار میں ایک طرح کی طاقت ہے۔ جس سے رُوح اور دل اعلےٰ ہوتے ہیں۔ ہاں۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر اتتھی کو کھلانے کی کوشش کرنا اچھا نہیں۔ اس سے دل میں ایک طرح کی جھجک رہتی ہے۔ اور خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے جس سے جلدی اتتھی کی طرف سے دِق ہو جانے کا امکان ہے۔

ایسی صورت میں اتتھی کو گھر میں جگہ دینے سے بعض اوقات گرہستی کی روح کو نقصان پہنچتا ہے۔ جب کہ دل کہتا ہے اگر یہ شخص گھر سے جس قدر جلدی چلا جائے اُسی قدر بہتر ہے۔ لیکن زبانی طور سے ساتھ ہی اُسکو ٹھہرانے کے لئے بیقراری ظاہر کی جاتی ہے۔ ظاہری طور پر گھر میں اس کو خاطر تواضع اور آدر دکھلایا جاتا ہے۔ لیکن بیوی کے پاس اسکے لئے ناراضگی اور اس کی شکایت کی جاتی ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ پہلے تو دودھ دہی وغیرہ سے اُس کی خدمت کی جاتی ہے۔ اور بعد ازاں معمولی کھانا بھی نہیں ملتا۔ اس تبدیلی کو دیکھ کر اتتھی کا دل دُکھتا ہے۔ اپنی طاقت اور حیثیت کو نہ سمجھکر کام کرنے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

گرہستی کی حالت کو سمجھ کر خاطر و تواضع قبول کرنا جیسے اتتھی کا فرض ہے

ویسے ہی اپنی حیثیت سے بڑھکر خدمت کرنا گرہستی کو مناسب نہیں۔ ہندو گرہستی اتیتھی سیوا کے لئے ہمیشہ سے مشہور چلے آتے ہیں حقیقت میں یہ خوبی نہ رہنے سے انسانی سوسائٹی میں کشش بہت کم ہو جاتی ہے ٭

اگر ایک شخص میدان میں سورج کی سخت دھوپ سے جل بھن رہا ہو اور ایسے وقت میں اس کو سایہ دار درخت ملے تو وہ کیسا آرام محسوس کرتا ہے ویسے ہی پردیس یا ناواقف لوگوں میں جاکر اگر کسی شخص کو ایک ایسا پریوار ملے کہ جہاں بھوک کے وقت کچھ خوراک اور تکان دور کرنے کے لئے ایک چارپائی ملے تو وہ کیسا سکھ پاتا ہے۔ اس پر اگر گرہستی کا خالص سدبھاؤ عورتوں کی محبت سے بھری ہوئی خدمت اور لڑکے لڑکیوں کا سرل اور بشاشت سے بھرا ہوا کھیل کود بھوگنا نصیب ہو تو اس کے سکھ کی حد نہیں رہتی ٭

ایک دفعہ ایک ادنےٰ قوم کا کسان ایک باعزت اور شریف براہمن کے گھر میں مہمان ہوا۔ دن کو دوپہر کے وقت یہ غریب تھکا مانڈہ جب وہاں پہنچا تو اس گھر کی خاتون کھانا کھانے کے لئے تیار تھی۔ اس غریب شخص کو دیکھتے ہی اس نے بہوؤں سے پوچھا کہ کھانا اور ترکاری ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تب مالکہ نے اپنا کھانا اس کو دیکر اپنے لئے اور پکوانا شروع کیا۔ اور نہایت شیریں کلامی کے ساتھ اس کو کھانا کھلایا۔ غریب شخص کھانا کھانے کے بعد گلے میں کپڑا ڈال کر اور ان کے قدموں میں گر کر کہنے لگا کہ "ماں ایسی باہمن (براہمن) کی لڑکی میں نے کہیں نہیں دیکھی" ٭

ایک دفعہ ہمارے صوبے کے ایک مشہور شخص کے مکان پر رات کے دو بجے کے قریب بارات کے چند اشخاص آموجود ہوئے۔ اس شخص کی

ماں رحم دل مشہور تھی۔ وہ اس وقت سو رہی تھی۔ بارات کے لوگ اس خیال سے کہ مبادا اُس کی نیند میں خلل آجائے چُپکے چُپکے باہر مکان میں سونے کا بندوبست کر رہے تھے۔ کہ اچانک ماں کی آنکھ کُھل گئی۔ اُس نے دریچے کے اندر سے دیکھ کر لڑکے سے پوچھا "یہ کون ہیں"؟ معلوم ہونے پر پھر دریافت کیا کہ "یہ کھانا کھا چکے ہیں یا نہیں"؟ جب یہ معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ تب وہ ساٹھ برس سے زیادہ عمر کی بڑھیا نیچے اُتری۔ اور اپنے لائق لڑکے کی مدد سے اُسی وقت پچیس تیس شخصوں کے لئے کھانا تیار کر کے اُنہیں کھلایا ✣

ایک انگریزی سیّاح ملک افریقہ کی وحشی قوموں میں بہت دنوں تک سفر کرتا رہا۔ ایک دفعہ وہ پھرتا پھرتا تھک گیا اور بیمار ہو گیا اور ایسی حالت میں وہ وحشی لوگوں کے ایک گاؤں میں پناہ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ اس گاؤں کے وحشی مردوں نے اُس کو سفید رنگ والا سمجھکر اُس کی بیعزّتی کی اور وہاں سے نکال دیا۔ وہ گاؤں سے باہر آکر ایک درخت کے نیچے مثل مردہ کے پڑ رہا۔ ایسے وقت میں چند عورتیں وہاں سے گزریں۔ وہ اُس کو کھینچ کر اپنے گھر میں لے گئیں۔ اُس کی خدمت کر کے اُس کا تکان دُور کیا۔ اور اُسکے لئے ایک نیا سنگیت تیّار کر کے گانے لگیں۔ اس سنگیت کا مطلب یہ ہے۔

"اِس پردیس میں اِس مسافر کی ماں نہیں بہن نہیں۔ آؤ بہنو ہم ہی اِس کی ماں اور بہن کا کام کریں"۔ یہ کہانی سُننے سے بھی دل کو کتنی خوشی ہوتی ہے ✣ ایسا ہو کہ دھارمک گرہستی کے گھر کا دروازہ اتیتھی کی خاطر و تواضع کے لئے ہمیشہ کُھلا رہے ✣

بارھواں باب

پڑوسی کے فرائض

پریوار اگر سکھی پریوار ہو۔ تب اُس کے لئے ایک بہت بڑی مشکل ہے۔ ایسی صورت میں انسان پڑوسی کی طرف سے لاپرواہ اور اُوداسین ہوسکتا ہے۔ اگر پریوار ہی میں ہر ایک طرح کا سکھ مل گیا تو گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہ رہی۔ پتا ہر روز ہم کو لے کر اُپاسنا کرتا ہے۔ دھرم کے کتنے ہی اُپدیش دیتا ہے۔ اگر کوئی اچھی کتاب شائع ہو۔ اُسی وقت خرید لی جاتی ہے۔ بھائی بہن اور اِستری سوامی مل کر پڑھتے ہیں۔ اور جب ہم تھک جاتے ہیں۔ گانا بجانا۔ کھیل کود اور خوشی کے سامان سب گھر میں ہی مل جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں آرام کے لئے باہر جانے کی ضرورت کیا؟ اس کے ذریعے چلن ٹھیک رہتا ہے۔ لیکن پڑوسی کی طرف بڑی کشش نہیں رہتی یعنی اُسکا خیال نہیں رہتا۔ انگریزی قوم میں پریوارک سکھ بہت زیادہ ہے اِس واسطے وہ جہاں جا کر رہتے ہیں۔ اُس محلہ کے لوگوں کے ساتھ دو برس تک بھی اُن کی ملاقات نہیں ہوتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ۔ انگریز لوگ بہت خود پسند اور میل جول نہ رکھنے والے ہیں۔ اہل فرانس اس کے برعکس ہوتے ہیں اُن کا پریوارک بندوبست ایسا اچھا نہیں۔ پریوارک رشتے میں اِس قدر مٹھاس نہیں۔ پریوار میں ایک دوسرے کے ساتھ اِتنا میل جول نہیں۔ اس واسطے وہ

نسبتاً مِلنسار اور ملاقات پسند ہوتے ہیں ؂

پریوار کو سُکھ کی جگہ بنانے پر پڑوسی کی طرف سے بالکل اُدُداسین نہ ہونا چاہیئے۔ بڑے بڑے شہروں میں یہ بڑا نقص ہے کہ۔ کوئی کسی کا پُرسان حال نہیں ہوتا۔ ایک گھر میں ایک شخص مر رہا ہے۔ پاس کے گھر میں گانا بجانا جاری ہے۔ گاؤں میں ایسی حالت نہیں۔ وہاں پر ایک گرہستی کو اگر تکلیف ہو۔ تو تمام گاؤں کے لوگوں کو خبر ہو جاتی ہے اور وہ مقدور بھر مدد کرتے ہیں۔ اس واسطے شہر کی نسبت گاؤں میں رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پاس پاس رہنے سے ایک دوسرے کی اغراض پر ہاتھ پڑتا ہے اس واسطے آپس میں جھگڑا فساد ہونے کا اِمکان ہوتا ہے۔ پڑوسی کے ساتھ اگر غیروں کی طرح سلوک کرو۔ تو تم کو تکلیف دیتے ہوئے اُس کے دل میں چوٹ نہ لگیگی۔ اور اگر اُس کے ساتھ دوستی کر کے اُس کو اپنے بس میں کر لو۔ تو بغیر جھگڑا ہونے کے معاملہ طے ہو جائیگا۔ اس واسطے عقلمند شخص کو چاہیئے کہ پریم ہی سے پڑوسی کو بس میں کرے ؂

تم محلّے میں رہتے ہو۔ روزمرّہ ہمارے سامنے سے آتے جاتے ہو۔ محلّے میں کوئی مرا یا جیا اس بارے میں ایک دفعہ بھی نہیں پوچھتے۔ اپنے ہی حال میں مست ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے ساتھ بات چیت کرنے کو اپنی بے قدری اور بے عزّتی خیال کرتے ہو۔ ایسا کرنے سے تمہارے لئے کیا ہمارے دلوں میں پیار پیدا ہو سکتا ہے؟ بہت سے موقعوں پر دیکھنے میں آیا ہے کہ اسی وجہ سے محلّے کے لوگوں نے دق ہو کر ایک گرہستی کو طرح طرح کی تکلیف دی تھی۔ کئی سال ہوئے کہ ایک ملک کے لوگوں نے اُس ملک کے یہودیوں

کے ساتھ نہایت بدسلوکی کی۔ سیکڑوں بیش قیمت جانیں ہلاک کر ڈالیں۔
دروازے توڑ کر گھروں میں گھس گئے۔ اُن کا دھن دولت لوٹ لیا۔ اور
عورتوں کی بے عزّتی کی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہودیوں کی طرف اس
سخت دشمنی کی اور وجوہات کے علاوہ ایک بہت بڑی وجہ یہودیوں کا
نہ ملنسار ہونا اور آزادی تھی۔ ہمارے ملک میں پچھلے وقتوں میں بہت اچھا طریق
تھا۔ ہمیشہ ایک ہی ذات برادری کے لوگ ایک محلّے میں رہتے تھے۔ وہ
اُس پریوار کے لوگوں کو اپنا خیال کرتے تھے۔ اُن میں جو عمر میں سب سے
بڑا ہوتا تھا۔ اس کا نام "کرتا" (مالک) ہوتا تھا۔ یہ شردھا اور بھگتی کا رشتہ
تھا۔ اِس کی یہ خوبی تھی کہ جو کرتا ہوتا تھا۔ وہ اُن تمام پریواروں کو ایک طرح
سے اپنا پریوار خیال کرتا تھا۔ اگر رات کو بارہ بجے کے وقت محلّے کے ایک
حصّے میں ایک بچّے کو سخت تکلیف ہوتی۔ اس رات کو کرتا کو جگایا جاتا۔ وہ
لاٹھی کا سہارا لیکر خوف زدہ ماتا کو تسلّی دینے کے لئے جاتا۔ پڑوسی کے رشتے
کی اُس زمانے کی وہ مٹھاس آہستہ آہستہ چلی جا رہی ہے ÷

"دوسروں کے جس سلوک کرنے پر تم خوش ہوتے ہو۔ تم بھی اوروں کے
ساتھ ویسا ہی کرو" اس اعلےٰ اُپدیش کو اگر کسی کے ساتھ برتنے کی ضرورت
ہے۔ تو وہ پڑوسی ہے۔ تمہارے پڑوسی کی استری یا لڑکا بہت بیمار ہے۔
تم اگر اُس کا کچھ خیال نہ کرو۔ اور روگی (بیمار) کے گھر کے بہت نزدیک اپنے
دلی دوستوں کو لیکر گانا بجانا ہنسی مخول کرتے رہو۔ تو تمہاری پیاری لڑکی جس
دن بیماری کے بستر پر لیٹی ہوئی ہوگی۔ تو کیا وہ تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک
نہ کریگا؟ تمہارے گھر میں اگر بیماری کے وقت کوئی شخص شور و غل کرے۔

تم اُس سے ناراض ہوتے ہو۔ پس دوسرے کے گھر میں بیماری کے وقت تم بھی ایسی کارروائی مت کرو۔ تمام باتوں میں اسی بُنیادی اصول کو مدِنظر رکھکر کام کرنا چاہیئے ÷

پڑوس میں رہتے وقت آزادی اور ایکتا (میل یا اتفاق) ان دونوں اعلےٰ بھاؤں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ یعنی ہمیشہ کسی گرہستی کی آزادی میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ ہر ایک شخص اپنی رُچی (خواہش)، حیثیت۔ بشواس اور کرتب گیان (مقدور) کے موافق کام کرے۔ ایک شخص جب تک ہم کو کسی طرح کی تکلیف نہیں دیتا تب تک اُس کے کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ کسی کے پریوار کے خانگی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس بھاؤ کو ہمیشہ دل میں زندہ رکھنا چاہیئے۔ لیکن محلّے میں ہی ایک ایسی جگہ اور ایک ایسا وقت مقرر کرنا چاہیئے۔ جہاں دس شخص مل کر بیٹھیں۔ اچھی بات چیت کریں۔ عام طور سے محلّے کی بھلائی کو سوچیں۔ وہاں پر ہر قسم کے اخبار رہیں۔ اور دھرم گرنتھ وغیرہ پڑھے جائیں ÷

پریم جیسی اور کون سی چیز ہے۔ ایک سچا پریمک شخص اگر گھر میں ہو۔ تو تمام گھر کے لوگ کیسے سُکھی ہوتے ہیں۔ پریمک ہو تو دیکھوگے کہ تمہارے پڑوسی تمہارے لئے سُکھ کا باعث ہونگے۔ اور دیکھوگے کہ تمہارا دُکھ دیکھکر اُن کے آنسو بہینگے۔ تمہاری موت کے دن صرف تمہارے ہی گھر میں ہاہاکار (واویلا) کی آواز نہ اُٹھیگی۔ بلکہ محلّے کے تمام گھروں میں سے آہ وزاری کی گُونج اُٹھیگی۔ پریمک شخص جیسے پڑوسیوں کو سُکھی کرتا ہے۔ ویسے ہی کمینہ اور خودغرض شخص محلّے کے لئے مثل کانٹے کے دُکھ دینے والا ہوتا ہے ÷

اُس شخص کا دل ہی دل میں سب بُرا چاہتے ہیں - اور اُس شخص کے مرنے پر ایک شخص بھی گہری آہ نہیں کھینچتا - پریم اور خود غرضی کا دفعیہ ہی بشی کرن (بس میں کرنے والا) منتر ہے - اس منتر کے ذریعے پڑوسی کے دل کو موہ لو یا اپنا کر لو ۔

تیرھواں باب

دوست اور دوستی

کہا جاتا ہے کہ انسان سماجک جیو ہے - وہ تن تنہا رہ کر سُکھی نہیں ہوتا - بلکہ سوسائٹی بنا کر رہنا پسند کرتا ہے - اس فقرے کے کیا معنے ہیں؟ کیا صرف ایک سے زیادہ آدمیوں کی تعداد ہونا ہی سُکھ کا باعث ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔

فرض کرو کہ ایک گاؤں کا رہنے والا کلکتہ جیسے کسی شہر میں آئے - اور اُس شہر میں اُس کا کوئی جان پہچان بھی نہ ہو - وہ شخص شہر کے شارع عام پر کھڑا رہے - اور وہاں سے بیشمار لوگ لگاتار گزرتے رہیں - اور ہر ایک شخص اپنے اپنے کام میں مصروف رہے - اُن میں سے کوئی اُس کو نہ پہچانے - اور نہ کوئی اس کی طرف دیکھے - اور نہ کوئی یہ دریافت کرے کہ - آیا اُس نے دو دن سے کھانا بھی کھایا ہے یا نہیں اور آیا اس کے لئے پناہ لینے کو کوئی جگہ ہے یا نہیں - ایسا شخص اگر اچانک گاڑی کے نیچے آجائے تو اُن بیشمار لوگوں میں سے کسی کا بھی کچھ نقصان نہ ہوگا - وہ لوگ کھڑے ہو جائینگے - اور

دریافت کرینگے کہ یہ شخص کون ہے۔ اور کس طرح سے گاڑی کے نیچے آگیا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ اپنے اپنے کام کو چلے جائینگے۔ یہ بیشمار لوگوں کا مجمع کیا اس دیہقانی شخص کے لئے انسانی سوسائٹی ہے۔ اور کیا صرف اس خیال سے کہ اُس کو وہ پیار کرتا ہے۔ وہ سماجک جیو ہے۔ اس کے لئے ایسے شہر اور سنسان جنگل ہیں جہاں آدم زاد کا نام و نشان بھی نہ ہو کیا فرق ہے؟ ٭

اس کے مقابل میں اُس کا گاؤں بدیں وجہ اُسے زیادہ پیارا ہے کہ۔ وہاں اُس کی خبر لینے والے۔ اُس کے سُکھ میں خوش ہونے اور دُکھ میں ہمدردی کرنے والے موجود ہیں۔ پس اس فقرے کے معنوں کی تہ میں کہ ہم سماجک جیو ہیں یہ راز پوشیدہ ہے کہ۔ اس دُنیا میں چند اشخاص جو ہماری خبر لیتے ہیں۔ ہمارے سُکھ میں سُکھی ہوتے ہیں۔ اور دُکھ میں خود بھی دُکھی ہونے کے علاوہ ہمدردی بھی کرتے ہیں۔ یعنی جو چند اشخاص ہمارے اپنے ہیں۔ چونکہ وہ انسانی سوسائٹی کے جُزو ہیں۔ اس واسطے ہم انسانی سوسائٹی کو پیار کرتے ہیں۔ اس لئے سماجکتا کی بنیاد میں آتمیتا (یگانگت) کا بھاؤ پایا جاتا ہے ٭

اسی بات کو دوسری طرح سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے جو چند رشتے دار ہیں۔ اُن کو چھوڑ کر اگر ہم انسانی سوسائٹی کا خیال کریں تو کیا ہمارے دلوں میں اس انسانی سوسائٹی کی کُچھ کشش رہ سکتی ہے۔ جو لوگ ظاہری طور سے ہمیں جانتے اور بالائی طور پر قدرے پیار بھی کرتے ہیں۔ اُن کے پاس کیا ہم اپنا دل کھول سکتے ہیں ٭

جس جگہ ہم بلا کسی روک ٹوک کے دل نہیں کھول سکتے وہاں ملتے ہوئے

بھی جھجک معلوم ہوتی ہے۔ اور دل میں یہ خدشہ لگا رہتا ہے کہ۔ نہ معلوم مجھے یہاں کس طرح برتاؤ کرنا چاہئے۔ جہاں جھجک اور خدشہ ہے۔ وہاں دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس واسطے ایسی صحبت آتما اور آتمیتا کے لئے موزوں جگہ نہیں۔ یگانگت کا مقام ایک اَور ہی ہے یعنی جس جگہ میری رُوح ظاہر اور باطن دونوں کے فکر کو چھوڑ کر رہ سکتی ہے۔ وہی مقام دوستی کے لئے موزوں مقام ہے۔ اور اسی کا نام دوستی ہے۔ ایسی دوستی ایک یا دو شخصوں ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔

دوستی ہم لوگوں کے گرہ دھرم (کنبہ داری کی زندگی) کو میٹھا بنانے میں مدد دیتی اور ہماری پریوارک خوشی کو گہرا اور دُکھ کو کم کرتی ہے۔ سچّا رفیق پریوارک مصیبت میں کام آتا ہے۔ اگر سوامی اور استری میں جھگڑا ہو جائے تو اُس کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے دوست کے بال بچّوں کے بیمار ہو جانے پر اُس کو نہ نیند آتی ہے۔ اور نہ کھانا پینا سُوجھتا ہے اور ایسی حالت میں وہ ہمیشہ ہمارے بستر کے پاس موجود رہتا ہے۔ گھر میں کوئی کارج بیوہار ہونے پر سب سے پہلے کمر بستہ رہتا ہے اور اگر کُنبے میں کوئی موت ہو جائے تو ہماری طرح اُس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہتے ہیں*

میرا سچّا دوست میری استری کو پاک نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اگر اُس کو اُس کا دیور، بھائی یا بندھو (رشتہ دار) کہا جائے تو بجا ہے۔ کیا دوستی صرف مردوں مردوں یا عورتوں عورتوں ہی میں ہوتی ہے۔ اور کیا مرد اور عورتوں کے درمیان میں پاک محبّت کا رشتہ نہیں ہو سکتا؟ میری استری کا میرے کسی بندھو کے ساتھ پاک اور گہری بندھوتا (رشتہ داری) کا رشتہ ہے۔ اور جب وہ میرے گھر میں آتا ہے۔ اور میری استری اپنے بچّے کو

اُس کی گود میں دیکر خوشی خوشی ایکانت میں اُس کے ساتھ سُکھ دُکھ اور گھر کے مختلف امور کے بارے میں بات چیت کرتی اور اُس سے اپنے دل کی باتیں کہتی ہے۔ تو یہ پاک نظّارہ دیکھکر میں بہت خوش ہوتا ہوں میری استری کے دل کی بہت سی ایسی باتیں یا بھاؤ ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔ لیکن میرا دوست جانتا ہے اور اسی واسطے میں دیکھتا ہوں کہ۔ بسا اوقات جس طرح وہ میری، استری کو کسی معاملے کی طرف متوجّہ کر سکتا ہے میں نہیں کر سکتا۔

میرا میرے دوست پر کیسا بھروسہ اور اعتبار رہے۔ اور اِس خیال سے کہ وہ شہر میں موجود ہے۔ مجھے کس قدر ہمّت اور حوصلہ رہتا ہے اور اسی واسطے مجھے اپنے لڑکے بالے چھوڑ کر کسی جگہ باہر جانے میں کچھ خدشہ نہیں رہتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے بال بچّوں کی طرح میرے لڑکے بالوں کی بھی خبر گیری کریگا۔

میرے دوست کی استری بھی میرے گھر کو اپنا ہی گھر خیال کرتی ہے ہم دونوں کی دھرم پتنیوں (بیویوں) میں بھی آپس میں خوب گہری محبّت ہے جب وہ ہمارے گھر آکر کام کاج کرتی ہے۔ یا جب دونوں بیٹھکر آپس میں خوب کھُلے دل سے بات چیت کرتی ہیں۔ تو یہ نظّارہ دیکھ کر آنکھیں سیر ہو جاتی ہیں اور زندگی میٹھی معلوم ہوتی ہے۔ سچ مچ سچّی بندھوتا زندگی کے برتن میں مثل شہد کے ہے۔



چودھواں باب

اپنے ملک کے متعلق فرائض

جس طرح ہر ایک شخص کا مخصوص طور پر اپنے ملک کی طرف فرض ہے اُسی طرح ہر ایک پریوار کا بھی ہے۔

پس جن تمام پاک خوبیوں سے ملک کا نام روشن ہوتا ہو اور جس سے اسکی طاقت اور حفاظت قائم رہتی ہو اُن سب کو پریوار ہی میں عمل میں لانا چاہیئے۔

گرہستی کے پریوار کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو ملک سے علیحدہ اور الگ خیال نہ کرے بلکہ ملک کی بہتری اور ابتری کی طرف خاص توجہ رکھے۔

اسی واسطے پریوار میں اخبار وغیرہ منگوانے ضروری ہیں اور عورتوں کو ملک کی بہتری اور خرابی کے متعلق مضامین سے ناواقف نہیں رکھنا چاہیئے۔ جیسے پریوار کے دس ممبروں کے آپس میں ملنے پر دیگر مضامین پر بات چیت ہوتی ہے ویسے ہی ملک کی حالت کے متعلق بھی ذکر اذکار ہونا چاہیئے۔

عام طور پر پریوار اور رشتہ داروں کی حفاظت اور پرورش کرنا سب سے مقدّم ہے۔ لیکن خاص خاص حالات اور وجوہات ایسے ہو سکتے ہیں کہ جن سے ملک کے متعلق فرائض پریوار اور رشتہ داروں کے فرائض سے بھی مقدّم سمجھے جائیں۔ مثلاً اگر کوئی غیر قوم ملک پر حملہ کرے تو اُس وقت لوگ پریوار کے سُکھ کو چھوڑ کر میدان جنگ میں جایا کرتے ہیں۔

اگر ہمارے ملک کے لوگ قانون اور عدالت قائم کر کے ہم سب کی حفاظت نہ کریں تو ہمارے لئے پریوارک سُکھ بھوگنا اور بے کھٹکے شانتی سے رہنا ناممکن ہے اس لئے جس انتظام اور قانون کے ذریعے ہم اور ہمارے جیسے لاکھوں شخص بے کھٹکے اپنی محنت کی کمائی ہوئی روٹی کھاتے ہیں اُس انتظام اور قانون کی حفاظت کرنا ہر ایک پریوار کا عین فرض ہے۔

ہم میں سے ہر ایک نے جس سوسائٹی کی پناہ لی ہے۔ اُس کا عوضانہ یہ ہے کہ ہم کسی مشکل اور مصیبت کے وقت اپنے ملک کی مدد کریں۔ جو پریوار یہ مدد کرنے کے لئے تیار نہیں وہ خود غرضی کا گھر ہے۔

ملک میں جس قدر اچھی اچھی تجویزوں اور مفید تحریکوں کا چرچا ہوتا رہتا اور مفید اور پاک جلسے ہوتے رہتے ہیں اُن سب کے ساتھ پریوار کا جوگ رکھنا چاہیئے اور جس جگہ روپیہ سے مدد کرنی ضروری ہے وہاں روپیہ کے ذریعے اور جہاں کسی اور طرح سے امداد کی ضرورت ہے۔ وہاں اُسی طرح سے مدد کرنی چاہیئے۔

جن لوگوں نے اپنے ملک کی مذہبی اور سماجک اصلاح جیسا مشکل کام ہاتھ میں لیا ہے اُن کو عموماً کتنی طرح کی سختیاں اور بدکلامیاں برداشت کرنی پڑتیں اور سخت سُست سہنا پڑتا ہے اگر ایسے لوگوں کو ایسی سخت کشمکش کی حالت میں چند ایسے پریوار نصیب ہوں کہ جہاں وہ دلی شانتی پا سکتے اور خالص پریم اور رفاقت کا سُکھ بھوگ سکتے ہوں اور اُتساہ اور اُمید دلانے والی بشواس کی باتیں سُن سکتے ہوں تو اُن کے دل کو کس قدر تقویت مل سکتی ہے۔

جب مہاتما مسیح کی عام لوگوں نے بیعزّتی کی اور وہ یروشلم شہر سے نکالے گئے تو بیتھنی نامی گاؤں کی دو بہنیں جن کا نام مارتھا اور میری تھا اُنکو اپنے

گھر میں لاکر اور اُن کی سیوا کرکے اُن کے جسم کے تکان کو دور کرتیں اور اُن کے دل کی غمگینی کو مٹاتی رہیں۔ اُنکے ایسا کرنے سے کیا کچھ کم مدد ہوتی تھی؟ اس لئے جو لوگ روپیہ کے ذریعے اپنے ملک کی بہتری کے متعلق مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ اور کئی طرح سے مدد کرسکتے ہیں*

ہر ایک شخص کو خواہ وہ اکیلا ہو۔ یا پریوار رکھتا ہو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایشور نے ہم لوگوں کو جسم۔ دماغ۔ طاقت۔ عقل۔ دولت۔ حشمت۔ مدد کے سامان۔ سہولیت۔ موقع وغیرہ غرضیکہ جو کچھ دیا ہے اُس کا سب سے اعلےٰ مقصد یہ ہے کہ اِن سب کے ذریعے دُنیا کی بہتری اور ترقّی میں مدد ملے۔ اگر اپنے ملک کی طرف سے لاپرواہ ہوکر اور اپنے پریوار میں بیٹھکر صرف پریوارک شانتی اور سُکھ کے بھوگنے میں ہی مست رہیں۔ تو ہم ایشور کے سامنے قصوروار ٹھیرتے ہیں۔ اس واسطے ہمیشہ ہی اپنے ملک کے متعلق فرائض کو یاد رکھنا چاہیئے*

ایشور نے ہم لوگوں کو ایسی طاقت دی ہے کہ ہم اپنے تمام ملک کو اپنے پریم کے بازوؤں سے بغلگیر کرسکتے ہیں۔ اس کی بھلائی کے لئے اپنے دل اور جان کو قربان کرسکتے ہیں۔ اس کی خراب اور خستہ حالت کو دُور کرنے کے لئے مدد کرسکتے ہیں۔ کیا ہم لوگ یہ طاقت پاکر بھی اُس کو صرف اپنی خودغرضی کے پُورا کرنے کے لئے خرچ کرینگے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ہم انسان کہلانے کے مستحق نہیں۔ ایشور چاہتے ہیں کہ ہم لوگ ماتا کی طرح اپنی جنم بھومی کو پیار کریں*



پندرھواں باب

پریوارک اُپاسنا

شاستر کے پُرانے مصنّفوں نے کہا ہے :-

"ब्रह्म निष्ठो गृहस्थः स्यात् तत्व ज्ञानपरायनः। यत यत कर्म्म प्रकुर्व्वीत तद्ब्रह्मनिसमर्पयेत्"

گرہستی کو چاہیئے کہ وہ برمھ نشٹھ (پرماتما کو پیار کرنے والا) اور تتوگیان پرائن (حقیقت بین) ہو۔ اور وہ جو کوئی کام کرے پرماتما کے لئے کرے"۔ جو لوگ ناستک ہیں یا پرماتما کی ہستی میں شک رکھتے ہیں۔ یا دھرم کی طرف سے بالکل غافل اور لاپرواہ ہیں وہ اگر اپنے گھر اور پریوار میں ایشور کا نام سُننے اور اُن کے بارے میں خیال کرنے اور اُن کی پرستش کے لئے کوئی نیم نہ رکھیں تو چنداں افسوس کی بات نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنا اُن کے لئے طبعی ہے۔ لیکن جو لوگ انسانی زندگی کی تہ میں ایک ذات کو زندگی کا مالک اور رہنما خیال کرتے ہیں اور جو یہ یقین کرتے ہیں کہ زندگی میں ہر ایک قسم کا سُکھ وہ اُنہی کی کرپا سے پاتے ہیں اور کیا اس دُنیا میں اور کیا پرلوک میں وہی اُن کا ایک سہارا اور جائے پناہ ہے اُن کے لئے اُس سُکھ داتا پرمیشور کو بھلا کر زندگی کے سُکھوں کو بھوگ کرنا گناہ میں شمار ہونا چاہیئے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اس لئے کہ دھرم ہی سماج کی بنیاد ہے۔ دھرم ہی اس جہان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور دھرم ہی سماج کو

قائم اور انتظام کی حالت میں رکھتا ہے۔ اس غرض سے بھی گھر اور پریوار میں دھرم گرنتھوں کا پاٹھ۔ ایشور چنتا۔ ایشور ارچنا اور دھرم سادھن کا نیم پختہ طور سے رکھنا چاہیئے۔ شخصی طور پر ہر ایک شخص کے لیئے ایشور چنتا اور ایشور ارچنا کے لئے ایک وقت ضرور رہنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ ایک ایسا قاعدہ بھی مقرر ہو کہ پریوار کے سب لوگ مل کر ایک خاص وقت میں ایشور کی اُپاسنا کر سکیں چونکہ بہت سے لوگ اُس طریق سے واقف نہیں کہ مع پریوار کے کس طرح ایشور ارچنا کرنی چاہیئے اس لئے نمونے کے طور پر ایک مختصر پریوارک اُپاسنا پدّھتی (کُنبہ کے لئے عبادت کا طریق) اسکے ساتھ دیجاتی ہے ؞

بہت سے لوگوں کی زبانی سُنا جاتا ہے کہ دھرم سادھن کے لئے ایک خاص طریق کی ضرورت ہی کیا ہے؟ عبادت ایک خاص طریق میں محدود ہو جانے سے پھر اُس میں جان باقی نہیں رہتی۔ اور اُس حالت میں اُس کا ادا کرنا گویا ایک طرح کی مکاری ہو جاتی ہے۔ یہ خیال اُن لوگوں کا ہے جو سوچ بچار کا مادّہ نہیں رکھتے۔ تمام سماجوں میں ہی دھرم سادھن کے متعلق چند طریق مروّج ہیں۔ اُن سے اگر کچھ اور فائدہ نہ ہوا ہو۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ تمام طریق دھرم بھاؤ کی حفاظت۔ پرورش اور تعلیم کے لئے ایک ذریعہ ضرور ہیں۔ بچے اُن میں پرورش پا کر دھرم بھاؤ حاصل کرتے ہیں۔ مرد اور عورتوں کے دلوں میں اُن کے ذریعے دھرم بھاؤ داخل ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اُپاسنا کے وقت دل میں ہر روز یکساں بیقراری۔ یکساں صدقدلی۔ یکساں تر و تازگی اور یکساں دلی خواہش نہ ہو۔ لیکن اگر دل میں سرل بشواس (صادق ایمان) رہے تو کپٹتا (مکاری) کا الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ یہ ممکن ہے کہ تم روزمرہ

پُوجا کے وقت ایشور کی طرف اپنے دل کو یکسو نہ بھی کر سکو - لیکن اگر تمہارے دل میں یکسو کرنے کی خواہش رہے - بس تمہارے لئے یہی کافی ہے ﴿

کس وقت کس پریوار میں ایشور ارچنا ہونی چاہیئے اُس کو ہر ایک پریوار اپنے اپنے گھر کے کام کے موافق ٹھیک کرلے - ممکن ہے بعض پریواروں میں اسنان کے بعد کھانا کھانے سے پہلے اُپاسنا کے لئے سہولیت ہو سکتی ہے - اور بعض پریواروں میں صبح ہی اُٹھکر مُنہ ہاتھ دھوکر گھر کے کام میں مصروف ہونے سے پہلے پہلا کام ایشور اُپاسنا ہو سکتی ہے - اس اُپاسنا کا بہت طویل ہونا چنداں ضروری نہیں - مختصر طور پر یہ کام کیونکر سرانجام پا سکتا ہے اُس کا نمونہ ذیل میں دیا جاتا ہے ﴿

پدّھتی (طریق)

جب ماں باپ - بھائی بہن - بہو بیٹی - داماد - مہمان - دوست وغیرہ پریوار کے سب لوگ اُپاسنالے (عبادت خانے) میں ٹھیک وقت پر بیٹھ جائیں تو پہلے ایک برہم سنگیت (خدا کی حمد کا گیت) ہونا چاہیئے - اُس کے بعد باپ یا ماں یا بڑا بھائی یا اُن میں سے وہ شخص جس کو اُنہوں نے اس کام کے لئے مقرر کیا ہو دھرم گرنتھ یا کسی اچارج کے اُپدیش سے کچھ پاٹھ کرے - پڑھنے کا مضمون اس طور سے منتخب کرنا چاہیئے کہ جس کے پڑھنے میں پانچ یا سات منٹ سے زیادہ وقت نہ لگے - اُس کے بعد جس کے سپرد اُپاسنا کا کام کیا گیا ہو - وہ مفصلۂ ذیل لکھی ہوئی اُستتی (حمد) یا اُس کی مانند کوئی اور اُستتی پاٹھ کرے یا خود ہی اُستتی کرے :-

استُتی (حمد)

ہے منگل مئے بشو بدھاتا پرم پُرش! تمہارے چرنوں میں ہم لوگ مع پریوار حاضر ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ تم کو ہماری اُستُتی کی ضرورت نہیں اور نہ تم اُس کے لئے انتظار ہی کرتے ہو اور نہ ہماری یہ ناچیز زبان تمہاری استتی میں ایسا کچھ کہہ سکتی ہے جو تمہاری مہماں (عظمت) کو جزوی طور پر بھی ظاہر کرسکے۔ مگر تاہم ہے بھو! (پُرجلال) تمہیں یاد کرنے اور تمہارا خیال کرنے میں ہماری عین راحت ہے۔ ہم خود اپنی مرضی سے اس دُنیا میں نہیں آئے۔ بلکہ تم نے ہم کو طاقت بخشی ہے۔ اسی واسطے ہم کو یہ طاقت ملی ہے۔ اب تک جن چیزوں اور سامانوں سے ہماری زندگیوں کی حفاظت ہوئی ہے اور اب ہو رہی ہے۔ وہ تمام چیزیں ہم نے پیدا نہیں کیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے منگل انتظام سے ہی ہم کو وہ تمام چیزیں نصیب ہوئی ہیں۔ تم ہم کو اپنے اس خوبصورت جگت میں رکھکر ہمارے جسم۔ دل اور روح کی پرورش کرتے ہو۔ جہاں ایک طرف تم نے ہم لوگوں کو ناک۔ آنکھ۔ کان وغیرہ تمام حواس دئے ہیں۔ ویسے ہی ان حواسوں کی سیری کے لئے طرح طرح کے خوبصورت رنگوں۔ مختلف قسم کی رسیلی اور خوشبودار چیزوں سے اس دُنیا کو پُر کر رکھا ہے۔ جہاں ہم لوگوں کو گیان اور بچار شکتی دی ہے۔ وہاں اس گیان کی سیری کے لئے تمام سامان سب جگہ یعنی تری۔ خشکی اور آکاش میں پھیلا رکھے ہیں۔ جہاں ہم کو دل دیا ہے۔ وہاں سنیہہ۔ دیا۔ پریم۔ رفاقت

وغیرہ طرح طرح کے پاک بھاؤ سے انسانی سوسائٹی کو بھرپور کر رکھا ہے۔ سب سے بڑھکر جہاں ہم کو امر آتما (غیرفانی رُوح) دیا ہے۔ وہاں تم خود اُس آتما کی بھوک کے لئے خوراک اور پیاس کے لئے پانی کی مانند ہو۔ ہم جو تم کو جان سکتے اور پریتی کر سکتے ہیں۔ اِسی میں ہماری انسانیت اور عظمت ہے۔ اسی میں ہماری رُوح کی زندگی ہے۔ یہ کتنا بڑا استحقاق ہے کہ اولاد کو جس طرح ماں باپ کے پاس جانے کا حق حاصل ہے۔ ویسے ہی ہم بھی اپنی تکلیف اور دُکھ کا بوجھ لیکر تمہارے قدموں میں حاضر ہو سکتے ہیں۔ تم نے ہم پر جتنی قسم کی رحمتیں نازل کی ہیں۔ اُن سب میں تمہاری یہی رحمت سب سے زیادہ افضل اور اعلےٰ ہے کہ ہم تمہارے ساتھ محبّت کے رشتے میں بندھ سکتے ہیں۔ ہم تمہارا شکریہ کہاں تک ادا کریں۔ تم نے ہم کو مختلف قسم کے سُکھوں کے سامان دیکر آخر میں اُس سُکھ کے برتن کو بھرپور کرنے کے لئے اپنے آپ کو جاننے کا استحقاق دیا ہے۔ ہمارے اس گھر اور پریوار میں تمہاری پاک جگہ ہے اور ہمارے تمام رشتوں میں تمہارا ہاتھ ہے۔ اسی واسطے ہم آپس میں مل کر اکٹھے یہاں بیٹھے ہیں۔ کہ تم نے ہم کو آپس میں ملایا ہے۔ تم کو کہیں دُور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ تم ہمارے گھر میں اور ہمارے دلوں میں موجود ہو۔ اشیرباد کرو کہ ہم اپنے گھر میں تمہاری منگل چھایا کو دیکھ سکیں اور تمہارے پرساد کو اس زندگی ہی میں محسوس کر سکیں۔ ایسا ہو کہ ہم تمہیں پیار کر سکیں اور وہی پریم ہمارے آپس کے پریم اور سنیہہ۔ اور اولاد کے لئے پیار اور رفیقوں کے لئے رفاقت وغیرہ تمام بھاؤں کو پاک اور میٹھا کرے۔ ایسا ہو کہ۔ ہم پاک دل سے تمہارے کام کر سکیں اور ایک دوسرے کی مدد سے تم کو اور بھی زیادہ صاف اور

واضح طور سے جان سکیں اور محبت کر سکیں۔ ہے بِبھو! ہماری زبانی پُوجا کچھ بھی نہیں۔ ایسا ہو کہ ہم اپنی تمام زندگی اور چرتر کے ذریعے اپنے آپکو تمہاری پُوجا کے لائق بنا سکیں اور اپنے دل اور روح کو پاک رکھکر اور زندگی کے تمام فرائض کو بخوبی ادا کر کے تمہارے قدموں میں بیٹھنے کے لائق ہو سکیں۔ گیان کی گہرائی۔ اُدار پریم۔ چرتر میں سنجم۔ فرض کے گیان میں مضبوطی اور نوع انسان کی سیوا کا جو پُورن انگ (مکمّل) سادھو چرتر کا معراج ہے۔ اُس کو ہم اپنے گھر اور پریوار میں سادھن کر سکیں۔ اور اِس بات کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں کہ تم نے ہم کو جو سُکھ اور آرام کے سامان عطا کئے ہیں۔ اور دولت اور حشمت بخشی ہے۔ یہ سب صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ اَوروں کے لئے بھی ہے۔ ہم کو ہر ایک قسم کے پاپ سے بچاؤ اور دن بدن اپنے راستے میں آگے سے آگے بڑھاؤ۔

مذکورۂ بالا استُتی کے بعد سب ایک زبان ہو کر مندرجۂ ذیل بندنا یا اُس کے مانند بندنا کا ایک گیت گائیں:۔

بندنا

شِکھرنی چھند

۱
ہے دیامئی ماتا۔ وِ۔ کرُنا مئے پِتا (رحم کل، رحم کل)
دیا پُورن بھگون۔ دیا ہمہی کیجئے

۲
تمہاری مہما ہے جگت جننی اپار ہے
اَنِربچنی۔ اننت۔ ابرننی ہے تُو ہے پربھو (ناقابل بیان، ناقابل ذکر)

۳
اَبھے پد داتا بھگون۔ اَبھے موہے کیجئے (بیخوفی کی زندگی)
تبھی اُٹھ شیگرہ ہے ماں! اِنکٹ تیرے آ سکیں (جلدی)

کریں ہم سب مل کر تمہاری یہ چرن بندنا (مناجات)
جارت سنسار اگنی ہردا۔ شانتی دیجئے (جلانا، دلی اطمینان)
تُچھّ بُدّھی ہے ہماری و تُچھّ بچار ہے (ناقص، تُچھ)
کیسے ہم کر سکیں برنن تیرے گُن ہے بِبھو (بیان، اے پرجلال)
ہردے پرکاشت ہو کر اپنا پرچے دیجئے (دل میں ظاہر، ثبوت)
ہوئے نربھے ہے پرم جننی تمہیں ہم بُلا سکیں (بیخوف، ماں)

بھینٹ اب تیری ہے جگت ماتا کیا دھریں
دیا درشٹی سے ہے بھگون! گرہن اسے کیجئے
(نظر رحمت — قبول)
کرونا ساگر ہو تم - تمہیں کرپا سندھو ہو
(دریائے رحمت)
ہوئے گرگرہ دیوتا - گرہ میں نواس اب کیجئے
(بحر کرم)
پریم بندھن ہیں تمہارے ہردا رہوے بندھا
رہے گن گان نندن اور تو جش کیرتن
(خوبیوں کا گانا — تیری عظمت)

ہردے گت پریم مالا ہے سو نوچھاور کریں
(دلی)
ہردا ہو پریم پورن پریم ایسا دیجئے
دینن ہتکاری پربھو- تمہی دین بندھو ہو
(بیکسوں کے ہی خواہ — رفیق بیکساں)
ہردے سوامی بن کر ہردے میں باس اب کیجئے
کریں اگیا پالن تمہاری ہی سر بدا
(حکم — ہمیشہ)
یہی بھکشا دیجئے - ہمیں ہے دیا گھن
(پُر رحم)

اسکے بعد مفصلۂ ذیل پرنام پاٹھ کرکے اُپاسنا ختم ہونی چاہئے :-

प्रनति ॥

नमो नमस्ते भगवन् दीनानां शरण प्रभो ।
नमस्ते करुणासिन्धो नमस्ते मोक्षदायक ॥ १ ॥
पिता पाता परित्राता त्वमेकं शरणं सुहृत् ।
गतिर्मुक्तिः परा सम्पत् त्वमेकं जगतां पतिः ॥ २ ॥
पाप ग्राह समाकीर्णे मोहनीहारसं वृते ।
भवाब्धौ दुस्तरे नाथ नौरेका भवतः कृपा ॥ ३ ॥
त्वत् कृपातरणीं देहि देहि नाथ वराभयम् ।
मृत्युमायामये घोरे संसारे देहि मेऽमृतम् ॥ ४ ॥
क्षिप्रं भवतु प्रान्तात्मा भक्तस्ते भक्तवत्सल ।
निर्व्वाणं यातु पापम्निस्त्व त्प्रसादात्परेश्वर ॥ ५ ॥

پرنام

ہے بھگون! ہے دین شرن! ہے پربھو! تم کو بار بار پرنام۔ ہے کرونا سندھو! ہے مکتی داتا! تم کو پرنام۔ تم پِتا۔ پاتا پربھراتا۔ ایک پاتر آشرے اور بندھو ہو۔ تم ہی ایک گتی۔ مکتی۔ پراسمپار ہو۔ اور تم ہی دُنیا کے مالک ہو۔ اس پاپ آلودہ اور موہ کے طوفان سے گھرے ہوئے سنسار ساگر میں تمہاری کرپا ہی ایک کشتی ہے۔ ہے ناتھ! یہی کشتی ہم لوگوں کو عطا کرو۔ ہم لوگوں کو بے خوفی کا بردان کرو۔ موت اور مایا سے پُر اس خوفناک سنسار میں ہم لوگوں کو امرت دھام دکھاؤ۔ اے بھگت بتسل (بھگتوں کے پیارے) ہمارے ہردے سے پاپ رُوپی اگنی نربان ہو۔ اور تمہارے بھگت جلد شانتی لابھ کریں ۴



اگر دھرم کے متعلق زمانۂ حال کی نئی روشنی سے فائدہ اُٹھانا اور اپنی رُوحانی ترقی چاہتے ہو تو مفصلۂ ذیل کتب مینجر براہمو دھرم پرچار آفس لاہور سے منگا کر ضرور مطالعہ کرو:-

اُردو کتب

کتاب	قیمت
مہرشی جی کے بیاکھیان اُردو جلد اول حصہ اوّل و دوم بلا جلد	عه
" جلد دوم (حصہ سوم و چہارم) بلا جلد	۸ر
" جلد اوّل مجلّد بہ کاغذ ...	عه/۲
" " مجلد بہ پارچہ	عه/۴
" جلد دوم مجلد بہ پارچہ	۱۰
" جلد اوّل و دوم مشترکہ	عه/۱۴
وصال باری	۱۰
روحانی عروج	۸ر
فرائض انسان ہر سہ حصہ مکمل	۱۲
سوانح عمری بنجمن فرینکلن	۱۲
سوانح عمری مہاتما راجہ رام موہن رائے " مصنفہ لالہ نتھو رام نند	عه/۲ر
سوانح عمری ایضاً مصنفہ لالہ رگھو ناتھ سہائے	۴ر
سوانح عمری مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر جی مصنفہ لالہ رگھو ناتھ سہائے بی اے	۴ر
سوانح عمری مہاتما کیشب چندر سین مصنفہ لالہ رگھو ناتھ سہائے	۶ر
سوانح عمری ایشور چندر ودیاساگر	۶ر
سنگیت مالا	۴ر
بشواسی ہے	۴ر

کتاب	قیمت
بدھ دیو جی کی سوانح عمری حصہ اوّل	۴ر
" " حصہ دوم	۸
" " حصہ سوم	۴ر
دھرم مارگ	۴ر
مطالعہ فطرت	۵
اخلاقی سبق ہر سہ حصہ (خصوصاً بچوں کے لئے)	۱۲ر
موتیوں کی لڑی	۴
ثمرۂ دیانت	۶
مادیّت و دہریت کی تردید	۴
براہمو دھرم شکھشا	۶
شرابی کی سچی سرگزشت	۳
پرارتھنا پُستک	۲
کاشف الالہام	۱
وقت اور اصلاح	۹ پائی
مشرقی و مغربی دھرم بھاؤ	۱ر
ملک ہند کے لئے ایک عظیم مسئلہ	۱ر
دھرم کا روپ و سروپ	۱ر
ایشور ایک غیر فہیم مادی طاقت ہے یا فہیم زندہ ہستی؟	۱ر
جگ پُرش رام موہن رائے	۳ پائی
براہمو دھرم کے نیم و براہمو زندگی کا معراج	۱ر
ایشور کی مرضی	۱ر
ایشور پریم و پاکیزگی	۱ر

قیمت	
ا/	روحانی گلدستہ حصہ اول ....
۰/	ر ر حصہ دوم ....
۰/	سچی عبادت ....
۰/	سادھک منڈلی ....
۰/	تناسخ کی اصلیت ....
—/	مختصر سوانح عمری مہاتما راجہ رام موہن رائے
۰/	ر ر مہرشی دیویندرناتھ ٹھاکر جی
—/	ر ر شریمتی سدامنی رائے
—/	زندگی کا کیا مقصد ہے؟ .....
—/	اُتسب کا دن ....
—/	برامھ سماج کے اصول اور اُنکی تشریح ..
—/	شراب نوشی اور اُسکی خوفناک بُرائیاں ..
۰/	شراب لیلا ....
—/	تھیوڈور پارکر کی چٹھی ......

انگریزی کتب

قیمت	
۱۰/	فرام پاورٹی ٹو پاور ....
۱۵/	اوٹ فرام دی ہارٹ ......
۱۰/	آل دیز تھنگس ایڈڈ ....
۱۵/	تھرو دی گیٹ آف گڈ ....
۱۵/	ایز اے مین تھنکیتھ ....
سے/	ان ٹیون ود دی انفنٹ ....
۱۵/	کریکٹر بلڈنگ ....
۱۵/	ایوری لونگ کریچر ....
۱۵/	گریٹ ایسٹ تھنگ ایور نون ..
سے/	وٹ آل دی ورلڈ از اے سیکنگ ..

کیریکٹر مصنفہ ڈاکٹر سمائل صاحب ...
گاسپل آف بُدھ ....
چائیلڈ ہُڈ آف دی ورلڈ (دنیا کا بچپن)
اسینٹ آف مین ....
دی آئیڈیل لائف ....
نیچرل لا اِن دی سپرچول ورلڈ ...
دی پھینجڈ لائف ....
اور گاسپل ....
میٹیریلزم اینڈ اتھی ازم ریفیوٹڈ (یعنی خدا کی ہستی کا ثبوت اور الحاد و دہریہ پن کی تردید)
ڈیوٹیز آف مین (جوزف میزینی) ..
ریولیشن مصنفہ پنڈت شیونا تھ شاستری ایم اے
ٹرو ورشپ ر ر
انگلش ورکس آف راجہ رام موہن رائے ...
تھی ازم دی ریلیجن آف کامن سنس از چارلس وائسی
ریپرلس ....
سائنس اینڈ ریلیجن ....

ہندی کتب

قیمت	
ا/	سنگھی پرچار ....
۰/	مہرشی دیویندرناتھ ٹھاکر جی کا مختصر جیون چرتر
۲/	بشواسی بنے ...
عہ/	براہمو دھرم گرنتھ حصہ اول و دوم
عہ/	براہمو دھرم کے بیاکھیان
۱۳/	براہمو سنگیت ...
ا/	پچھمن بنے ....

براہمو دھرم (انتخاب)
دھرم وشیک پرشن اُتر
...ت بودھ مصنفہ بابو نوین چندر رائے ..
استری شکشا ..
دھرم دیپکا ...
روحانی عروج کا ہندی ترجمہ



72